تفسیر نور الثقلین

(جلد ششم)

مفسر

محدث جلیل العلامۃ النحبیر الشیخ عبد علی الحویزی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔ فون : 5425372

نام کتاب	:	تفسیر نور الثقلین (جلد ششم)
مفسر	:	محدث جلیل العلامۃ النخبیر الشیخ عبد علی الحویزی
مترجم	:	حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	خادم العلماء خادم حسین جعفری
اشاعت	:	اکتوبر 2008ء
صفحات	:	656
ہدیہ	:	Rs 500-.00 روپے

— ملنے کا پتا —

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ، دکان نمبر 20، فرسٹ فلور، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور — فون: 7225252

فہرست

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ
لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ
يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ
كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾
وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ
مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾
فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى
عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى
الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ
فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا
عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۴۷ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ
اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝۴۸ قُلْ
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۹ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۵۰ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا
فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۵۱ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ
اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۲ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ
بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ
حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝۵۵

''جن لوگوں کے خلاف جنگ کی جارہی ہے انھیں ان کی مظلومیت کی وجہ سے جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے ان کا جرم یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ روکتا تو تمام گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کے عبادت خانے اور وہ مساجد سب منہدم کر دی جائیں جن میں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقیناً مدد کرے گا۔ بے شک اللہ صاحبِ قوت اور غالب ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اختیار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام خدا کے پاس ہے۔ اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) اس سے قبل قومِ نوحؑ، قومِ عادؑ اور قومِ ثمودؑ نے بھی تکذیب کی تھی۔ اور قومِ ابراہیمؑ اور قومِ لوطؑ نے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔

اور اہلِ مدین والوں نے بھی انبیاء کی تکذیب کی اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی۔ پھر میں نے ان کی گرفت کی۔ اب دیکھو کہ میری عقوبت کیسی ہے؟ کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا ہے اور وہ ظالم تھیں آج وہ اپنی چھتوں کے بل اُلٹی پڑی ہیں۔ ان کے کنوئیں معطل پڑے ہیں اور ان کے مضبوط محل مسمار ہو چکے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے پاس ایسے دل ہوتے جن سے وہ سمجھ سکتے یا ایسے کان ہوتے جن سے وہ سُن سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کا تقاضا کر رہے ہیں جب کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ آپ کے رب

کے پاس کا ایک دن تمھارے شمارے کے مطابق ایک ہزار سال کا ہے۔

بہت سی ایسی آبادیاں ہیں جنھیں ہم نے مہلت دی ہے اور وہ ظالم تھیں پھر میں نے انھیں پکڑلیا اور میری طرف ہی بازگشت ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تمھارے لیے واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کے بارے میں کوشش کی کہ وہ ہمیں عاجز کردیں، ایسے لوگ دوزخی ہیں۔

ہم نے آپ سے پہلے جس بھی رسول اور نبی کو بھیجا تو اس نے جب بھی کوئی نیک تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں رکاوٹ ڈالی۔ پھر خدا شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹ کو دُور کردیتا ہے پھر اللہ اپنی آیات کو مستحکم بنا دیتا ہے۔ اللہ علم والا اور حکمت والا ہے، تاکہ شیطانی اِلقاء کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ یقیناً ظلم کرنے والے بہت دُور کی نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور اس لیے بھی کہ صاحبانِ علم کو معلوم ہو جائے کہ یہ وحی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے لیے ان کے دلوں میں عاجزی پیدا ہو اور یقیناً اللہ اہلِ ایمان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے اور کفر کرنے والے ہمیشہ اس کی طرف سے شک میں ہی مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس قیامت آ جائے یا ان پر کسی سخت دن کا عذاب آ جائے۔

اذنِ جہاد

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۟ۙ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

''جن لوگوں کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے انھیں ان کی مظلومیت کی وجہ سے جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ روکتا تو تمام گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کے عبادت خانے اور وہ مساجد سب منہدم کر دی جاتیں جن میں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقیناً مدد کرے گا۔ بے شک اللہ صاحبِ قوت اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اختیار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام خدا کے پاس ہے''۔

مذکورہ بالا آیات میں اہلِ ایمان کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ ان آیات سے قبل مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنا عرصہ مکہ میں قیام پذیر رہے تو عام طور پر مسلمان صحابہ زخمی ہو کر آپ کے پاس آتے اور کہتے کہ مجھے فلاں نے زخمی کیا ہے، مجھ پر فلاں نے حملہ کیا ہے۔ آپ انھیں صبر کی تلقین کرتے اور انھیں تسلی دیتے تھے۔ پھر جب آنحضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو مشرکین کی اذیتوں میں کوئی خاص کمی نہ ہوئی۔ صحابہ کرامؓ آپ سے لڑائی کی اجازت طلب کرتے تھے۔ آپ ان کے جواب میں فرماتے تھے کہ مجھے خدا کی طرف سے لڑائی کا حکم نہیں ملا۔ جب مجھے اجازت ملے گی تو ہم جہاد کریں گے۔

صحابہ کو اذنِ جہاد کا بے چینی سے انتظار تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ سے جہاد کی اجازت دے دی تو صحابہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اذنِ جہاد کے لیے سب سے پہلے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ (البقرہ: ۱۹۰) کی آیتِ مجیدہ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اذنِ جہاد کے لیے سب سے پہلے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱) کی آیت نازل ہوئی مگر سورۂ حج کی ان آیات کے اسلوبِ بیان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھی آیات کے ذریعہ سے خدا نے لوگوں کو جہاد کی اجازت دی اور جنگ کی اجازت دیتے ہوئے اللہ نے وہ علل و اسباب بھی بیان کیے جن کی وجہ سے یہ اجازت دی گئی تھی:

❶ یہ اجازت اس لیے دی گئی کہ خود مسلمانوں پر کفار نے غیر اعلانیہ جنگ کو مدت سے مسلط کر دیا تھا۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ

❷ مسلمان کفار کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور ہر مظلوم کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا

❸ انھیں ان کے گھروں سے ناحق نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ ان بے چاروں کا اگر قصور تھا تو صرف یہی تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

❹ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور یہ فرمایا کہ خدا ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے اور پھر فرمایا کہ اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا تو دنیا میں کسی بھی مذہب وملّت کی عبادت گاہ موجود نہ ہوتی۔ تمام عبادت گاہیں کب کی منہدم ہو جاتیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا علل اسباب کی وجہ سے خدا نے لڑائی کی اجازت دی۔ (اضافۃ من المترجم)

تفسیر علی بن ابراہیم میں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ﴿۳۹﴾ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ یہ آیت مجاہدین اسلام حضرت علیؑ، حضرت جعفرؓ اور حضرت حمزہؓ کے متعلق نازل ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت مجیدہ کا اطلاق حضرت قائم آلِ محمد علیہ السلام پر بھی ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے خونِ امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ابتداء میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور آپ کو جنگ کی اجازت نہیں تھی یہاں تک کہ جبریل امینؑ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ...... کی آیت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور انھوں نے ایک تلوار بھی آپ کو حمائل کرائی۔

مشرکین مسلمانوں کو اذیتیں دیا کرتے تھے' مسلمان روزانہ زخمی اور مضروب ہو کر آنحضرتؐ کے پاس آتے تھے اور کفار کے مظالم کی شکایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: صبر کرو' مجھے جنگ کا حکم نہیں ملا۔ پھر آپؐ نے ہجرت کی تو مدینہ میں اذن جہاد کی آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ اذنِ قتال کی پہلی آیت تھی۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ کی آیت مجیدہ رسول اکرمؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ، حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ کے متعلق نازل ہوئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج بھی اسی آیت کے ضمن میں تھا۔

تفسیرِ علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اس آیت میں شامل ہیں کیونکہ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کر کے شام لے جانا چاہتا تھا۔ آپؑ اس کے ستم سے بچنے کے لیے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور کربلا میں جا کر شہید ہو گئے۔

کتاب المناقب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ کی آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ ...... کی آیت مجیدہ مہاجرین کے متعلق نازل ہوئی اور اس کا انطباق آلِ محمدؐ پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ انھیں بھی ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا اور انھیں خوف زدہ کیا گیا۔

الکافی میں ابی عمرو زبیری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی کچھ شرائط بھی ہیں یا ہر شخص کو دونوں فرائض کی مکمل اجازت ہے؟ اور کیا جو شخص خدا کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہو اسے دعوت الی اللہ اور اطاعت الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا حق حاصل ہے یا نہیں ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر شخص کو دعوت و جہاد کا حق حاصل نہیں ہے۔ دعوت و جہاد کی کچھ شرائط ہیں جن میں وہ شرائط موجود ہوں انھیں چاہیے کہ وہ دعوت و جہاد کا فریضہ انجام دیں۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپ وہ شرائط بیان فرمائیں۔

میرے اس سوال کے جواب میں آپ نے پہلے تو دعوت الی اللہ کی شرائط بیان کیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ شرائط جہاد خدا نے اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ...... کی آیت مجیدہ میں بیان کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھو کہ پوری دنیا خدا اور رسول کی ملکیت ہے اور زمین پر کفار و مشرکین کا قبضہ ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ کفار و مشرکین سے حاصل ہو خدا نے اسے لفظ "فَے" سے تعبیر کیا ہے جس کا لفظی معنی کسی چیز کا اصل مالک کے پاس واپس آنا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے: مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ (الحشر: ۷) خدا نے جو کچھ رسول کی طرف لوٹایا"۔

اس آیتِ مجیدہ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جائیداد اور علاقہ درحقیقت رسول کی ملکیت تھا جس پر کافروں نے ناجائز قبضہ کر رکھا تھا۔ پھر خدا نے وہ علاقہ اور جائیداد اپنے رسول کو واپس کر دی۔ چنانچہ یہ لفظ اپنے مشتقات کے ساتھ واپس

آنے اور لوٹ آنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرہ:۲۲۶) ''اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں فرمایا: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۴۹) ''باغی جماعت سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ امرِ خدا کی طرف لوٹ آئے''۔ لہٰذا دنیا اور دنیا کی اشیاء پر کفار کا قبضہ سرے سے ناجائز ہے اور انھوں نے جو بھی قبضہ کر رکھا ہے وہ دراصل رسول اور مومنین کا حصہ ہے جس پر انھوں نے ظلم کر کے قبضہ کر رکھا ہے۔ اور یوں تمام کفار ظالم ہیں اور مومن مظلوم ہیں اور مظلوم مومنین کے لیے اللہ نے جنگ کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ...... ''جن لوگوں کے خلاف جنگ کی جارہی ہے انھیں ان کی مظلومیت کی وجہ سے جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔

خدا کی طرف سے اذنِ جہاد صرف مظلوم کو حاصل ہے اور مظلوم ہونے کے لیے مومن ہونا ضروری ہے اور مومن بننے کے لیے شرائطِ ایمان کا حامل ہونا ضروری ہے اور جس میں شرائطِ ایمان نہ ہوں وہ ''باغی'' ہے اور باغی کو جہاد کی اجازت نہیں ہے بلکہ باغی کے خلاف جہاد واجب ہے اور اس وقت تک اس کے خلاف لڑائی کرنی چاہیے کہ وہ توبہ کرے اور قانون خداوندی کو ماننے پر آمادہ ہوجائے۔ جب اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا کی آیت نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے خلاف قتال کی اجازت مل گئی کیونکہ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا تھا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اذنِ جہاد مہاجرین کو ملا تھا کیونکہ اہلِ مکہ نے ان پر ظلم کیے تھے، لیکن یہ فرمائیں قیصر وکسریٰ اور دوسرے قبائلِ عرب نے تو مسلمانوں پر مظالم نہیں ڈھائے تھے اور نہ ہی انھیں وطن سے نکالا تھا آخر ان کے خلاف جہاد کا جواز کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو۔ اگر قتال کی اجازت صرف اہلِ مکہ کے لیے ہی ہوتی تو قیصر وکسریٰ اور دوسرے قبائلِ عرب کے خلاف جہاد جائز نہ ہوتا اور اگر اس آیت کا حکم مہاجرین اور اہلِ مکہ تک ہی محدود ہوتا تو پھر جب مہاجر دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان پر ظلم کرنے والے اہلِ مکہ بھی دنیا سے چلے گئے تو آیت ہی ختم ہوجاتی اور اس کا حکم کالعدم قرار پاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ اہلِ مکہ نے تو مہاجرین پر یہ ظلم کیا تھا کہ انھیں وطن سے نکالا تھا۔ جب کہ قیصر وکسریٰ اور دوسرے عرب وعجم کے کافر قبائل نے بھی مسلمانوں پر ظلم کیا ہوا تھا کیونکہ وہ زمین کے حصوں پر قابض تھے جب کہ زمین رسولِ خدا کی ہے۔ ان کا قبضہ بالکل غاصبانہ اور ظالمانہ تھا اور اس لحاظ سے مسلمان مظلوم تھے۔ اسی لیے

مسلمانوں کو اپنی زمین اور علاقہ ان کے ہاتھوں سے واگزار کرانے کی ضرورت تھی اس لیے انھوں نے ان سے جہاد کیا تھا۔ (ملخصاً عن الکافی)

اسلامی حکومت کی بنیادی ترجیحات

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ۝

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اختیار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام خدا کے پاس ہے''۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی حکومت کی بنیادی ترجیحات بیان کی ہیں جو کہ چار ہیں:

1. اگر اہلِ ایمان کو اقتدار مل جائے تو وہ پورے ملک میں نظامِ صلاۃ قائم کریں گے اور ایسے اقدامات کریں گے کہ کوئی شخص بے نمازی نہ رہ جائے۔
2. اہلِ ایمان معاشرہ میں اقتدار حاصل ہونے کے بعد نظام زکوۃ قائم کریں گے تاکہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہ ہونے پائے۔ جب نظامِ زکوٰۃ عادلانہ بنیادوں پر قائم ہوگا تو کوئی شخص بھوکا نہیں رہے گا۔
3. اہلِ ایمان اقتدار میں آنے کے بعد لوگوں کی فکری رہنمائی کے لیے ''امر بالمعروف'' کے فریضۂ الٰہی پر عمل پیرا ہوں گے۔ لوگوں کو نیکی اور خدا خوفی کی ترغیب دی جائے گی۔
4. اہلِ ایمان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دیں گے اور وہ نہی عن المنکر کے پہلے درجہ پر عمل کرتے ہوئے جہاں بُرائی دیکھیں گے اسے پوری قوت کے ساتھ ختم کریں گے۔

یہ آیت مجیدہ قیامت تک کے لیے ہر اسلامی حکومت کی بنیادی ترجیحات کو متعین کرتی ہے اور اسلامی ہونے کی ہر دعویدار حکومت کو ان ترجیحات پر عمل کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

مفتیانِ کرام اور مراجع سے دردمندانہ اپیل

اس مقام پر ہم اپنے انتہائی محترم اور مؤقر مفتیانِ کرام اور مراجع عظام سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ خدارا آپ

حضرات نصابِ زکوٰۃ پر نظرِ ثانی کریں اور نصوصِ شرعیہ کے عموم کو مدنظر رکھ کر نصابِ زکوٰۃ میں عمومیت لائیں ورنہ اگر کوئی اسلامی حکومت قائم بھی ہوجائے اور جب وہ قرآن حکیم کی بیان کردہ دوسری ترجیح وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ پر عمل کرنا چاہے تو وہ ہرگز عمل نہیں کر سکے گی، کیونکہ توضیحات میں جو نصاب زکوٰۃ بیان کیا گیا ہے عملی طور پر یہ گندم، جو، انگور، منقّٰی کے علاوہ کسی بھی چیز پر عائد نہیں ہوتا اور اس بیان کردہ نصاب کے تحت دوسری تمام قیمتی اجناس مستثنیٰ ہیں بلکہ کسی صنعت کار پر تو اس نظام کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کسی صنعتی ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے تو وہاں وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ کی ترجیح پر عمل کیسے ہوگا؟

علاوہ ازیں دنیا کے بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں گندم، جو اور انگور وغیرہ پیدا ہی نہیں ہوتے۔ مثلاً بنگلہ دیش میں چاول اور پٹ سن پیدا ہوتے ہیں تو ایسے ملک میں نظامِ زکوٰۃ چلانے کی صورت حال کیا ہوگی؟ خدانخواستہ آپ حضرات کے خلاف نہیں لکھ رہے بلکہ اس ذریعے سے ہم آپ کو آپ کے اجتہاد کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ علمائے اعلام اس کا بُرا نہیں منائیں گے۔ (اضافۃ من المترجم)

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابی الجارود سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ...... کی آیت آلِ محمدؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور خدا انھیں مشرق و مغرب کی حکومت دے گا تو اس وقت پوری دنیا میں دین کو غلبہ حاصل ہوگا اور باطل مٹ جائے گا اور حضرت امام علیہ السلام وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ پر عمل کرتے ہوئے ظلم اور اہلِ ظلم کا خاتمہ کر دیں گے۔

مناقبِ ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ کی آیت اہلِ بیتؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ کے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ہم ہیں۔

اُجڑی ہوئی بستیوں سے عبرت حاصل کرو

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

"اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا ہے اور وہ ظالم تھیں آج وہ اپنی چھتوں کے بل اُلٹی پڑی ہیں اور ان کے کنوئیں معطل پڑے ہیں اور ان کے مضبوط محل مسمار ہو چکے ہیں"۔

اس آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ یہ سابقہ آیت کی توضیح مزید ہے چونکہ سابقہ آیات میں اللہ نے فرمایا: جن کا ترجمہ یہ ہے: ''اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے قبل قومِ نوحؑ، قومِ عادؑ اور قومِ ثمودؑ نے بھی تکذیب کی تھی اور قومِ ابراہیمؑ اور قومِ لوطؑ نے انبیاء کو جھٹلایا تھا اور اہلِ مدین نے بھی انبیاءؑ کی تکذیب کی اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔ میں نے کافروں کو ڈھیل دی۔ پھر میں نے ان کی گرفت کی۔ اب دیکھ لو کہ میری عقوبت کیسی ہے؟'' اب اللہ نے اپنی عقوبت بیان کی تو فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا ہے اور وہ ظالم تھیں وہ اپنی چھتوں کے بل اُلٹی پڑی ہیں اُن کے کنوئیں معطل ہیں اور ان کے مضبوط محل مسمار ہو چکے ہیں''۔

آج ظالموں کی بستیاں ویران پڑی ہیں۔ ان کے کنوئیں معطل پڑے ہیں۔ ان سے آج کوئی پانی بھرنے والا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی پانی پینے والا ہے اور ان کے پختہ محل ویران ہو چکے ہیں اور آج ان میں کسی کی رہائش نہیں ہے۔ ''ویران کنوؤں'' سے اہلِ دیہات کی طرف اشارہ ہے اور ''پختہ محل'' سے اہلِ شہر کی طرف اشارہ ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

مقصد آیت یہ ہے کہ ہم کئی نافرمان بستیوں اور شہروں کو تباہ کر چکے ہیں۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جس عالم کے علم سے کوئی استفادہ کرنے والا نہ ہو تو بے چارہ بھی ''معطل کنوئیں'' کی مانند ہے۔

کمال الدین وتمام النعمۃ، معانی الاخبار، اصول کافی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خاموش امام معطل کنواں اور بولنے والا امام مضبوط محل ہے۔

دل کی تیرگی آنکھوں کی تیرگی سے بدتر ہے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے پاس ایسے دل ہوتے جن سے وہ سمجھ سکتے یا ایسے کان ہوتے جن سے وہ سنتے۔ اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا انھوں نے قرآن میں نظر نہیں ڈالی۔

اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: وہ شخص سرگردان ہوا جو جاہل رہا اور اس نے ہدایت پائی جس نے بصیرت حاصل کی اور سمجھ بوجھ کی دولت پائی۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: فَاِنَّھَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ﴿۴۶﴾ (آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں) بھلا وہ شخص ہدایت کیسے پائے جس کے پاس بصیرت نہ ہو اور اس کے پاس بصیرت کہاں سے آئے جس کے پاس تدبر نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ کی اتباع کرو۔ اور جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کا اقرار کرو اور ہدایت کے آثار کی اتباع کرو۔ رسولِؐ خدا اور ان کے اہلِ بیت امانت وتقویٰ کی علامات ہیں۔

الخصال میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ہر شخص کی چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو آنکھیں ایسی ہوتی ہیں جن سے انسان اپنے دنیا و دین کے امور کو دیکھتا ہے اور دو آنکھیں ایسی ہوتی ہیں جن سے وہ اپنی آخرت کے امور کو دیکھتا ہے۔ جب خدا کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کی دو آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ جب دل کی آنکھیں کھل جائیں تو انسان کو اپنے عیوب دکھائی دینے لگتے ہیں اور آخرت کے امور بھی دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور اگر خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب نہ ہو تو اس کے دل کو ویسے کا ویسا ہی رکھتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: نابینا پن کی بدترین حالت ہدایت کے بعد گمراہی ہے اور بدترین نابینا دل کا نابینا پن ہے۔

روضہ کافی میں ابوالمقدام سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں کی چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو آنکھیں سر میں ہوتی ہیں اور دو آنکھیں دل میں ہوتی ہیں۔ باقی مخلوق کی بھی اتنی ہی آنکھیں ہوتی ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ خدا نے تمھاری آنکھوں کو کھول دیا اور ان کی آنکھوں کو نابینا کردیا ہے۔

نابینا پن کی بدترین قسم دل کا نابینا پن ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اندھا وہ ہے جو دل کا اندھا ہو' کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: صحیح عبرت اہلِ صفا و بصیرت ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ "آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: فَاِنَّھَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ﴿۴۶﴾ "آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔ اللہ جس کے دل کی آنکھوں کو کھول دے اور عبرت کی آنکھ کو کھول دے تو اسے

بلند منزلت اور ملکِ عظیم عطا کیا ہے۔

عوالی اللئالی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: جب خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو اس کے دل کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے وہ ان سے غائب اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے۔

خدا کو عذاب کی جلدی نہیں ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

''یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں جب کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ آپ کے رب کے پاس کا ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ کفار نے نبی اکرمؐ سے کہا کہ جلد وہ عذاب ہم پر لے آؤ اور اس طرح سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا: وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ''اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ اسے جلدبازی کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ خدا کے ہاں کا ایک دن تمھارے ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ فی الحال وہ انھیں مہلت دے رہا ہے تاکہ یہ اپنی بدبختی کی انتہا پر پہنچ جائیں۔ پھر جب ان کا مقررہ وقت آئے گا تو اس میں ایک لمحہ کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوگی۔

اس بات کو بعد کی آیت میں وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ...... کے الفاظ سے واضح کیا کہ بہت سی ایسی بستیاں ہیں جو کہ ظالم تھیں میں نے انھیں ڈھیل دی پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری طرف ہی لوگوں کی بازگشت ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ تم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذابِ خدا نازل ہوگا۔ لوگوں نے کہا: لایئے اس عذاب کو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ہزار سال کا ہے۔

شیخ مفید ارشاد میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا اور آپ کوفہ

جائیں گے تو وہاں منافقین کی بنی ہوئی چار مساجد کو منہدم کر دیں گے۔ مساجد کے مینار ختم کر دیں گے اور شاہراہوں کو وسیع کریں گے اور لوگوں کے پرنالے جو شاہراہ کی طرف ہوں گے انھیں اکھاڑ دیں گے۔ ہر بدعت کا خاتمہ کریں گے اور ہر سنت کو قائم کریں گے اور وہ قسطنطنیہ، چین اور دیلم کو فتح کریں گے۔ آپ سات برس تک حکومت کریں گے اور ان کا ایک سال تمھارے دس سالوں کے برابر ہوگا۔ پھر جو خدا چاہے گا وہی کچھ ظہور پذیر ہوگا۔

راوی نے کہا کہ سال کیسے لمبے ہو جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ فلک کو حکم دے گا کہ وہ اپنی گردش کو دھیما کر دے۔ اسی لیے سال اور دن لمبے ہو جائیں گے۔

راوی نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہو جائے تو زمانہ ہی فاسد ہو جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ زندیق لوگوں کا قول ہے مسلمان اس قول پر یقین نہیں کرتے۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چاند کو شق کیا تھا اور یوشع بن نون کے لیے سورج کو پلٹایا تھا۔ (اگر شق القمر اور رد شمس سے زمانہ فاسد نہیں ہوا تو قائم آلِ محمدؑ کی وجہ سے بھی زمانہ فاسد نہ ہوگا)۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ زرارہؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ (النباء:۲۳) ''وہ اس میں کئی احقاب قیام پذیر رہیں گے۔

آپؑ نے فرمایا کہ سال تین سو ساٹھ دن کا ہے جب کہ ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا اور اسی سال کا عرصہ ایک ''حقب'' کہلائے گا اور آٹھ حقب جمع ہوں گے تو وہ ''احقاب'' بنیں گے۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے فرمایا: اس دن کے لیے میری عبادت کر جو کہ ہزار سال کا ایک دن ہوگا۔ اس دن میں ایک نیکی کا کئی گنا زیادہ اجر عطا کروں گا۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت میں پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف کی حاضری ایک دن ہوگی لیکن وہ ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ (المعارج:۴) ''وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے''۔

نبی و رسول کا فرق

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ

''ہم نے آپ سے پہلے جس بھی رسول اور نبی کو بھیجا تو اس نے جب بھی کوئی نیک تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں رکاوٹ ڈالی''۔

اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: انبیاء و مرسلین کی چار اقسام ہیں:

1. ایک نبی وہ ہوتا ہے جس کی نبوت صرف اس کی ذات تک محدود ہوتی ہے۔
2. ایک نبی وہ ہوتا ہے جسے خواب میں احکام سنائی دیتے ہیں اور وہ آواز سنتا ہے لیکن بیداری کی حالت میں فرشتے کو نہیں دیکھتا اور وہ کسی کی طرف مبعوث نہیں ہوتا اور وہ کسی دوسرے رہبر کے ماتحت ہوتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماتحت تھے۔
3. ایک نبی وہ ہوتا ہے جو خواب میں دیکھتا ہے اور آواز وحی سنتا ہے اور فرشتے کو دیکھتا ہے اور وہ کسی قوم کی طرف مبعوث ہوتا ہے خواہ قوم کی تعداد کم ہو یا زیادہ۔ جیسا کہ یونس علیہ السلام تھے جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے: وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ (الصفات: ۱۴۷) ''ہم نے اسے ایک لاکھ یا زیادہ افراد کی طرف مبعوث کیا جب کہ ان کی قوم کی تعداد ایک لاکھ سے تیس ہزار زائد تھی''۔
4. ایک نبی وہ ہوتا ہے جو خواب بھی دیکھتا ہے' آواز بھی سنتا ہے اور بیداری کی حالت میں بھی فرشتے کو دیکھتا ہے اور وہ مکمل رہبر ہوتا ہے جیسا کہ اولی العزم رسول تھے۔ حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی تھے اور امام نہ تھے اور وہ امام اس وقت بنے جب خدا نے انھیں اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہہ کر امامت کا عہدہ سے سرفراز کیا۔ انھوں نے درخواست کی: وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ اور میری اولاد میں بھی امام مقرر کرنا۔ خدا نے فرمایا: لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ''میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا''۔ (البقرہ: ۱۲۴)

جس نے بھی زندگی میں کسی بت اور مورتی کی عبادت کی ہو وہ امام نہیں بن سکتا۔

زرارہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ نبی و رسول میں کیا فرق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نبی کو خواب میں حقائق دکھائے جاتے ہیں اور فرشتے کی آواز سنتا ہے لیکن وہ فرشتے کو نہیں دیکھتا جب کہ رسول آواز بھی سنتا ہے' خواب میں حقائق کا مشاہدہ بھی کرتا ہے اور فرشتے کو بھی دیکھتا ہے۔

میں (زرارہؒ) نے عرض کیا کہ امام کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ آواز سنتا ہے اور خواب میں حقائق نہیں دیکھتا اور فرشتے کو بھی نہیں دیکھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت

تلاوت فرمائی: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ۔

حسن بن عباس معروفی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا۔ اس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ رسول، نبی اور امام کا فرق واضح فرمائیں۔

حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا۔ رسول، نبی اور امام کا فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جس پر جبریل نازل ہو، وہ اسے دیکھے اور اس کی کلام سنے اور اس پر وحی نازل ہو۔ رسول کو بعض احکام کا حکم خواب میں بھی ملتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا۔ جب کہ نبی بعض اوقات کلام سنتا ہے۔ بعض اوقات وہ فرشتے کو دیکھتا ہے لیکن کلام نہیں سنتا۔ امام وہ ہے جو کلام سنے لیکن فرشتے کو نہ دیکھے۔

''احول'' کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے رسول، نبی اور محدث کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: رسول وہ ہے جس کے روبرو جبریل آئیں اور وہ اسے دیکھے اور اس سے کلام کرے۔ یہ رسول ہے نبی وہ ہے جسے حضرت ابراہیمؑ کی طرح سے خواب دکھائی دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نزول وحی سے پہلے خواب دیکھا کرتے تھے یہاں تک کہ جبریل رسالت لے کر آپؐ کے پاس آئے۔ جب رسولؐ خدا میں نبوت و رسالت کے دونوں منصب جمع ہوئے تو آپؐ جبریل سے براہِ راست گفتگو کیا کرتے تھے۔

کچھ انبیاء ایسے بھی ہیں جن کے لیے نبوت جمع کی گئی اور وہ خواب میں دیکھتے تھے اور ان کے پاس ''روح'' بھی آتا تھا اور وہ ان سے ہم کلام ہوتا تھا لیکن وہ بیداری کی حالت میں نہیں دیکھتے تھے۔ ''محدث'' وہ ہے جس سے بات کی جائے تو سنے لیکن نہ تو فرشتے کو دیکھے اور نہ ہی اسے خواب میں حقائق شریعت دکھائی دیں۔

برید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے عرض کیا کہ رسول، نبی اور محدث میں کیا فرق ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول کے لیے فرشتہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ اس سے کلام کرتا ہے اور نبی کو حقائق شریعت خواب میں دکھائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی فردِ واحد کو اللہ نبی و رسول بناتا ہے۔ اور محدث وہ ہے جو آواز سنے لیکن فرشتے کو نہ دیکھے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اسے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جو کچھ اس نے خواب میں دیکھا ہے یہ حق ہے اور یہ فرشتہ کی طرف سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے اس کی توفیق دے دی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ پہچان لیتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ نے تمھاری کتاب کے ذریعہ سے کتابوں کے سلسلہ کو ختم کیا ہے اور تمھارے نبی کے ذریعہ سے انبیاء کے سلسلہ کو ختم کیا ہے۔

زید شحام بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ''عبد'' بنایا۔ پھر نبی بنایا' نبی کے بعد انھیں رسول بنایا۔ رسالت کے بعد انھیں خلیل بنایا اور آخر میں انھیں امام بنایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا میں آدم کا فرزند ہبۃ اللہ پہلا وصی تھا۔ جتنے بھی نبی آئے سب کے وصی تھے۔ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جن میں سے نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین اولوا العزم ہیں۔

علی بن ابی طالبؑ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبۃ اللہ تھے اور تمام اوصیائے سابقین کا علم ان کے پاس تھا جب کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تمام انبیائے سابقین کا علم تھا۔ عرش کے ایک پائے پر لکھا ہوا ہے: حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ و سید الشہداء۔ اور عرش کی روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ عرش کے ایک پائے پر لکھا ہوا ہے: علی امیر المومنینؑ۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ہمارے حق اور ہماری میراث کا انکار کرنے والوں کے خلاف یہ ہماری حجت ہے۔ ہمیں کلام کرنے سے کیا چیز مانع ہے جب کہ ہمارے سامنے یقین ہے بھلا اس سے بڑھ کر اور حجت کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انبیاء و مرسلین کے سردار پانچ ہیں اور وہ اولوا العزم رسول ہیں اور شریعت کی چکی ان کے گرد گردش کرتی ہے اور وہ نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء اس سے مصافحہ کریں تو اسے چاہیے کہ پندرہ شعبان کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر اطہر کی زیارت کرے کیونکہ اس رات ارواحِ انبیاء خدا سے زیارتِ حسینؑ کی اجازت لیتی ہے اور خدا کی طرف سے انھیں اجازت دی جاتی ہے۔

الخصال میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اکیلے تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ کی خلوت کو غنیمت جانا۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے عرض کیا: ان میں رسول کتنے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: تین سو تیرہ رسول تھے۔ میں نے عرض کیا: پہلا نبی کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا: وہ حضرت آدمؑ تھے۔ میں نے عرض کیا: کیا وہ انبیاء میں سے رسول بھی تھے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں' خدا نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

چار انبیاء سریانی زبان بولتے تھے اور وہ تھے: ❶ آدم ❷ شیث ❸ اخنوخ۔ انھیں ادریس بھی کہا جاتا ہے اور وہ پہلے فرد تھے جنھوں نے قلم سے لکھا۔ ❹ نوح علیہم السلام۔

چار انبیاء عرب تھے: ❶ ہود ❷ صالح ❸ شعیب اور ❹ میں خود۔ بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت موسیٰؑ اور آخری نبی حضرت عیسیٰؑ تھے اور اس قوم میں چھ سو انبیاء مبعوث ہوئے۔

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا کیے اور ان سب میں سے اللہ کو میں زیادہ پیارا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار اوصیاء پیدا کیے۔ علیؑ ان سب میں افضل اور محترم ہیں۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون سے چھ انبیاء ہیں جن کے دو دو نام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ یہ ہیں: ❶ یوشع ان کا دوسرا نام ذی الکفل تھا ❷ یعقوب ان کا دوسرا نام اسرائیل تھا ❸ خضر ان کا دوسرا نام حلیفا ہے ❹ یونس ان کا دوسرا نام ذوالنون تھا ❺ عیسیٰ ان کا دوسرا نام مسیح تھا۔ ❻ محمد مصطفیٰؐ آپؐ کا دوسرا نام احمد تھا، صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

یہودی عالم نے کہا: یہ بتائیں وہ پانچ انبیاء کون سے تھے جو عربی زبان بولا کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ یہ ہیں: ❶ ہود ❷ شعیب ❸ صالح ❹ اسماعیل ❺ محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

یہودی عالم نے کہا: اچھا یہ بتائیں وہ کون سے انبیاء تھے جو مختون پیدا ہوئے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ یہ ہیں: ❶ آدم مختون پیدا ہوئے ❷ شیث مختون پیدا ہوئے ❸ ادریس مختون پیدا ہوئے ❹ نوح مختون پیدا ہوئے ❺ ابراہیم مختون پیدا ہوئے اور ان کے علاوہ داؤد، سلیمان، لوط، اسماعیل، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین مختون پیدا ہوئے۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے سب کو ہماری ولایت اور اغیار پر ہماری فضیلت کے ساتھ بھیجا۔

بصائر الدرجات کی ایک اور روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام ''محدث'' تھے۔ آپ کے پاس موجود افراد نے کہا: اگر آپ ''محدث'' تھے تو آپ سے کون کلام کرتا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: ان سے فرشتہ کلام کرتا تھا۔

ایک شخص نے کہا کہ کیا انھیں نبی و رسول کہا جا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس کے بجائے تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ان کی مثال سلیمان کے ساتھی، موسیٰ کے ساتھی یا ذوالقرنین کے ساتھی کی تھی۔

شیطان نے ہمیشہ انبیاء و رسل کی تمناؤں میں مداخلت کی ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

ہم نے آپ سے پہلے جس بھی رسول اور نبی کو بھیجا تو اس نے جب بھی کوئی نیک تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں رکاوٹ ڈالی۔ پھر خدا شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیات کو مستحکم بنا دیتا ہے۔ اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ شیطانی اِلقاء کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ یقیناً ظلم کرنے والے بہت دور کی نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ صاحبانِ علم کو معلوم ہو جائے کہ یہ وحی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے لیے ان کے دلوں میں عاجزی پیدا ہو اور یقیناً اللہ اہلِ ایمان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے"۔

تمنا انسان کی اس خواہش کا نام ہے جس کے متعلق وہ خواہش کرے۔ بعض اوقات کچھ تمنائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا وقوع پذیر ہونا ممکن ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان ایسی تمنائیں بھی کرتا ہے جو عملی طور پر ناممکن ہوتی ہیں۔ ممکن تمناؤں کی مثال جیسے ہر غریب چاہتا ہے کہ وہ دولت مند بن جائے اور ہر بے اولاد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ صاحبِ اولاد بن جائے۔

اور ناممکن تمنا کی مثال جیسے انسان چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ و سلامت رہے۔ اس پر بیماری اور موت نہ آئے اور یہ کہ

اس کے دو پَر ہوں جن سے وہ اپنی مرضی کے مطابق پرواز کر سکے۔ "تمنا" کا ایک معنیٰ "قراءت" یعنی پڑھنا بھی ہوتا ہے۔

مفہوم آیت یہ ہے کہ دنیا میں جو بھی رسول و نبی آیا اس کی یہ خواہش رہی تھی کہ کامیابی کے ظاہری اسباب اسے حاصل ہوں اور جس قوم کی طرف وہ مبعوث ہوا ہے وہ قوم اس پر ایمان لے آئے اور ان کا دین ترقی کرے۔ مگر ابلیس لعین نے ہر دور میں انبیاء و رسل کی اس خواہش میں مداخلت کی ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف وسوسے پیدا کرتا ہے اور مفسدین کو نبی کے خلاف برانگیختہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ نبی کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہو اور اس کی تمام ترمحنت اکارت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی مساعی کو بارآور بناتا ہے اور شیطانی کوششوں کو ناکام بنا دیتا ہے۔

اور اگر یہاں لفظ "تمنا" کا ترجمہ "قراءت" سے کیا جائے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب بھی کسی نبی و رسول نے تلاوتِ آیات کی ہے تو ابلیس نے لوگوں کے دلوں میں ایسے وسواس ڈالے تاکہ وہ ایمان کی دولت سے محروم رہیں اور اہلِ ایمان سے مجادلہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے پیدا کردہ وسواس کو باطل کر دیا ہے اور اپنی آیات کو مستحکم کر دیتا ہے۔

(اضافۃ من المترجم ملخصاً عن المیزان)

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ
حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ
لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ
خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ
الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ
عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ
فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ
جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا
فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا
لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ
يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ
بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا
لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا
وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾
وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ
الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ
وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۸۱

"اس دن خدا کی بادشاہی ہوگی وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔

وہ لوگ جنھوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کیے گئے یا طبعی موت مر گئے تو خدا ضرور انھیں اچھا رزق عطا کرے گا اور یقیناً خدا بہترین رزق دینے والا ہے۔ وہ انھیں ان کی دل پسند جگہ میں ضرور داخل کرے گا اور یقیناً اللہ صاحبِ علم اور بُردبار ہے۔

یہ تو ہے ان کا انجام' اور جو کوئی بدلہ لے ویسا جیسا کہ اس کے ساتھ کیا گیا ہو پھر اس پر زیادتی بھی کی گئی ہو تو یقیناً خدا اس کی مدد کرے گا اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ ہی ہے جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور یقیناً اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسے چھوڑ کر وہ جنھیں پکار رہے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے اور یقیناً اللہ باریک بین اور صاحبِ خبر ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے اور یقیناً اللہ سب سے بے نیاز اور لائق حمد ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے وہ سب کچھ تمھارے لیے مسخر کردیا ہے جو زمین میں ہے اور اسی کے حکم سے کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو اس طرح سے تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اِذن کے بغیر نہیں گرسکتا۔ یقیناً اللہ انسانوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

وہی تو ہے جس نے تمھیں زندگی دی ہے۔ پھر وہ تمھیں موت دے گا پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ یقیناً انسان بڑا ناشکرا ہے۔

ہم نے ہر اُمت کے لیے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کو وہ بجا لاتے ہیں۔ ان لوگوں کو آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھی ہدایت پر ہیں۔ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خدا بہتر جانتا ہے۔ جن باتوں میں تم اختلاف کر رہے ہو ان کے متعلق خدا قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ سب باتیں کتاب میں ہیں۔ یہ خدا کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پوجا کر رہے ہیں جن کے متعلق خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی اور نہ ہی ان پوجا کرنے والوں کو اس کا علم ہے۔ ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اور جب انھیں واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تمھیں کفر کرنے والوں کے چہروں پر ناگواری کے آثار دکھائی دیں گے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابھی ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انھیں ہماری آیات سناتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا میں تمھیں اس سے بدتر چیز کی خبر نہ دوں؟ وہ بدتر چیز دوزخ ہے جس کا خدا نے کافروں سے وعدہ کیا ہے وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے تم اسے غور سے سنو۔ خدا کو چھوڑ کر تم جنھیں پکار رہے ہو۔ وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سارے جمع بھی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔

ان لوگوں نے خدا کی پورے طور پر قدردانی نہیں کی۔ یقیناً اللہ طاقت رکھنے والا اور غالب ہے۔ اللہ ملائکہ اور انسانوں میں سے پیغام رسانوں کا انتخاب کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سننے والا

دیکھنے والا ہے۔

وہ ان کے سامنے اور ان کی پسِ پشت کی تمام باتوں کو جانتا ہے اور سارے معاملات خدا کی طرف ہی پلٹ جاتے ہیں۔

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم نجات حاصل کرسکو۔ اور اللہ کی راہ میں اس طرح سے جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے اسی نے تمھیں چُن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ دین تمھارے باپ ابراہیم کی ملّت ہے۔ اس نے پہلے بھی تمھارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی تمھارا یہی نام رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں کے گواہ رہو؛ لہٰذا تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ سے اچھی طرح وابستہ ہو جاؤ۔ وہی تمھارا مولا ہے وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے"۔

ہجرت کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۵۹

"وہ لوگ جنھوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا طبعی موت مر گئے تو خدا ضرور انھیں اچھا رزق عطا کرے گا اور یقیناً خدا بہترین رزق دینے والا ہے۔ وہ انھیں ان کی دل پسند جگہ میں ضرور داخل کرے گا اور یقیناً اللہ صاحبِ علم اور بُردبار ہے"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ کچھ مہاجر صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جو لوگ شہید ہوگئے ان کے متعلق تو ہم نے جان لیا کہ خدا نے ان کو کتنا بڑا مقام عطا کیا ہے۔ لیکن ہم بھی آپ کے ساتھ انھی کی طرح سے جہاد کر رہے ہیں۔ اگر ہم طبعی موت مر جائیں تو خدا ہمیں کیا دے گا؟ اس کے جواب میں اللہ نے مذکورہ بالا دو آیات نازل فرمائیں۔

زیادتی کرنے والے کو اس کا بدلہ ملنا چاہیے

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

"یہ تو ہے ان کا انجام جو کوئی بدلہ لے ویسا جیسا کہ اس کے ساتھ کیا گیا ہو پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے اس گروہ کے متعلق نازل ہوئی جو کہیں جا رہے تھے تو مشرکینِ مکہ کے ایک گروہ نے انھیں دیکھ لیا۔ اتفاق سے اس وقت ماہِ محرم ختم ہونے میں دو دن باقی رہتے تھے۔ مشرکین نے ایک دوسرے سے کہا کہ مسلمان ماہِ محرم کا احترام کرتے ہیں اور اس میں جنگ نہیں کرتے لہٰذا ہمیں ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔

چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کی جماعت پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے کہا کہ یہ ماہ محرم ہے تم اس میں ہم پر زیادتی نہ کرو لیکن مشرکین نے ان کی ایک نہ سُنی۔ مجبور ہو کر مسلمانوں نے اپنا دفاع کیا اور انھوں نے اس شاندار انداز سے دفاع کیا کہ مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور کافروں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

مسلمانوں نے سارا واقعہ رسولِ خداؐ سے عرض کیا اور کہا کہ ہم نے اپنے دفاع میں جنگ کی ہے لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ ماہِ محرم کی حُرمت کی پامالی کی وجہ سے خدا ہمیں سزا نہ دے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے کہ اس آیت مجیدہ میں رسولِ خداؐ کے اقدامات اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت اور قائم آلِ محمدؐ کے انتقام کا ذکر ہے۔

قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا ستایا کہ آپؐ کو مجبور ہو کر ہجرت کرنا پڑی۔ اگر آپؐ ہجرت نہ کرتے تو وہ آپؐ کو شہید کر دیتے۔ آپؐ نے گھربار چھوڑا اور جان بچانے کے لیے غار میں چھپ گئے مگر کفار قریش آپؐ کو تلاش کرتے رہے تاکہ آپؐ کو شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے ان اقدامات کی جنگِ بدر میں سزا دی اور اس جنگ میں قریش کے سربرآوردہ افراد جن میں عتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل، حنظلہ بن ابوسفیان سرِفہرست تھے، مارے گئے۔

یہاں تک تو ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ کی تاویل سامنے آئی۔ پھر رسولِ خداؐ کی وفات کے نصف صدی بعد جب یزید لعین برسرِ اقتدار آیا تو اس نے اپنے مقتولینِ بدر کا انتقام لینے کے لیے رسول اکرمؐ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان کے سربرآوردہ افراد اور ان کے وفادار ساتھیوں کو کربلا میں شہید کیا اور یوں اس کا اقدام ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ کا مصداق قرار پایا۔

یزید لعین کے سامنے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا تو اس نے تفاخر آمیز لہجے میں یہ اشعار پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شہدوا — جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا — ثم قالوا یایزید لاتشل
لست من خندف ان لم انتقم — من نبی احمد ما کان فعل
لعبت ھاشم بالملک فلا — وحی جاء ولاخبر نزل
قد قتلنا القرم من ساداتھم — وعدلناہ ببدر فاعتدل
وکذاک الشیخ اوصانی بہ — فاتبعت الشیخ فیما قدسال

"اے کاش! میرے وہ بزرگ آج موجود ہوتے جنھوں نے جنگِ بدر میں قبیلہ خزرج کی برچھیاں کھائی تھیں۔ تو وہ خوشی سے چیخ اُٹھتے اور پھر کہتے کہ یزید! تیرے ہاتھ شل نہ ہوں میں نسلِ ابوسفیان سے نہیں اگر میں نے محمدؐ کے افعال کا اولادِ احمد سے بدلہ نہ لیا۔ بنی ہاشم نے حکومت کے حصول کے لیے نبوت کا ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ تو وحی اُتری تھی اور نہ ہی آسمان سے کوئی خبر نازل ہوئی تھی۔ ہم نے ان کے بہت بڑے سردار کو قتل کر دیا ہے اور یوں ہم نے بدر کا انتقام لے لیا ہے۔ میرے بزرگ نے مجھے اس بات کی وصیت کی تھی۔ میں نے بزرگ کی خواہش کو پورا کر دیا ہے"۔

ایک اور شاعر نے یزید کی اس گفتگو کو شعر میں یوں بیان کیا تھا:

یقول والرأس یقلبہ — یالیت اشیاخنا الماضون بالحضر
حتی یقیسوا قتالا لویقاس بہ — ایام بدر لکان الوزن بالقدر

"یزید امام حسین علیہ السلام کے سر کو اُلٹ پلٹ کر کہتا تھا کہ ہائے کاش ہمارے پرانے بزرگ آج موجود ہوتے۔ اور وہ اس جنگ کا جنگِ بدر سے موازنہ کرتے تو دیکھتے کہ وزن برابر ہو چکا ہے"۔

الغرض جنگِ بدر ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ کی مظہر تھی۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ کی مظہر ثابت ہوئی۔ پھر جب قائم آلِ محمدؐ ظہور کر کے ظالموں سے انتقام لیں گے تو ان کا اقدام لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ کا مظہر ہوگا۔

ائمہ ہدیٰ بقائے آسمان کا سبب ہیں

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

''اور وہ آسمان کو اس طرح سے تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا''۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا تذکرہ کیا اور حدیث کے آخر میں آپؐ نے فرمایا: جو کوئی ان کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو گویا اس نے میرا انکار کیا۔ ان کی وجہ سے اللہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے اور وہ خدا کے اذن کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہماری وجہ سے خدا آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر نہیں گرتا اور ان کی وجہ سے خدا زمین کو اضطراب سے بچائے ہوئے ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ جب کبھی زلزلہ آتا تو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام یہ آیات پڑھا کرتے تھے:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱ (فاطر:۴۱) وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۵ (الحج:۶۵)

قولہ تعالیٰ: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ہر اُمت کے لیے ایک راستہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چل رہی ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ بدیل بن ورقاء اور کچھ دوسرے بنی خزاعہ کے کافروں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت تو کھاتے ہو خدا کے مارے ہوئے جانور کا گوشت کیوں نہیں کھاتے؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۝۶۷ ''انھیں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھی ہدایت پر ہیں''۔

بتوں کی بے بسی

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا

وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے تم اسے غور سے سنو۔ خدا کو چھوڑ کر تم جنھیں پکار رہے ہو اگر یہ سارے جمع بھی ہو جائیں تو بھی یہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو یہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں''۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: قریش کا دستور تھا کہ کعبہ کے گرد نصب بتوں کو مشک و عنبر لگا کر معطر کر دیا کرتے تھے۔ ''یغوث'' نامی بت کعبہ کے دروازے کے سامنے نصب تھا اور ''یعوق'' نامی بت کعبہ کے دائیں جانب نصب تھا اور ''نسر'' نامی بت بیت اللہ کے بائیں طرف نصب تھا اور جب کفار مسجد الحرام میں داخل ہوتے تو یغوث کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ پھر وہ باری باری یعوق اور نسر کے پاس جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ یہ تلبیہ کہتے تھے: لبیك لبیك لاشریك لك الا شریك حولك تملكه وما ملك ''اللہ! میں حاضر ہوں' اللہ میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے اس کے جو تیرے گرد ہے' جس کا تو مالک ہے' وہ مالک نہیں ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے چار پروں والی سبز رنگ کی مکھی بھیجی جو سارا مشک و عنبر کھا گئی۔ اس پر اللہ نے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ ......کی آیت نازل فرمائی۔

قوله تعالیٰ: اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾

''اللہ پیغام رسانی کے لیے ملائکہ اور انسانوں میں سے انتخاب کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ اللہ سبحانہ نے ملائکہ میں سے کچھ فرشتوں کو اپنی پیغام رسانی کے لیے منتخب کیا اور انھیں اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان سفیر بنایا اور خدا نے ان کے متعلق فرمایا: اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اللہ نے ملائکہ میں سے جبریلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ کو منتخب کیا اور انسانوں میں سے انبیاء و اوصیاء کو منتخب کیا اور انبیاء میں سے حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کو منتخب کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء میں سے منتخب کیا۔ اور اوصیاء میں سے امیر المومنین اور ائمہ

ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کو منتخب کیا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو نصیحت کی اور اس نصیحت میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا: فرزند! جس بات کا علم نہ ہو وہ مت کہو بلکہ ہر جانی ہوئی چیز بھی مت کہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوارح پر کچھ فرائض کی ادائیگی فرض کی ہے اور تیرے اعضاء و جوارح سے عبادت کا مطالبہ کیا ہے اور فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام بجا لاؤ تاکہ تم نجات حاصل کر سکو"۔

یہ وہ فرائض ہیں جو خدا نے اعضاء و جوارح پر واجب کیے ہیں۔

جوامع الجامع میں عقبہ بن عامر سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! سورۂ حج میں دو سجدے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اگر سجدے نہ کرو تو آیات سجدہ کی تلاوت نہ کرو۔

اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: اللہ تعالیٰ نے چہرے پر واجب کیا ہے کہ وہ دن رات میں نماز کے اوقات کے وقت سجدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام بجا لاؤ تاکہ تم نجات حاصل کر سکو"۔ چنانچہ نماز ایسا فریضہ ہے جس سے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے فرائض ادا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے: وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:۱۸) "مقامِ سجدہ خدا کی ملکیت ہیں خدا کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمام بھلائیاں ایک گھر میں رکھ دی گئی ہیں اور زہد کو ان کی چابی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم نیکی کا ارادہ کرو تو اسے بجا لانے میں جلدی کرو اور جب تاخیر ہونے لگے تو پھر شیطان کو مداخلت کا موقع مل جاتا ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو نیکی کے قابل ہو اس سے بھی

نیکی کرو اور جو نیکی کے قابل نہ ہو اس سے بھی نیکی کرو۔ اگر تمھیں نیکی کے قابل کوئی نہ ملے تو تم خود ہی نیکی کے قابل بن جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں سے محبت کرنا ہے اور ہر نیک و بد کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔

قولہ: وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمھیں چُن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ دین تمھارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ خدا نے پہلے بھی تمھارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی تمھارا یہی نام رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں کے گواہ رہو' لہٰذا تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ سے اچھی طرح وابستہ ہو جاؤ۔ وہی تمھارا مولا ہے وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے''۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ هُوَ اجْتَبَاكُمْ سے ہم لوگ مراد ہیں۔ اللہ نے دین میں کوئی حرج نہیں رکھا اور ''حرج'' تنگی سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ سے بھی ہم ہی مراد ہیں کیونکہ ابراہیم ہمارے ہی والد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتابوں میں ہمارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی اس نے ہمیں ''مسلم'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ رسولِ خدا ہم پر گواہ ہوں گے کیونکہ انھوں نے ہمیں خدا کا پیغام پہنچایا تھا اور ہم قیامت کے دن باقی لوگوں کے گواہ ہوں گے۔ جس نے دین کی تصدیق کی ہوگی تو ہم بھی اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے دین کی تکذیب کی ہوگی تو ہم بھی اسی کی تکذیب کریں گے۔

زید شہید خدا کی راہ کے مجاہد تھے

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند زید نے مامون الرشید کے عہدِ حکومت میں بصرہ میں خروج کیا تھا اور اس نے وہاں پر موجود بنی عباس کے محلات کو نذرِ آتش کیا تھا۔ حکومتی سپاہ نے اس کا مقابلہ کیا اور بالآخر وہ قید ہو گیا۔ سپاہی اسے قید کر کے مامون الرشید کے پاس خراسان میں لے گئے۔ اس وقت حضرت امام علی رضا علیہ

السلام بھی خراسان میں تھے اور آپؑ مامون کی ولی عہدی قبول کر چکے تھے۔ مامون نے زید کو کوئی سزا نہ دی اور امام علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کی وجہ سے اسے چھوڑ رہا ہوں ورنہ اس کا جرم بڑا عظیم ہے۔ اس سے قبل زید بن علی نے بھی بنی اُمیہ کے دور میں خروج کیا تھا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے بھائی کا قیاس زید شہید پر نہ کریں۔ وہ علمائے آلِ محمدؐ میں سے تھے۔ وہ اللہ کی وجہ سے بنی اُمیہ پر غضب ناک ہوئے تھے اور انھوں نے دشمنانِ خدا سے جنگ کی تھی اور راہِ خدا میں شہادت پائی تھی۔ مجھ سے میرے والد علیہ السلام نے بیان کیا تھا' انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' انھوں نے فرمایا: اللہ میرے چچا زید پر رحم فرمائے' انھوں نے لوگوں کو رضائے آلِ محمدؐ کی دعوت دی تھی اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتے۔ انھوں نے اپنے خروج کے لیے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا تو میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ مقامِ کناسہ میں صلیب پر چڑھنے کے خواہش مند ہیں تو پھر خروج کریں۔ جب وہ باہر نکلے تو اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا تھا: اس پر ہلاکت ہے جو ان کی ندا سنے اور ان کی ندا پر لبیک نہ کہے۔

مامون نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ فرمائیں کہ کیا امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا مجرم نہیں ہے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے امامت کا سرے سے دعویٰ ہی نہیں کیا تھا۔ وہ خدا کا خوف رکھنے والے انسان تھے۔ انھوں نے لوگوں کو یہ دعوت دی تھی کہ میں تمھیں آلِ محمدؐ کے پسندیدہ فرد کی دعوت دیتا ہوں۔ خدا کی قسم! زید وَ جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۚ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ...... کی آیت مجیدہ کے مصداق تھے۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: حج ہر کمزور کا جہاد ہے اور عورت کا جہاد اچھی گھرہستی ہے اور کسی مومن کو کسی ایسے سالار کے ساتھ جہاد پر نہیں نکلنا چاہیے جو غیر عادل ہو اور مالِ غنیمت میں خیانت کرتا ہو اور جو شخص ایسا کرے تو وہ ہمارے حقوق کے غصب کرنے میں مددگار شمار کیا جائے گا اور ہمارے ناحق خون بہانے میں بھی اس کو شمار کیا جائے گا اور اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جہاد کی چار شاخیں ہیں: ① امر بالمعروف ② نہی عن المنکر ③ میدانِ جنگ میں ثابت قدمی ④ فاسقین سے دشمنی رکھنا۔

جس نے امر بالمعروف کیا تو اس نے مومنین کی کمر مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا تو اس نے شیطان کی ناک کو زمین سے رگڑا۔ اور جو میدان میں ثابت قدم رہا تو اس نے اپنا حق ادا کر دیا اور جو اللہ کے لیے ناراض ہوا تو اللہ بھی اس

کے لیے ناراض ہوگا اور اسے راضی کرے گا۔

فضیل بن عیاض بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرمائیں جہاد فرض ہے یا سنت؟

آپؑ نے فرمایا: جہاد کی چار اقسام ہیں، ان میں سے دو جہاد فرض ہیں اور ایک جہاد سنت ہے مگر وہ فرض کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اور ایک جہاد محض سنت ہے۔ جو دو جہاد فرض ہیں ان میں سے پہلا جہاد تو جہاد بالنفس ہے اور جہاد بالنفس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور جو دوسرا جہاد فرض ہے وہ یہ ہے کہ اردگرد کے کفار سے جہاد کیا جائے اور وہ جہاد جو سنت ہے لیکن فرض کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا وہ دشمن سے جہاد ہے اور یہ جہاد پوری اُمت پر فرض ہے اور اگر اُمت اس جہاد کو ترک کر دے تو پوری اُمت عذاب کی حق دار بن جائے گی اور امام کے لیے سنت ہے کہ وہ افراد اُمت کو ساتھ لے کر دشمن سے مقابلہ کرے۔ اور وہ جہاد جو محض سنت ہے تو اس سے مراد ہر وہ سنت ہے جسے کوئی شخص قائم کرے، اور اس کے قیام کے لیے پوری جدوجہد کرے۔ چنانچہ احیائے سنت بہترین کارِ ثواب ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو کوئی کسی اچھی روش کی بنیاد رکھے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ بھی اس پر عمل کریں گے ان کے اعمال کا بھی اسے ثواب ملے گا جب کہ ان کے عمل کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

محاسن برقی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی خدا، رسول اور اہلِ بیت کے اولی الامر کی اطاعت کرتے ہوئے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور نیک اعمال کرتا ہے تو خدا اس کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت، اُمتِ مرحومہ ہے۔

دین میں کوئی سختی نہیں ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

"اور اس نے دین میں تم پر کوئی سختی روا نہیں رکھی"۔

استبصار میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی جنب شخص پانی کے برتن میں انگلی داخل کرے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی انگلی پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو پانی انڈیل دینا چاہیے اور اگر اس کی انگلیوں پر کوئی نجاست نہ ہو تو پھر اس برتن کے پانی سے اسے غسل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ''اللہ نے دین میں تم پر کوئی سختی روا نہیں رکھی''۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ہم سفر میں ہوں اور ہمیں وضو کی احتیاج ہو اور ہمیں ایک ایسا تالاب دکھائی دے جس میں بچوں کا پیشاب ہو اور جانور اس میں پیشاب اور پاخانہ کرتے ہوں تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمھیں اس سے کراہت محسوس ہو تو اپنے ہاتھ کے ساتھ گندگی کو دُور کر لو اور وضو کرو کیونکہ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ''اللہ نے دین میں تم پر کوئی سختی روا نہیں رکھی''۔

تہذیب الاحکام میں عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں گر پڑا اور میرا ناخن ٹوٹ گیا۔ میں نے اس پر پٹی باندھی۔ پھر نماز کا وقت ہوا تو مجھے وضو کے وقت کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اس جیسے مسائل کا جامع جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس نے فرمایا ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ لہٰذا تم اسی پٹی پر مسح کر لو۔

حمیری قرب الاسناد میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سابقہ انبیاء میں سے خدا نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا تو اس سے فرمایا: ''تو دین میں پوری جدوجہد کر، میں نے تجھ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے''۔ یہ جملہ خدا نے انبیاء سے کہا تھا لیکن یہی جملہ خدا نے میری اُمت سے کہا ہے اور میری اُمت کو مخاطب کر کے فرمایا: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ......

اصولِ کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: ہمارے علاوہ کوئی ملّتِ ابراہیم پر قائم نہیں ہے باقی لوگ ملّتِ ابراہیم سے بری ہیں۔

قرب الاسناد میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ان کی اقوام کا گواہ مقرر کیا لیکن جب میری باری آئی تو اللہ نے میری اُمت کو لوگوں پر گواہ مقرر کیا اور فرمایا: لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ''تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو''۔

ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ روایت میں بیان ہوا ہے کہ ابراہیم و اسماعیل نے آلِ محمدؐ کے لیے دعا

کی تھی یہاں تک کہ نبی اکرمؐ مبعوث ہوئے اور آپؐ نے ملّت ابراہیم کی پیروی کی اور ابراہیم پر ایمان لائے اور لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ کے تحت رسولِؐ خدا آلِ محمدؐ پر گواہ ہوں گے اور آلِ محمدؐ باقی لوگوں پر گواہ ہوں گے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ سے ہم آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اس کے ضمن میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے۔ "ہم خلق میں خدا کی حجت ہیں اور خدا کی طرف سے بندوں پر ہم گواہ ہیں اور ہم ہدایت کے پرچم ہیں"۔

سلیم بن قیس الہلالی العامری راوی ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کی بیعت کی تو حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا:

لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ جب يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞ کی آیات نازل ہوئی تھیں تو سلمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا تھا: یارسولؐ اللہ! وہ لوگ کون ہیں جن پر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور وہ کون ہیں جنہیں خدا نے چُنا ہے اور دین میں ان پر کوئی حرج نہیں رکھا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اس سے تیرہ افراد مراد لیے ہیں۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بیان کریں وہ تیرہ افراد کون ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک میں ہوں، دوسرا میرا بھائی ہے اور گیارہ افراد میری اولاد میں سے ہیں۔

حاضرین نے کہا: بے شک آپؐ نے سچ کہا ہے۔

قوله تعالٰی: فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

ooo

کی تھی یہاں تک کہ نبی اکرمؐ مبعوث ہوئے اور آپؐ نے ملّت ابراہیم کی پیروی کی اور ابراہیم پر ایمان لائے اور یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ کے تحت رسولؐ خدا آلِ محمدؐ پر گواہ ہوں گے اور آلِ محمدؐ باقی لوگوں پر گواہ ہوں گے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ سے ہم آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اس کے ضمن میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے۔ ”ہم خلق میں خدا کی حجت ہیں اور خدا کی طرف سے بندوں پر ہم گواہ ہیں اور ہم ہدایت کے پرچم ہیں“۔

سلیم بن قیس الہلالی العامری راوی ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کی بیعت کی تو حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا:

لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ جب يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞ کی آیات نازل ہوئی تھیں تو سلمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا تھا: یارسولؐ اللہ! وہ لوگ کون ہیں جن پر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور وہ کون ہیں جنھیں خدا نے چنا ہے اور دین میں ان پر کوئی حرج نہیں رکھا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اس سے تیرہ افراد مراد لیے ہیں۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بیان کریں وہ تیرہ افراد کون ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک میں ہوں، دوسرا میرا بھائی ہے اور گیارہ افراد میری اولاد میں سے ہیں۔

حاضرین نے کہا: بے شک آپؐ نے سچ کہا ہے۔

قوله تعالٰی: فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

○○○

سُورَۃ المُؤمِنُونَ

سورۃ مومنون مکیۃ آیاتھا ۱۱۸ ورکوعاتھا ۶

''سورۂ مومنون مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات ایک سو اٹھارہ اور اس میں چھے رکوع ہیں''۔

سورۂ مومنون کے فضائل

ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص سورۂ مومنون پڑھے تو اس کا خاتمہ سعادت پر ہوگا اور جو ہر جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کرے تو وہ انبیاء و مرسلین کے ساتھ فردوسِ اعلیٰ میں ہوگا''۔

مجمع البیان میں ابن ابی کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو سورۂ مومنون پڑھے تو قیامت کے دن ملائکہ اسے خوشیوں اور خوشبو کی بشارت دیں گے اور جب اسے موت آئے گی تو نعمات الٰہی کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی''۔

سورۂ مومنون کے مرکزی موضوعات

اس سورہ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی کامیابی اور ان کی صفات' انسانی تخلیق کے مراحل' بارش کے فوائد' جانوروں کے فوائد' حضرت نوحؑ کا واقعہ' انبیاء پر کفار کا اعتراض' حضرت موسیٰ و ہارونؑ کا تذکرہ' حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ' کفار کی غلط فہمی' حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی' اگر حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے تو زمین و آسمان تباہ ہو جائیں۔ خدا کی نعمات' کفار سے سوالات' اگر زیادہ معبود ہوتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟ عالمِ برزخ' میزانِ آخرت' اہلِ دوزخ سے گفتگو' انسان کی تخلیق بے مقصد نہیں ہے جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ ﴿١﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ ﴿٢﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ ﴿٣﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ
فٰعِلُوْنَ ۙ ﴿٤﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ ﴿٥﴾ اِلَّا عَلٰٓى
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ ﴿٦﴾ فَمَنِ
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ ﴿٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ ﴿٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ ﴿٩﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ
طِيْنٍ ۚ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا
الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخٰلِقِيْنَ ۭ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۭ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

یقیناً ایمان والوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں کو خشوع سے ادا کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ پھیرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ہاتھ کی مملوکہ کنیزوں کے' ان کے بارے وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ اور جو کوئی اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے جنسی تسکین حاصل کرے تو وہ زیادتی کرنے والوں میں ہوں گے۔

اور وہ جو کہ اپنی امانتوں اور عہد کا پاس کرتے ہیں اور وہ جو کہ نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یہی لوگ ہی وارث ہیں جو کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس جوہر کو ایک محفوظ جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو چبائی جانے والی بوٹی (مُضغہ) کی شکل دی۔ پھر ہم نے مُضغہ سے ہڈیاں پیدا کیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم سب مرنے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن تم اٹھائے جاؤ گے۔

نجاتِ مومن، صفاتِ مومن

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ کلام کر۔ اس وقت جنت نے کہا: قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ "اہل ایمان نے یقیناً فلاح پائی"۔

عیون الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

"اللہ مومن کو تین باتیں عطا کرتا ہے: ① دنیا میں عزت عطا کرتا ہے ② آخرت میں نجات عطا کرتا ہے ③ ظالموں کے دلوں میں اس کا رُعب پیدا کرتا ہے"۔ پھر آپ نے وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ......(منافقون:۸) کی

تلاوت کی۔ ''عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کے لیے ہے''۔ بعدازاں آپؑ نے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ...... هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ تک کی آیات پڑھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مومن کو تین باتیں عطا کی ہیں:

① دنیا میں دینی عزت عطا کی ② آخرت میں فلاح عطا کی ③ تمام جہانوں کے سینوں میں ہیبت عطا کی۔

اصولِ کافی اور محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ''کامل تمار'' سے فرمایا کہ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱ کے تحت جانتے ہو کہ مومن کون ہیں؟

اس نے کہا کہ آپؑ بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: مومن تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں' مسلم ہی نجیب ہوتے ہیں' مومن غریب ہے۔ غرباء کے لیے خوش خبری ہو۔

الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''جب تم نماز پڑھو تو پورے خشوع اور اقبالِ قلب سے نماز ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۝۲ ''جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں''۔

اصولِ کافی میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

''جسم کا خودساختہ خشوع جو دل کے خشوع سے زیادہ ہو' ہماری نظر میں ایسا تصنع آمیز خشوع منافقت ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ خشوع کا ایک مطلب یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو نماز میں جھکائے رکھو اور پورے اقبالِ قلب سے نماز پڑھو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء سے بھی خشوع کا اظہار ہوتا۔

روایات میں ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل آنحضرتؐ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی تھیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ سر جھکا کر اور زمین پر نظریں مرکوز کر کے نماز پڑھتے تھے۔

الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''انسان کو خشوع سے نماز پڑھنی چاہیے جس کا دل خدا کے حضور خاشع ہوگا تو اس کے اعضاء و جوارح میں بھی خشوع

ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں کھیلے گا"۔

اصولِ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ایمان کو انسان کے اعضاء و جوارح پر تقسیم کیا ہے اور ہر عضو کا ایمان دوسرے عضو کے ایمان سے جدا ہے۔ اللہ نے کان پر فرض کیا کہ وہ ان آوازوں کو توجہ سے نہ سنے جن کا سننا خدا نے حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ (النساء:۱۴۰)

"اور اللہ کتاب میں یہ حکم پہلے ہی نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی ان کی طرح بن جاؤ گے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بھول چوک کا استثنا کیا ہے اور فرمایا ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ (الانعام:۶۸)

"اور اگر شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرا دے تو جب تمہیں غلطی کا احساس ہو جائے تو ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (الزمر:۱۸)

"وہ لوگ جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہتر پہلو کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں"۔

اور اسی کان کے فریضہ کے متعلق خدا نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ "اور وہ بے ہودہ باتوں سے منہ پھیرنے والے ہیں"۔

خداوند عالم نے اپنے خاص بندوں کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ علامت بھی بیان کی: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ (الفرقان:۷۲) "اور جب ان کا گزر کسی لغو چیز سے ہوتا ہے تو وہ آبرومندانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں"۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ گفتگو جس میں خدا کا ذکر نہ ہو وہ لغو ہے۔
مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ لغو و باطل بات کا جواب نہ دینا بھی خدا کی رضامندی کا سبب ہے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ ساز و آواز لغو میں شامل ہیں۔
شیخ صدوق اعتقاداتِ امامیہ میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا قصہ گوئی کا سننا حلال ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔
عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ محمد بن عباد ساز و آواز سننے اور نبیذ پینے میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ساز و آواز سننے کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے لیے اہلِ حجاز کی ایک رائے ہے جب کہ یہ چیز باطل اور لغو کے دائرے میں شامل ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝ (الفرقان:۷۲) ”جب ان کا گزر کسی لغو چیز سے ہوتا ہے تو وہ آبرومندانہ طور پر گزر جاتے ہیں“۔
تفسیر علی بن ابراہیم میں وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اس سے راگ رنگ مراد ہے۔
اہلِ ایمان کی علامات کے ضمن میں اللہ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۝۴ (اور وہ زکوٰۃ پر عمل پیرا ہوتے ہیں)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو زکوٰۃ کا ایک قیراط بھی روک لے تو وہ نہ تو مومن ہے اور نہ ہی مسلم ہے اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۝۶ ”اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ہاتھ کی مملوکہ کنیزوں کے ان کے بارے میں وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں“۔
مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سے کنیزیں مراد ہیں۔ غلام بھی اگرچہ ملکِ یمین میں شامل ہوتا ہے لیکن اس سے جنسی تسکین مطلقاً حرام ہے اور اس حُرمت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔
اصولِ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ”حفظ فروج“ کا تذکرہ ہوا ہے وہاں اس سے جنسی تسکین مراد ہے لیکن سورۂ مومن کی اس آیت میں شرم گاہ کا چھپانا مراد ہے۔
کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ دس قسم کی کنیزیں حرام ہیں:

① ماں اور بیٹی کو جمع نہیں کیا جاسکتا ② دو بہنوں کو بیک وقت جمع نہیں کیا جاسکتا ③ رضاعی بہن کو کنیز نہیں بنایا جاسکتا ④ ایسی عورت جو کسی اور مرد سے حاملہ ہو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے ⑤ شوہر دار عورت کو کنیز نہیں بنایا جاسکتا ⑥ ایسی عورت جو رضاعی پھوپھی ہو ⑦ رضاعی خالہ ⑧ حالتِ حیض میں کنیز سے جنسی تسکین ناجائز ہے ⑨ ایسی عورت جس نے تمہیں دودھ پلایا ہو ⑩ ایسی کنیز جس میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت کسی کا مطمعِ نظر شکم اور شرم گاہ ہو تو وہ اس وقت خدا سے بہت دُور ہوتا ہے۔

نجم راوی ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: نجم! تم سب ہمارے ساتھ جنت میں رہو گے لیکن انسان کے لیے یہ بات کتنی شرم ناک ہے کہ انسان جنت میں داخل ہو اور اس کی پردہ دری ہو چکی ہو اور اس کی شرم گاہ ظاہر ہو چکی ہو۔

میں نے عرض کیا: کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں جب کوئی اپنی شرم گاہ اور شکم کی حفاظت نہ کرے تو یہی کچھ ہوگا۔

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہت سے افراد دو گڑھوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! دو گڑھوں سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: شرم گاہ اور شکم۔ جب کہ میری اُمت کا بہت بڑا حصہ تقویٰ اور حسنِ خلق کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے جو کسی جانور سے بدفعلی کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے جس بھی اُمتی میں چار خصلتیں ہوں گی تو وہ جنت میں جائے گا:

① دنیا میں داخل نہ ہو۔

② خواہشات کا پیروکار نہ ہو۔

③ شکم سیری کے لیے حلال حرام کی تمیز کو نہ چھوڑا ہو۔

④ جنسی تسکین کے لیے حرام کاری سے بچا ہوا ہو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: شرم گاہ تین وجوہات کی بنیاد پر حلال ہوتی ہے:

① ایسے نکاح سے جس میں میراث ہو۔ (عقد دائمی)

② ایسے نکاح سے جس میں میراث نہ ہو۔ (عقد منقطع متعہ)

③ ملکِ یمین سے یعنی جب کوئی عورت کنیز بن جائے۔

الکافی میں اسحاق بن ابی سارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ متعہ حلال ہے لیکن پاک دامن عورت سے متعہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (وہ جو کہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں)

لہٰذا اپنی شرم گاہ اس کے سامنے مت کھول جسے تو درہم کا امین بھی نہ بنا سکتا ہو۔

قولہ تعالیٰ: فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ⑨

"جو کوئی اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے جنسی تسکین حاصل کرے تو وہ زیادتی کرنے والے ہوں گے اور وہ جو کہ اپنی امانتوں اور عہد کا پاس کرتے ہیں اور وہ جو نمازوں کی محافظت کرتے ہیں"۔

الکافی میں فضیل بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر خدا نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (المومنون:۹) اور ایک اور جگہ پر اللہ نے فرمایا: الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ㉓ (المعارج:۲۳)

پہلی آیت میں فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا کہ وہ پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ آخر الفاظ کی تبدیلی میں کیا حکمت کارفرما ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سورہ مومنون میں نماز فریضہ کا ذکر ہے اور المعارج میں نماز نافلہ کا ذکر ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ کا مقصد یہ ہے کہ مومن وہ ہیں جو نماز کے اوقات و حدود کی پابندی کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

"یہ وہ ہیں جو جنت الفردوس کی میراث وراثت میں پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

عیون الاخبار میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جس بھی انسان کو پیدا کیا ہے اس کی دو منزلیں ضرور بنائی ہیں۔ ہر شخص کے لیے ایک گھر جنت میں بنایا ہے اور ہر شخص کے لیے ایک گھر دوزخ میں بنایا ہے۔ جب اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے تو اس وقت ایک منادی اہلِ جنت کو ندا کر کے کہے گا کہ آپ لوگ دوزخ میں نگاہ کریں پھر ان کے دوزخ کے گھر بلند کر کے انھیں دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم نافرمانی کرتے تو آج تم ان مقامات پر ہوتے۔

اگر جنت میں کوئی شخص خوشی سے مر سکتا تو اہلِ جنت خوشی سے مر جاتے کہ انھیں خدا نے دوزخ سے بچا لیا ہے۔

اس کے بعد منادی اہلِ دوزخ کو ندا دے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ سر بلند کرو اور جنت میں اپنے منازل کو دیکھو۔ جب وہ سر بلند کریں گے تو انھیں ان کی جنتی منازل دکھائی دیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اگر تم خدا کی فرماں برداری کرتے تو آج تم منازلِ جنت میں خوشیاں منا رہے ہوتے۔

اگر دوزخ میں کوئی شخص شدتِ غم سے مر سکتا تو وہ سب لوگ مر جاتے۔ اللہ اہلِ جنت کو ان کے مکانات کا وارث بنائے گا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

"یہ وہ ہیں جو جنت الفردوس کی میراث وراثت میں پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

مجمع البیان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی دو منزلیں ہیں۔ ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے۔ اگر کوئی مرنے کے بعد دوزخ میں جائے گا تو اللہ کسی جنتی کو اس کی جگہ کا وارث بنا دے گا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت بلالؓ کی زبانی اوصافِ جنت منقول ہیں۔ اس روایت میں یہ کلمات بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے بلالؓ سے کہا: کیا اور جنت بھی ہے؟

بلالؓ نے کہا: جی ہاں، ان کے علاوہ جنت الفردوس بھی ہے۔

راوی نے کہا: اس کی دیواریں کیسی ہوں گی؟

بلالؓ نے کہا: اس کی دیواریں نور کی ہوں گی۔

راوی نے کہا: اس کے بالا خانے کس چیز سے بنے ہوئے ہوں گے؟
بلالؓ نے کہا: وہ رب العالمین کے نور سے بنے ہوئے ہوں گے۔

انسانی تخلیق کے مراحل

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس جوہر کو ایک محفوظ مقام پر نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو چبائی جانے والی بوٹی ''مُضغہ'' کی شکل دی۔ پھر ہم نے ''مُضغہ'' کو ہڈیوں کی شکل دی اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر اسے دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم سب مرنے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن تم اٹھائے جاؤ گے''۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ انسانی دیت کے چھ حصے کیوں مقرر کیے گئے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی تخلیق کے مراحل چھ ہیں۔

حسین بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہم تک پہنچی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جس نے شراب پی اس کی چالیس دنوں تک نماز قبول نہ کی جائے گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: آخر چالیس دن ہی کیوں ہیں، کم وبیش کیوں نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے ہر مرحلہ میں چالیس دن تک رہتا ہے۔ نطفہ کی حالت چالیس دن تک رہتی ہے۔ پھر وہ ''علقہ'' کی شکل اختیار کرتا ہے اور یہ حالت بھی چالیس دن تک قائم رہتی ہے۔ پھر وہ

''مُضغہ'' کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس حالت میں چالیس دن رہتا ہے۔ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ بھی اس کے مثانہ میں چالیس دن تک رہتی ہے۔ اسی لیے شراب پینے والے کی نماز بھی چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ تمہیں رزق کے لیے اس ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے جس نے تجھے شکمِ مادر میں بھی روزی فراہم کی تھی اور تجھے وہاں سردی و گرمی سے محفوظ رکھا تھا۔

مصباح الزائر میں مرقوم ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے دعائے عرفہ میں یہ کلمات پڑھے تھے۔ تو نے اپنی نعمت سے مجھ کو وجود بخشا قبل اس کے کہ میں کوئی قابلِ ذکر چیز بن جاؤں۔ تو نے مجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر مجھ کو اَرحام میں سکونت دی۔ تو نے حادثاتِ زمانہ اور تغیرات روزگار سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ میں مسلسل صُلبوں سے رِحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ گزرے ہوئے زمانے اور گزری ہوئی صدیوں میں تو نے مجھ پر لطف و احسان کیا کہ تو نے مجھے کافروں کی حکومت کے دور میں باہر نہیں نکالا۔ وہ کافر جنھوں نے تیرے عہد کو توڑا اور تیرے رسولوں کو جھٹلایا، لیکن تو نے مجھے نکالا اور وجود دیا ایسے زمانہ میں جو میرے لیے ہدایت سے سابق ہوا جو تو نے میرے لیے آسان کر دیا اور اس دور میں تو نے مجھے پیدا کیا اور اس سے پہلے بھی تو مجھ پر اپنی بہترین مہربانیاں کرتا رہا اور اپنی بھرپور نعمتیں عطا کرتا رہا تو نے میری تخلیق آبِ نطفہ سے کی اور مجھے گوشت، خون اور جلد کی تین تاریکیوں میں تو نے ٹھہرایا۔ تو نے مجھے میری خلقت کا گواہ نہیں بنایا اور کوئی کارِ تخلیق مجھ پر نہیں چھوڑا۔ پھر تو مجھے تام الخلقت بنا کر دنیا میں لے آیا۔ (ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی)

صحیفہ سجادیہ میں مرقوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نمازِ شب کے بعد ایک دعا پڑھتے تھے جس میں یہ کلمات بھی شامل تھے۔

اے معبود! تو ہی نے صلبِ پدر کی باہمدیگر متصل ہڈیوں اور تنگ راہوں کی بلندی سے ذلیل پانی کی شکل میں مجھے ایسے زندانِ رحم کہ جسے مختلف پردوں میں تو نے پوشیدہ کیا تھا، اُتارا۔ جہاں تو ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب مجھے منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایسی منزل تک پہنچا دیا جہاں میری شکل و صورت پوری ہوگئی۔ پھر مجھ میں اعضاء و جوارح کو ایجاد فرمایا جیسا کہ (اس ترتیب خلقت کا) تو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ پہلے نُطفہ تھا پھر علقہ پھر مُضغہ۔ پھر اس میں استخوان قائم کیے۔ پھر ان ہڈیوں کے ڈھانچے پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر جیسا چاہا (ایک نفس ناطقہ رکھنے والا) دوسری مخلوق (انسان) بنا کے خلق فرما دیا۔ (نفخ روح اور جسم سے تعلقِ روح کے بعد) جب میں تیری روزی کا محتاج اور تیرے فضل و کرم سے بے پروا نہ رہ سکا تو تو نے میرے لیے اس بچے ہوئے کھانے اور پانی میں سے جسے اپنی اس کنیز کے لیے بطور غذا کے تو نے جاری فرمایا تھا

کہ جس کے شکم میں تو نے مجھے جگہ دی تھی، جس کے رحم میں مجھے امانت رکھا تھا، میری زندگی کا ضروری سامان فراہم کیا۔

پروردگار! اگر تو نے ان گذشتہ حالات میں مجھے میری طاقت پر چھوڑ دیتا یا مجھے میری قوت کے حوالے کر دیتا تو یہ ہوتا کہ ہر طرح کے ارادے مجھ سے کنارہ کشی کرتے اور قوت و طاقت (کوسوں) دُور رہتی۔ تو نے ہی اپنے فضل واحسان سے ایک صاحبِ لطف وکرم کی طرح غذائیں دیں اور تو یہ سب عنایتیں اس وقت سے لے کر اب تک فرماتا رہا ہے۔ (ترجمہ مفتی جعفرحسین اعلی اللہ مقامہ)

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب نطفہ رحم میں جاتا ہے تو اس سے علقہ اور مُضغہ وغیرہ بنتے ہیں لیکن جب نطفہ رحم میں نہ جائے تو کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔

حارث بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

جب نطفہ رحم میں گرتا ہے تو اللہ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس کے دفن ہونے کے مقام کی مٹی کی چٹکی اُٹھا کر لاتا ہے اور اس مٹی کو نطفہ میں مخلوط کر دیتا ہے۔ اسی لیے ہر شخص کا دل اس جگہ کی طرف مائل رہتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ رحم میں چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ نطفہ سے بدل کر ''علقہ'' بن جاتا ہے اور چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ پھر وہ ''مُضغہ'' کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور وہ چالیس دن تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ پھر جب چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے جو پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار! اسے نر بنائیں یا مادہ بنائیں؟ اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پوچھتے ہیں کہ پروردگار! اسے نیک بخت بنائیں یا بدبخت؟ اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

پھر وہ اس کے رزق اور عمر کے متعلق پوچھتے ہیں اور اس کے باقی حالات کے متعلق سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم دیتا ہے وہ اسے لکھ دیتے ہیں اور اس کی آنکھوں کے درمیان ''میثاقِ الست'' لکھ دیتے ہیں۔ پھر جب رحم میں رہنے کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اسے زور سے جھڑک دیتا ہے۔ اس وقت بچہ شکمِ مادر سے باہر آ جاتا ہے اور اسے میثاق بھول جاتا ہے۔

حسن بن جہم نے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ دعا سے نر مادہ بن جائے اور مادہ نر بن جائے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب خدا کسی ایسے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے جس کی روح سے

اس نے صلب آدمؑ میں میثاق لیا تھا تو اس کے باپ کو جماع کی تحریک دیتا ہے اور رحم کی طرف وحی کی جاتی ہے تو اپنا منہ کھول دے تاکہ میری مخلوق تجھ میں داخل ہو جائے اور میری قضا و قدر نافذ ہو سکے۔

اس وقت رحم کا منہ کھل جاتا ہے اور نطفہ رحم میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اسی حالت میں چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ ''علقہ'' کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس حالت میں چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ ''مُضغہ'' کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس صورت میں بھی چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ گوشت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس میں بہت سی رگیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والے دو فرشتے بھیجتا ہے۔ وہ رحم میں جو خدا چاہتا ہے وہی کچھ بناتے ہیں۔ وہ عورت کی اجازت کے بغیر اس کے منہ سے داخل ہو کر اس کے شکم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس میں وہ پرانی روح موجود ہوتی ہے جو اصلاب آباء اور ارحامِ اُمہات سے منتقل ہو کر وہاں آتی ہے۔ چنانچہ وہ دو فرشتے اس میں روح حیات و روح بقا کو پھونکتے ہیں اور بچے کے کان، آنکھ، ناک اور دوسرے اعضاء و جوارح بناتے ہیں۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتا ہے کہ تم اس کے متعلق میری قضا و قدر کو لکھ دو البتہ اس میں میرے اختیار کا استثناء بھی لکھو۔

فرشتے پوچھتے ہیں کہ پروردگار! ہم کیا لکھیں؟

اس وقت خدا ان کی طرف وحی کرتا ہے کہ سر اُٹھا کر اس کی ماں کے سر پر نگاہ کرو۔ جب وہ سر اٹھاتے ہیں تو انھیں اس کی ماں کے سر کے پاس ایک تختی لکھی ہوئی دکھائی دیتی ہے جس میں اس کی شکل و صورت، عمر، رزق، شقاوت و سعادت سب کچھ لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

ایک فرشتہ دوسرے کو لوح کی تحریر بتاتا ہے: دوسرا لکھتا رہتا ہے البتہ اس میں ''بداء'' کا استثناء ضرور لکھتے ہیں۔ پھر کتاب بند کر دیتے ہیں اور اس تحریر کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ بعد ازاں جنین کو سیدھا کھڑا کر دیتے ہیں البتہ جو سرکش ہوتا ہے وہ ان کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔ پھر جب اس کا دنیا میں کامل الخلقت ہونے یا سقط ہونے کی شکل میں باہر آنے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحم کی طرف وحی کرتا ہے کہ منہ کھول دے تاکہ میری مخلوق زمین پر قدم رکھے اور اس پر میری قضاء و قدر نافذ ہو سکے۔ اب اس کے باہر آنے کا وقت آچکا ہے۔

اس وقت اللہ ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے جو زور سے اسے جھڑکتا ہے۔ اس فرشتے کا نام ''زاجر'' (جھڑکنے والا) ہے۔ جب وہ بچہ کو جھڑکتا ہے تو اس کی ہیبت کی وجہ سے بچہ اُلٹا ہو جاتا ہے۔ اس کا سر نیچے آجاتا ہے اور ٹانگیں اُوپر ہو جاتی ہیں۔

اس طرح سے عورت کو بچہ کی پیدائش میں آسانی ہو جاتی ہے۔ پھر "زاجر" فرشتہ دوسری مرتبہ جھڑکتا ہے تو بچہ روتا ہوا شکمِ مادر سے باہر آ جاتا ہے۔

ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کیفیتِ تخلیق کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مٹی سے مخلوق بنائی تو پانسے کے تیروں کی طرح سے اس میں سے مسلم و کافر کو جدا کیا۔ مسلم کو سعادت مند بنایا اور کافر کو بدبخت بنایا۔

جب نطفہ گرتا ہے تو ملائکہ اس میں تصویر کشی کرتے ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! اسے نر بنائیں یا مادہ؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اس وقت وہ کہتے ہیں: فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ "برکت والا ہے اللہ جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔"

پھر اسے عورت کے شکم میں رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ نو دنوں تک ہر رگ کے ساتھ متصل ہوتا اور جدا ہوتا رہتا ہے۔ رحم کے تین تالے ہیں: ایک تالا شکم کے اُوپر والے حصہ میں ہے جو کہ ناف کے اوپر والے دائیں حصہ سے متصل ہے۔ دوسرا تالا شکم کے درمیان میں ہے اور تیسرا تالا رحم کے نچلے حصہ میں ہے۔

نو دن گزرنے کے بعد نطفہ کو پہلے تالے کے خانے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ وہاں وہ تین ماہ تک رہتا ہے۔ اس عرصہ میں عورت کی طبیعت خراب سی رہتی ہے اور اسے متلی سی محسوس ہوتی ہے۔

پھر وہ درمیانی تالے کے خانے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ وہاں بھی وہ تین ماہ تک قیام پذیر رہتا ہے۔ اس دوران بچے کی ناف عورت کی اندرونی نالی سے پیوستہ ہوتی ہے جہاں سے اس تک غذا پہنچتی ہے۔

پھر تین ماہ بعد وہ نچلے تالے کی طرف منتقل ہوتا ہے وہاں بھی وہ تین ماہ تک رہتا ہے۔ پھر بچے کی ناف عورت کی اندرونی نالی سے جدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت عورت کو دردِ زہ محسوس ہوتا ہے۔ بچہ رحمِ مادر سے باہر آ جاتا ہے۔ پھر منہ کے راستے رزق حاصل کرتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی روایت کا ماحصل یہ ہے کہ انعقاد نطفہ سے لے کر بچہ کی پیدائش تک چھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اسی لیے ہر حالت کی دیت بھی جدا جدا ہے چنانچہ نطفہ کی دیت بیس دینار، علقہ کی دیت چالیس دینار، مُضغہ کی دیت ساٹھ دینار، ہڈی کی دیت اسّی دینار ہے۔ جب ہڈیوں پر گوشت چڑھ جائے تو دیت ایک سو دینار اور جب کامل الخلقت ہو جائے اور رو سکے تو پھر دیت کامل ہوگی۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے جنین کی دیت ایک سو دینار رکھی اور آپؑ فرماتے تھے کہ نطفہ سے لے کر جنین تک پانچ تبدیلیاں اور پانچ مراحل پیش آتے ہیں اور وہ یہ ہیں: ① نطفہ ② علقہ ③ مُضغہ ④ ہڈی ⑤ ہڈی پر گوشت چڑھ جائے۔

لہٰذا نطفہ کی دیت ۱/۵ یعنی بیس دینار۔ علقہ کی دیت ۲/۵ یعنی چالیس دینار۔ مُضغہ کی دیت ۳/۵ یعنی ساٹھ دینار۔ ہڈی کی دیت ۴/۵ یعنی اسّی دینار اور جب گوشت چڑھ جائے تو ایک سو دینار دیت ہوگی۔ پھر جب اس میں روح داخل ہوجائے تو نر کے لیے ایک ہزار دینار اور مادہ کے لیے پانچ سو دینار دیت ہوگی۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: نطفہ کی پہچان کیا ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ گاڑھے بلغم کی طرح سے سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ رحم میں نطفہ چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ ''علقہ'' کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ''علقہ'' کی کیا پہچان ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ خون کے جمے ہوئے لوتھڑے کی طرح سے ہوتا ہے اور اس حالت میں بھی وہ چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر وہ مُضغہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور چالیس دن تک اس حالت میں رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مُضغہ کی کیا پہچان ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ گوشت کی ایک سرخ بوٹی کی مانند ہوتا ہے جس میں سبز رنگ کی بہت سی رگیں ہوتی ہیں۔ پھر وہ ہڈی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ہڈی کی کیا پہچان ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں ناک، کان اور آنکھوں کے نشانات موجود ہوتے ہیں اور جب اس منزل پر پہنچ جائے تو دیت کامل ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رحم کے چار خانے ہیں: ایک خانہ کا تعلق باپ کی شکل سے دوسرے خانہ کا تعلق ماں کی شکل سے اور تیسرے خانہ کا تعلق چچاؤں کی شکل سے اور چوتھے خانہ کا تعلق ماموؤں کی شکل سے ہوتا ہے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ''احسن الخالقین'' کہا ہے تو کیا اللہ کے علاوہ بھی کچھ خالق ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ اس کے بندوں میں خالق اور غیر خالق بندے موجود ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندے کا ڈھانچہ مٹی سے خلق کرتے تھے اور اس میں روح پھونکتے تو وہ اللہ کے اذن سے پرندہ بن کر اڑنے لگ جاتا تھا۔

سامری نے لوگوں کے سامنے سونے کا ایک بچھڑا بنایا جس سے بیل کے ڈکارنے کی صدا آتی تھی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ روایات میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی سراح کاتبِ وحی تھا۔ جب سورۂ مومنون کی یہ آیات نازل ہوئیں اور رسولِ خدا نے اسے لکھنے کے لیے کہا اور جب آنحضرتؐ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کے الفاظ پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی سرح کے دل میں فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ کا جملہ پیدا ہوا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: آیت کا اختتام فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ پر کرو۔ جب اس نے یہ جملہ سنا تو دل میں کہا: اگر محمدؐ نبی ہیں تو پھر میں بھی نبی ہوں کیونکہ یہ الفاظ تو میرے ذہن میں بھی اُبھرے تھے۔ چنانچہ وہ مرتد ہوگیا اور مکہ چلا گیا۔ اور اگر بالفرض علمائے عامہ کی بیان کردہ اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی قرآن کے معجزہ ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس طرح کا خیال ہم میں سے بھی کسی کے ذہن میں اُبھر سکتا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ اس بدبخت کے ذہن میں پہلے سے کفر اور نبی اکرمؐ کے خلاف حسد موجود تھا اس لیے اس نے قرآن کے معجزہ اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا تھا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ
غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ
وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ
بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾
فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا
سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ
فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾
فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا
وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ
اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٨﴾
وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
اٰخَرِيْنَ ﴿٣١﴾ ۚ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا
هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا
تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾
اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ
مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ
مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا
ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا
وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا
مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ
الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ
وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا
اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا
رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي
الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ
وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ
يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا
وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ

اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ؕ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا
الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِیْ تُتْلٰی عَلَيْكُمْ
فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۚۖ بِهٖ سٰمِرًا
تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ
اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ
مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ
وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ
بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ؕ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا
فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ
الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا
فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا
اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِیْ
ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ
وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ
قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ
وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ
بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ
مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ؑ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ۙ

رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ فِی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰۤی اَنۡ نُّرِیَکَ مَا
نَعِدُہُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۹۵﴾ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ نَحۡنُ
اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ہَمَزٰتِ
الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

''اور ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے ہیں اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں اور ہم نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور ہم نے اس کو زمین میں ٹھیرایا اور ہم اس کے واپس کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

پھر ہم نے اس پانی کی وجہ سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ تمہارے لئے ان میں بہت سے پھل ہیں اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے رہتے ہو اور ہم نے وہ درخت بھی پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے وہ تیل لے کر اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن کا کام بھی دیتا ہے۔

اور یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ ہم ان کے شکم سے تمہیں سیراب کرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ تمہارے لئے جانوروں میں بہت سے فوائد ہیں اور کچھ جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو؟ اور تمہیں ان پر اور کشتیوں پر سوار کیا جاتا ہے۔

اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف روانہ کیا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے۔ یہ تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو وہ فرشتوں کو بھی بھیج سکتا تھا۔ یہ باتیں تو ہم نے اپنے سابقہ بزرگوں سے بھی

نہیں سنی ہیں۔ یہ ایک ایسا شخص ہے کہ اسے جنون کی بیماری لگ گئی ہے۔ چند دنوں تک اس کا انتظار کرلو۔

اس نے کہا: پروردگار! ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے اس پر میری مدد فرما۔ ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔ جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور اُبلنے لگے تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا سوار کرلینا اور اپنے خاندان کو بھی سوار کرلینا سوائے ان کے جن کے متعلق پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے اور ظالموں کے متعلق مجھ سے سفارش نہ کرنا یہ سب ڈبو دیئے جائیں گے۔

جب تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو جائے تو اس وقت کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات بخشی ہے۔ اور کہہ اے میرے پروردگار! مجھے بابرکت جگہ پر اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے۔ یقیناً اس واقعہ میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ ہم تو امتحان لیا ہی کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔

ہم نے ان میں انہی میں سے رسول بھیجا (اس نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ خدا کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

اس کی قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور جنہوں نے آخرت کی پیشی کو جھٹلایا، اور جنہیں ہم نے دنیاوی زندگی میں آسودگی عطا کی تھی، انہوں نے کہا: یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے اور یہ بھی وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور یہ بھی وہی کچھ پیتا ہے جو کچھ تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے انسان کی اطاعت کرلی تو پھر تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔

کیا یہ تم سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مر کر مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جاؤ گے تو اس وقت تمہیں (قبروں سے) نکالا جائے گا۔ دُور ہے اور بہت دُور

ہے وہ بات جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ دنیاوی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ یہیں ہمیں مرنا اور جینا ہے اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ اس شخص نے تو خدا پر افترا پردازی کی ہے اور ہم اس کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔

رسول نے کہا: میرے پروردگار! ان لوگوں نے میری تکذیب کی ہے اس پر میری مدد فرما۔

ارشاد ہوا کہ عنقریب یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔

آخر کار ایک برحق دھماکہ نے انہیں آن پکڑا، ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ بنا کر رکھ دیا۔ ظالم لوگوں کے لیے دُوری ہے۔ پھر ان کے بعد ہم نے دوسری اقوام کو پیدا کیا۔ کوئی قوم نہ تو اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نہ وقت کے بعد قائم رہ سکی۔

پھر ہم نے اپنے رسولوں کو مسلسل بھیجا۔ جب بھی کسی اُمت کے پاس ان کا رسول گیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ ہم ایک کے بعد ایک اُمت کو ہلاک کرتے گئے اور ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا۔ ایمان نہ لانے والی قوم کے لیے دُوری ہے۔

پھر ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف انہوں نے تکبر کیا اور وہ بلند و برتر لوگ تھے۔ وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے ہی جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں جب کہ ان دونوں کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہے۔

انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی اور وہ ہلاک شدگان میں سے ہوگئے اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تاکہ وہ ہدایت پالیں۔

اور ہم نے فرزندِ مریمؑ اور اس کی والدہ کو اپنی نشانی بنایا اور انہیں ایسی بلند جگہ پر پناہ دی جہاں ٹھہرنے کی جگہ تھی اور بہتا ہوا پانی تھا۔ اے میرے رسولو! تم پاکیزہ غذا کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو مجھے سب کا علم ہے۔ اور یقیناً تمہاری یہ اُمت ایک ہی

اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تم مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔

لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر خوش وخرم ہے۔ انہیں ان کی غفلت میں چھوڑ دو کہ ایک وقت تک پڑے رہیں۔ کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں جو مال و اولاد دے رہے ہیں ہم ان کی بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ انہیں شعور نہیں ہے۔ بے شک وہ لوگ جو خوفِ خدا سے لرزاں رہتے ہیں۔

اور وہ جو کہ اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو کچھ بھی سرانجام دیتے ہیں تو ان کے دل لرزاں رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں سبقت کرتے ہیں اور سب سے آگے نکل جانے والے ہیں۔ ہم کسی متنفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں ان کے پاس دوسرے اعمال ہیں جنہیں وہ انجام دے رہے ہیں۔

یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو پکڑا تو وہ فریاد کرنے لگ گئے۔ آج واویلا مت کرو۔ ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ میری آیات تم پر پڑھی جاتی تھیں تم اُلٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے۔ اکڑتے ہوئے، باتیں بناتے ہوئے اور بکواس کرتے ہوئے۔ تو کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا یا پھر یہ بات ہے کہ ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے آبائے سابقین کے پاس نہیں گئی تھی؟ یا پھر انہوں نے اپنے رسول کو ہی نہیں پہچانا اور اسی لیے وہ اس کا انکار کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ کہتے ہیں کہ اس پر جنون سوار ہے؟ ایسی بات نہیں ہے بلکہ رسول تو ان کے پاس حق لے کر آیا

ہے اور ان کی اکثریت کو حق ناپسند ہے۔

اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو اُن میں رہتے ہیں سب برباد ہوجاتا بلکہ ہم تو ان کا ذکر ہی ان کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ہی ذکر سے اِعراض کررہے ہیں۔

تو کیا آپ ان سے کوئی اُجرت طلب کررہے ہیں؟ جب کہ آپ کے لیے رب کا دیا ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ اور یقیناً آپ انہیں سیدھے راستے کی دعوت دے رہے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اگر ہم ان پر رحم کریں اور ہم ان کی تکلیف کو دُور کردیں تو یہ اپنی سرکشی میں بھٹک جائیں گے۔

ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر بھی وہ اپنے رب کے آگے نہ جھکے اور نہ ہی یہ عاجزی کی روش اپناتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولیں گے تو اس وقت وہ ہر طرف سے مایوس ہوجائیں گے۔

اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے ہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور لیل ونہار کی گردش اسی کے اختیار میں ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں آتی؟ بلکہ بات یہ ہے انہوں نے بھی وہی کچھ کہا جو پہلے لوگوں نے کہا تھا۔

انہوں نے کہا کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ بے شک اس بات کا وعدہ ہم سے کیا گیا ہے اور اس سے قبل ہمارے آباء

واجداد سے بھی یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ تو صرف پرانے وقتوں کے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ زمین اور زمین پر رہنے والے کس کی ملکیت ہیں۔ اگر تم علم رکھتے ہو؟ اس کے جواب میں وہ عنقریب یہ کہیں گے کہ اللہ کی ملکیت ہے۔ آپ کہہ دیں کہ پھر کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے؟

آپ کہہ دیں کہ سات آسمان کس کے ہیں اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ یہ کہیں گے کہ اللہ کی ملکیت ہے۔ آپ کہہ دیں تو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟

آپ کہہ دیں کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ یہ کہیں گے کہ یہ اختیار تو اللہ کو ہی ہے۔ آپ کہہ دیں کہ پھر تم پر کہاں سے جادو کیا جا رہا ہے؟ بلکہ ہم ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور وہ سب جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کسی کو فرزند نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ہر ایک دوسرے پر برتری کی کوشش کرتا۔ جو باتیں یہ کر رہے ہیں اللہ ان سے پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ غیب اور حاضر کے جاننے والا ہے۔ وہ اس شرک سے کہیں بلند ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ میرے پروردگار! جو کچھ ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ عذاب ان پر آ بھی جائے تو مجھے دکھا بھی دے۔

پروردگار! مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ اور ہم ان سے جس عذاب کا وعدہ کر رہے ہیں آپ کو وہ دکھانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ آپ برائی کو اچھے طریقہ سے دُور کریں اور جو کچھ وہ باتیں بناتے ہیں ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہے۔ اور آپ کہہ دیں پروردگار! میں شیطانوں کی ترغیبات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

اور میرے پروردگار! میں اس سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں"۔

بارانِ رحمت

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾
وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ﴿۲۰﴾

''اور ہم نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور ہم نے اس کو زمین میں ٹھیرایا اور ہم اس کے واپس کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ پھر ہم نے اس پانی کی وجہ سے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ تمہارے لئے ان میں بہت سے پھل ہیں اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے رہتے ہو اور ہم نے وہ درخت بھی پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے وہ تیل لے کر اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن کا کام بھی دیتا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو زمین میں ٹھہرایا ہے جس سے کنوئیں چلتے ہیں اور چشمے جاری ہوتے ہیں اور اسی پانی سے دریا اور نہریں رواں دواں ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جنت سے پانچ دریا زمین پر نازل کیے:

① دریائے سیحون جو ہندوستان میں بہتا ہے۔

② دریائے جیحون جو بلخ کا دریا ہے۔

③ دجلہ و ④ فرات جو دونوں عراق میں واقع ہیں۔

⑤ دریائے نیل جو مصر میں رواں ہے۔ اللہ نے ان پانچوں دریاؤں کو ایک ہی چشمہ سے رواں کیا ہے اور زمین پر ان کا پانی جاری و ساری ہے اور ان سے لوگوں کی معیشت کے فوائد وابستہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ...... ''ہم نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی نازل کیا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ سے مراد زیتون کا درخت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو تشبیہ دی ہے۔

''طور'' پہاڑ کو کہا جاتا ہے اور ''سیناء'' سے درخت کو موسوم کیا جاتا ہے اور جس پہاڑ پر درخت ہوں، اسے طورِ سینا کہتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیتون کا درخت بابرکت درخت ہے۔ اُس کا سالن کھاؤ اور اس کے تیل کو استعمال کرو۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنی شہادت سے قبل اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میری میت لے کر ظہرِ کوفہ (نجف) کی طرف جانا اور راستے میں جہاں تمہارے قدم ٹھہرنے جمنے لگیں اور ہوا تمہارا استقبال کرے تو مجھے وہاں دفن کر دینا، وہ جگہ طورِ سینا کی ابتدائی جگہ ہے۔ چنانچہ آپؑ کی اولاد آپؑ کی وصیت پر عمل درآمد کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث کے دوران میں یہ کلمات بھی فرمائے کہ ''غری'' (نجف) پہاڑ کا وہ حصہ ہے جہاں خدا نے موسیٰؑ سے کلام کیا اور اسی جگہ عیسیٰؑ کو تقدس عطا ہوا۔ اسی مقام پر حضرت ابراہیمؑ کو خلیل الرحمٰن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''حبیب'' کا لقب عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو انبیاءؑ کی اقامت گاہ بنایا اور آدمؑ ونوحؑ کے بعد حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے زیادہ بزرگوار کسی شخصیت نے قیام نہیں کیا۔

قولہ تعالیٰ: فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ......

''جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور سے پانی نکلنے لگے تو اس وقت تم خود کو اور اپنے اہل اور اہلِ ایمان کو کشتی پر سوار کر لینا''۔

چنانچہ جب عذابِ خدا شروع ہوا تو حضرت نوحؑ کے تنور سے پانی اُبلنے لگا۔ آپؑ کو اس کی خبر آپؑ کی بیوی نے دی۔ اس کے بعد آپؑ کشتی پر سوار ہوئے۔ (ھکذا فی جوامع الجامع)

حدِ شکر

اُصولِ کافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا شکر کی کوئی ایسی حد ہے کہ جہاں پہنچ کر انسان ''شاکر'' کہلا سکے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! انسان اپنے مال و اولاد کی ہر نعمت پر خدائے متعال کا شکر ادا کرے اور نعمت مال کا شکر یہ ہے کہ اس سے (دوسروں کا) حق ادا کیا جائے۔

کسی جگہ پر اُترنے کی دعا

من لایحضرہ الفقیہہ میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:
اے علیؑ! جب کسی جگہ اُترو تو یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

''پروردگار! مجھے بابرکت جگہ پر اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے''۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جب تم کسی جگہ پر اُترو تو یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ''اے اللہ! ہمیں بابرکت جگہ پر اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے''۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

''لوگو! خداوند کریم نے تمہیں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ وہ تم پر ظلم نہیں کرے گا، لیکن اس نے اس بات کی ضمانت نہیں دی کہ وہ تمہاری آزمائش نہیں کرے گا۔

ارشاد رب العزت: وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ''ہم تو آزمایا ہی کرتے ہیں''۔

قولہ تعالیٰ: فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ''ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ بنا کر رکھ دیا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ غثآء ''خشک گھاس کے تنکوں کو کہا جاتا ہے۔

قولہ: وَّاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ

''اور ہم نے مریمؑ اور اُس کے فرزند کو ایسے مقام پر پناہ دی، جہاں ٹھہرنے کی جگہ تھی اور بہتا ہوا پانی موجود تھا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ''ربوۃ'' سے ''حیرہ'' اور ''ذات قرار ومعین'' سے شہر کوفہ مراد ہے۔
تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

پاکیزہ غذا کھاؤ

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ ...... ''اے رسولو! پاکیزہ غذا کھاؤ''۔

تفسیر مجمع البیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ خود طیب ہے اور وہ طیب چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بھی اسی چیز ہی کا حکم دیا ہے جس کا اُس نے اپنے رسولوں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رسولوں سے ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ ...... ''اے رسولو! تم پاکیزہ غذا کھاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ''اے ایمان والو! تم وہ پاکیزہ غذائیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں''۔ (البقرہ:۱۷۲)

قولہ: اُمَّةً وَّاحِدَةً (ایک امت) تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے مراد ہے ایک مذہب۔ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ (ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر خوش وخرم ہے) مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے دین پر خوش ہے۔

مال واولاد کی کثرت بھلائی کی دلیل نہیں

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

''کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں جو مال واولاد دے رہے ہیں ہم ان کی بھلائیوں میں تعجیل کررہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اُنہیں شعور ہی نہیں ہے''۔

نہج البلاغہ کے خطبہ ''قاصعہ'' میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ کلمات بھی بیان فرمائے: خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر ورعونت کی اجازت دیتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاءؑ اور اولیاء کو یہ اجازت دیتا لیکن اُس نے اُنہیں کبروغرور سے بیزار رکھا اور ان کے لیے عجز ومسکنت کو پسند فرمایا۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے رخسار زمین سے پیوستہ کیے اور چہرے خاک آلودر کھے اور مومنین کے ساتھ تواضع وانکسار سے پیش آتے رہے۔ وہ دنیا میں کمزور وبے بس تھے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے بھوک سے آزمایا۔ تعب ومشقت میں مبتلا کیا۔ خوف وخطر کے موقعوں سے اُن کا امتحان لیا اور ابتلاء ومصیبت سے اُنہیں تہ وبالا کیا۔ لہٰذا خدا کی خوشنودی وعدم خوشنودی کا معیار اولاد ومال کو قرار نہ دو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ دولت اور اقتدار سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ ''وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد سے اُنہیں سہارا دیتے ہیں تو ہم اُن کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم عمل ہیں، مگر (جو اصل واقعہ ہے اسے) یہ لوگ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے، جو بزعمِ خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں، اپنے ان دوستوں کے ذریعہ جو ان کی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں امتحان لیتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندۂ مومن پر دنیا تنگ کرتا ہوں تو وہ غمگین ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ اُس وقت میرے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور جب میں اُس کے لیے دنیا کے دروازے کھول دیتا ہوں تو وہ دنیا پا کر خوش ہوتا ہے، حالانکہ وہ اس وقت مجھ سے دُور ہوتا ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَھُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ کی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا: دنیا کی فراوانی کو لوگ نعمت سمجھتے ہیں، جب کہ وہ لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تو اپنے آپ کو غیر معروف بنا سکتا ہے تو بنا لے اور اگر لوگ تیری تعریف نہ بھی کریں تو اُس میں تیرا کون سا نقصان ہے اور اگر تو خدا کے یہاں لائقِ احترام ہے اور لوگ تیری مذمت کر رہے ہیں تو اس سے تیرا کیا بگڑ جائے گا؟

پھر آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: دو افراد کے علاوہ زندگی میں اور کسی کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے: پہلا وہ شخص ہے جو روزانہ نیکی میں ترقی کرتا رہتا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جو اپنی موت کا استقبال توبہ (و استغفار) سے کرنے والا ہے، لیکن توبہ کہاں؟ خدا کی قسم! اگر کوئی شخص اتنے سجدے کرے کہ اس کی گردن تک ٹوٹ جائے، پھر بھی ہماری ولایت کے بغیر خدائے متعال اُس کی عبادت کو قبول نہیں کرے گا۔ آگاہ رہو! جس نے ہمارے حق کی معرفت حاصل کی اور ہماری وجہ سے ثواب کی اُمید رکھی اور روزانہ نصف مد طعام پر قناعت اختیار کی اور یہ سمجھا کہ دنیا میں اس کا حصہ بس یہی تھا تو ایسے ہی لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور اُن کے متعلق یہ فرمایا ہے:

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُھُمۡ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمۡ اِلٰی رَبِّھِمۡ رٰجِعُوۡنَ ﴿۶۰﴾ "وہ لوگ جو کچھ بھی سرانجام دیتے ہیں تو ان کے دل لرزاں رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں"۔

یہ لوگ اطاعت، محبت اور نورِ ولایت کے باوجود خائف رہتے ہیں۔ ان کا خوف کسی شک کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ وہ اس لیے خوف زدہ رہتے ہیں کہ کہیں ان سے ہماری محبت و اطاعت میں تقصیر نہ ہوگئی ہو۔

روضۂ کافی میں جناب ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُھُمۡ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمۡ اِلٰی رَبِّھِمۡ رٰجِعُوۡنَ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ ان کے لیے

شفاعت بھی ہے اور اُن کے لیے بخشش کی اُمید بھی ہے، اُنہیں ہمیشہ یہ ڈر ستائے رکھتا ہے کہ اگر اُنھوں نے خدا کی اطاعت و اتباع نہ کی تو ان کے اعمال ٹھکرا دیئے جائیں گے اور اُنہیں اس کے ساتھ یہ امید اور توقع بھی رہتی ہے کہ خدا ان کے اعمال قبول فرمائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن ہمیشہ خوفِ خدا سے لرزاں رہتا ہے۔ اسے یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں خدا اُس کے اعمال کو رد نہ کر دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن جو عمل بھی سرانجام دیتا ہے تو اُس کو سرانجام دیتے وقت اس میں خوف اور اُمید دونوں کی کیفیات موجود ہوتی ہیں۔

محاسن برقی میں وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مومن جو بھی کام کرتا ہے وہ خوفِ خدا کے جذبے سے معمور ہو کر کرتا ہے، مگر خوف کے ساتھ ساتھ اُسے یہ امید بھی ہوتی ہے کہ خدا اس کے اعمال قبول کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگ زبان سے حق بات بھی کہیں اور اُس پر عمل بھی کریں، لیکن ان کو اس بات کے متعلق قلبی اطمینان نہ ہو تو انہیں کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔

اُصولِ کافی میں حارث بن مغیرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لقمان کی وصیت میں کیا کچھ تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اُس کی وصیت میں کئی عجیب باتیں تھیں اور اُن میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اُنھوں نے اپنے فرزند سے یہ کہا تھا کہ بیٹا! خدا سے اتنا ڈرو کہ اگر تم جنّ و انس کی عبادت لے کر بھی اُس کے حضور حاضر ہو تو مبادا وہ تمہیں عذاب دے گا اور اس سے امید اتنی رکھ کہ اگر جنّ و انس کے بھی گناہ لے کر اُس کے سامنے حاضر ہو تو وہ تجھ پر رحم کرے گا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

مؤمن دو طرح کے خوف کے اندر رہتے ہوئے عمل کرتا ہے، اُسے اپنے ماضی کا خوف ہوتا ہے کہ نہ جانے اس کے متعلق اُس نے کیا سلوک کرے اور اسے اپنے مستقبل کے متعلق بھی یہ خدشہ رہتا ہے کہ نہ جانے اس میں خدا کیا فیصلہ کرنے والا ہے؟

قولہ تعالیٰ: اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَهُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ ۝۶۱

''یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں سبقت کرتے ہیں اور سب سے آگے نکل جانے والے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد حضرت علی علیہ

السلام ہیں، انہوں نے تمام نیک اعمال میں سبقت کی تھی اور ان پر کسی نے سبقت نہیں کی تھی۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کا طرزِ عمل

ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مناقب میں رقم کرتے ہیں کہ آپؑ کا دستورِ زندگی یہ تھا کہ جب ماہِ رمضان شروع ہوتا تو آپؑ تمام غلاموں کو جمع کر کے اُن میں سے فرداً فرداً مخاطب کر کے اُس کی غلطیاں اُس کے سامنے بیان کرتے۔ تمام غلام اپنی ان غلطیوں کو تسلیم کر لیتے تھے۔

پھر آپؑ ان سے کہتے تھے کہ اب تم مجھ سے یہ کہہ سکتے ہو کہ جس طرح آپؑ نے ہماری ایک ایک غلطی کو لکھا ہے اسی طرح آپ کے خدا نے بھی آپ کے ایک ایک عمل کو لکھا ہے۔ آپ نے زندگی میں جو بھی چھوٹا یا بڑا کام کیا ہے وہ سب خدا کے ہاں لکھا ہوا ہے، آپ ہمیں معاف کر دیں۔ آپؑ کا خدا آپؑ کو معاف کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (نور:۲۲)

"انہیں معاف اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمہیں معاف کرے"۔

پھر آپؑ اپنے غلاموں سے کہتے تھے کہ میں نے تمہاری تمام خطائیں معاف کر دی ہیں اور میں تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کرتا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْأَرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّكُم مِّنَّا لَا تُنصَرُونَ ﴿٦٥﴾

"یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو پکڑا تو وہ فریاد کرنے لگ گئے۔ آج واویلا نہ کرو، ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی"۔

کتاب جوامع الجامع میں مرقوم ہے یہاں عذاب سے، مشرکینِ مکہ کا بدر میں قتل ہونا یا اُن کا بھوکا ہونا، مراد ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بددعا کی تھی اور آپؐ نے فرمایا تھا: پروردگار! قبیلۂ مضر کی سخت گرفت فرما اور جیسا کہ تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط بھیجا تھا ان پر بھی ویسا ہی قحط نازل فرما۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی بددعا قبول فرمالی اور اُن پر قحط مسلط کر دیا۔ بھوک سے تنگ آ کر انہوں نے مُردہ جانور، کتے اور چمڑے بلکہ اپنی اولاد تک کو کھایا۔

قولہ تعالیٰ: اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

"کیا اُن لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا یا پھر بات یہ ہے کہ اُن کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے آبائے اولین کے پاس نہیں آئی تھی"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ مقصد آیت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کریم پر غور کرتے تو اُن کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا اور وہ ایمان لے آتے اور اطاعتِ الٰہی کرتے، جب کہ پیغامِ نبوت اُن کے لیے کوئی نیا نہیں ہے۔ یہ لوگ نسلِ اسماعیلؑ کہلاتے ہیں تو وہ تو خود بھی نبی تھے، اور اُن کے بعد بھی ہدایت یافتہ لوگ اُس خاندان میں موجود رہے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! ربیعہ ومضر کو کبھی سبّ وشتم نہ کرنا وہ دونوں مسلمان تھے اور حارث بن کعب اور اسد بن خزیمہ اور تمیم بن مُر بھی مسلمان تھے۔ اگر تم کسی کے متعلق شک کرتے ہو تو کرتے رہو، لیکن "تبع" کے اسلام میں شک نہ کرنا وہ (خالص) مسلمان تھا۔

اگر حق باطل کی پیروی کرتا تو زمین وآسمان تباہ ہو جاتے

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

"اور اگر حق اُن کی خواہشات کی پیروی اور متابعت کر لیتا تو آسمان اور زمین اور اُن میں رہنے والے سب تباہ و برباد ہو جاتے۔ ہم تو اُن کے پاس اُن کے ذکر ہی کو لائے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے اِعراض کر رہے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حق سے رسول اکرمؐ اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾

"کیا آپ ان سے کوئی اُجرت طلب کر رہے ہیں، جب کہ ہم آپ کے لیے ربِ رزاق کا دیا ہوا رزق ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مقصد آیت یہ ہے کہ آپ لوگوں سے مال و دولت کی شکل میں اُجرت تو طلب نہیں کر رہے، آپ کو اُجرت خدائے متعال عطا کرے گا۔

صراطِ مستقیم

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

"اور یقیناً آپؐ انہیں صراطِ مستقیم (سیدھے راستے) کی دعوت دے رہے ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت صراطِ مستقیم ہے۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: جو دین کی وجہ سے تجھ سے محبت کرے اور تیرے راستے پر چلے تو وہ اُن لوگوں میں سے قرار پائے گا، جنہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوئی ہے اور جو تجھ سے اِعراض کرے اور تجھ سے بُغض رکھے اور تیری نافرمانی کرے تو جب وہ قیامت کے دن خداوند (عادل) کے حضور پیش ہوگا تو اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

صراطِ مستقیم سے مُنحرف افراد

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝

"اور یقیناً وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام خدا تک جانے کا "صراط" ہے اور جو آخرت کے منکر ہیں وہ صراط یعنی امام سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر خدا چاہتا تو وہ لوگوں کو اپنی ذات کی معرفت خود بھی کرا سکتا تھا، لیکن اللہ نے ہمیں اپنا دروازہ اور صراط و سبیل بنایا اور ہمیں اپنے تک پہنچنے کا راستہ بنایا۔ وہ لوگ جو ہماری ولایت سے انحراف کرتے ہیں اور ہمارے اغیار کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں وہ لوگ خدا کی راہ سے منحرف ہیں۔

روضہ کافی کے خطبۂ وسیلہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن میرے دو مخالف ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو اُن میں سے ایک دوسرے سے کہے گا کہ ہائے افسوس! تیرے میرے درمیان پورے دو مشرقوں (مشرقین) کی دُوری ہوتی تو تو بدترین ساتھی ثابت نہ ہوتا۔ اے کاش! میں نے تجھے دوست نہ بنایا ہوتا، تو نے مجھے "ذکر" سے گمراہ کر دیا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! آگاہ رہو! وہ ذکر میں ہی ہوں جس سے اُس شخص نے اپنے دوست کو منحرف کیا تھا اور

میں ہی وہ ایمان ہوں، جس کا اُس نے انکار کیا تھا اور میں ہی وہ قرآن (ناطق) ہوں، جسے اُس نے چھوڑ دیا تھا اور میں ہی وہ دین ہوں جسے اُس نے جھٹلایا تھا اور میں ہی خدا کا وہ راستہ ہوں جس سے وہ منحرف ہوا تھا۔

کافر اپنی روش چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۝

"اور اگر ہم اُن پر رحم کریں اور اُن کی تکلیف دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بہک جائیں گے۔ ہم نے اُنہیں عذاب میں مبتلا کیا، پھر بھی وہ اپنے رب کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی وہ عاجزانہ روش اپناتے ہیں"۔

جوامع الجامع میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ جب ثمامہ بن اثال حنفی نے اسلام قبول کیا اور یمامہ گیا تو اُس نے اہلِ مکہ کے لیے گندم کی رسد بند کر دی، جس کی وجہ سے اہلِ مکہ پر قحط طاری ہو گیا۔ اُس وقت ابوسفیان رسولِ خدا کے پاس آیا اور آپؐ سے کہا: کیا آپؐ اپنے آپ کو رحمۃ للعالمینؐ تصور نہیں کرتے؟

آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں (بحمد للہ) میں واقعی تمام جہانوں کے لیے رحمت ہوں۔

ابوسفیان نے کہا: پھر ہم پر رحم کریں، ہمارے جوانوں کو آپؐ نے تلوار سے قتل کیا ہے اور بچوں کو فاقوں سے مروانا چاہتے ہیں؟

اُصولِ کافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ "استکانت" کیا ہے اور "تضرع" کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: استکانت خضوع کو کہا جاتا ہے اور تضرع ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کو کہتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کے لیے ہاتھ بلند کرنا استکانت میں شامل ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! استکانت کیا ہے؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۝

اس روایت کو ثعلبی اور واحدی دونوں حضرات نے اپنی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: حَتّٰۤی اِذَا فَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیۡدٍ اِذَا هُمۡ فِیۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۷﴾

"یہاں تک کہ جب ہم اُن پر سخت عذاب کا دروازہ کھولیں گے تو اُس وقت وہ ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب آنحضرتؐ نے قبیلۂ مضر پر قحط سالی کے لیے بددعا کی تھی اور فرمایا تھا: خدایا! ان پر وہی قحط مسلط فرما، جو زمانۂ یوسفؑ میں اہلِ مصر پر مسلط کیا تھا۔ قبیلۂ مضر پر اتنا سخت قحط طاری ہوا کہ اُنہوں نے مُردار اور کتے تک کھائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کا اظہار زمانۂ رجعت میں ہوگا۔

قولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾

"اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے ہیں، لیکن تم لوگ بہت کم شکرادا کرتے ہو"۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: "انسان کو دیکھ کر تعجب کرو، یہ چربی سے دیکھتا ہے، گوشت کے ٹکڑے سے گفتگو کرتا ہے، ایک ہڈی سے سنتا ہے اور سوراخوں سے سانس لیتا ہے"۔

اگر خدا زیادہ ہوتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۹۲﴾

"اللہ تعالیٰ نے کسی کو فرزند نہیں بنایا اور نہ ہی اُس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے اور اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ہر ایک دوسرے پر برتری اور فوقیت کی کوشش کرتا۔ یہ لوگ جو باتیں کر رہے ہیں اللہ ان سے پاک و پاکیزہ ہے۔ وہ غیب و حاضر کا جاننے والا ہے اور وہ اس شرک سے کہیں بلند ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو دو خداؤں کا نظریہ رکھتے تھے اور خدائے متعال نے ان سے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے کر الگ ہو جاتا اور ایک خدا دوسرے

پر برتری کی کوشش کرتا۔ مثلاً ایک خدا اگر انسان بنانا چاہتا تو دوسرا کہتا کہ نہیں میں تو اس مواد سے کوئی جانور ہی بناؤں گا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بننے والی چیز نہ انسان ہوتی اور نہ ہی جانور ہوتی بلکہ انسان اور جانور کے بَین بَین پیدا ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا ایک ہے، دو نہیں ہیں اور کائنات کا یہ نظم ونسق خدائے واحد کی دلیل ہے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ فتح بن یزید جُرجانی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ یہ فرمائیں کہ جو چیز عالمِ وجود میں نہیں آئی اور اُس کا عالم وجود میں آنا ممکن بھی نہ ہو تو کیا خدا کو اس کے متعلق بھی علم ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ چیز معرضِ وجود میں آ جائے تو وہ کیسی ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کہ تو انتہائی پیچیدہ بات پوچھ رہا ہے۔ کیا تو نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا "اگر زمین و آسمان میں زیادہ خدا ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے"۔

اور خدا نے یہ بھی فرمایا ہے: وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "وہ ایک دوسرے پر برتری کی کوشش کرتے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہلِ جہنم کا یہ سوال بیان کیا ہے کہ وہ کہیں گے: ارجعنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل "ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے ہم وہاں جا کر نیک عمل کریں گے وہ عمل نہیں کریں گے جو ہم پہلے کیا کرتے تھے)

خدا نے اُن کے متعلق فرمایا ہے: ولو ردوا العاد ولما نهوا عنه "اگر انہیں دنیا میں واپس بھی بھیج دیا جائے تو بھی وہ وہی کچھ کریں گے جس سے اُنہیں روکا گیا ہے"۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "عالم الغیب" سے مراد ہے کہ جو چیز ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آئی خدا اس کو بھی جانتا ہے اور "والشہادۃ" کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز کائنات میں وقوع پذیر ہو چکی ہے خدا اس کو بھی جانتا ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حاکم ابوالقاسم حسکانی نے ابن عباسؓ اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مقامِ منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ۔ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے دیکھو گے کہ میں لشکر لے کر تمہیں سزا دینے کے لیے آ جاؤں گا۔

پھر آنحضرتؐ نے بائیں کاندھے کی طرف دیکھا تو وہاں حضرت علی علیہ السلام کھڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں میں سزا دوں گا یا پھر علیؑ سزا دے گا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾

''آپ کہہ دیں کہ میرے پروردگار! جو کچھ اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ عذاب ان پر آ بھی جائے تو مجھے دکھا دینا''۔

برائی کو اچھائی سے دُور کریں

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

''آپ برائی کو اچھے طریقے سے دور کریں جو کچھ وہ باتیں بنا رہے ہیں وہ ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہیں''۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے بشر بن عطارد یتمی کی گرفتاری کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ اس شخص نے بشر کو گرفتار کیا۔ راستے میں اس کا گزر بنی اسد کے پاس سے ہوا تو نعیم بن دجاجہ اسدی نے اسے قاصد کے قبضہ سے چھین کر آزاد کر دیا۔

امیر المومنینؑ نے دوبارہ اس کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجا تو وہ آپؑ کے پاس آیا اور اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا: امیر المومنینؑ! آپؑ کے ساتھ رہنا ذلت وخواری ہے، البتہ آپؑ کو چھوڑنا بھی کفر ہے۔ جب آپؑ نے یہ جملہ سنا تو فرمایا: تم نے جو پہلا جملہ کہا ہے وہ بُرا ہے لیکن تمہارا دوسرا جملہ اچھا ہے۔ اسی لیے ہم بھی تمہاری برائی کو اچھائی سے دفع کر رہے ہیں۔ جاؤ تم آزاد ہو۔

محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ کے ضمن میں تقیہ بھی شامل ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾

''آپؐ کہہ دیں کہ پروردگار! میں شیاطین کی ترغیبات سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں رقم ہے کہ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ سے شیاطین کے وہ وسوسے مراد ہیں، جو تمہارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْٓ
اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ
وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ
اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ۚ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ
النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِیْ تُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ
اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ
تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا
لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا

قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا
وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ
لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾

"(یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے)، یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی پر موت طاری ہوگی تو وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے۔ شاید واپس جا کر میں اس چھوڑی ہوئی دنیا میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک زبانی بات ہی ہے جسے وہ کہہ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے اُن کے محشور ہونے کے دن تک عالمِ برزخ ہے۔

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُن کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے (حال احوال) پوچھیں گے۔ جن لوگوں کے میزان وزنی ہوں گے تو وہ نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے میزانِ عمل ہلکے ہوں گے تو وہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی، اور ان کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔ (اُن سے کہا جائے گا کہ) کیا میری آیات تمہارے سامنے تلاوت نہ کی جاتی تھیں اور تم اُنہیں جھٹلایا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ لوگ (ہو گئے) تھے۔ پروردگار! اب ہمیں دوزخ سے نکال لے۔ اگر ہم دوبارہ بُرے عمل کریں تو پھر ہم قصوروار ہوں گے۔

خدا کہے گا: اب تم دوزخ میں ذلت وخواری کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔ میرے کچھ بندے ایسے تھے جو دعا مانگ کر کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے ہیں، ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما (کیونکہ) تو سب رحم کرنے والوں سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔

تو تم لوگوں نے ان کا مذاق بنا لیا تھا، یہاں تک کہ اُنہوں نے تم سے میری یاد کو فراموش کرا دیا تھا اور تم اُن پر ہنستے رہتے تھے۔ آج میں نے انہیں ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہ کامیاب ہو چکے ہیں۔ پھر خدا کہے گا کہ بتاؤ تم زمین میں کتنے سال رہے تھے؟

وہ کہیں گے: ہم تو زمین پر ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی رہے تھے۔ شمار کرنے والوں سے بھی پوچھ لے۔ خداوند متعال کہے گا کہ تم تھوڑا عرصہ ہی رہے ہو، کاش تمہیں اس کا علم ہوتا۔

کیا تم نے یہ خیال کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے؟ پس حقیقی بادشاہ اللہ ہی بلند وبالا ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ عرشِ کریم کا رب ہے۔ جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے گا جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اُس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ کفر کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور آپ کہہ دیں کہ میرے پروردگار! مغفرت فرما اور رحم کر تو تمام رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے"۔

مانعینِ زکوٰۃ کی حسرت

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

"یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی پر موت طاری ہوگی تو کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے۔ شاید واپس جا کر میں اس چھوڑی ہوئی دنیا میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں، یہ

تو ایک زبانی بات ہی ہے جسے یہ کہہ رہا ہے ان کے پیچھے ان کے مبعوث ہونے کے دن تک عالم برزخ ہے"۔

کتاب ثواب الاعمال کی ایک اور الکافی کی دو روایات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ آیت اُن لوگوں کے لیے ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ جب ان پر موت وارد ہوگی تو وہ درخواست کریں گے کہ خدایا! ایک دفعہ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے، ہم وہاں جا کر نیک عمل کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ جا کر زکوٰۃ ادا کریں گے جسے خدا سختی سے ٹھکرا دے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا: موت کے وقت تارکِ زکوٰۃ خدا سے درخواست کرے گا کہ وہ اُسے دوبارہ دنیا میں بھیج دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِۙ ﴿۹۹﴾

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی امالی میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی کافر مرتا ہے تو اُس کے جنازے کے ساتھ دوزخ کے ۷۰ ہزار فرشتے بطور محافظ چلتے ہیں اور وہ اُس کی قبر تک اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ مرنے والا اپنی لاش اُٹھانے والوں کو چیخ چیخ کر واسطے دیتا ہے کہ مجھے نہ لے جاؤ۔ انسان اور جنات کے علاوہ باقی تمام مخلوق اس کی چیخ و پکار کی صداؤں کو سنتی ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے:

لَوۡ اَنَّ لِىۡ كَرَّةً فَاَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۸﴾ (الزمر:۵۸) "کاش! مجھے واپس جانے کی اجازت مل جائے تو میں نیک لوگوں میں سے ہوں گا"۔

اس وقت مرنے والا خدا سے کہتا ہے: رَبِّ ارۡجِعُوۡنِۙ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّىۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ "پروردگار! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے، شاید میں اس چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک عمل کروں"۔ اُس کے جواب میں دوزخ کے محافظ فرشتے اُس سے کہتے ہیں: كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ "ہرگز نہیں، یہ تو زبانی بات ہی ہے جسے وہ کہہ رہا ہے۔ ان لوگوں کے پیچھے اُن کے مبعوث (محشور) ہونے کے دن تک عالمِ برزخ ہے"۔

برزخ

وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

"ان لوگوں کے پیچھے اُن کے مبعوث (محشور) ہونے کے دن تک عالمِ برزخ ہے"۔

تفسیر قمی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ برزخ سے مراد موت اور روزِ آخرت کا درمیانی زمانہ ہے اور اسی کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے تم (شیعوں) کے متعلق اگر خوف ہے تو صرف برزخ ہی کا ہے۔ پھر جب (قیامت میں) معاملہ ہمارے پاس آ جائے گا تو ہم تم پر بڑے مہربان ہوں گے۔

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوتی ہے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فرزندِ آدم کے لیے تین گھڑیاں بہت مشکل ہیں:

① وہ گھڑی جب وہ ملک الموت کو دیکھتا ہے۔

② وہ گھڑی جب وہ اپنی قبر سے محشور کیا جائے گا۔

③ وہ گھڑی جب وہ رب العالمین کے حضور کھڑا ہوگا، اس وقت یا تو جنت میں جائے گا یا پھر دوزخ میں۔

آپؑ نے مزید ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو نے موت کے وقت نجات حاصل کر لی تو بہتر ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جب تجھے قبر کے سپرد کیا جائے گا اگر اُس وقت تو نے نجات حاصل کر لی تو بہتر ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جب تو صراط سے گزرے گا اگر تو نے اس وقت نجات حاصل کر لی تو بہتر ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جب تو رب العالمین کے حضور پیش ہوگا اور اگر تو نے اُس وقت نجات حاصل کر لی تو بہتر ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

پھر آپؑ نے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ کی آیت مجیدہ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ برزخ قبر ہے اور ذکرِ خدا سے منہ موڑنے والوں کے لیے وہاں زندگی تنگ ہوگی۔ خدا کی قسم! قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

الکافی میں عمر بن یزید سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولاؑ! میں نے آپؑ سے یہ الفاظ سنے ہیں: ''ہمارے شیعوں کے جیسے بھی عمل ہوں گے وہ پھر بھی جنت میں جائیں گے''۔ آخر آپؑ کے فرمان کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں نے تم سے سچ کہا ہے کہ خدا کی قسم! وہ جنت میں جائیں گے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! گناہانِ کبیرہ کا کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: قیامت کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وصی نبی علی علیہ السلام کی شفاعت کے سبب سے تم سب جنت میں جاؤ گے۔ البتہ مجھے تمہارے لیے برزخ کا خوف ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: برزخ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: موت سے قیامت تک کا درمیانی عرصہ برزخ ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: تم سے پہلے عزت کی منزلیں رکھنے والے اور فخر و بلندی کی فراوانی رکھنے والے کئی تاجدار گزرے ہیں، اُن کے علاوہ کچھ دوسرے درجہ کے بلند منصب افراد گزر چکے ہیں، اب وہ برزخ کی وادی کے راہی ہیں، جہاں زمین ان پر مسلط کر دی گئی ہے، جس نے ان کا گوشت کھایا اور لہو چوس لیا ہے۔ چنانچہ وہ قبر کے شگافوں میں نشو و نما کھو کر جماد کی صورت میں پڑے ہیں اور یوں نظروں سے اُوجھل ہو گئے ہیں کہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ نہ پُر ہول خطرات کا آنا اُنہیں خوف زدہ کرتا ہے اور نہ حالات کا انقلاب انہیں اندوہ ناک بناتا ہے، وہ نہ زلزلوں کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ بجلی کی کڑک پر کان دھرتے ہیں۔ وہ ایسے غائب ہیں جن کا انتظار نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے۔ وہ مل جل کر رہتے تھے، جواب بکھر گئے ہیں اور آپس میں میل محبت رکھتے تھے جواب جدا ہو گئے ہیں۔ اُن کے واقعات سے بے خبری اور اُن کے گھروں کی خاموشی امتدادِ زمانہ اور دوریِ منزل کی وجہ سے نہیں، بلکہ اُنہیں موت کا ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی گویائی چھین کر اُنہیں گونگا بنا دیا ہے اور قوتِ شنوائی سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اور اُن کی حرکت و جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے، گویا وہ سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے ہوئے ہوں۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے اُنس و محبت کا تعلق نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں ہیں، ان کی جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں۔ وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے بھی اکیلے ہیں اور دوست ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر ہیں اور دن ہو تو اس کی شام سے ناآشنا ہیں۔ جس رات یا جس دن میں اُنہوں نے رختِ سفر باندھا ہے وہ ساعت اُن پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے اور اُنہوں نے منزلِ آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے کہیں زیادہ ہولناک پایا، جتنا اُنہیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر پایا جتنا وہ اندازہ لگاتے تھے۔ منزلِ انتہا کو جائے بازگشت تک پھیلا دیا گیا ہے۔ اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے اُن کی زبانیں گنگ ہو جاتیں۔

الکافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی مومن پر نزع کا عالم طاری

ہوتا ہے اور اُس کی زبان بولنے سے قاصر ہو جاتی ہے تو اُس وقت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرا جسے خدا چاہتا ہے (مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں) مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ حضرت رسول اکرمؐ مرنے والے کے دائیں جانب اور دوسری شخصیت بائیں جانب بیٹھ جاتی ہے۔ اس وقت رسولِ خدا مرنے والے سے فرماتے ہیں کہ تو جس چیز کی اُمید کیا کرتا تھا وہ تیرے سامنے آنے والی ہے اور تجھے جس بات کا خوف تھا اب تو اُس سے مطمئن ہو چکا ہے۔

پھر اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ رسول اکرمؐ اس سے فرماتے ہیں کہ یہ جنت میں تیرا مقام ہے۔ اگر تو چاہے تو ہم تجھے دنیا میں واپس بھیج دیں اور دنیا میں تیرے پاس سونے چاندی کے ذخائر ہوں گے۔

اُس وقت مومن کہتا ہے کہ مجھے دنیا میں واپس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُس وقت اُس کا چہرہ سفید ہو جاتا ہے اور اُس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور اُس کے ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں اور اُس کے نتھنے پھیل جاتے ہیں اور اُس کی بائیں آنکھ سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

جب تم یہ علامات دیکھو تو اُس پر کفایت کرو۔ جب اُس کا نفس اُس کے بدن سے جدا ہوتا ہے تو اُس نفس کو بھی بدن جیسی پیش کش کی جاتی ہے، لیکن وہ آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ پھر جب غسل وکفن کے مراحل طے ہو جاتے ہیں اور مومن کی میت کو قبرستان لے جایا جاتا ہے تو اُس کی روح جنازے کے آگے آگے چلتی ہے۔ اہلِ ایمان کی ارواح اُس کے استقبال کے لیے آتی ہیں۔ وہ اسے سلام کرتے ہیں اور اُسے خدائی نعمات کی بشارت دیتے ہیں۔

پھر جب اُسے لحد میں لٹا دیا جاتا ہے اور قبر بند ہو جاتی ہے تو اُس میں روح دوبارہ داخل ہو جاتی ہے، لیکن اس بار روح صرف گھٹنوں تک ہی ہوتی ہے۔ پھر اُس سے وہ سوالات کیے جاتے ہیں جنہیں وہ جانتا ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے علم کے مطابق جواب دے دیتا ہے تو پھر اُس کے لیے جنت کا وہی دروازہ کھول دیا جاتا ہے جسے پہلے رسولِ خدا دکھا چکے ہوتے ہیں۔ جنت کے دروازے سے وہ نور، ٹھنڈک اور خوشبو کا مشاہدہ کرتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام اس مقام پر پہنچے تو میں نے عرض کیا: پھر فشارِ قبر کہاں جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: مومن پر فشارِ قبر نہیں ہوتا۔ خدا کی قسم! جب مومن زمین کی پشت پر چلتا ہے تو زمین اُس پر فخر ومباہات کرتی ہے اور وہ دوسری زمین سے کہتی ہے کہ میرے نصیب کی بلندی تو دیکھ، میری پشت پر مومن چل رہا ہے، جب کہ تیری پشت پر مومن نہیں چل رہا۔

جب مومن زمین میں دفن ہوتا ہے تو اُس وقت زمین اُس سے کہتی ہے کہ جب تو میری پشت پر چلتا تھا تو میں اُس

وقت بھی تجھ سے محبت کرتی تھی اور آج تو میرے اندر آیا ہے دیکھنا میں تجھ سے کیسا نیک سلوک کروں گی؟ پھر زمین تاحدِ نگاہ پھیل جاتی ہے۔

ابن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ "خطاب جہنی" ہمارا واقف کار تھا اور وہ آلِ محمدؐ کا بدترین دشمن تھا وہ "نجدہ حروری" کا ساتھی تھا۔ چنانچہ وہ بیمار ہوا اور میں رسمِ دنیا اور تقیہ کے تحت اس کی عیادت کرنے کے لیے اُس کے گھر گیا۔ جب میں پہنچا تو اُس پر موت کی غشی طاری تھی اور وہ زبان سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا:

"اے علیؑ! میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟" میں وہاں سے اُٹھ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے انہیں اس واقعہ سے آگاہ کیا۔

میری بات سننے کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! اُس نے انہیں دیکھا ہے، ربِ کعبہ کی قسم! اُس نے انہیں دیکھا ہے۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میت کے پہلو میں "جریدتین" کیوں رکھے جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب تک لکڑی تازہ رہتی ہے اُس وقت تک مرنے والے پر عذاب نہیں ہوتا اور سارا عذاب اُس وقت ہوتا ہے جب لوگ مُردے کو دفن کر کے واپس آتے ہیں اسی لیے دو لکڑیاں رکھی جاتی ہیں، تاکہ مرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور پھر جب لکڑیاں خشک ہو جاتی ہیں تو اُس کے بعد مرنے والے کو کوئی عذاب نہیں دیا جاتا۔

قبر کی فریاد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قبر کا ہر مقام روزانہ تین مرتبہ آواز دے کر کہتا ہے: میں مٹی کا گھر ہوں، میں بوسیدگی کا گھر ہوں اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔

جب کسی مومن کو قبر میں لٹایا جاتا ہے تو اُس وقت زمین کہتی ہے: تجھے خوش آمدید ہو۔ جب تو میری پشت پر چلتا تھا تو اُس وقت میں تجھ سے محبت کرتی تھی اور آج تو میرے شکم میں آیا ہے تو دیکھنا میں تجھ سے کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں؟

اُس کے بعد تاحدِ نگاہ قبر وسیع ہو جاتی ہے اور جنت کا دروازہ اُس کے لیے کھول دیا جاتا ہے، جہاں اسے اپنی منزل دکھائی دیتی ہے۔ پھر اسی اثناء میں قبر میں اچانک ایک انتہائی خوبصورت انسان نمودار ہوتا ہے۔

مومن اس سے کہتا ہے کہ میں نے آج تک تجھ سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا، اپنا تعارف کرا اور مجھے بتا کہ تو کون ہے؟

وہ حسین شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں نیک عقیدہ اور نیک عمل ہوں جسے تو زندگی میں بجالاتا تھا۔ پھر اُس کی روح کو وہاں سے جنت کے گھر میں منتقل کردیا جاتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ آرام وسکون کی نیند سو جا۔ جنت کے جھونکے اُس کے بدن کو محظوظ کرتے رہتے ہیں اور وہ مبعوث ہونے تک ان کی لذت اور خوشبو کو محسوس کرتا رہے گا۔

اور جب کسی کافر کو دفن کیا جاتا ہے تو اُس وقت زمین قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔ جب تو اپنی زندگی میں میری پشت پر چلتا تھا تو میں اُس وقت بھی تجھ سے نفرت کرتی تھی اور آج جب تو میرے شکم کا قیدی بن چکا ہے اور تو دیکھنا میں تجھ سے کیا سلوک کرتی ہوں؟

اُس کے بعد قبر کے دونوں حصے آپس میں مل جاتے ہیں اور اُس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ یہ عمل بار بار دُہرایا جاتا ہے۔ اس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جہاں اُسے اپنا ٹھکانا دکھائی دیتا ہے۔

اسی اثنا میں قبر سے ایک انتہائی بدصورت شخص نمودار ہوتا ہے۔ کافر اُسے دیکھ کر کہتا ہے کہ تو کون ہے میں نے زندگی میں تجھ سے بدصورت شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ بدصورت شخص اُس سے کہتا ہے کہ میں تیرا غلط عقیدہ اور برا عمل ہوں، پھر اُس کی روح کو اس کے دوزخی ٹھکانے میں لے جایا جاتا ہے جہاں وہ روزِ قیامت تک دوزخ کی تپش اور بدبو کو محسوس کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی روح پر ننانوے سانپ مسلط کردیتا ہے اور وہ سانپ اتنے زہریلے ہیں کہ اگر ایک سانپ بھی زمین پر پھونک مارے تو زمین سے کوئی انگوری پیدا نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر روزانہ آواز دے کر کہتی ہے: میں غربت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں اور میں قبر ہوں۔ میں یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوں یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوں۔

حبۃ العرنی بیان کرتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ پشتِ کوفہ (نجف) کی طرف گیا۔ آپؑ وادی السلام میں آ کر رُک گئے اور مجھے یوں لگا جیسے آپ یہاں ٹھہر کر لوگوں سے گفتگو کر رہے ہیں۔ پہلے تو میں کھڑا رہا جب کھڑے کھڑے تھک گیا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں بیٹھے بیٹھے تنگ ہوا تو اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بیٹھا، پھر اُٹھا اور میں نے اپنی چادر اکٹھی

کی اور عرض کیا کہ امیرالمومنینؑ! آپؑ کافی دیر سے کھڑے ہیں آپؑ بیٹھ جائیں۔ میں نے آپؑ کے لیے چادر بچھائی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں تو اہلِ ایمان سے گفتگو کر رہا ہوں اور اُن سے اُنس حاصل کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! کیا واقعی ایسا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حبہ! تم کیا جانو؟ اگر تمہارے سامنے سے حجاب ہٹا دیئے جائیں تو تم دیکھو گے کہ وہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور گفتگو کر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: وہ اجسام کی حالت میں ہیں یا اَرواح کی حالت میں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اَرواح ہیں، مومن زمین کے جس حصہ پر بھی مرے، اُس کی روح سے کہا جاتا ہے کہ وادی السلام میں دوسری اَرواح کے ساتھ ملحق ہو جا۔ یہ جگہ جنتِ عدن کا ایک ٹکڑا ہے۔

احمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی بغداد میں رہتا ہے اور مجھے اُس کے متعلق یہ ڈر ہے کہ وہ کہیں بغداد میں ہی نہ مر جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ کہاں مرے؟ یاد رکھو! مومن خواہ مشرق میں مرے یا مغرب میں، اللہ تعالیٰ اُس کی روح کو وادی السلام میں جمع کر دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ وادی السلام کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کوفہ کی پشت پر واقع ہے۔ میں اُنہیں (مومنین کو) دیکھ رہا ہوں کہ وہ حلقے باندھے آپس میں محوِ گفتگو ہیں۔

ابوولاد الحناط بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میں آپؑ پر نثار ہو جاؤں۔ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان کی اَرواح سبز رنگت کے پرندوں کے پوٹوں میں بند ہوتی ہیں اور وہ پرندے عرشِ الٰہی کے گرد رہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے، مومن کی شان خدا کی نظر میں اُس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ خدا اُس کی روح کو کسی پرندے کے پوٹے میں رہائش عطا کرے۔ اہلِ ایمان کو خدا نے اُن کے سابقہ ابدان کی طرح سے بدن دیئے ہوئے ہیں۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ ایمان کے اَرواح جنت کے درخت میں ہیں۔ وہ وہاں سے کھاتے اور پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمارے لیے قیامت قائم فرما اور تو نے ہم سے جو وعدہ

کیا ہے اُسے پورا فرما اور ہمارے آخری فرد کو پہلے فرد سے ملحق فرما۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ ایمان کے اَرواح اَجساد کی صفت میں جنت کے درخت میں ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور ایک دوسرے سے سوال جواب کرتے ہیں۔ جب کوئی نئی روح ان اَرواح کے پاس جاتی ہے تو وہ اُس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا بنا اور فلاں کا کیا بنا؟ اگر آنے والی روح کہتی ہے کہ میں نے اُسے زندہ چھوڑا ہے اور میں اس سے پُر امید ہوں اور اگر وہ یہ کہے کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے تو باقی اَرواح کہتی ہیں کہ پھر وہ دوزخ کے درکات ہی میں جا گرا ہے۔ (کیونکہ اگر وہ نیک بخت ہوتا تو اس کی روح ہمارے پاس آئی ہوتی)۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفرؑ صادق علیہ السلام سے اَرواحِ مومنین کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ جنّت کے حجروں میں قیام پذیر ہیں۔ وہ طعامِ جنت کھا رہی ہیں اور جنت کا پانی پی رہی ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ پروردگار! ہمارے لیے قیامت قائم فرما اور تو نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا فرما اور ہمارے آخری فرد کو پہلے سے ملحق فرما۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن (اِس) جہان سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرے اہلِ ایمان اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ اگر مومن کہتا ہے کہ وہ مر گیا ہے اور وہ اُن کے پاس نہ پہنچا ہو تو اُس وقت وہ کہتے ہیں کہ یقیناً وہ دوزخ کے گڑھے میں گرا ہے۔ پھر مومن ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اب اسے آرام کرنے دو، یہ موت کا ذائقہ چکھ کر آیا ہے۔

یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: یہ بتاؤ لوگ ارواحِ مومنین کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہلِ ایمان کی رُوحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ پرندے زیرِ عرش قندیلوں میں ہوتے ہیں۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! مومن کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ خدا اُس کی روح کو پرندے کے پوٹے میں بند کرے۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا: یونس! جب کسی مومن پر موت طاری ہونے لگتی ہے تو اُس کے پاس محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ صلوات اللہ علیہم اور ملائکہ مقربین آتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو اُس کی روح کو دنیا کے جسم کی طرح کا ایک (مثالی) جسم دے دیتا ہے۔ چنانچہ مومن کھاتے پیتے رہتے ہیں اور جب اُن کے پاس کوئی نیا

شخص جاتا ہے تو وہ اُس کی دنیاوی صورت کی وجہ سے اُسے پہچان لیتے ہیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اَرواحِ مومنین کے متعلق ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ سبز رنگت کے پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں اور وہ جنت کی غذا کھاتی ہیں، پھر عرش کے نیچے نورانی قندیلوں میں آ کر ٹھہرتی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو پھر وہ پرندوں کے پوٹوں میں کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا: آپؑ ہی بتائیں کہ وہ کہاں رہتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جنت کے باغ میں رہتی ہیں اور انہیں اجسامِ مثالی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ارواحِ مشرکین کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ دوزخ میں عذاب جھیلتی رہتی ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ پروردگار! ہمارے لیے قیامت قائم نہ کر اور تو نے ہم سے جو وعدے کیے ہیں اُنہیں پورا نہ کر اور ہمارے آخری فرد کو پہلے فرد سے ملحق نہ کر۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دوزخ کا بدترین کنواں ''برہوت'' ہے جس میں کفار کی اَرواح رہتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: روئے زمین پر بدترین پانی 'برہوت' کا پانی ہے جو کہ ''حضرموت'' میں واقع ہے۔ کفار کے اجسامِ مثالی اس پر وارد ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قبر میں خالص ایمان یا خالص کفر کے متعلق ہی سوال کیا جاتا ہے اُس کے علاوہ باقی سوالات نہیں کیے جاتے۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص فشارِ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بہت کم لوگ ہی اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

ابوبکر حضرمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ قبر میں کیا پوچھا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: قبر میں خالص ایمان یا خالص کفر کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔

میں نے کہا کہ ملائکہ کس کے متعلق پوچھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: امامِ زمانہؑ کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ مومن سے کہا جاتا ہے کہ تو فلاں بن فلاں کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے؟

مومن جواب میں کہتا ہے کہ وہ میرا امام ہے۔ اُس وقت اُس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا۔ خدائے متعال تیری آنکھوں کو نیند نصیب کرے اور اُس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جس سے روزِ قیامت تک خوشبو آتی رہتی ہے۔ جب کہ کافر سے کہا جاتا ہے کہ تو فلاں بن فلاں کے متعلق کیا کہتا ہے؟ جواب میں وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کا نام تو سنا ہے اُس سے زیادہ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔

اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے کچھ بھی علم حاصل نہیں کیا۔ پھر اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جس کی تپش قیامت تک اُسے محسوس ہوتی رہے گی۔

ضریس کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ دریائے فرات جنت سے نکلتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ دریا تو مغرب سے نکلتا ہے پھر اس میں ندی، نالے اور چشموں کا پانی شامل ہوتا رہتا ہے جس سے یہ دریا کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک جنت پیدا کی ہے اور تمہارا فرات بھی اسی سے نکلا ہے، اور شام کے وقت مومنین کی اَرواح اپنی قبروں سے نکلتی ہیں اور وہاں جاتی ہیں اور وہاں کے پھل تناول کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جب صبح ہوتی ہے تو ایک ہوا چلتی ہے جو انہیں ان کے قبور تک لے آتی ہے۔ اس کے علاوہ خدا نے مشرق میں ایک آگ پیدا کی ہے، جہاں کفار کی اَرواح رہتی ہیں اور زُقوم کا زہریلا پھل کھاتی ہیں اور آبِ حمیم پیتی ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو ایک زوردار ہوا، اُنہیں وہاں سے یمن کی ایک وادی ''برہوت'' میں لے آتی ہے جہاں دنیا کی سخت ترین آگ ہے اور وہاں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جب شام ہوتی ہے تو اُنہیں دوزخ میں بھیج دیا جاتا ہے، اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! یہ فرمائیں، ان موحدین کا کیا بنے گا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ گناہ بھی کرتے ہیں اور وہ معرفتِ امامؑ کے بغیر مر جاتے ہیں اور آپؑ کی ولایت سے واقف نہیں ہوتے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ اپنی قبروں میں ہی پڑے رہیں گے، البتہ ان میں سے جن کے نیک عمل ہوں گے اور اس نے ہمارے لیے کسی عداوت کا اظہار نہ کیا ہوگا تو اُن کے لیے جنت تک ایک راستہ بنا دیا جائے گا۔ ان کی اَرواح قبروں سے نکل

کر جنت میں جائیں گی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر قیامت کے دن جب وہ خدا کے حضور پیش ہوں گے تو خدا اُن کی نیکیوں اور برائیوں کا ان سے حساب لے گا۔ چاہے تو اُنہیں جنت میں بھیج دے اور چاہے تو اُنہیں دوزخ میں بھیج دے۔ ان کا معاملہ امرالٰہی پر منحصر ہے۔ ان کے علاوہ مستضعف افراد، نادانوں اور مسلمانوں کے نابالغ بچوں کا بھی یہی معاملہ ہے اور جہاں تک اہلِ قبلہ ناصبیوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے دوزخ تک ایک راستہ بنا دیا جاتا ہے، چنانچہ دوزخ کے شعلے اور اس کا دھواں اُن کی قبروں تک پہنچتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ (مومن:۷۱-۷۲)

''پھر اُنھیں دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک ٹھہرایا کرتے تھے''۔

اوران سے کہا جائے گا کہ بتاؤ تمہارا وہ امام کہاں ہے جسے تم نے خدا کے مقرر کردہ امام پر ترجیح دی تھی۔

جب صور پھونکا جائے گا تو تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱۰۱ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۲ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۳

''پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ جن لوگوں کے میزان وزنی ہوں گے وہ نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے میزانِ عمل ہلکے ہوں گے وہ وہی ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے بھائی زید بن موسیٰ کاظمؑ نے اپنی اعلیٰ نسبی پر فخر کیا تھا تو امام علی رضا علیہ السلام نے اُس سے فرمایا:

سنو! جو کسی نافرمان سے محبت رکھے تو وہ بھی نافرمان ہے اور جو کسی اطاعت گزار سے محبت رکھے وہ بھی اطاعت گزار

ہے اور جو کسی ظالم کی مدد کرے تو وہ بھی ظالم ہے اور جو کسی ظالم سے ترکِ تعلق کرے تو وہ عادل ہے۔ کسی بھی انسان کی خدا سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے، خدا کی سرپرستی حاصل کرنے کے لیے اطاعتِ خداوندی ضروری ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عبدالمطلب سے فرمایا تھا کہ تم میرے پاس اپنے احساب (ذاتی خوبیاں) لے کر آنا اس کی بجائے اپنے انساب لے کر مت آنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فِى جَهَنَّمَ خَـٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن اعمال کے بغیر کوئی آگے نہیں بڑھ سکے گا اور اس کی دلیل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"لوگو، یاد رکھو! عربیت کوئی والد نہیں ہے۔ یہ تو ایک بولی جانے والی زبان ہے جو بھی یہ زبان بولے وہ عربی ہے۔ تم سب اولادِ آدمؑ ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے خدا کے حضور وہی مکرّم ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔

اس کی دوسری دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فِى جَهَنَّمَ خَـٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر حسب نسب ٹوٹ جائے گا، مگر میرا حسب نسب اس سے مستثنیٰ ہوگا۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی عبادت

ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے مناقب میں یہ روایت نقل کی ہے۔

طاؤس یمانی (مشہور تابعی فقیہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو عشاء سے لے کر سحر تک طواف اور عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ جب ستارے ڈوبنے لگے تو اُنہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

پروردگار! تیرے آسمانوں کے ستارے ڈوب رہے ہیں اور تیری مخلوق کی آنکھیں سو چکی ہیں، جب کہ تیرے

دروازے سوال کرنے والوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تو میری مغفرت کرے اور مجھ پر رحم کرے اور عرصۂ قیامت میں مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دکھائے۔ یہ کہہ کر آپؑ رونے لگے اور آپؑ نے یہ کہا: (خدایا) مجھے تیری عزت وجلال کی قسم! میں نے اپنی معصیت کے ذریعہ سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا اور جب میں نے تیری معصیت کی تھی تو اُس وقت مجھے تیرے متعلق کوئی شک بھی نہ تھا اور میں تیرے عذاب سے ناواقف بھی نہیں تھا اور نہ ہی تیری عقوبت کو دعوت دینے والا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے نفس نے اُسے میرے لیے مزین کر دیا تھا اور اس کی مدد تیری اس پردہ پوشی نے کی جو تو نے میری ہمیشہ کی ہے۔ اب تیرے عذاب سے مجھے کون چھڑائے گا؟ اور اگر تو نے اپنی رسّی مجھ سے قطع کر دی تو میں کس کی رسّی کو تھاموں گا؟ افسوس میری اس خواری پر جب تیرے حضور کھڑا ہوں گا اور جب سُبک باروں سے کہا جائے گا کہ تم جاؤ اور گراں باروں کو روک لیا جائے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اس وقت سبک باروں میں ہوں گا یا گراں باروں میں؟ ہائے افسوس! مجھ پر جتنا میری زندگی دراز ہوتی گئی اتنی ہی میری خطائیں بڑھتی گئیں اور میں توبہ بھی نہ کر سکا۔ کیا اب بھی میرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے شرم کروں؟ پھر آپؑ زار وقطار روئے اور یہ اشعار پڑھے:

اتحرقني بالنار یاغایة المنٰی — فاین رجائي ثم این محبتي

اتیت باعمال قباح ردیة — ومافی الوریٰ خلق جنا کجنایتي

”اے منتہائے آرزو! کیا تو مجھے آگ سے جلائے گا؟ اگر ایسا ہوا تو میری اُمید کا کیا ہوگا اور میری محبت کہاں جائے گی؟

میں نے بُرے اور بیکار کام کیے ہیں اور مخلوق میں کسی نے بھی میری طرح سے جرم نہیں کیا ہوگا؟“

پھر آپؑ روتے رہے اور رو رو کر آپؑ یہ کہتے تھے: تو پاک ہے تیری نافرمانی یوں کی جاتی ہے گویا تو دیکھ ہی نہ رہا ہو۔ اور تو ایسی بُردباری کا مظاہرہ کرتا ہے گویا تیری نافرمانی ہی نہ ہوئی ہو۔ تو حُسنِ سلوک سے اپنی مخلوق سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے، گویا تو ان کا حاجت مند ہے، حالانکہ میرے آقا تو سب سے بے نیاز ہے۔

پھر آپؑ سجدہ میں گر گئے۔ میں آپؑ کے قریب گیا تو میں نے محسوس کیا کہ آپؑ خوفِ خدا سے بے ہوش ہو چکے ہیں۔ میں نے آپؑ کا سرِ اطہر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور آپؑ کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔ مجھے میرے رب کے ذکر سے کس نے ہٹایا ہے؟

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ ! میں طاؤس ہوں، یہ جزع فزع کیوں ہے؟ اس طرح کا جزع فزع تو ہم جیسے نافرمان اور گناہ گاروں کو کرنا چاہیے۔ آپؑ کے والد امام حسینؑ ہیں اور آپؑ کی والدہ حضرت فاطمہ زہراءؑ ہیں اور آپؑ کے نانا رسول اکرم صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: طاؤس! مجھے یہ بتاؤ کہ میرے والد، والدہ اور نانا کون تھے؟ اللہ تعالیٰ نے جنت اُس کے لیے پیدا کی ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہو اور نیک عمل کرتا ہو، خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جہنم اپنے نافرمانوں کے لیے پیدا کی ہے۔ نافرمانی کرنے والا خواہ قرشی ہی کیوں نہ ہو۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ”خدا کی قسم! کل تجھے تیرے وہ نیک عمل ہی فائدہ دیں گے، جنھیں تو آگے روانہ کر چکا ہوگا“۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ وزبیر کے ایک سوال کے جواب میں یہ جملے بھی تحریر کیے:

”تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تم دونوں دین میں میرے بھائی ہو اور نسب میں میرے چچازاد ہو۔ جہاں تک نسب کا سوال ہے تو میں اس کا انکار نہیں کروں گا، اگرچہ نسبی رشتہ داریاں ٹوٹ جائیں گی، مگر وہ رشتہ داریاں اس سے مستثنیٰ ہوں گی جنہیں اسلام قائم کرے گا“۔

کربلا میں امام حسینؑ کا رجز

مقتل ابومخنف میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں فوجِ اشقیاء سے کہا تھا: اے لوگو! کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نہیں ہوں؟ یاد رکھو! اس وقت مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ نبیؐ کا کوئی نواسہ موجود نہیں ہے۔

آپؑ نے یہ اشعار بھی پڑھے:

انا ابن علی الحر من ال هاشم — کفانی بهذا مفخر حین افخر
وفاطم امی ثم جدی محمد — وعمی یدعیٰ ذا الجناحین جعفر
ونحن ولاة الحوض نسقی محبنا — بکأس رسول اللّٰه ما لیس ینکر
اذا ما اتی یوم القیامة ظامئا — الی الحوض یسقیه بکفیه حیدر

''میں آزاد علیؑ کا فرزند ہوں اور آلِ ہاشم سے میرا تعلق ہے۔ جب میں فخر کرنا چاہوں تو میرے لیے یہی فخر کافی ہے۔

میری ماں فاطمہ زہراءؑ ہیں، میرے نانا محمد مصطفیٰؐ ہیں اور میرے چچا جعفرؑ ہیں، جنہیں ''دو پَروں والا'' کہا جاتا ہے۔

ہم حوضِ کوثر کے مالک ہیں اور ہم اپنے چاہنے والوں کو رسولِؐ خدا کے پیالے سے کوثر پلائیں گے اور یہ ایسی فضیلت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

جب قیامت کے دن ہمارا محبّ پیاسا ہو کر حوض پر آئے گا تو حیدر کرارؑ اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے جام پلائیں گے۔

آپؑ نے اس کے علاوہ اور اشعار بھی پڑھے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''میرے نانا کے بعد میرے والد ہی تمام مخلوق میں سے خدا کے منتخب کردہ (اور برگزیدہ) ہیں اور میں دو منتخب افراد کا فرزند ہوں۔

میری والدہ فاطمہ زہراءؑ ہیں اور میرے والد علم کے وارث اور ثقلین کے آقا ہیں۔

میں ایسی چاندی ہوں جسے سونے سے نکالا گیا ہے، میں چاندی ہوں اور میرے ماں باپ سونا ہیں۔

میرے والد سورج ہیں اور میری والدہ چاند ہیں۔ میں چمکتا ہوا ستارہ ہوں اور دو چاندوں کا فرزند ہوں۔

میرے والد وہ ہستی ہیں جنہوں نے بچپنے میں خدا کی عبادت کی تھی، جب کہ قریش بت پرستی میں مبتلا تھے۔

خدا نے میرے والد کو فضیلت و تقویٰ سے مخصوص کیا ہے، میں خود روشن ہوں اور دو روشن افراد کا فرزند ہوں۔

میں وہ جوہر ہوں، جو پوشیدہ چاندی سے حاصل ہوا ہے۔ میں وہ جوہر ہوں جو دو قیمتی موتیوں کا فرزند ہے۔

میرے نانا رسولؐ (اکرم) ہیں، جو اندھیروں کا چراغ ہیں اور میرے والدہ (ہستی) ہیں، جس نے

دو بیعتیں کر کے اُن کے تقاضوں پر عمل کیا ہے۔

میرے والد وہ ہستی ہیں جس نے حالتِ رکوع میں اُنگشتری سائل کو عطا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین کے غزوات میں میرے والد کی مدد کی تھی۔ خدا کی قسم! علی مرتضیٰؑ ہی فضیلت کی وجہ سے اہلِ حرمین کے سردار ہیں"۔

اہلِ نار کی حالتِ زار

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

"اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور وہاں اُن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا"۔

احتجاج طبرسی میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی فرمائے ہیں:

"اُن میں کفر کے رہبر اور گمراہی کے قائد بھی ہیں۔ قیامت کے دن اُن کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا اور اُن کی کوئی پروا نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان ظالموں نے خدا کے امر و نہی کی پروا نہیں کی تھی۔ وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اُن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا"۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ جب خدا اہلِ نار سے پوچھے گا: کیا تم پر میری آیات تلاوت نہ کی جاتی تھیں اور تم انہیں جھٹلایا نہ کرتے تھے؟

اس وقت وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اُن کی بدبختی اُن کے اعمال کا نتیجہ ہوگی۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ اہلِ بیت رسولؐ پر جن افراد نے ظلم کیا ہے قیامت کے دن وہ یہی کہیں گے کہ خدایا! ہم پر بدبختی غالب آ گئی تھی۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: علیؑ اور اُس کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کے وقت دس آیات کی

تلاوت کرے گا وہ غافلوں میں شمار نہیں کیا جائے گا اور جو ہر رات میں ایک سو آیات پڑھے گا تو اُس کا نام کامیاب افراد میں لکھا جائے گا۔

قولہ تعالیٰ: قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ۝

"خدا کہے گا کہ بتاؤ زمین میں کتنے سال رہتے رہے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو زمین پر ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی رہے ہیں۔ شمار کرنے والوں سے پوچھ لے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اُن کی گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ خدایا! اگر تجھے ہماری بات کا یقین نہیں ہے تو پھر ان فرشتوں سے پوچھ لے جو ہمارے روز (وشب)، ساعات اور ہمارے اعمال لکھا کرتے تھے۔

کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ جعفر بن محمد بن عمارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیوں پیدا کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بیکار اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنی قدرت کے اظہار کے لیے بنایا ہے اور مقصدِ تخلیق یہ تھا کہ لوگوں کو اپنی اطاعت کا مکلّف بنائے اور مخلوق اُس کی رضا حاصل کر سکے۔ خدا نے مخلوق کو کسی ذاتی مفاد اور اپنی کسی تکلیف کو دُور کرنے کی غرض سے نہیں بنایا۔ اس کے بجائے خدا اپنی مخلوق کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے اور اُنہیں ابدی نعمات سے سرفراز کرنا چاہتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا خدا نے ہمیں اپنے اظہارِ خود پسندی کے لیے پیدا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمہاری خدا کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے؟

اُس نے کہا: کیا ہمیں فنا کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بھتیجے! ٹھہر جاؤ! ہمیں فنا کے لیے نہیں، بلکہ بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جب جنت بھی فنا پذیر نہیں اور دوزخ بھی فانی نہیں ہے تو اُن کے رہنے والوں کو فنا کے لیے کیسے بنایا گیا ہے۔ تم موت کو فنا سمجھتے ہو، لیکن موت فنائے مطلق نہیں ہے۔ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونے کا دوسرا نام موت ہے۔

○○○

سُوۡرَةُ النُّوۡرِ

سورة نور مدينة آياتها ٦٤ و ركوعاتها ٩

"سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات چونسٹھ اور اس کے رکوع نو ہیں"۔

سورۂ نور کے فضائل

ثوابُ الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
سورۂ نور کی تلاوت سے اپنے مال و ناموس کی حفاظت کرو اور اس سورہ کی تلاوت کر کے اپنی عورتوں کی ناموس کی محافظت کرو۔ جو شخص روزانہ اس سورہ کی تلاوت کرے گا اُس کے خاندان میں اُس کے مرنے کے وقت تک سے کوئی بھی زنا نہیں کرے گا اور جب وہ شخص مرے گا تو ۷۰ ہزار فرشتے اُس کی قبر تک اُس کے جنازہ کی مشایعت کریں گے اور وہ تمام فرشتے اُس کے قبر میں داخل ہونے تک اُس کے لیے دعا کریں گے اور اُس کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔
مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص سورۂ نور کی تلاوت کرے تو دنیا سے جتنے بھی مومنین و مومنات گزرے ہیں یا موجود ہیں، اللہ تعالیٰ اُسے (ان کی) تعداد سے دس گنا زیادہ ثواب عطا کرے گا۔

سورۂ نور کے بنیادی موضوعات

اس سورۂ مجیدہ میں حسبِ ذیل موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ زنا کاروں کی حدِ شرعی، زانی، زانیہ یا مشرکہ کا کفو ہے، جب کہ زانیہ کسی زانی یا مشرک کے لیے ہی موزوں ہے۔ اہلِ ایمان کے لیے حرام ہے۔ حدِّ قذف اور لعان کے احکام، واقعۂ افک، شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو۔ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب و کوائف، مومنین و مومنات کو غضِ بصر اور ناموس کی حفاظت کا حکم، مومن خواتین زینت کا اظہار کس کے سامنے کر سکتی ہیں؟ حکمِ نکاح، مکاتبت کا حکم، اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور نور کی مثال، مردانِ خدا کے اوصاف، کفار کے اعمال کی حیثیت سراب کی سی ہے۔ آسمان و زمین کی ہر چیز خدا کی تسبیح خوان ہے۔ بارش اور بادل مختلف جانور، منافقین کی روش، اہلِ ایمان کا طرزِ عمل، آیتِ استخلاف، گھریلو ملازمین کے لیے پردے کے اوقات، یائسہ عورتیں اگر چادر اُتار کر رکھ دیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوستوں اور رشتہ داروں کے گھر سے کھانا کھانے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اہلِ ایمان کا اجتماعی رویہ اور حکمِ رسول کی خلاف ورزی کرنے والے ہوشیار رہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دیگر موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔ (اضافہ من المترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ
لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ
اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧
وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ
لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ
تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''یہ ایک سورہ ہے جس کو ہم نے اُتارا ہے اور اُسے ہم نے فرض کیا ہے اور ہم نے اُس میں واضح آیات نازل کی ہیں، تا کہ تم نصیحت حاصل کر سکو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو، اللہ کے قانون کے نفاذ میں سو سو کوڑے مارو۔ تمہیں اُن پر کسی قسم کا ترس نہیں کھانا چاہیے، بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دینے کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود ہونا چاہیے۔

زانی کے نکاح کے لیے زانیہ یا مشرکہ ہی موزوں ہے اور زانیہ کے نکاح کے لیے زانی یا مشرک ہی موزوں ہیں۔ اہلِ ایمان پر اُسے حرام کیا گیا ہے۔

وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر اپنی تہمت کے اِثبات کے لیے چار گواہ پیش نہ کریں تو اُن کو اسّی کوڑے مارو اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں۔ البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو یقیناً خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور اُن کے پاس خود اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو تو اُن میں سے ایک کی گواہی چار گواہیوں کے برابر ہے۔ وہ (شخص) چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے۔اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اُس پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے۔

اور پانچویں مرتبہ عورت یہ کہے کہ اگر اس کا شوہر سچا ہو تو پھر مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہو اور اللہ توبہ قبول کرنے والا اور صاحبِ حکمت نہ ہوتا (تو ان تہمتوں کا بُرا نتیجہ نکلتا)"۔

سورۂ نور کی اہمیت

الکافی میں مرقوم ہے کہ جنابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی عورتوں کو بالا خانوں میں مت لے جاؤ (مبادا کہ وہ تاک جھانک کرنے لگ جائیں) اور انہیں لکھنا مت سکھاؤ۔ انہیں سوت کاتنے اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اپنی عورتوں کو سورۂ یوسفؑ کی تعلیم نہ دو اور انہیں سورۂ یوسفؑ مت پڑھاؤ کیونکہ اس میں بڑی آزمائشیں ہیں، انہیں سورۂ نور کی تعلیم دو، کیونکہ اُس میں بہت سی نصیحتیں ہیں۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سورۂ نور، سورۂ نسآء کے بعد نازل ہوئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ (النساء۴:۱۵)

"تمہاری جو عورتیں بدکاری کا ارتکاب کریں اُن پر اپنوں میں سے چار گواہوں کی گواہی لو۔ جب گواہ گواہی دے دیں تو اُنہیں (عورتوں کو) گھروں میں بند کردو، یہاں تک کہ اُن عورتوں کو موت آجائے یا پھر خدا ان کے لیے کوئی راستہ مقرر کرے"۔

اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء۴:۱۶)

''وہ جوڑا جو تم میں سے بدکاری کا ارتکاب کرے تو اُنہیں اذیت دو (یعنی کچھ سزا دو) پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو پھر ان سے اِعراض کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں وعدہ کیا تھا کہ موجودہ سزا محض وقتی اور عارضی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ مقرر کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو راستہ اختیار کیا وہ وہی راستہ ہے جس کا سورۂ نور میں اعلان کیا:

''یہ ایک سورہ ہے جس کو ہم نے اُتارا ہے اور اسے ہم نے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔ اللہ کے قانون کے نفاذ میں تمہیں اُن پر کسی قسم کا ترس نہیں کھانا چاہیے، بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور اُنہیں سزا دیتے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود ہونا چاہیے''۔

زنا کی شرعی حد

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مرد اور عورت کو اُس وقت تک سنگسار نہ کیا جائے، جب تک چار عینی گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ ہم نے مرد کے آلۂ تناسل کو عورت کی اندامِ نہانی میں ایسے دیکھا ہے جیسا کہ سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی آزاد مرد اور آزاد عورت زنا کریں اور وہ غیر شادی شدہ ہوں تو اُن میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارنے چاہئیں۔ اور اگر مرد اور عورت شادی شدہ ہوں تو پھر اُنہیں سنگسار کر دینا چاہیے۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآن میں آیتِ رجم یہ تھی:

الشيخ والشيخة فارجموهما البتته فانهما قضيا الشهوة

''بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کو رجم کرو کیونکہ بالتحقیق اُنہوں نے شہوت پوری کی ہے''۔

وضاحت: یہ روایت بلحاظِ متن اور بلحاظِ سند خاصی مضطرب ہے۔

یہ روایت کتبِ عامہ میں بھی بہت زیادہ مقامات پر موجود ہے، لیکن وہاں اس میں الشیخ والشیخة اذا زینا فارجموھا البتة نکالا من اللہ کے الفاظ موجود ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کردو یہ خدا کی طرف سے ان کے لیے سزا ہے"۔

جب کہ تہذیب الاحکام کی درج بالا روایت میں اِذَا زَنَیَا (جب وہ زنا کریں) کے الفاظ بھی موجود نہیں ہیں، یہاں صرف یہی حکم ہے کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کو سنگسار کردو کیونکہ اُنہوں نے شہوت پوری کی ہے۔ تو گویا اس روایت کے تحت سنگساری کے لیے بوڑھا ہونا پہلی شرط ہے اور اگر کوئی جوان جوڑا زنا کا مرتکب ہو تو اس پر رجم کے قانون کا نفاذ نہیں ہوتا۔

اور تہذیب الاحکام کی اس طرفہ روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی بوڑھا بوڑھی جنسی تسکین حاصل کریں تو انہیں سنگسار کردینا چاہیے۔ اس روایت میں یہ کہیں موجود نہیں ہے کہ زنا کی صورت میں سنگسار کیا جائے یا بوڑھے میاں بیوی کو سنگسار کیا جائے۔

چونکہ اس جیسی روایت برادرانِ اہلِ سنت کے یہاں بھی موجود ہے۔ پھر مفسرین میں یہ بحث چل نکلی کہ بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے، لیکن ان کا حکم باقی ہے جیسا کہ آیتِ رجم۔

لیکن جب مفسرین نے یہ قاعدہ بیان کیا تو اس کی نظیر کے لیے اُنہیں آیتِ رجم کے علاوہ کوئی دوسری آیت نہ مل سکی۔ سیدھی سی بات ہے کہ رجم کا اثبات احادیث سے ہوتا ہے، جب کہ قرآنِ مجید میں رجم کا کہیں حکم موجود نہیں ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے اور جو کسی عورت پر قبضہ کرچکا ہو، لیکن دخول نہ کیا ہو تو اسے ایک سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے وطن بدر کیا جائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے متعلق فیصلہ کیا کہ ان دونوں کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں اور آپؑ نے شادی شدہ شخص کے متعلق فیصلہ کیا کہ اسے رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے فیصلہ کیا جائے کہ اُنہیں ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں اور اُنہیں ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔ اور یہ جوڑا

وہ تھا جو زنا پر آمادہ ہو چکا تھا، لیکن ابھی تک دخول نہیں کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی بوڑھا اور بڑھیا زنا کریں تو اُنہیں کوڑے مارے جائیں۔ پھر اُنہیں مزید سزا کے لیے سنگسار کیا جائے اور جب ادھیڑ عمر شخص زنا کرے تو اگر وہ شادی شدہ ہو تو اُسے سنگسار کیا جائے اور کوڑے نہ مارے جائیں اور جب نوجوان زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی پاگل یا کوئی نیم پاگل شخص زنا کرے تو اگر وہ شادی شدہ ہو تو اُسے سنگسار کیا جائے، ورنہ اسے کوڑے مارے جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ پاگل اور نیم پاگل میں کیا فرق ہے اور یہ سزا صرف مرد کے لیے کیوں ہے، عورت کے لیے کیوں نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد فعل کرتا ہے جب کہ عورت سے فعل کیا جاتا ہے اور فعل کرنے والا اس لیے یہ فعل بدسرانجام دیتا ہے کہ اُسے اس کی لذت کا احساس ہوتا ہے، جب کہ پاگل عورت کو اس فعل کی لذت کا احساس نہیں ہوتا، اسی لیے وہ مجبور ہو کر اس فعل میں ساتھ دیتی ہے (لہٰذا عورت پر حد جاری نہ کی جائے گی)۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ زنا کے بھی کئی انداز ہیں اور حد کے بھی کئی انداز ہیں۔ حضرت عمر کے زمانہ میں چھ افراد زنا کے جرم میں گرفتار کر کے اُن کے پاس لائے گئے تھے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان سب پر ایک ہی حد شرعی جاری کی جائے۔ اتفاق سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام بھی وہاں پر موجود تھے۔

آپؑ نے فرمایا: عمر! ان سب پر یکساں حد جاری نہ ہوگی۔

حضرت عمر نے کہا: پھر آپ جو مناسب سمجھیں اُن پر حدِ شرعی جاری فرمائیں۔

آپؑ نے ایک مجرم کو طلب کیا، آپؑ نے جلاد سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ دوسرے کو آپؑ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ تیسرے کو آپؑ نے ایک سو کوڑے مارے۔ چوتھے کو پچاس کوڑے مارے۔ پانچویں پر تعزیر لگائی اور چھٹے کو رہا کر دیا۔

آپؑ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر حضرت عمر اور حاضرین نے بڑا تعجب کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! چھ افراد کا جرم ایک تھا اور آپؑ نے پانچ افراد کو مختلف سزائیں دیں اور چھٹے کو رہا کر دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اُن میں سے ایک شخص ذمی تھا، اس نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا،

جس کی وجہ سے اُس کا ذمہ ختم ہو گیا۔ اسی لیے میں نے اسے قتل کرایا ہے۔ دوسرا شخص ایک شادی شدہ شخص تھا لہٰذا میں نے اُسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تیسرا شخص غیر شادی شدہ تھا اسی لیے میں نے اُس پر ایک سو کوڑے کی حدِ شرعی نافذ کی ہے۔ چوتھا شخص غلام تھا اسی لیے میں نے اُس پر آدھی حد جاری کی ہے۔ پانچویں شخص نے وطی بالشبہہ کی تھی اسی لیے میں نے اُسے ہلکی تعزیر دی ہے، جب کہ چھٹا پاگل تھا اسی لیے میں نے اسے رہا کر دیا کیونکہ اُس پر تکلیف شرعی کا اطلاق ہی نہیں ہوتا تھا۔

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مرد کو کھڑا کر کے اُس پر حد جاری کرنی چاہیے اور عورت کو بٹھا کر اس پر حد جاری کرنی چاہیے۔ سر اور شرم گاہ کے علاوہ باقی تمام اعضاء پر سزا کا نفاذ کرنا چاہیے۔

اسحاق بن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ زانی کو کوڑے کیسے مارے جائیں؟

آپؑ نے فرمایا: اسے پوری قوت سے کوڑے مارنے چاہئیں۔

میں نے عرض کیا کہ کیا اسے کپڑوں کے اُوپر سے کوڑے مارے جائیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس کے کپڑے اُتار کر اُسے کوڑے مارنے چاہئیں۔

میں نے کہا: تو "قاذف" (کسی پر زنا کی تہمت لگانے والا) کو سزا دینے کا کیا انداز ہونا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اُسے درمیانی قوت سے کوڑے مارنے چاہئیں اور کوڑے اس کے تمام بدن پر مارے جائیں، لیکن اس کے کپڑے نہیں اُتارنے چاہئیں۔

قوله تعالیٰ: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

"اور اُن کو سزا دینے کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود ہونا چاہیے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب کسی زنا کار کو کوڑے مارنے کا وقت مقرر کیا جائے تو سزا کے وقت لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے۔

تہذیب الاحکام میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ سزا کے نفاذ کے وقت کم از کم ایک فرد کا ہونا ضروری ہے۔

عوالی اللئالی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لفظ "طائفة" کا اِطلاق ایک فرد پر بھی ہوتا ہے۔

(مؤلف کتابِ ہذا عرض پرداز ہے کہ زنا کی حدِ شرعی کی بہت سی شرائط ہیں اور اس کی تفصیل کے لیے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔)

زنا کار ایک دوسرے کے لیے موزوں ہیں

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

''زانی کے نکاح کے لیے زانیہ یا مشرکہ ہی موزوں ہے اور زانیہ کے نکاح کے لیے زانی مرد یا مشرک ہی موزوں ہے اور اسے اہلِ ایمان کے لیے حرام کیا گیا ہے''۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ ...... الی آخرہ کی آیت مجیدہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں زانی پر لفظ مومن کا اطلاق نہیں کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہ تو زانی کو مومن کہا ہے اور نہ ہی زانیہ کو مومنہ کہا ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے جس میں اہلِ علم کو کوئی شک نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

جب زانی زنا کر رہا ہوتا ہے تو اُس وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور جب کوئی چور چوری کر رہا ہوتا ہے تو اُس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ جب کوئی اس فعل کو کر رہا ہوتا ہے تو اُس وقت اس سے ایمان یوں اُتار لیا جاتا ہے جیسا کہ انسان قمیص اُتار دیتا ہے۔

الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً......کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے وہ مرد اور عورتیں مراد ہیں جو زنا میں مشہور ہیں اور جس شخص پر زنا کی حد جاری ہو چکی ہو یا وہ زنا میں مُتّہم ہو تو اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، جب تک اس کی توبہ کی شہرت نہ ہو جائے۔

ابو الصباح الکنانی اور محمد بن سالم سے مروی روایات میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

معاویہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا۔ شادی کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اس عورت نے زنا کیا تھا، اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس شوہر کو یہ اختیار ہے اگر وہ چاہے تو حق مہر کی رقم اس شخص سے وصول کرسکتا ہے جس نے اس کا اس عورت سے نکاح کردیا ہو، لیکن عورت کو ہر قیمت پر مہر دینا ہوگا، کیونکہ وہ اس سے جنسی تسکین حاصل کرچکا ہے اور اگر چاہے تو حق مہر کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ کا حکم اُن لوگوں کے لیے ہے جو زنا میں بدنام ہوچکے ہیں۔ اگر کوئی شخص زنا کرے پھر توبہ کرلے تو جہاں چاہے وہ شادی کرسکتا ہے۔

الکافی اور استبصار کی دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بھی شادی کرو تو کسی پاک دامن عورت سے کرو، کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی: اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۳

نصابِ شہادت اور حدِّ قذف

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵

''وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر اپنی تہمت کے اثبات کے لیے چار گواہ پیش نہ کریں تو اُن کو اسّی کوڑے مارو اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں۔ البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو یقیناً خدا بخشنے والا مہربان ہے''۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ...... الی آخرہ کی آیت مجیدہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو ایمان سے بیزار قرار دیا ہے جو اپنی لگائی ہوئی تہمت پر قائم ہو۔ تہمت لگانے والوں کو خدا نے ''فاسق'' قرار دیا ہے اور دوسرے مقام پر خدا نے یہ بھی فرمایا ہے:

اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ (السجدہ:۱۸)

''کیا جو مومن ہو وہ فاسق کی مانند ہوسکتا ہے، وہ برابر نہیں ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو فاسق کہہ کر اُنہیں منافقین کے دائرہ میں شامل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (التوبہ:۶۷) ''بے شک منافق ہی فاسق ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے تہمت تراشنے والوں کو فاسق قرار دے کر اُنہیں شیطان کے بھائی بند قرار دیا ہے، جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے: اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ (کہف:۵۰) ''ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا وہ جنات میں سے تھا اُس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی''۔

تہمت لگانے والوں کو خدا نے اپنی کتاب میں ''ملعون'' قرار دیا ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ (النور)

''وہ لوگ جو پاک دامن بے خبر اہلِ ایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن اُن کے اعمال کی گواہی اُن کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں دیں گے''۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ مومن کے اعضاء و جوارح ان کے خلاف گواہی نہ دیں گے۔ اعضاء و جوارح صرف اُس کے خلاف گواہی دیں گے جن کے متعلق عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مومن کو دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

فَمَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ يَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۷۱﴾ (بنی اسرائیل:۷۱)

''جن لوگوں کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے گی البتہ اگر وہ توبہ کرلے اور اپنی تکذیب کرے تو پھر بعد میں اُس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قتل کے لیے تو دو گواہ کافی ہیں، لیکن زنا کے لیے چار گواہ کی ضرورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ خدا نے تمہارے لیے متعہ کو حلال کیا ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ لوگ اسے ناگوار سمجھیں گے، اسی لیے اُس نے زنا کے مقدمہ کے لیے تمہاری حفاظت کے لیے چار گواہ رکھے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ تم پر زنا کی حد جاری کرتے جب کہ چار گواہوں کا ملنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ یہ بتائیں کہ قتل بڑا جرم ہے یا زنا؟

آپؑ نے فرمایا: کسی کو ناحق قتل کرنا بڑا جرم ہے۔

ابوحنیفہ نے یہ سن کر کہا کہ بھلا اس کی کیا وجہ ہے کہ خدا نے قتل کے لیے دو گواہ مقرر کیے ہیں اور زنا کے لیے چار؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! تمہارے نزدیک اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

اُس نے کہا: ہمارے پاس حضرت عمر کی بیان کردہ حدیث ہی اس کی اساس بن سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت میں بندوں پر دو کلمات جاری کیے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قتل میں جس فریق کو سزا دی جاتی ہے وہ صرف ایک فریق ہوتا ہے۔ وہ قاتل ہوتا ہے، مقتول فریق نہیں ہوتا، جب کہ زنا کے مقدمہ میں ہمیشہ دو فریق ہوتے ہیں، ایک زنا کرنے والا مرد اور دوسری زنا کرنے والی عورت، چونکہ اس مقدمہ میں فریق دو ہوتے ہیں، اس لیے اس میں گواہ بھی چار مقرر کیے گئے ہیں۔

الکافی میں جمیل بن دراج سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ایک شخص بہت سے افراد پر بیک وقت ایک ہی مرتبہ تہمتِ زنا لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جن لوگوں پر اُس نے تہمتِ زنا لگائی ہو اگر وہ سارے اکٹھے ہو کر قاضی کے پاس آئیں تو تہمت لگانے والے پر ایک ہی مرتبہ حدِ قذف جاری کی جائے گی اور اگر تہمت زدہ افراد علیحدہ علیحدہ قاضی کے پاس آ کر شکایت کریں تو ہر شکایت کنندہ کی شکایت پر تہمت لگانے والے پر علیحدہ علیحدہ حدِ قذف جاری کی جائے گی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ تہمت لگانے والے کو درمیانی قوت سے کوڑے مارے جائیں گے اور اس کے پورے وجود پر کوڑے مارے جائیں گے۔

سماعہ بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جھوٹے گواہوں کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: انہیں حدِ شرعی کے تحت کوڑے مارے جائیں گے، البتہ یہ حاکم کی صوابدید پر منحصر ہے کہ اُنہیں کب کوڑے مروائے۔ حاکم کو چاہیے کہ ان جھوٹے گواہوں کو لوگوں میں پھرائے، تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں۔ پھر اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے، البتہ اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ علیحدہ بات ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: ان کی توبہ کا لوگوں کو کیسے علم ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جب ان میں سے کوئی لوگوں کے سامنے اپنی تکذیب کرے اور اپنے پروردگار سے استغفار کرے تو یہ اس کی توبہ شمار کی جائے گی۔

قاسم بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے اور حاکم اس پر حدِ قذف جاری کرے، اس کے بعد وہ توبہ کرلے اور اس کے متعلق بھلائی کے علاوہ کچھ معلوم نہ ہو تو کیا توبہ اور اصلاح کے بعد اس کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمہارے فقہائے عامہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں (راوی) نے عرض کیا: وہ یہ کہتے ہیں کہ توبہ کا معاملہ بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ توبہ کے باوجود بھی اُس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا: اُنہوں نے بہت ہی غلط بات کہی ہے۔ میرے والد علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب تہمت لگانے والا توبہ کرلے اور اُس کے متعلق بھلائی کے علاوہ اور کچھ معلوم نہ ہو تو اُس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

تہذیب الاحکام میں عباد بصری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی مرد کسی مرد پر تہمت لگائے کہ وہ قوم لوطؑ کا عمل کرتا ہے اور اغلام بازی کرتا ہے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تہمت لگانے والے پر حدِ قذف جاری کی جائے گی اور اسے اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔

ابومریم انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر نابالغ لڑکا کسی مرد پر تہمت لگائے تو کیا اس لڑکے پر حدِ قذف جاری کی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اسی طرح سے اگر کوئی مرد کسی نابالغ لڑکے پر تہمت لگائے تو اُس مرد پر بھی حدِ قذف جاری نہ کی جائے گی۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی مرد کسی نابالغ لڑکی پر تہمت لگائے تو کیا اُسے کوڑے مارے جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، جب تک لڑکی بالغ نہ ہو جائے تو اُس وقت تک تہمت لگانے والے کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ البتہ لڑکی کی بلوغت کے بعد اگر کوئی اُس پر تہمت لگائے تو اسے اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔

عبید بن زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر میرے پاس کسی ایسے شخص کو بلایا جائے جس نے کسی مسلم غلام پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور مسلم غلام ایسا ہو جس کی نیک شہرت ہو تو میں تہمت لگانے والے کو ایک کم اسّی کوڑے ماروں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قذف کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی غلام کسی آزاد پر زنا کی تہمت عائد کرے تو اُس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے سزا کے طور پر اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر غلام زنا کا ارتکاب کرے تو اُسے کیا سزا دی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: اسے پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی غیر مسلم پر بھی زنا کی تہمت نہیں لگانی چاہیے البتہ اگر وہ اس فعل شنیع کے گواہوں میں سے ہو تو علیحدہ بات ہے، ورنہ یہ عین ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہو۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ایک رسالہ تحریر کیا تھا جس میں آپؑ نے اسلامی احکام کے علل و اسباب بیان کیے تھے۔ چنانچہ اس رسالہ میں آپؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے کہ تہمت لگانے والے کی سزا اسّی کوڑے ہے۔ اسی طرح سے شراب نوشی کی سزا بھی اسّی کوڑے ہے۔ قذف کا نقصان یہ ہے کہ اس سے اولاد کی نفی ہوتی ہے اور نسل قطع ہوتی ہے اور نسب ختم ہوتا ہے اور جب کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو وہ ہذیان بکنے لگ جاتا ہے اور جب کوئی ہذیان بکنے لگ جائے تو وہ تہمت عائد کرنے سے بھی نہیں چوکتا اور تہمت لگانے

والے کے لیے حدِّ شرعی اسّی کوڑے ہیں۔

استبصار میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جس شخص پر تہمت لگانے کی حد جاری ہو چکی ہو اور اگر وہ شخص کبھی اپنی بیوی پر الزام لگائے تو اُس کی بیوی اور اُس کے درمیان لعان واقع نہیں ہوگا، کیونکہ حدِّ قذف کے مجرموں کے متعلق خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (اُن کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو)

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا...... کی آیاتِ مجیدہ کے اندر موجود استثناء کے متعلق مفسرین کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس استثناء کا تعلق کس چیز سے ہے؟

علمائے مفسرین سے اس کے متعلق دو اقوال منقول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا تعلق صفتِ فسق سے ہے لیکن وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حدِّ قذف کے بعد جو افراد توبہ کر لیں تو وہ فاسق نہیں کہلائیں گے، لیکن ان کی گواہی پھر بھی قابلِ قبول نہ ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اسی استثناء کا تعلق فسق اور عدمِ قبولیت شہادت دونوں سے ہے یعنی قذف کرنے والا اگر بعد میں توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو وہ فاسق نہ رہے گا اور اس کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔ خواہ اس پر حدِّ قذف جاری ہوئی ہو یا جاری نہ ہوئی ہو۔

چنانچہ یہ دوسرا قول ابن عباس اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے۔

مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ حدِّ قذف کا تعلق علمِ فقہ سے ہے اور اس کی بہت سی شرائط ہیں جو کتبِ فقہ میں پوری تفصیل سے مرقوم ہیں۔ شائقین کو اس مسئلہ کے لیے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

لعان

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور اُن کے پاس خود اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو تو اُن میں سے ایک کی گواہی چار گواہیوں کے برابر ہے۔ وہ (شخص) چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اُس پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ عورت یہ کہے کہ اگر اس کا شوہر سچا ہو تو پھر مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے"۔

الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے وہ شوہر مراد ہے جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اگر تہمت لگانے کے بعد وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرلے تو اس پر حدِ قذف نافذ کی جائے گی اور اس کی بیوی اسے لوٹا دی جائے گی۔ اور اگر وہ اپنے دعویٰ پر قائم رہے تو وہ عدالت میں چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے گا کہ میں سچا ہوں اور پانچویں بار کہے گا کہ اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

اب اگر عورت اپنے آپ کو سنگساری کے عذاب سے بچانا چاہتی ہو تو اُسے بھی اپنے دفاع کا مکمل حق حاصل ہے اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ وہ بھی عدالت میں چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ الفاظ کہے کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو جائے۔

اگر عورت اس طرح سے اپنا دفاع نہ کرے تو اس پر شرعی حد نافذ کی جائے گی اور اُسے سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر وہ بھی اسی طرح سے قسمیں کھالے تو اس پر شرعی حد نافذ نہ ہوگی۔ البتہ وہ عورت اس شوہر کے لیے روزِ قیامت تک حرام ہو جائے گی۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! یہ بتائیں کہ جب دونوں (میاں بیوی) میں جدائی ڈال دی جائے اور اُن کا ایک بیٹا بھی ہو اور وہ بیٹا مر جائے تو اُس کی میراث کون حاصل کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی ماں اُس کی میراث حاصل کرے گی اور اگر لڑکے کی ماں مر جائے تو پھر اس کے ماموں اس کی میراث حاصل کریں گے (یعنی متوفیہ کے بھائی اپنی بہن کی میراث حاصل کریں گے) اور اگر کوئی لعان کے ذریعہ سے کسی کی ولدیت سے نفی ہونے والے لڑکے کو ولد الزنا کہے تو ولد الزنا کہنے والے پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔

میں (راوی) نے کہا: اگر شوہر لڑکے کے حلال ہونے کا اقرار کرلے تو کیا لڑکے کو والد کی طرف لوٹایا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ وہ شخص بیٹے کی میراث حاصل نہ کر پائے گا، جب کہ اس صورت میں بیٹا باپ کی میراث حاصل کرے گا۔

محمد بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ شوہر اگر چار بار خدا کی قسم کھالے تو اس اکیلے کی گواہی چار گواہوں کے مساوی کیوں ہو جاتی ہے، جب کہ شوہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا چار بار خدا کی قسم کھائے تو اس کی گواہی چار گواہیوں کے مساوی نہیں ہوتی۔ شوہر کے علاوہ عورت کا بیٹا یا بھائی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حدِ قذف جاری کی جاتی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی مسئلہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی پوچھا گیا تھا۔ اس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ تیری بیوی نے بدکاری کی ہے؟

اگر وہ جواب میں چار مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے بدکاری کرتے ہوئے پایا ہے تو اس کی گواہی چار گواہوں کے مساوی قرار پاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کو ہمیشہ یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عورت کی خواب گاہ میں کسی اجازت کے بغیر جا سکتا ہے، جب کہ شوہر کے علاوہ کسی بھائی، بیٹے یا والد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر عورت کی خواب گاہ میں چلا جائے۔ اس لیے جب شوہر چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھا ہے تو اُس کی یہ گواہی چار گواہوں کے مساوی شمار کی جاتی ہے۔ اور اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے بدکاری کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو وہ قاذف قرار پائے گا اور اس پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔ یا پھر وہ چار گواہ پیش کرے گا۔

اگر شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں عورت کو غیر مرد سے بدکاری میں ملوث پایا ہے اور میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تو عورت کی خواب گاہ اور اُس کے خلوت کدہ میں کیسے چلا گیا تھا اور تو نے یہ منظر کیسے دیکھ لیا؟ اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنے دعویٰ میں متہم ہے۔ اگر بالفرض تیری بات سچی بھی ہو تو بھی تو حدِ تہمت میں داخل ہے، اس لیے تجھ پر حدِ قذف جاری کرنا ضروری ہے، جب کہ شوہر کی چار قسمیں چار گواہوں کے قائم مقام شمار کی جائیں گی۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر یہ الزام لگایا کہ اس کی بیوی نے شریک بن سمحاء سے

بدکاری کی ہے۔ وہ اپنی بیوی کی شکایت لے کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا: یا تم چار گواہ پیش کرو، ورنہ میں تمہاری پشت پر حدِّ قذف جاری کروں گا۔

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچ کہہ رہا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا حکم نازل کرے گا جس کی وجہ سے میری پشت اسّی کوڑوں سے محفوظ رہے گی۔

چنانچہ اللہ نے اپنے نبیؐ پر وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ...... کی آیت نازل فرمائی۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ عباد بصری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مرد عورت لعان کیسے کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ فرمائیں کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں جائے اور وہاں دیکھے کہ کوئی شخص اُس کی بیوی سے زنا کر رہا ہے تو اُسے کیا کرنا چاہیے؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے منہ موڑ لیا۔ وہ شخص چلا گیا۔ دراصل یہ معاملہ بھی اسی شخص کے ساتھ پیش ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا حکم نبی اکرمؐ پر نازل کیا۔ رسولؐ خدا نے اُس شخص کو طلب کیا اور جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اُس سے فرمایا: کیا تو نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

اُس نے کہا: جی ہاں! آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کو یہاں لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے اور اس کے متعلق حکم نازل کیا ہے۔

وہ شخص گیا اور اپنی بیوی کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آیا۔ رسولؐ خدا نے اُن دونوں کو اپنے سامنے کھڑا کیا، پھر آپؐ نے شوہر سے فرمایا: تو نے جو الزام عائد کیا ہے اُس کے لیے چار مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہہ کہ میں سچا ہوں۔

اُس شخص نے چار بار خدا کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔

پھر آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ خدا کا خوف کر، خدا کی لعنت بڑی سخت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اب پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہہ کہ اگر میں جھوٹا ہوا تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اُس شخص نے آپؐ کے بیان کردہ الفاظ کے مطابق پانچویں قسم بھی کھائی۔

آپؐ نے فرمایا: اب تو علیحدہ ہو جا۔ جب وہ علیحدہ ہو گیا تو آپؐ نے عورت سے فرمایا: تو بھی چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر

بیان دے کہ یہ جھوٹا ہے اور یہ تجھ پر غلط الزام عائد کر رہا ہے۔ عورت نے چار مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہا یہ شخص جھوٹا ہے۔

پھر آپؐ نے عورت کو نصیحت کی اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ کا غضب بہت سخت ہے۔ بعدازاں آپؐ نے فرمایا: اب پانچویں گواہی دے کر کہو کہ اگر میرا شوہر سچا ہو تو پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ عورت نے پانچویں گواہی بھی دے دی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی اور فرمایا: اب لعان کرنے کے بعد تم کبھی ایک دوسرے سے نکاح کے ذریعے سے جمع نہیں ہو سکتے۔

عباد بن صہیب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ایک شخص حاکم کے سامنے لعان کے لیے کھڑا ہو، دو بار قسمیں کھا کر بیوی کی خیانت کی گواہی دے چکا ہو پھر گواہی نہ دے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس پر حدِ قذف جاری کی جائے گی، لیکن شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈالی جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کرے تو وہ لعان کرتے وقت یہ کہے گا کہ میں نے اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ایک مرد کو اس سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور جب لعان کی کارروائی مکمل ہو جائے تو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا اور وہ اُس مرد کے لیے کبھی بھی حلال نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شوہر لعان سے پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرے تو اُس پر حدِ قذف جاری کی جائے گی اور میاں بیوی کا رشتہ قائم رہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر بیوی آزاد ہو اور شوہر غلام ہو اور غلام شوہر آزاد بیوی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لعان کرے گا۔

راوی نے عرض کیا: اگر شوہر آزاد ہو اور بیوی کنیز ہو اور شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لعان کرے گا۔

راوی نے کہا کہ اگر لعان کی کارروائی مکمل ہو جائے گی اور میاں بیوی بھی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور شوہر اپنی بیوی سے پیدا ہونے والے بیٹے کا بھی منکر ہو جائے۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ یہ کہے کہ لڑکا میرا ہی ہے اور اپنے آپ کو جھٹلائے تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: عورت اس کو کبھی نہیں لوٹائی جائے گی اور جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے تو میں اسے اس کے حوالے کروں گا اور میں لڑکے کو بے میراث نہیں ہونے دوں گا۔ اس صورت میں بیٹا باپ کی میراث پائے گا، لیکن باپ بیٹے کی میراث سے محروم رہے گا۔ بیٹے کی میراث اس کے ماموؤں کے حوالے کی جائے گی۔ اور اگر باپ اپنے بیٹے پر دعویٰ نہ کرے تو اس کے ماموں اس لڑکے کی میراث حاصل کریں گے، لیکن وہ لڑکا ماموؤں کی میراث حاصل نہیں کرے گا اور اگر کسی نے اسے ابن الزانیہ کہہ کر پکارا تو پکارنے والے پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: لعان اور ''ایلاء'' دُخول کے بعد ہی ہو سکتے ہیں۔

جمیل بن درّاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر شوہر آزاد ہو اور بیوی مملوکہ ہو تو کیا اُن کے درمیان بھی لعان ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ اگر شوہر مملوک ہو اور بیوی آزاد ہو تو بھی لعان ہوگا اور اگر شوہر غلام ہو اور بیوی کنیز ہو تو پھر بھی لعان ہوگا۔ اور اگر شوہر مسلم ہو اور بیوی یہودیہ یا نصرانیہ ہو پھر بھی لعان ہوگا۔ لعان کے بعد میاں اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور آزاد اور مملوکہ بھی ایک دوسرے کی میراث نہ پائیں گے۔

محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولاؑ! یہ فرمائیں کہ اگر کوئی شوہر اپنی گونگی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو ان دونوں کے درمیان لعان کی کیا صورت ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: میاں اور بیوی میں جدائی ڈال دی جائے گی۔

علی بن امام جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شوہر بیوی کے خلاف چار مرتبہ قسم کھا کر بیان دے چکا ہو، لیکن پانچویں گواہی کے وقت ہچکچا جائے تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: مرد پر حدِ قذف جاری کی جائے گی، جب کہ عورت بدستور اُس کی بیوی رہے گی۔ اور اگر عورت ایسا کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

میں نے پوچھا: لعان بیٹھ کر کیا جائے یا کھڑے ہو کر؟

آپؑ نے فرمایا: لعان اور اس جیسے دوسرے مقدمات کی سماعت فریقین کو کھڑا کر کے کی جائے گی۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصائل پائے

جائیں وہ منافق ہے، اگرچہ وہ نماز، روزہ کی پابندی بھی کرتا ہو اور اپنے آپ کو مسلم سمجھتا ہو۔

① جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

② جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

③ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (انفال:۵۸) ''بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم:۵۴) ''کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو، بے شک وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ...... کی آیت مجیدہ لعان کے متعلق نازل ہوئی اور اس کا سبب نزول یہ ہے کہ جب رسول اکرمؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو عویمر بن ساعدہ عجلانی آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اور اُس کا تعلق انصار سے تھا۔ اُس نے آپؐ سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میری عورت سے شریک بن السحماء نے زنا کیا ہے اور وہ اس سے حاملہ ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اُس نے دوبارہ یہی گفتگو دہرائی۔ اُس نے چار مرتبہ یہی گفتگو دُہرائی۔

رسولِؐ خدا اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر آیتِ لعان نازل فرمائی۔ رسولؐ خدا گھر سے باہر تشریف لائے اور آپؐ نے لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی اور آپؐ نے عویمر سے فرمایا کہ تم میرے پاس اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ اللہ نے تمہارے مسئلے کے متعلق قرآن کی آیت نازل فرمائی ہے۔

عویمر گھر گیا اور اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلا رہے ہیں۔ عورت معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ عورت کے ساتھ اس کے بہت سے رشتہ دار بھی آئے۔ جب وہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئی تو رسولؐ خدا نے عویمر سے فرمایا کہ تم منبر کے قریب آجاؤ اور ایک دوسرے سے لعان کرو۔

اُس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں کیا کروں؟

آپؐ نے فرمایا: آگے بڑھو اور کہو کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔

وہ آگے بڑھا اور اس نے آپؐ کے بتلائے ہوئے الفاظ دہرائے۔ رسولِؐ خدا نے اس سے چار مرتبہ یہی کلمات دہروائے۔ پھر آپؐ نے پانچویں مرتبہ اس سے کہا کہ اگر تم نے جھوٹ بولا تو تم پر خدا کی لعنت ہوگی اور اگر تم سچے ہو تو اب یہ الفاظ کہو کہ اگر میں جھوٹا ہوا تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

عویمر نے آپؐ کے فرمان کے مطابق مذکورہ الفاظ کہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر یہ شخص جھوٹا ہوا تو اس پر خدا کی لعنت ضرور برسے گی۔ پھر آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اب تم علیحدہ ہو جاؤ۔ وہ علیحدہ ہوگیا۔ پھر آپؐ نے اس کی بیوی سے فرمایا کہ اب تم آگے بڑھو۔ چنانچہ عورت آگے بڑھی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم بھی اپنے شوہر کی طرح سے چار بار خدا کی قسم کھا کر گواہی دو کہ تمہارا شوہر جھوٹا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھ پر حدِ زنا جاری کروں گا۔

عورت نے اپنے خاندان والوں کے چہروں کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس شام اپنی قوم کو رُسوا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ کہا اور وہ منبر کی طرف بڑھی اور اس نے کہا کہ میں خدا کو شاہد بنا کر کہتی ہوں کہ عویمر بن ساعدہ نے مجھ پر جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ تو چار مرتبہ یہ گواہی دُہرا۔ جب عورت چار مرتبہ یہ گواہی دے چکی تو آپؐ نے فرمایا: اب پانچویں بار تو اپنے لیے خدا کے غضب کو دعوت دے کہ اگر تیرا شوہر سچا ہوا تو تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ چنانچہ اس عورت نے یہ جملے کہے کہ اگر میرا شوہر سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹی ہوئی تو تجھ پر خدا کا غضب ضرور نازل ہوگا۔ پھر آپؐ نے اُس کے شوہر سے فرمایا کہ جاؤ اب یہ تیرے لیے کبھی حلال نہ ہوگی۔

شوہر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے حق مہر کی رقم کا کیا بنے گا جو میں نے اُسے دیا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر بالفرض تو جھوٹا ہے تو پھر تو تجھے وہ رقم ملنی ہی نہیں چاہیے اور اگر بالفرض تو سچا ہے تو تو اس سے حقوقِ زوجیت ادا کر چکا ہے اسی لیے تو رقم لینے کا حق دار نہیں ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر یہ عورت ایسا بچہ جنے جس کی کلائیاں پتلی ہوں، آنکھیں چھوٹی ہوں، نگاہ کمزور ہو، اور بال گھنگریالے ہوں تو وہ بچہ غلط جنسی تعلق کا ثمر ہوگا اور اگر اس کی آنکھوں میں نیلا رنگ ہو اور اس کے بالوں میں سرخی دکھائی دے تو وہ اپنے باپ کا نطفہ ہوگا۔ اب یہ عورت اپنے شوہر کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ اور اگر اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا باپ بچے کی میراث نہ پائے گا۔ اس کی میراث کی حق دار اس کی ماں ہوگی اور اگر بچے کی موت سے قبل اس

کی ماں مرجائے تو اس کی میراث اس کے ماموؤں کو ملے گی اور اگر کسی نے اسے ولدالزنا کہا تو ایسے شخص پر حدِّ قذف جاری کی جائے گی۔

مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ لعان کی بہت سی شرائط ہیں اور اس کے بہت سے احکام ہیں جن کی تفصیل کتب [illegible] الثقلین ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ ؕ
بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ
وَالَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ
ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ
مُّبِيۡنٌ ﴿۱۲﴾ لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا
بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓـئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ
عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ فِىۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ
عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۴﴾ اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا
لَـيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ﴿۱۵﴾
وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ
سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ
اَبَدًا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي
الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا
خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ
بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ
مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۙ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي
الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا
وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ
لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ
عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾
يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ
الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ

لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا
تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ
اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ
تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ
اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ

الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

''بے شک جن لوگوں نے بہتان گھڑا ہے وہ تمہی میں سے ہی ایک گروہ ہے تم اسے اپنے متعلق شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس میں جس نے جتنا بھی حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس تہمت کو سنا تھا تو مومنین و مومنات اپنے بارے میں اچھا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔

تہمت لگانے والوں نے اس معاملہ کے لیے چار گواہ کیوں نہ پیش کیے۔ جب اُنہوں نے چار گواہ پیش نہیں کیے تو خدا کے ہاں یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر تم پر دنیا و آخرت میں خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں تم پر ایک بڑا عذاب آ جاتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے چرچا کر رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایسی بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں تھا اور تم اسے ایک آسان بات سمجھ رہے تھے جب کہ اللہ کی نظر میں وہ بات بہت سخت تھی۔

جب تم نے یہ بات سنی تھی تو سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ سبحان اللہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کر رہا ہے اگر تم مومن ہو تو آئندہ اس طرح کی حرکت کا اعادہ نہ کرنا۔ اللہ آیات کو تمہارے لیے صاف صاف بیان کر رہا ہے۔ اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت ہے۔

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں برائی کا فروغ ہو تو ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے جب کہ تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ شفیق اور مہربان نہ ہوتا (تو تم پر کوئی مصیبت آ ہی جاتی)

اے اہلِ ایمان! شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو اور جو شیطان کے نقشِ قدم پر چلے گا تو شیطان برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دے گا اور اگر خداوند کریم کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہو سکتا تھا مگر خدا جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تم میں سے جو لوگ فضل اور وسعت والے ہیں وہ قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قرابت داروں، مساکین اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کی کچھ مدد نہ کریں گے۔ انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمہاری مغفرت کرے؟ جب کہ اللہ زیادہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن خدا انہیں پورا پورا بدلہ دے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے مناسب ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔ وہ لوگوں کے اقوال سے بری الذمہ ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تم اپنے آنے کی انہیں اطلاع نہ دے دو اور انہیں سلام نہ کرلو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔

اور اگر گھر میں تم کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک کہ تمہیں اجازت مل نہ جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ تم واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے تم جو بھی کر رہے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔ تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہوجاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہو اور ان میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو۔ تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے پاکیزہ ترین روش ہے، وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کو اس کی پوری خبر ہے۔ اور آپ مومن خواتین سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور خود بخود ظاہر ہونے والے اعضاء کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنا بناؤ سنگھار دوسروں پر ظاہر نہ کریں، البتہ ان کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے۔ شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنی لونڈیاں، ایسے تابع افراد جن کا عورتوں کی طرف میلان ہی نہ رہا ہو اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں اور چلتے ہوئے اپنے پاؤں زمین پر اس طرح سے ٹپکا کر نہ چلیں کہ ان کے پوشیدہ بناؤ سنگھار کا علم ہوجائے۔

اے ایمان والو! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم نجات حاصل کرسکو“۔

واقعۂ اِفک

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ ......الی آخرہ

''بے شک جن لوگوں نے بہتان گھڑا ہے وہ تمہی میں سے ہی ایک گروہ ہے......''

سورۂ نور کی ان آیات میں واقعۂ اِفک کی طرف اشارہ موجود ہے اور آیاتِ قرآن بتلاتی ہیں کہ مسلمانوں میں اس کا خوب چرچا ہوا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ تہمت کس کے خلاف تراشی گئی تھی، اس سلسلہ میں ہمیں دو طرح کی روایات دکھائی دیتی ہیں۔

علمائے اہلِ سنت لکھتے ہیں کہ یہ بہتان اُم المومنین بی بی عائشہ پر لگایا گیا تھا، جب کہ علمائے تشیع کی ایک بڑی تعداد نے لکھا ہے کہ یہ بہتان اُم المومنین ماریہ قبطیہ پر لگایا گیا تھا۔ بہرنوع الزام جس بھی بی بی پر لگا ہو وہ ہر لحاظ سے لائقِ مذمت تھا۔

علمائے اہلِ سنت نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبولؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپؐ کسی جنگ میں تشریف لے جاتے تو آپؐ بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے اور جس کا نام نکلتا آپؐ اسے ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ بنی مصطلق میں میرے نام کا قرعہ نکلا اور میں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اُدھر سے واپسی میں مدینہ کے قریب شب کے وقت میں رفعِ حاجت کے لیے گئی، وہاں سے آئی تو میرا ہار موجود نہ تھا۔ میں ہار کو ڈھونڈنے چلی گئی اور وہ مل بھی گیا، لیکن جب اپنی جگہ پر آئی تو قافلہ کوچ کر چکا تھا اور میرے اُونٹ والے نے بھی میرے ہودج کو اُونٹ پر رکھ کر سفر کا آغاز کیا اور اس کا خیال یہ تھا کہ میں بھی ہودج میں موجود ہوں۔ ان دنوں عورتیں غذا کی کمی کا شکار تھیں اور میں بھی غذائیت کی کمی کی وجہ سے انتہائی کمزور اور دبلی پتلی سی تھی۔ چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو میں ناچار وہاں بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد مجھے نیند آ گئی۔ صفوان بن حنظلہ جو پیچھے رہ گیا تھا جب وہ اس جگہ پہنچا تو اس نے مجھے دیکھ کر اِنا اللہ پڑھا اور مجھے اپنے اُونٹ پر سوار کیا اور خود لگام کھینچتے ہوئے پیدل چل پڑا اور مجھے قافلہ میں پہنچایا۔

جب عبداللہ بن ابی کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے مجھ پر تہمت تراش دی اور بہت سے لوگ اُس کے ہم رائے ہو گئے اور جب میں مدینہ پہنچی تو میں نے محسوس کیا کہ رسولِ خدا کی توجہ میری جانب نہیں رہی۔ میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ ایک طرف سے بیماری تھی اور دوسری طرف سے آنحضرتؐ کی بے توجہی۔ مجھے آپؐ کی بے توجہی کی وجہ کا علم نہیں تھا۔ آخر چند دن بعد میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ رات کے وقت رفعِ حاجت کے لیے گئی۔ (ان دنوں گھروں میں بیت الخلا کا

رواج نہیں تھا)۔ راستے میں اس عورت کا پاؤں پھسلا تو اس نے اپنے بیٹے مسطح کو بددعا دی۔ میں نے کہا: آپ ایک بدری صحابی کو بددعا کیوں دے رہی ہیں؟

اُس نے کہا کہ تم کیا جانو اسی نے تم پر ایسی تہمت لگائی ہے۔ پھر اُس نے مجھے تہمت کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس وقت مجھے آنحضرتؐ کی بے توجہی کی وجہ سمجھ میں آئی۔ میں نے آنحضرتؐ سے اپنے باپ کے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی، جہاں میں دن رات روتی رہتی تھی اور میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ اس اثناء میں آنحضرتؐ نے کچھ لوگوں سے میرے متعلق پوچھ گچھ بھی کی۔ اللہ نے مجھ پر رحم کیا اور میری برأت کے لیے قرآنِ مجید کی آیات نازل فرمائیں تب رسولِ خداؐ مطمئن ہوئے اور مجھے اپنے گھر لے گئے۔

بعدازاں حضورؐ نے اس تہمت کے پھیلانے والوں پر حدِ قذف جاری کی، جن میں مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور اُم المومنین زینب بن جحش کی بہن حمنہ بنت جحش بھی تھی اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین پر دوہری حدِ قذف کی گئی۔ یہ تھا علمائے اہلِ سنت کے بیانات کا خلاصہ۔

جب کہ شیعہ روایات میں معاملہ کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے ماریہ قبطیہ کے بطن سے ایک بیٹا عطا کیا تھا جس کا نام آپؐ نے ابراہیم رکھا تھا۔ مصر کے بادشاہ مقوقس نے ماریہ قبطیہ رسولِ خدا کو ہدیہ کی تھیں۔ جب آنحضرتؐ نے شاہِ مصر کو قبولِ اسلام کو بذریعہ خط دعوت دی تھی تو مصر کے بادشاہ مقوقس نے ماریہ قبطیہ رسولِ خداؐ کو ہدیہ کی تھیں۔ اس نے اسلام تو قبول نہ کیا البتہ ماریہ قبطیہ کے ساتھ اپنے ایک غلام ''جریج'' کو آنحضرتؐ کی خدمت میں نذر کیا تھا۔ ماریہ قبطیہ آنحضرتؐ کے ایک فرزند کی ماں بنی اور وہ بچہ چھوٹی عمر ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ آنحضرتؐ اس کی موت پر سخت مغموم ہوئے۔ آنحضرتؐ کی بیوی نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ ابراہیم کی موت پر اتنے مغموم کیوں ہیں وہ تو جریج کا بیٹا تھا۔

آنحضرتؐ نے یہ سنا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تلوار لو اور جا کر جریج قبطی کو قتل کر دو۔ حضرت علیؑ تلوار لے کر اس باغ کے دروازے پر گئے جہاں جریج قبطی اقامت پذیر تھا۔ آپؑ نے باغ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ دستک سن کر دروازے کے قریب آیا، لیکن جب اُس نے روزنِ دیوار سے حضرت علیؑ کو تلوار سونتے ہوئے دیکھا تو اُس نے دروازہ نہ کھولا اور دوڑ پڑا۔ حضرت علیؑ دیوار پھلانگ کر باغ میں آئے۔ اُس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایک کھجور کے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔ حضرتؑ بھی کھجور کے درخت پر چڑھے، جب آپؑ اس کے قریب پہنچے تو اُس نے اُوپر سے چھلانگ

لگا دی۔ جیسے ہی اس نے چھلانگ لگائی تو اس کا تہبند ہٹ گیا۔ حضرت علیؑ نے جو دیکھا تو وہ سرے سے مرد ہی نہ تھا۔

اس کے بعد آپؑ اسے کچھ کہے بغیر واپس آ گئے اور رسولِ خداؐ سے عرض کیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ وہ مرد ہی نہیں ہے، اسی لیے میں واپس چلا آیا۔

یہ سن کر رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تمام حمد وثناء اس ذات کے لیے ہے جس نے ہمارے گھرانے سے برائی کو دُور رکھا۔ چنانچہ اسی تناظر میں واقعۂ اِفک کی آیات نازل ہوئیں۔

مرحوم علامہ محمد حسین طباطبائی نے تفسیر المیزان میں اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور ان کے بیانات کا ماحصل یہ ہے کہ دونوں روایات اشکال سے خالی نہیں ہیں جب کہ علمائے اہلِ سنت کی بیان کردہ روایت پر تو بہت سے اشکال پیدا ہوتے ہیں۔

سُنّی روایات میں مرقوم ہے کہ رسول اکرمؐ نے منبر پر فرمایا کہ عبداللہ بن ابی نے میری زوجہ پر تہمت لگائی ہے جب کہ میری زوجہ میں کوئی برائی نہیں ہے لہٰذا کوئی ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔

سعد بن معاذ انصاری نے کہا: یارسولؐ اللہ! اگر وہ ہمارے قبیلہ اوس کا فرد ہوتا تو میں اسے جا کر قتل کر دیتا۔ وہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا ہے پھر بھی اگر آپ حکم دیں تو آپؐ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔

خزرج قبیلہ کا سردار سعد بن عبادہ کھڑا ہوا۔ وہ اس سے قبل اگرچہ ایک صالح انسان تھا لیکن قومی حمیت میں آ کر اس نے کہا: خدا کی قسم! تو اسے قتل نہیں کر سکتا۔

پھر اسید بن حضیر نے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ سے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے، ہم اسے قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقین کا دفاع کر رہا ہے۔ اس کے بعد دونوں قبیلے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں تو تکار شروع کر دی۔ قریب تھا کہ ان میں جنگ ہو جاتی۔ آخر کار رسولِ خداؐ نے بڑی مشکل سے دونوں قبائل کو ٹھنڈا کیا۔

علاوہ ازیں علمائے اہلِ سنت کی بیان کردہ روایات میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ رسولِ خداؐ نے آیات آنے تک اپنی زوجہ سے بے توجہی کا رویہ اپنا لیا تھا۔ جب کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ واقعۂ اِفک سے پہلے حدِ قذف کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ جب لوگ رسول اکرمؐ کی بیوی پر اتہام میں مصروف تھے تو آپؐ نے اتنا عرصہ وحی الٰہی کا انتظار کیوں کیا اور تہمت تراشنے والوں پر حدِ قذف جاری کیوں نہ کی؟

پھر عجیب بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے جیسے ہی تم نے یہ خبر سنی تھی تو تم نے یہ کیوں نہ

کہا کہ ہم ایسی بات کرنا مناسب نہیں جانتے یہ تو بہتانِ عظیم ہے۔

جب عام مسلمانوں سے یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ اسے سنتے ہی بہتان کہہ کر ٹھکرا دیتے تو رسولؐ خدا اتنا عرصہ تک خاموش کیوں رہے؟ آپؐ نے پہلے ہی دن یہ کیوں نہ کہا کہ سبحان اللہ یہ تو بہتانِ عظیم ہے۔

سُنّی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ رسولؐ خدا نے مسطح، حسان، حمنہ بنت جحش پر حدِّ قذف جاری کی جب کہ عبداللہ بن ابی پر دوہری حدِّ قذف یعنی ایک سو ساٹھ کوڑوں کی سزا نافذ کی۔ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید تو یہ بتا رہا ہے کہ تہمت کی خبر عامۃ المسلمین میں پھیل گئی تھی اور لوگ ایک دوسرے سے یہ باتیں کرتے رہتے تھے، جب کہ سزا صرف چار افراد کو دی گئی۔ باقی لوگوں کو کچھ نہیں کہا گیا آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن ابی پر دوہری حدِّ قذف جاری کی گئی تھی۔ قرآنِ حکیم میں حدِّ قذف اسّی کوڑے بیان کی گئی ہے۔ پھر عبداللہ کو اسّی کے بجائے ایک سو ساٹھ کوڑے کیوں مروائے گئے تھے؟

اور جہاں تک شیعی روایت کا تعلق ہے تو وہ بھی ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی ایک بیوی............ نے ماریہ قبطیہ پر تہمت عائد کی تھی جیسے ہی آنحضرتؐ نے سنا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جاؤ اور جا کر جریح قبطی کو قتل کر دو۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادلانہ مزاج سے یہ بات بہت دُور ہے کہ آپؐ نے محض تہمت سن کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا ہو۔

قرآن مجید میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ تہمت تراشنے والا ایک فرد نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس میں شامل تھی جب کہ شیعی روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیوی کی طرف اس تہمت کو منسوب کیا گیا ہے؟

قرآن مجید میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ لوگوں میں کافی عرصہ تک اس معاملہ میں چہ میگوئیاں ہوتی رہی تھیں، جب کہ شیعی روایت میں اس کی طرف دُور تک بھی اشارہ موجود نہیں ہے؟!

اگر بالفرض شیعی روایت درست ہے اور اللہ نے ماریہ قبطیہ کی برأت کے متعلق آیات نازل کی تھیں تو آنحضرتؐ تہمت لگانے والی عورت پر حدِّ قذف تو جاری کرتے، لیکن روایت میں حدِّ قذف کا کہیں نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ آیاتِ افک کے بارے میں فریقین سے منقول قرائن و شواہد اتنے کمزور ہیں کہ وہ ان آیات کے نزول

کا سبب بننے سے قاصر ہیں اور فریقین کے بیان کردہ دونوں قسم کے واقعات کو ان آیات کی شانِ نزول نہیں بنایا جا سکتا۔

(اضافہ من المترجم)

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ محمد بن فضیل نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! مجھے اپنے ایک مومن بھائی کے متعلق ایک بات بتائی جاتی ہے جو مجھے ناپسند ہوتی ہے۔ میں اپنے مومن بھائی سے اس کے متعلق سوال کرتا ہوں تو وہ اس کا انکار کرتا ہے، جب کہ وہ روایت بھی میں نے ثقہ قسم کے لوگوں سے سنی ہوتی ہے۔ اس صورت میں کیا مجھے لوگوں کی بات پر اعتماد کرنا چاہیے یا اپنے مومن بھائی کی بات پر؟

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: محمد! اپنے بھائی کے متعلق اپنے کان اور آنکھ کی تکذیب کر، اگر پچاس افراد قسم کھا کر تجھے تیرے مومن بھائی کے متعلق کچھ بتائیں لیکن تیرا مومن بھائی دوسری بات کہے تو پچاس کی گواہی کو جھٹلا دے اور مومن بھائی کی بات پر بھروسہ کر۔ خبردار! اپنے مومن بھائی کے لیے ایسی بات کا چرچا نہ کرنا جو اس کے لیے رسوائی کا سبب ہو اور اپنے مومن بھائی کو بدنام کر کے ان لوگوں میں شامل نہ ہونا جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۹

"جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں برائی کو فروغ ملے تو ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مومن کے لیے وہ ... کہے جو اس کی آنکھوں نے دیکھی ہو اور جو اس کے کانوں نے سنی ہو تو وہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جن کے متعلق خداوند ذوالجلال نے اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ...... کی آیت نازل فرمائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کی برائی کا پرچار کرے تو وہ بھی اس پر عمل کرنے والے جیسا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى ......

"تم میں سے جو لوگ فضل اور وسعت والے ہیں وہ یہ قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قرابت داروں، مساکین اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کی کچھ مدد نہ کریں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ قرابت دار ہم ہیں۔ خدا نے اہلِ فضل اور

اہلِ وسعت کو حکم دیا ہے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ لہٰذا تم لوگ بھی ایک دوسرے کی غلطیاں معاف کرو اور ایک دوسرے سے درگزر کرو کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا ہے: اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ...... کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمہیں معاف کرے"۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اپنے آنے جانے کو خدا کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی کے لیے مخصوص کردو، کیونکہ تمہارا ہر عمل تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جا رہا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے: يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ "جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے"۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہی مناسب ہیں

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے مناسب ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں اور لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس سے بری الذمہ ہیں ان کے لیے مغفرت اور پاکیزہ روزی ہے"۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے دربارِ معاویہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے دشمن خبیث ہیں، جب کہ ہم اور ہمارے شیعہ طیب ہیں۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شیعہ سے فرمایا: تم لوگ طیب ہو اور تمہاری عورتیں بھی طیب ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ ...... کی آیت مجیدہ کے متعلق بہت سے اقوال منقول ہیں اور ان اقوال میں سے تیسرا قول یہ ہے کہ آیت مجیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔

یہی مفہوم ابو مسلم اور جبائی کے علاوہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی منقول ہے اور

یہ اس آیت کی مانند ہے: اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً (زنا کار مرد نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے) کچھ لوگوں نے ان عورتوں سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ نے انہیں اس سے روک دیا تھا اور اس رشتہ کو ناپسند کیا تھا۔

کتاب الخصال میں عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان کا دل پاک ہو تو اس کا بدن بھی پاک ہوتا ہے اور جب دل ناپاک ہو تو بدن بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

"اے ایمان والو! اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تم انہیں اپنے آنے کی اطلاع نہ دے دو اور انہیں سلام نہ کر لو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو"۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے قبل "استیناس" حاصل کرو اور سلام کرو۔ استیناس سے ایسا فعل مراد ہے جس سے صاحب خانہ کو نو وارد کے آنے کی اطلاع حاصل ہو سکے جیسا کہ آدمی کسی کے گھر میں داخل ہو تو وہ بلند آواز سے "یا اللہ" کہے یا کم از کم اس طرح سے کھانسے کہ صاحب خانہ کو معلوم ہو جائے کہ باہر سے کوئی اندر داخل ہو رہا ہے اور وہ ذہنی طور پر آنے والے کی آمد کے لیے آمادہ ہو سکے۔ اس طرح کی روش سے انسان دوسروں کی پردہ دری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب باہر سے آنے والا شخص کھنکھار کر گھر والوں کو اپنی آمد سے مطلع کر کے انہیں سلام کرے گا تو گھر کے افراد بھی اپنی پردہ پوشی کر لیں گے اور یوں معاشرے میں محبت و الفت پھیلے گی اور معاشرہ ترقی کر سکے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (اضافۃ من المترجم ملخصاً عن المیزان)

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "استیناس" سے مراد ہر وہ فعل ہے جس سے باہر سے آنے والا اہلِ خانہ کو اپنی آمد سے مطلع کر سکتا ہے مثلاً گھر میں داخل ہونے سے پہلے انسان اپنے جوتوں سے ایسی آواز پیدا کرے کہ گھر والوں کو معلوم ہو جائے کہ باہر سے کوئی آ رہا ہے۔ پھر گھر والوں کو سلام کرے۔

مجمع البیان میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آیت مجیدہ میں استیناس کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جب کسی کے گھر میں جانا پڑے تو زور سے سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ اکبر کہو اور کھانسو۔

سہل بن سعید راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک حجرے میں کھڑے سر میں کنگھی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جھانکا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں کوئی چیز تیری آنکھوں پر مارتا۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ نظر سے بچنے کے لیے تو اجازت لینے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے گھر میں میری بیوی رہتی ہے اور میرے علاوہ اس کا کوئی خدمت گزار بھی نہیں ہے۔ کیا میں اپنے گھر میں جانے کے لیے بھی دروازے پر دستک دوں؟ اور کیا ہر مرتبہ دستک دوں؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ تو اسے عریاں دیکھے؟

اُس شخص نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر دستک دیا کرو۔

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسولؐ خدا سے اجازت طلب کرنے کے لیے کھانسی کی آواز نکالی۔ رسولؐ خدا کے گھر میں ایک عورت بیٹھی تھی جس کا نام روضہ تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم دروازے پر جاؤ اور اسے تعلیم دو اور اس سے کہو کہ اگر تجھے اندر آنا ہے تو دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرو اور پھر کہو کہ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟

اس شخص نے سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں اب اندر آ جاؤ۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ "استیناس" سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے جوتوں کی آواز پیدا کرے اور سلام کرے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے مرد کو ایسے مکان میں داخل ہونے سے منع کیا ہے جس میں عورتیں رہتی ہیں البتہ عورتوں کے سرپرستوں سے اجازت لے کر داخل ہو سکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب بیٹا باپ کے پاس جائے تو اجازت طلب کرے، لیکن باپ کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جب کوئی شخص اپنی شادی شدہ بیٹی اور بہن کے گھر جائے تو اسے اجازت طلب کرنی چاہیے۔

محمد بن حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا انسان کو اپنے والد سے اجازت لینی چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں جب اپنے والد کے پاس جاتا تھا تو میں ان سے اجازت طلب کرتا تھا جب کہ میری والدہ بھی ان کے ساتھ نہیں ہوتی تھیں کیونکہ میری والدہ میرے بچپنے میں وفات پا چکی تھیں۔ میں بلا اجازت داخل ہو کر انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سلامتی ہی بہتر راستہ ہے۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ راوی ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپؐ مجھے ساتھ لے کر حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپؐ دروازے پر پہنچے تو رُک گئے اور السلام علیک کہا۔

حضرت زہراءؑ نے بھی سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں اندر آ جاؤں؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: آپ آ جائیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میرے ساتھ میرا ساتھی بھی اندر آ جائے؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے سر پر چادر نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: بستر کی چادر کا ایک حصہ سر پر رکھ لو اور اپنے سر کو ڈھانپ لو۔ اس کے بعد آپؐ نے سلام کیا اور فرمایا: کیا میں اندر آ جاؤں؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ اندر آ جائیں۔

آپؐ نے پھر فرمایا: کیا میرا ساتھی بھی میرے ساتھ اندر آ جائے؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: آپؐ کا ساتھی بھی آ جائے۔

اس کے بعد رسولِ خدا مجھے ساتھ لے کر داخل ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سیدہؑ کا چہرہ انتہائی زرد ہو چکا تھا۔

رسولِ خدا نے ان سے فرمایا: کیا وجہ ہے آپ کا چہرہ اتنا زرد ہے؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! بھوک کی وجہ سے میرا یہ حال ہو چکا ہے۔ اس وقت رسولِ خدا نے دعا مانگی اور کہا: اے بھوکوں کو سیر کرنے والے اور پریشانی کو ہٹانے والے! فاطمہؑ بنت محمدؐ کو سیر کر۔

جابر کہتے ہیں جیسے ہی آپؐ کی دعا ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ سیدہ کے چہرے کی زردی کافور ہو گئی اور آپؐ کے چہرے پر خون دوڑنے لگا۔ اس دعا کے بعد آپؑ کبھی بھوکی نہ ہوئیں۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ جراح مدائنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک گھر میں تین کمرے ہوں اور ان کے درمیان کوئی دیوار نہ ہو تو کیا وہاں بھی اجازت لینا ضروری ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

قولہ تعالٰی: فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

''اور اگر گھر میں تم کسی کو نہ پاؤ تو اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک کہ تمہیں اجازت مل نہ جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ تم واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے تم جو بھی کر رہے ہے اللہ اس سے واقف ہے۔ تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہو اور ان میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو۔ تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو اللہ تعالٰی کو اس کی پوری خبر ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مفادِ عامہ کی جگہوں میں داخل ہونے کے لیے کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے مثلاً مسافر خانے، حمام اور دُکان وغیرہ میں۔

نظر کے احکام

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ......

''آپؐ اہلِ ایمان سے کہہ دیں کہ نگاہیں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی ''حفظِ فروج'' کا حکم دیا گیا ہے تو وہاں اس سے زنا سے بچنا مراد ہے البتہ اس آیت مجیدہ میں شرم گاہوں کی حفاظت سے یہ مراد ہے کہ وہ سرعام شرم گاہ کی نمائش نہ کریں۔

اُصولِ کافی کی ایک طویل حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے نگاہ پر ایمان کا یہ تقاضا مقرر کیا ہے کہ وہ ان چیزوں کو نہ دیکھے جن کے دیکھنے سے خدا نے منع کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ...... چنانچہ ان آیات میں مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نامحرم کو دیکھتے وقت اپنی نگاہیں جھکا لیں اور کسی کے مقامِ ستر پر نظر نہ کریں۔

جوامع الجامع میں حضرت ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں اور اُم المومنین میمونہ رسول اکرمؐ کے

پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں آپ کا نابینا صحابی ابن اُم مکتوم آیا۔ اس وقت آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ نے ہم سے فرمایا کہ تم پردہ کرلو۔

ہم نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ تو نابینا ہے، وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتا؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم اسے نہیں دیکھ سکتیں؟

الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک انصاری نوجوان نے ایک عورت کو دیکھا۔ پھر اس کی نظر اس عورت پر ٹک گئی اور وہ عورت کو دیکھ بھی رہا تھا اور گلی میں چل بھی رہا تھا۔ گلی کی نکڑ پر کوئی ہڈی یا شیشہ دیوار میں پیوست تھا وہ اس کے چہرے پر لگا جس سے اس کا چہرہ زخمی ہو گیا اور اس کے کپڑے خون آلودہ ہو گئے۔ اس نے دل میں کہا کہ میں رسولؐ خدا کے پاس جاؤں گا اور انھیں اس بے وقوفی کی داستان سناؤں گا۔

چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا واقعہ آپ سے بیان کیا۔ اس وقت جبرئیل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ ''آپ مومنین سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزہ ترین روش ہے وہ جو کچھ کر رہے ہیں خدا کو اس کی پوری خبر ہے''۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کلمات بھی فرمائے تھے: اللہ تعالیٰ نے آنکھوں پر فرض کیا ہے کہ جس چیز کے دیکھنے سے خدا نے منع کیا ہے وہ اس چیز کو نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ''آپ اہلِ ایمان سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں''۔ اللہ نے دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھنا حرام قرار دیا ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ نامحرم عورت کے جسم کے کون سے اعضاء کو دیکھنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چہرہ، دو ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! نامحرم عورت کو پہلی نظر دیکھنا حلال ہے جب کہ دوسری بار دیکھنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یاد رکھو کہ انسانی اعضاء میں سے آنکھ ایک ایسا عضو ہے جو

بہت ہی ناشکرا ہے۔ تم اس کے مطالبات کو کبھی بھی پورا نہ ہونے دو ورنہ وہ تمہیں ذکرالٰہی سے غافل کردے گی۔ جب کوئی شخص لباس اُتارتا ہے تو شیطان حرص بھری نظروں اسے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی رانوں کو ننگا کر کے لوگوں میں نہ بیٹھے۔ تم عورت پر پہلی نظر ڈال سکتے ہو لیکن دوسری نظر نہ ڈالو اور فتنہ سے ڈرو۔ اگر تمہیں کوئی عورت پسند آنے لگے تو فوراً اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور حقوقِ زوجیت ادا کرو کیونکہ سب عورتیں مساوی ہیں۔ شیطان کو اپنے دل پر قابض نہ ہونے دو۔ اگر کسی کی شادی نہ ہوئی ہو تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی بکثرت حمد کرے اور نبی کریمؐ اور ان کی آل پر درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شادی کے اسباب فراہم کردے گا۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی لیکن تین آنکھیں نہیں روئیں گی۔

① وہ آنکھ جو خوفِ خدا میں روئی ہوگی۔

② وہ آنکھ جو محرمات کو دیکھ کر جھکنے کی عادی ہوگی۔

③ وہ آنکھ جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جاگنے کی عادی ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آنکھ دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی اور زمین بارش سے سیر نہیں ہوتی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کی جو عورت چار باتوں پر عمل کرے گی وہ جنت میں جائے گی:

① جو اپنی ناموس کی حفاظت کرے۔

② جو اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔

③ جو نماز پنجگانہ پابندی سے ادا کرے۔

④ جو ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔

قربُ الاسناد میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک عورت کو دیکھا جس نے اِحرام باندھ رکھا تھا اور پنکھے سے منہ چھپائے ہوئے تھی۔ آپ نے اس کے چہرے سے پنکھا ہٹا دیا۔ (حالتِ احرام میں عورت کے لیے منہ کھلا رکھنا ضروری ہے)

علی بن امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ انسان نامحرم عورت کے بدن کے کن اجزاء کو دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چہرے، ہتھیلیوں اور پاؤں پر نظر کر سکتا ہے۔

الکافی میں علی بن سُوید سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں حسین عورت کے چہرے کو دیکھنے کا مریض ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہاری نیت خدا کو سچی معلوم ہوئی تو تجھ پر کوئی عیب وارد نہ ہوگا مگر خبردار زنا سے بچنا، کیونکہ زنا برکت کو ختم کر دیتا ہے اور دین کو تباہ کر دیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذمی عورتوں کے بال اور ان کے ہاتھ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نامحرم عورت کے جسم کے کن اعضاء کو دیکھنا حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چہرہ، ہتھیلیوں اور پاؤں کو دیکھنا جائز ہے۔

عباد بن صہیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا کہ اہلِ تہامہ، اَعراب، اہلِ عراق اور اہلِ فارس (خواتین) کے سروں (کے بال) دیکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ انہیں سر ننگا کرنے سے جتنا بھی روکا جائے وہ باز نہیں آتیں۔ اسی طرح سے پاگل عورت کا بھی یہی حکم ہے اگر کوئی اس کے بالوں اور جسم کو دیکھے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ایسا ارادی طور پر نہ کرے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنے کا خواہش مند ہو تو کیا نکاح سے پہلے اسے دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، کیونکہ وہ اس کی بہت بڑی قیمت دے کر اس کو خرید کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو وہ اس عورت کے چہرے اور کلائیوں کو دیکھ سکتا ہے۔

حسن بن علی سری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ایک شخص کسی عورت سے شادی کرنے کا خواہش مند ہو تو کیا اسے غور سے دیکھ سکتا ہے اور کیا اس کے سراپا کے پیچھے اور اس کے چہرہ کو غور سے دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو وہ اس کو پیچھے سے اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھ سکتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو کیا

وہ اس عورت کے چہرے اور اس کے محاسن کو دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر لذت مقصود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا غلام اپنی مالکہ کے بالوں اور اس کی پنڈلی کو دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے اور ارادی طور پر اس کے باقی بدن کا دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ جب وہ قابلِ بھروسہ ہو تو مالکہ کے بال دیکھنے میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے کیا مراد ہے؟

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ……

”اور مومن خواتین کو چاہیے کہ وہ خود بخود ظاہر ہونے والی زینت کے علاوہ باقی زینت کا اظہار نہ کریں اور اپنے سینوں پر اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں“۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ خود بخود ظاہر ہونے والی زینت سے کاجل اور انگشتری مراد ہے۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے انگوٹھی اور کنگن مراد ہیں۔

جوامع الجامع میں ہے کہ خود بخود ظاہر ہونے والی زینت سے عورتوں کے کپڑے مراد ہیں اور آئمہ معصومینؑ سے منقول ہے کہ اس میں دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں مراد ہیں۔

مجمع البیان اور تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے دو ہتھیلیاں اور انگلیاں مراد ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے عورت کے کپڑے، کاجل، انگوٹھی، ہتھیلیوں کا خضاب اور کنگن مراد ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ زینت کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ ہے جو اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں شامل ہے اور اس کا مخفی رکھنا ضروری نہیں ہے (جس میں چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں شامل ہیں)

زینت کی دوسری قسم وہ ہے، جس کا اظہار صرف محرم کے سامنے جائز ہے اور اس میں ہار کا مقام اور اس سے اُوپر کا حصہ اور پازیب وغیرہ اور اس کے نیچے کا حصہ شامل ہے۔

تیسری قسم میں عورت کا پورا بدن شامل ہے جسے صرف اس کا شوہر دیکھ سکتا ہے۔

الکافی میں جمیل بن فضیل سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کہنی سے نیچے کا بازو اس زینت میں شامل ہے جسے عورت صرف اپنے مرد کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں اور اوڑھنی کے نیچے اور کنگن کے مقام سے اُوپر کا بدن بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ (سوائے اپنے شوہروں کے) کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں اپنے زینت کے مقامات کو شوہروں کے سامنے ظاہر کریں، تاکہ ان کی جنسی شہوت کو تحریک ملے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے سلتاء، مرحاء، مسوّفہ اور مُفسلہ عورتوں پر لعنت کی ہے۔ جب آنحضرتؐ سے ان الفاظ کی تشریح پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ سلتاء سے مراد وہ عورت ہے جو خضاب نہ کرے اور مرحاء سے مراد وہ عورت ہے جو سرمہ نہ لگائے اور مسوّفہ وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اسے جنسی تسکین کے لیے بلائے تو وہ آج کل پر ٹالتی رہے اور مُفسلہ وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اسے جنسی تسکین کے لیے بلائے تو وہ حیض کا جھوٹا بہانہ بنا کر اسے ٹالتی رہے۔

قولہ تعالیٰ: اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ

"وہ اپنی زینت کا اظہار اپنے میل جول کی عورتوں اور اپنی لونڈیوں کے سامنے کر سکتی ہیں"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَوْ نِسَآئِهِنَّ سے اہلِ ایمان عورتیں مراد ہیں۔ کوئی مومن عورت کسی یہودی، نصرانی اور مجوسی عورت کے سامنے اپنی زینت کی نمائش نہ کرے البتہ اگر غیر مسلم عورتیں اس کی کنیز ہو تو پھر اجازت ہے۔ اور اسی مفہوم کو

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے اور یہی مفہوم ابن جریر، مجاہد، حسن اور سعید بن مسیّب سے مروی ہے۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ غلام کے لیے مالکہ کے بالوں کا دیکھنا حلال نہیں ہے۔

ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ سے مراد صرف کنیزیں ہی نہیں بلکہ غلام بھی مراد ہیں اور ایک ضعیف سند کے ساتھ یہ قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان عورت کے لیے یہودی اور نصرانی عورت کے سامنے اپنا بدن ظاہر کرنا نامناسب ہے، کیونکہ وہ عورتیں ان کی جسمانی ساخت کو اپنے شوہروں کے سامنے بیان کرتی ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

"ایسے تابع افراد جن میں عورتوں کی طرف میلان ہی موجود نہ ہو"۔

الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس جملہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے وہ پاگل اور احمق مراد ہیں جن کو جنسی تسکین اور عورتوں کی طرف میلان کی احتیاج ہی نہ ہو۔

الکافی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ میں دو مخنث رہتے تھے، ایک کو "ہیت" اور دوسرے کو "مانع" کہا جاتا تھا۔ سب لوگ ان کے متعلق گمان کرتے تھے کہ ان بے چاروں کو عورتوں کے مسائل کا علم ہی نہیں ہے، اور یہ نرے بدھو اور کوذن ہیں۔ ایک مرتبہ ان میں سے ایک نے دوسرے مسلمان مرد سے کہا کہ جب تم طائف فتح کرلو تو پھر غیلان کی بیٹی پر ضرور تصرف حاصل کرنا۔

پھر اس نے اس کے ایک ایک انگ کی خوب تصویر کشی کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی گفتگو سن لی اور فرمایا کہ تم لوگ تو ان میں سے نہیں ہو جن کا عورتوں کی طرف میلان ہی نہیں ہوتا؟

اس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ انہیں مدینہ سے باہر "عرایا" بھیج دیا جائے۔ اس کے بعد وہ سودا سلف لینے کے لیے ہر جمعہ کے دن مدینہ آیا کرتے تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ سے ایسے بوڑھے کھوسٹ مرد مراد ہیں جنہیں عورتوں کی خواہش ہی نہ رہی ہو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے: اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کے مفہوم کے متعلق مفسرین میں اختلاف پایا

جاتا ہے۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو تمہارا بچا ہوا کھانا کھانے کی غرض سے تمہارے پیچھے چلتا رہتا ہو اور اسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو، یعنی پاگل قسم کا غلام۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علاوہ ابن عباس، قتادہ اور سعید بن جبیر سے بھی یہ مفہوم منقول ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَتُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

"اے ایمان والو! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم نجات حاصل کر سکو"۔

حدیث میں مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ میں روزانہ ایک سو بار توبہ کرتا ہوں"۔ اس روایت کو مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾ اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا
كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى
نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ
وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
وَالْاَبْصَارُ ۙ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا
جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ
اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ
وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِیۡحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ
بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ اِلَی اللّٰهِ
الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَهٗ ثُمَّ
یَجۡعَلُهٗ رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ
السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُهٗ
عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ
اللّٰهُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾

"تم میں سے جو مجرد ہوں اور جو تمہارے لونڈی غلام صالح ہوں ان کے نکاح کردو، اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا۔ اللہ بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔

اور جو نکاح کا مقدور نہ رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ خدا اپنے فضل سے انہیں مال دار بنا دے اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی خواہش کریں اور تمہیں ان کے اندر بھلائی معلوم ہو تو ان سے مکاتبت کرلو اور خدا نے تم کو جو مال دیا ہے اس میں سے انہیں دو اور اپنی لونڈیوں کو دنیاوی مفاد حاصل کرنے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی انہیں مجبور کرے تو اللہ اس جبر کے بعد ان لونڈیوں کے لیے بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ہم نے اپنی واضح آیات تمہاری طرف نازل کی ہیں اور تم سے پہلی اقوام کے حالات بھی تم سے بیان کیے ہیں اور ہم نے پرہیزگاروں کے لیے وعظ و نصیحت کی باتیں نازل کی ہیں۔

اللہ جل شانہٗ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو۔ چراغ میں شیشہ ہو اور شیشہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند شفاف ہو اور وہ چراغ زیتون کے بابرکت درخت کے تیل سے روشن ہو جو نہ تو مشرقی ہو اور نہ غربی۔ جو آگ کے چھوئے بغیر خود بخود جل اٹھتا ہو، روشنی پر روشنی ہو۔ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے۔

(وہ قندیل) ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور ان میں خدا کے نام کو یاد کیا جاتا ہے۔ ان گھروں میں رہنے والے صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرسکتی۔ وہ اس دن سے خوف زدہ رہتے ہیں جب خوف کی وجہ سے دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

(وہ عبادت اس لیے کرتے ہیں) تاکہ خدا ان کے اعمال کا انہیں بہتر سے بہتر بدلہ عطا کرے اور اپنے فضل سے ان کے بدلے میں اضافہ بھی کرے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے ان کے اعمال چمکتی ہوئی ریت کی مانند ہیں جسے دور سے دیکھنے والا پیاسا پانی سمجھتا ہے مگر جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا اور خدا کو اپنے پاس موجود پایا جس نے اس کا سارا حساب چکا دیا۔ اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے یا ان کے اعمال کی مثال ان تاریکیوں کی سی ہے جو گہرے سمندر میں ہوں جہاں ایک موج

چھائی ہوئی ہو، اس پر دوسری موج ہو اس کے اُوپر بادل کی تاریکی چھائی ہوئی ہو۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہو جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو تاریکی کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکے جسے اللہ نور نہ بخشے تو اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمین میں رہ رہے ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے جو پَر پھیلائے ہوئے ہیں (وہ بھی خدا کی تسبیح کرتے ہیں) ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کو اس کی سب خبر ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا کے لیے ہے اور اسی کی طرف سب کی بازگشت ہے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادل کو چلاتا ہے۔ پھر اس کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہے، پھر اسے تہ در تہ بنا دیتا ہے۔ پھر تم اس کے درمیان میں سے بارش کے قطرات کو برستا ہوا دیکھتے ہو۔ وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، اولے برساتا ہے۔ پھر جسے چاہتا ہے اس سے نقصان پہنچا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اولوں کو ہٹا لیتا ہے۔ اس کی بجلی کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہوتی ہے۔ اللہ رات اور دن کو اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ یقیناً اہلِ نظر کے لیے اس میں عبرت ہے"۔

نکاح کا حکم

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ‌ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۳۲﴾

"تم میں سے جو مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلام جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اللہ بڑی گنجائش والا واقف کار ہے"۔

الکافی میں عاصم بن حمید سے منقول ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں آیا اور اُس نے اپنے افلاس کی ان سے شکایت کی تو آپؑ نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا۔ اُس شخص

نے آپؑ کے حکم پر شادی کرلی۔ پھر چند دن گزرنے کے بعد وہ دوبارہ آپؑ کے پاس حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے معاشی حالات کیسے ہیں؟

اُس نے کہا کہ میں تو پہلے سے بھی زیادہ افلاس میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

آپؑ نے اُس سے فرمایا کہ اب تم بیوی کو طلاق دے کر اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔

اُس شخص نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے چند دن بعد وہ آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اس سے اس کی معاشی کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اب میرے حالات بہتر ہو گئے ہیں اور میں مالدار ہو گیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں دو حکم دیئے تھے اور دونوں کے متعلق اللہ نے ضمانت دی ہے کہ اس سے وہ سدھر جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم دیا تو اس ضمن میں فرمایا: اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ "اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے انہیں مالدار بنا دے گا"۔

چنانچہ تم نے نکاح کیا، لیکن تمہاری مالی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی، اسی لیے میں نے تجھے طلاق کا حکم دیا کیونکہ اللہ نے اس کے متعلق فرمایا ہے: وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ (اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو ہر ایک کو اللہ اپنی وسعت سے مالدار بنا دے گا۔ النساء: ۱۳۰)۔ چنانچہ تم نے طلاق دی تو تمہارے مالی حالات سدھر گئے اور تم مالدار بن گئے۔

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے اپنی مفلسی کی شکایت کی تو آپؐ نے اسے تین بار فرمایا: تو شادی کر لے، کیا یہ روایت درست ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ روایت بالکل سچی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: رزق بیوی بچوں کے ساتھ ہے۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مفلسی کے خوف سے شادی نہ کرے، تو اس نے خدا کے متعلق بدگمانی سے کام لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ (اگر وہ غریب ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے انہیں مالدار بنا دے گا)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور ان سے مفلسی کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ شادی کر لو۔ اس نے شادی کر لی تو اللہ نے اسے وسیع رزق دے دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انصار میں سے ایک نوجوان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؐ سے مفلسی کی شکایت کی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ شادی کرلو۔

وہ حضرتؐ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آیا۔ راستے میں ایک انصاری سے ملاقات ہوئی۔ اس نے نوجوان سے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟

نوجوان نے اسے اپنی روئیداد سنائی۔ انصاری بزرگ نے کہا کہ میں ایک خوبصورت جوان بیٹی کا باپ ہوں اور میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی سے کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ اس نوجوان کی شادی ہوگئی اور اللہ تعالٰی نے اس کے حالات بہتر کردیئے۔ چند دنوں کے بعد وہ نوجوان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے گروہِ نوجوانان! تمہیں نکاح کرنا چاہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شادی شدہ شخص کی دو رکعت نماز کنوارے شخص کی ستر رکعات سے افضل ہے۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نکاح کیا، اس کا آدھا دین محفوظ ہوگیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے باقی نصف حصہ کی حفاظت کرنی چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بدترین مُردے وہ ہیں جنہوں نے شادی نہیں کی اور اسی حالت میں مر گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ کی ان کے بھائی بن یامین سے ملاقات ہوئی تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ میرے بعد تو نے عورتوں سے شادی کیسے کرلی تھی (کیا تمہیں میرے فراق کا درد بھول گیا تھا؟)

بن یامین نے کہا کہ والدِ محترم نے مجھے حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: اگر تو اتنی اولاد پیدا کرسکے جو زمین کو تسبیح سے بھردے تو پھر اتنی اولاد پیدا کر۔

ابن قداح راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے شادی کی ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: میرے والد علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ کہا جائے کہ تمہیں پوری دنیا کی سلطنت دی جاتی ہے اور اس کے عوض تم ایک رات بیوی کے بغیر بسر کرو تو میں یہ سودا نہیں کروں گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی کنوارہ شخص ساری رات قیام کرے اور دن کا روزہ رکھے اور ایک شادی شدہ صرف دو رکعت بجالائے تو شادی شدہ شخص کی دو رکعت اس کی عبادت سے افضل ہے۔

بعدازاں آپؑ نے اس شخص کو سات دینار عطا کیے اور فرمایا: جاؤ اس رقم سے جا کر شادی کرو۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ گھرداری اختیار کرو یہ تمہارے لیے رزق کا ذریعہ ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقداد بن اسود کا ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے اس لیے نکاح کیا تھا کہ نکاح کا سلسلہ صرف قوم قبیلے میں محدود ہو کر نہ رہ جائے اور یہ بھی مقصد تھا کہ لوگ آپ کے طرزِ عمل کی پیروی کریں اور انہیں یہ معلوم ہو سکے کہ خدا کے ہاں وہی قابلِ عزت ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہو۔ زبیر، جناب عبدالمطلب کا فرزند اور حضرات عبداللہ و ابوطالب کا بھائی تھا۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضبیعہ بنت زبیر کا نکاح مقداد بن اسود سے کیا تو بنی ہاشم نے اعتراض کیا تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں نے یہ نکاح اس لیے کیا ہے تاکہ نکاح کا سلسلہ قوم قبیلے میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گندگی کے ڈھیر پر اُگے ہوئے خوبصورت پھول سے پرہیز کرو۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس فرمان کا کیا مقصد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بُرے خاندان میں پیدا ہونے والی خوبصورت لڑکی سے شادی نہ کرو۔

ابراہیم کرخی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولاؑ! میری بیوی مر گئی ہے اور وہ میری بڑی ہمدرد تھی۔ اب میں نے شادی کا ارادہ کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: شادی سے پہلے یہ ضرور دیکھنا کہ تم اپنے آپ کو کس کے حوالے کر رہے ہو اور اپنے مال میں کسے شریک کر رہے ہو اور اپنے دین و امانت سے کس کو آگاہ کر رہے ہو؟ اور اگر تمہیں شادی کرنا ہی ہے تو کسی اچھے خاندان کی کنواری لڑکی سے شادی کرو اور اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لو کہ وہ بااخلاق بھی ہونی چاہیے۔ پھر حضرتؑ نے یہ اشعار پڑھے:

الا ان النساء خلقن شتّٰی ۔۔۔ فمنهن الغنيمة والغرام

ومنهن الهلال اذا تجلّٰی ۔۔۔ لصاحبه ومنهن الظلام

فمن يظفر بصالحهن يسعد ۔۔۔ ومن يغبن فليس له انتقام

''عورتوں کی کئی اقسام ہیں، کچھ غنیمت ہیں، کچھ مصیبت۔ اور کچھ عورتیں ایسی ہیں جو ہلالِ عید کی طرح اپنے شوہروں کے لیے چمکتی ہیں اور کچھ (اُن کے لیے) اندھیرا ہوتی ہیں۔

جسے کوئی صالح عورت مل جائے تو وہ خوش نصیب بن جاتا ہے اور جسے نقصان اُٹھانا پڑے (یعنی صالح عورت نہ ملے) تو وہ بے چارہ کسی سے بدلہ بھی نہیں لے سکتا''۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم، وہ ہے جو شوہر سے محبت کرنے والی اور اولاد پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت کے امور میں اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے اور شوہر کے خلاف حادثاتِ زمانہ کی مدد نہیں کرتی۔

دوسری قسم، وہ ہے جو بانجھ ہو، خوبصورت ہو نہ بااخلاق۔ وہ کسی بھلائی کے لیے شوہر کی مدد نہیں کرتی۔

تیسری قسم، وہ ہے جو چیختی چلاتی ہے اور ہر وقت باہر اندر جاتی ہے اور سرکش مزاج رکھتی ہے۔ جو شوہر کی زیادہ سے زیادہ بھلائی کو بھی کم تصور کرتی ہے اور تھوڑی بھلائی کو قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتی۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے افراد کو قیامت کے دن عرشِ خداوندی کا سایہ نصیب ہوگا جب کہ اس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا:

① جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی شادی کرائے۔

② جو اپنے مسلمان بھائی کی خدمت کرے۔

③ جو اپنے مسلمان بھائی کے راز کو چھپائے رکھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چار قسم کے افراد ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر نگاہِ شفقت فرمائے گا:

① جو کسی ندامت محسوس کرنے والے کو معاف کردے۔

② جو کسی مظلوم کی امداد کرے۔

③ جو کسی غلام کو آزاد کرے۔

④ جو کسی کنوارے کی شادی کرائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: چار چیزیں انبیاءؑ کی سنت میں شامل ہیں: ① عطر لگانا ② نکاح کرنا ③ مسواک کرنا ④ مہندی لگانا۔

صحابیٔ پیغمبر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے شادی کر لی ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا: شادی کرلو اس کے ذریعہ سے تمہاری پاکدامنی میں مزید اضافہ ہوجائے گا لیکن پانچ قسم کی عورتوں سے شادی نہ کرنا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! وہ پانچ قسم کی عورتیں کون سی ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: شہبرہ، لہبرہ، ہنبرہ، ہیدرہ اور لغوت عورتوں سے شادی نہ کرنا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کے فرمان کی مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آئی۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ عرب نہیں ہو؟ سنو! ''شہبرہ'' نیلی آنکھوں والی بے حیا عورت کو کہا جاتا ہے۔ ''لہبرہ'' طویل قامت اور دُبلی عورت کو کہا جاتا ہے۔ ''ہنبرہ'' پستہ قد سرخ رنگ کی عورت کو کہا جاتا ہے۔ ''ہیدرہ'' بوڑھی عورت کو کہا جاتا ہے اور ''لغوت'' وہ عورت ہے جو تمہارے نکاح میں آنے سے پہلے کسی بچے کی ماں ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ عورتوں کی چار اقسام ہیں: ① جامع مجمع ② ربیع مربع ③ کرب مقمع ④ غل قمل

شیخ صدوقؒ نے حدیث لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ''جامع مجمع'' وہ عورت ہے جس میں زیادہ بھلائیاں ہوں اور ''ربیع مربع'' وہ عورت ہے جس کی گود میں ایک بچہ ہو اور ایک بچہ اس کے شکم میں پرورش پا رہا ہو اور ''کرب مقمع'' وہ عورت ہے جو اپنے شوہر سے گستاخی کرے۔ اور ''غل قمل'' ایسی عورت ہے جو شوہر کے لیے سراپا مصیبت ہو۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری عورتوں سے شادی کرو۔ ان کے منہ سے خوشبو آتی ہے اور وہ بااخلاق ہوتی ہیں اور ان کے رحم میں بچہ پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری وجہ سے قیامت کے دن باقی اُمتوں پر فخر ومباہات کروں گا۔ اگرچہ میری اُمت میں سے ساقط ہونے والا بچہ بھی کیوں نہ ہو۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ساقط ہونے والا بچہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا جنت کے

دروازے پر پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ جنت میں چلا جا۔

وہ بچہ کہے گا کہ پروردگار! جب تک میرے ماں باپ مجھ سے پہلے جنت میں نہ جائیں گے تب تک میں جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک فرشتے سے کہے گا کہ اس کے والدین کو یہاں لے آ۔ جب وہ آ جائیں گے تو اللہ انہیں جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا اور بچے سے فرمائے گا کہ تجھ پر میری رحمت کی وجہ سے یہ جنت میں جا رہے ہیں۔

(یقیناً یہاں والدین پر رحمتِ خدا کا باعث بننے والے بچے وہ بچے ہیں جنھیں اُنہوں نے غیر شرعی طور پر ساقط نہ کیا ہو)

مکاتبت کے احکام

دین اسلام میں غلام کو آزاد کرانے کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ان کے کفارے کے طور پر غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً اگر کسی سے قتلِ خطا سرزد ہو جائے تو اسے غلام کو آزاد کرنا چاہیے۔ اگر کوئی قسم توڑ دے تو بھی غلام کو آزاد کرے۔ اگر کوئی روزہ توڑ دے تو بھی غلام کو آزاد کرے۔

اسلام نے مصارفِ زکوٰۃ میں بھی غلاموں کی آزادی کو شامل کیا ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر کوئی غلام اپنی آزادی کا خواہش مند ہو تو وہ اپنے آقا سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک شریفانہ معاہدہ کرسکتا ہے مثلاً آقا و غلام میں یہ طے پا جائے کہ وہ پانچ ہزار درہم ادا کرے گا اور اس کے عوض مالک اسے آزاد کر دے گا تو اس طرح کے معاہدہ کو ''مکاتبت'' کہا جاتا ہے اور جب کوئی غلام اس طرح کا معاہدہ کرے گا تو مالک اس کو آزادانہ رزق روزی تلاش کرنے کی اجازت دینے کا پابند ہو جائے گا اور جب وہ مقررہ رقم مالک کو ادا کرے گا تو وہ اس کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور کسی بھی آزاد شہری کی طرح زندگی بسر کرنے کا مجاز ہوگا۔

اسلام نے مالکوں کو یہ ہدایت بھی کی ہے کہ وہ مکاتبت کا معاہدہ کرنے والے غلاموں کی مالی مدد بھی کریں تا کہ وہ جلد از جلد آزاد ہو سکیں۔ (اضافۃ من المترجم)

فرمانِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ

''اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی خواہش کریں اور تمہیں ان کے اندر بھلائی معلوم ہوتی ہو تو ان سے مکاتبت کرلو اور خدا نے تم کو جو مال عطا کیا ہے اس میں سے انہیں بھی کچھ دو''۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: غلاموں میں جس بھلائی کا خدا نے ذکر کیا ہے اس بھلائی سے مراد کلمۂ توحید و نبوت پڑھنا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ غلام کے پاس کوئی ایسا کام بھی ہونا چاہیے جس سے وہ اپنے معاہدہ کی رقم ادا کرسکیں یا ان کے پاس کوئی ہنر ہو۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ آیت مکاتبت میں لفظ خیر سے مال و دولت مراد ہے۔ الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لفظ خیر سے غلاموں کا دین اور دولت دونوں چیزیں مراد ہیں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا کہ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا کی آیت مجیدہ میں ''خیر'' سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مقصد یہ ہے کہ اگر تم محسوس کرو کہ اس کے پاس رقم موجود ہے یا وہ مقررہ مدت میں رقم فراہم کرے گا تو اس سے مکاتبت کرلو۔

سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آقا یہ جانتا ہو کہ غلام کے پاس کچھ رقم بھی نہیں ہے اور اس کے باوجود غلام اپنے آقا سے مکاتبت کا معاہدہ کرنے کی درخواست کرے تو آقا کو کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے مکاتبت کا معاہدہ کرلینا چاہیے اگرچہ اس کا غلام لوگوں سے بھیک مانگتا ہو یعنی رقم نہ ہونے کی وجہ سے مکاتبت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ بندوں کو ایک دوسرے کے رزق کا وسیلہ بناتا ہے۔ مومن کی قدرت کی طرف سے مدد کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ احسان کرنے والے کی قدرت سے مدد ہوتی ہے۔

قوله تعالى: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ

''اور تمہارے جو مملوک تم سے مکاتبت کرنا چاہیں اور اگر تمہیں ان کے اندر بھلائی معلوم ہو تو ان سے مکاتبت کرلو اور خدا نے تم کو جو مال دیا ہے اس میں سے انہیں بھی کچھ دے دو''۔

مقصدِ آیت یہ ہے کہ مکاتبت کے معاہدہ میں جو رقم طے ہو جائے اس میں سے بھی ان کے ساتھ کچھ رعایت کرو۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ علا بن فضیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

اٰتٰىكُمْ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: مقصد آیت یہ ہے کہ تم اپنی مقرر کردہ رقم میں انہیں کچھ تخفیف دو۔

میں (راوی) نے کہا کہ تخفیف کتنی ہونی چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد علیہ السلام نے غلام سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور اس سے چھے ہزار دراہم پر معاملہ طے ہوا تھا۔ میرے والد گرامی نے اسے ایک ہزار درہم چھوڑ دیئے تھے۔

مجمع البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ مکاتبت کے معاہدہ میں کتنی رعایت دینی چاہیے۔ اس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مقررہ رقم میں سے ایک چوتھائی رقم کی رعایت کرنی چاہیے۔ چنانچہ ثوری سے یہ قول منقول ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہی مقدار منقول ہے۔

قحبہ گری کی ممانعت

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

"اور تم اپنی لونڈیوں کو دنیاوی مفاد حاصل کرنے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی انہیں مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان لونڈیوں کے لیے بخشنے والا مہربان ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ عرب میں بالعموم اور قریش میں بالخصوص یہ رواج پایا جاتا تھا کہ لونڈیاں خرید کر ان پر بھاری ٹیکس لگا دیا جاتا تھا اور ان سے کہا جاتا تھا کہ وہ جائیں اور زنا کر کے یہ رقم کما کر لائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قحبہ گری سے منع کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا "دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیے اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں"۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ جن لونڈیوں سے جبراً دھندہ کرایا جاتا ہے، اللہ ان لونڈیوں کو بخشنے والا مہربان ہے۔

ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء:۲۵) کی آیت اس کی ناسخ ہے۔ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اگر لونڈیاں بدکاری کریں تو انہیں آزاد عورت کی نصف سزا دی جائے گی یعنی ان کے لیے حدِ شرعی پچاس کوڑے ہوگی۔

وضاحت: مترجم حقیر یہ سمجھتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ کی آیت اس کی ناسخ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں زنا بالجبر کی بحث کی گئی ہے جب کہ دوسری آیت میں زنا بالرضا کا حکم بیان کیا گیا ہے لہٰذا ان دونوں آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لونڈیاں پاک دامن رہنے کی خواہش مند ہوں تو تم انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اور اگر وہ پاک دامن رہنے کی خواہش مند نہ ہوں تو پھر تم ان کو دھندہ پر مجبور کرو۔

یہ شرط اضافی ہے مثلاً ہم کسی سے کہتے ہیں کہ ''مسجد میں جھوٹ نہ بولو'' اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ مسجد کے باہر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے بھی اضافی شرط عائد کی ہے کہ جب وہ پاک دامن رہنے کی خواہش مند ہوں تو تم انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابن عباس اور سعید بن جبیر کی قرأت میں مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے الفاظ وارد ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی قرأت منقول ہے۔

عبداللہ بن اُبی کے متعلق منقول ہے کہ اس نے چھے لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں جن سے وہ جبراً دھندہ کراتا تھا۔ جب حُرمتِ زنا کی آیت نازل ہوئی تو وہ لونڈیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے اپنی حالتِ زار بیان کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیتِ نور

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۳۵ۙ

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو۔ چراغ شیشہ میں ہو اور شیشہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند شفاف ہو اور وہ چراغ زیتون کے بابرکت درخت کے تیل سے روشن ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی ہو۔ جو آگ کے چھوئے بغیر

خود بخود جل اُٹھتا ہو۔ روشنی پر روشنی ہو۔ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے۔ اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔

اصولِ کافی میں صالح بن سہل ہمدانی سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ کی آیت میں مشکوٰۃ (طاق) فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ فِيْهَا مِصْبَاحٌ میں وہ "مصباح" (چراغ) حسنؑ ہیں۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ "زجاجۃ" (شیشہ) حسینؑ ہیں۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ "کوکب دری" (روشن ستارہ) فاطمہ زہراءؑ ہیں جو خواتینِ جہان میں روشن ستارے کی مانند چمکتی ہیں اور يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ وہ "شجرۂ مبارکہ" (بابرکت درخت) ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے مراد یہ ہے کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے۔ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ یعنی امام کے بعد امام ہے۔ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مقصد یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے امام کی معرفت عطا کرتا ہے۔

حدیث کافی طولانی ہے اس کا تتمہ او کظلمات کی آیت کے ضمن میں پیش کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ خدا کی وفات کے بعد اہلِ بیتؑ کی تعزیت وتسلی کے لیے اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا جس کی آواز اہلِ بیتؑ کو سنائی دیتی تھی اور وہ خود انہیں دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس نے تعزیت کرتے ہوئے یہ جملے کہے تھے:

"اللہ نے آپ حضرات کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتؑ ہونے کا شرف دیا۔ اور اپنا علم آپ میں ودیعت فرمایا اور آپ حضرات کو اپنی کتاب کا وارث بنایا اور اپنے علم کا صندوق بنایا اور اس نے آپ کو اپنی عزت کا عصا بنایا اور تمہارے لئے اپنے نور کی مثال بیان کی"۔

کتاب التوحید میں عباس بن ہلال سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا کیا مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ہی اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کا ہادی ہے۔

برقی کی روایت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کو اللہ ہی نے ہدایت دی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ کی آیت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ان الفاظ سے ہماری مثال بیان کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور آئمہ ہدیٰ خدا کی وہ آیات و دلائل ہیں جن سے توحید کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور یہ بزرگوار شخصیات دین کے مصالح اور اسلام اور سنن و فرائض کا راستہ ہیں۔ ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے آیتِ نور کا یہ جملہ پڑھا: اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ۔

آپؑ نے فرمایا: بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پھر میں نے کہا: مَثَلُ نُوۡرِهٖ آپؑ نے فرمایا: وہ محمدؐ ہیں۔

پھر میں نے کہا: کَمِشۡكٰوةٍ آپؑ نے فرمایا: وہ محمدؐ کا سینہ ہے۔

پھر میں نے کہا: فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ آپؑ نے فرمایا: اس میں نورِ علم یعنی نبوت ہے۔

پھر میں نے کہا: اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ آپؑ نے فرمایا کہ رسول کا علم علیؑ کے قلب تک پہنچا۔

پھر میں نے پڑھا: اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ آپؑ نے فرمایا: وہ امیر المومنینؑ ہیں، آپؑ نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے۔

میں نے کہا: يَّـكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ مقصد یہ ہے کہ وفورِ علم اتنا زیادہ ہے کہ امام کے بولنے سے قبل ہی علم اس کے منہ سے برآمد ہونے کو ہے۔

میں نے کہا: نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ آپؑ نے فرمایا: امام کے بعد امام۔

عیسیٰ بن راشد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے کَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا کہ نبی کا سینہ علمِ الٰہی کا طاق ہے۔

پھر میں نے کہا: اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ آپؑ نے کہا کہ وہ شیشہ حضرت علیؑ کا سینہ ہے جس میں نبی کا علم منتقل ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو تعلیم دی تھی۔

میں نے کہا: اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ آپؑ نے فرمایا کہ اس سے نورِ علم مراد ہے۔

میں نے کہا: آپؑ نے کہا: لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ وہ یہودی اور نصرانی نہیں ہے۔

میں نے کہا: يَّـكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ آپؑ نے کہا کہ مقصد یہ ہے کہ امام سوال کرنے سے پہلے ہی علمی جواب دے دیتا ہے۔

میں نے کہا: نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ آپؑ نے فرمایا کہ امام نور علم سے مؤید ہوتا ہے۔ اور حکمت آلِ محمدؐ کے امام کے نقشِ قدم پر سفر کرتی ہے اور یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ وہ اوصیاء ہیں جنہیں خدا نے اپنی زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا ہے اور ہر دور میں ان میں سے ایک نہ ایک فرد موجود رہتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ سے نبیؐ کے سینۂ اقدس کو مشکوٰۃ یعنی طاق سے تشبیہ دی گئی ہے۔ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ''مصباح'' یعنی چراغ سے علم مراد ہے۔ فِیْ زُجَاجَةٍ ''زجاجہ'' یعنی شیشہ سے امیرالمومنین (علی علیہ السلام) مراد ہیں کیونکہ نبیؐ کا علم ان کے پاس ہے۔

الکافی میں اسحاق بن جریر سے منقول ہے کہ ایک خاتون نے مجھ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق علیہ السلام سے میرے لیے (ملاقات کی) اجازت حاصل کرو۔

میں نے آپ کو درخواست دی تو آپؑ نے فرمایا کہ اسے لے آؤ۔ چنانچہ وہ اپنی ایک کنیز کو ساتھ لے کر آئی اور اس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خاتون! اللہ نے مثالیں درختوں کے لیے بیان نہیں کیں اس سے بنی آدم مراد ہیں۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے۔ اللہ نے رسولؐ کو جو علم عطا کیا تھا انہوں نے وہ علم وصی کے سپرد کیا جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ فرما رہا ہے میں آسمانوں اور زمین کا ہادی ہوں۔ میں نے جو علم و نور عطا کیا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے: كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ چنانچہ طاق قلبِ محمدؐ ہے اور چراغ سے مراد وہ نور ہے جس میں علم ہے۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اللہ کہہ رہا ہے کہ میں تجھے اپنے پاس بلانا چاہتا ہوں لہٰذا تم اپنا علم اپنے وصی کے سپرد کردو جیسا کہ چراغ کو طاق میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ آپ لوگوں کو وصی کی فضیلت سے آگاہ کریں۔ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اس شجرہ مبارکہ کی جڑ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾ (ہود: ۷۳) ''اے اہلِ بیت ابراہیمؑ! تم پر اللہ کی رحمت اور برکات ہیں بے شک وہ لائق حمد اور صاحب عزت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ

بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (آل عمران:۳۳-۳۴)

"بے شک اللہ نے تمام جہانوں میں سے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو چنا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تم یہودی نہیں کہ مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اور تم نصرانی نہیں ہو کہ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ تم لوگ سنتِ ابراہیمؑ پر چلنے والے ہو۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر خدا نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

"ابراہیم یہودی و نصرانی نہ تھے، وہ باطل پرستوں سے کترا کر خدا کے فرماں بردار تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے"۔ (آل عمران:۶۷)

یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ۭ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ان الفاظ سے خدا یہ فرما رہا ہے کہ تمہاری اولاد کی مثال اس تیل کی سی ہے جسے زیتون سے نچوڑا جاتا ہے۔ اگرچہ ان پر فرشتے کا نزول نہیں ہوتا۔ پھر بھی علمِ نبوت پہنچانے پر تیار رہتے ہیں۔

امالی صدوق میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپؑ نے فرمایا: میں زیتونی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں اور خاندانِ نبوتؐ کی قندیلوں میں سے ایک قندیل ہوں اور میں کتابوں کا ادیب ہوں اور محترم فرشتے کے ہاتھوں سے پلا ہوا ہوں اور میں فانوس کے چراغوں میں سے ایسا چراغ ہوں جس میں نور ہی نور ہے اور خدا کے منتخب افراد جو قیامت تک باقی رہیں گے میں اس کلمہ باقیہ کا ایک فرد ہوں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں طلحہ بن زید سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت نور پڑھ کر فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے الفاظ سے اللہ نے اپنی ذات کے نور سے ابتدا کی۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ یہ قلب مومن کو ہونے والی ہدایت کی مثال ہے۔ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ طاق جوفِ مومن ہے اور قندیل اس کا دل ہے اور چراغ وہ نور ہے جسے خدا نے اس کے دل میں رکھا ہے اور شجرہ مبارکہ مومن ہے۔ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ وہ ایسے پہاڑ کی چوٹی ہے جس کے لیے کوئی مشرق و مغرب نہیں ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس پر طلوع ہوتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بھی اسی پر غروب ہوتا ہے۔ یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ اس کے دل میں خدا نے جو نور رکھا ہے وہ اس کے بولے بغیر بھی روشن ہونے کو

ہوتا ہے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ فرض پر فرض ادا کرتا ہے اور سنت پر سنت ادا کرتا رہتا ہے۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ خدا جسے چاہتا ہے اپنے فرائض وسنن کی ہدایت عطا کرتا ہے۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ یہ وہ مثال ہے جو خدا نے مومن کی بیان کی ہے۔

پھر آپؑ نے کہا: مومن پانچ انوار میں شب و روز بسر کرتا ہے، اس کے داخل ہونے کا مقام نور ہوتا ہے۔ اس کے نکلنے کا مقام نور ہوتا ہے۔ اس کی کلام نور ہوتی ہے۔ اس کا علم نور ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کی بازگشت بھی نور کی جانب ہوگی۔

میں (راوی) نے امام علیہ السلام سے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ رب کے نور کی مثال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ کے لیے تو کوئی مثال ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ "اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو"۔

عبداللہ بن جندب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور میں نے آپؑ سے آیتِ نور کی تفسیر کی استدعا کی۔

آپؑ نے جواب میں لکھا: امابعد! واضح ہو کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوقِ خدا میں خدا کے امین تھے اور جب آپؐ کی وفات ہوئی تو ہم اہلِ بیتؑ آپؐ کے وارث بنے۔ لہٰذا خدا کی سرزمین پر ہم ہی خدا کے امین ہیں اور ہمارے پاس "علم البلایا والمنایا" موجود ہے۔ ہم انسابِ عرب سے واقف ہیں اور جو لوگ حالتِ اسلام میں پیدا ہوئے ہم انھیں بھی جانتے ہیں جو بھی تحریک ایک سو افراد کو ہدایت دینے والی ہو یا ایک سو افراد کو گمراہ کرنے والی ہو۔ ہم اس طرح پیدا ہونے والی تمام تحریکوں سے واقف ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تحریک کا مؤسس کون ہوگا اور اس کا سالار کون ہوگا اور اس کا داعی کون ہوگا۔ ہم جب کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ یہ مومن ہے یا منافق ہے۔ ہمارے شیعوں کے نام ان کے آباء کے نام سمیت ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے ہم سے اور ان سے میثاق لیا تھا۔ وہ ہمارے ہی گھاٹ پر اُتریں گے اور جہاں ہم داخل ہوں گے وہ بھی وہیں داخل ہوں گے اور روزِ قیامت تک ان کے اور ہمارے علاوہ ملتِ اسلام پر کوئی نہیں ہوگا۔ ہم نبی اکرمؐ کے دامن کو تھامے ہوئے ہوں گے اور ہمارے نبی رحمتِ الٰہی اور نور کے دامن سے متمسک ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن سے متمسک ہوں گے، جو ہم سے جدا ہوا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ہماری پیروی کی اس نے نجات پائی۔ ہم سے جدائی اختیار کرنے والا اور ہماری ولایت کا منکر کافر ہے اور ہمارا اور ہمارے دوستوں کا پیروکار مومن ہے۔ کوئی

کافر ہم سے محبت نہیں کرے گا اور کوئی مومن ہم سے بغض نہیں رکھے گا۔ جسے ہماری محبت پر موت آ جائے تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے ہمارے ساتھ محشور فرمائے۔ ہم اپنے پیروؤں کے لیے نور اور جو ہم سے ہدایت طلب کرے اس کے لیے ہادی ہیں۔ جس کا ہم سے تعلق نہ ہو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ نے ہم ہی سے دین کا آغاز کیا اور ہمارے ذریعے ہی اسے ختم کرے گا اور ہمارے طفیل خدا نے تمہیں زمین کا اناج کھلایا ہے اور ہماری وجہ سے ہی آسمان سے بارش برستی ہے اور ہماری وجہ سے خدا نے تمہیں سمندر میں غرق ہونے اور زمین میں دھنس جانے سے محفوظ رکھا ہے اور ہماری وجہ سے خدا تمہیں تمہاری زندگی، قبر، محشر، میزان اور دخولِ جنت کے وقت فائدہ پہنچائے گا۔

کتاب خدا میں ہماری مثال یوں دی گئی جیسے طاق ہو اور طاق میں چراغ ہو۔ چراغ رسولؐ ہیں اور چراغ ایسے شیشہ میں ہے جو ان کی جنس سے ہے یعنی حضرت علیؑ اور شیشہ کسی چمکتے ہوئے ستارے کی مانند روشن اور شفاف ہے جو زیتون کے بابرکت شجر سے روشن ہوتا ہے۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اس کا تیل آگ سے مس ہوئے بغیر ہی جل اُٹھتا ہو یعنی قرآن۔ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ امام کے بعد امام ہے۔ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳۵﴾ نور حضرت علیؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ہمارا حق ہے کہ وہ ہمارے دوست کو روشن چہرے کے ساتھ مبعوث کرے۔ اس کی برہان روشن ہوگی۔ خدا کے ہاں اس کی حجت ظاہر ہوگی۔

بلند مرتبہ گھر

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

''وہ قندیل ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کا خدا متعال نے حکم دیا ہے اور ان میں خدا کے نام کو یاد کیا جاتا ہے ان گھروں میں رہنے والے صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ سے انبیاءؑ کے گھر مراد ہیں اور حضرت علیؑ کا گھر بھی ان میں شامل ہے۔

ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ایک سال حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حج کرنے گئے اور اسی سال اموی بادشاہ ہشام بن عبدالملک بھی حج کرنے آیا ہوا تھا۔ ہشام نے دیکھا کہ لوگ مسائل دریافت کرنے کے لیے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر ٹوٹ پڑے تھے۔

عکرمہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے اس کی شکل وصورت عالمانہ ہے، یہ علم کا خزینہ دار نہیں ہے۔

پھر وہ امام علیہ السلام کے پاس آیا تو اس کے اعضاء و جوارح تھرتھر کانپنے لگے اور وہ امامؑ کے سامنے گر پڑا اور اس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں کئی بار ابن عباس کی محفل میں گیا لیکن آج تک مجھ پر اس طرح کی دہشت طاری نہیں ہوئی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے اہلِ شام کے غلام! تو اس گھر کے مکین کے سامنے بیٹھا ہے جن گھروں کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور ان گھروں میں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی زبانی زیارتِ جامعہ منقول ہے۔ اس زیارت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''اے اہلِ بیتؑ! اللہ نے تمہیں نور بنایا اور تمہیں اپنے عرش سے معلق رکھا۔ پھر تمہارے وسیلے سے ہم پر احسان کیا۔ خدا نے تمہیں ان گھروں کا مکین بنایا جن کی تعظیم کا اس نے حکم دیا ہے اور ان گھروں میں خدا کا نام لیا جاتا ہے''۔

روضۂ کافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ نبی اکرمؐ کے گھر ہیں۔

اصولِ کافی میں ابولیلیٰ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے اپنے ولیِ امر کی اطاعت کو اپنے رسولؐ کی اطاعت سے ملایا ہے اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے متصل کیا ہے۔ لہٰذا جس نے ولیِ عصرؑ کی اطاعت چھوڑی تو اس نے نہ تو اللہ کی اطاعت کی اور نہ ہی رسولؐ کی اطاعت کی۔

لوگو! تم ان گھروں کو تلاش کرو جن کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہ گھر ان مردانِ خدا کی اقامت گاہ ہیں جنہیں ذکرِ خدا، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت غافل نہیں کرسکتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جنگ کے وقت مسلمانوں سے خطاب کر کے کہتے تھے:

لوگو! نماز کی پابندی کرو اور کثرت سے نمازیں پڑھو اور جورات کے وقت اُٹھ کر نماز پڑھے تو اس نے نماز کا حق پہچانا ہے اور وہ مومن کتنے اچھے ہیں جنہیں مال و اولاد ذکرِ خدا سے غافل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ایسے مردانِ خدا ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت خدا کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

اسباط بن سالم کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ عمیر بن مسلم کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے البتہ اس نے تجارت چھوڑ دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اس نے شیطانی عمل کیا ہے۔ آپؑ نے تین بار اسی جملہ کو دہرایا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ شام سے ایک تجارتی قافلہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کا سامان خرید لیا تھا۔ پھر آپ کو اس سامان سے نفع حاصل ہوا جس سے آپؐ نے اپنا قرض ادا کیا اور اپنے قرابت داروں کی مدد کی۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ مردانِ خدا وہ ہیں جنہیں ذکرِ خدا سے تجارت اور خرید و فروخت باز نہیں رکھ سکتی۔ جب کہ قصہ ساز افراد یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا تجارت نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ رسول اکرمؐ تجارت ضرور کرتے تھے البتہ وہ اوّل وقت پر نماز نہیں چھوڑتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ...... سے وہ تاجر مراد ہیں جو نماز کا وقت شروع ہوتے ہی خرید و فروخت چھوڑ کر نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کو یاد کرتے ہیں۔

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ بصرہ کا مشہور عالم قتادہ بن دعامہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں قتادہ بن دعامہ بصری ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا بصرہ کے فقیہ تم ہی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: قتادہ! اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ افراد کا انتخاب کیا اور انہیں باقی مخلوق پر اپنی حجت قرار دیا۔ وہ لوگ زمین کے لیے میخ کا حکم رکھتے ہیں اور وہ اللہ کے امر کے نگہبان ہیں۔ اللہ نے ان کی پیدائش سے پہلے انہیں چنا تھا اور وہ عرش کے دائیں جانب بصورت سایہ تھے۔

قتادہ کافی دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے کہا: میں بہت سے فقہاء کے آگے پیچھے بیٹھا ہوں لیکن آج تک کسی کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے میرا دل اتنا نہیں کانپا تھا جتنا کہ آج کانپ رہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت تم اس گھر کے مکین کے پاس بیٹھے ہوئے ہو جن کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور ان گھروں کے مکین وہ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: کچھ اہلِ ایمان ایسے بھی ہیں جنہیں مال و اولاد کی زیب و زینت ذکرِ خدا سے غافل نہیں کرتی اور انہی کے متعلق خدا نے فرمایا ہے: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ

نہج البلاغہ ہی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ

اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ .....کی آیت مجیدہ تلاوت کر کے ایک خطبہ دیا جس کے چند کلمات یہ ہیں:

کچھ اہلِ ذکر ہوتے ہیں جنھوں نے دنیا کے عوض ذکرِ الٰہی کو اختیار کیا ہے۔ انہیں نہ تو تجارت اس سے غافل رکھتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔ وہ اسی (ذکر) کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرماتِ الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کرلیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا وہ اہلِ برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات سے انہیں طویل عرصۂ قیام میں پیش آئے آگاہ ہو چکے ہیں۔ گویا قیامت نے ان کے لیے اپنے وعدوں کو پورا کردیا اور انہوں نے اہلِ دنیا کے سامنے ان چیزوں پر سے پردہ اُلٹ دیا یہاں تک کہ وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے نہیں دیکھتے اور وہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سنتے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ...... کی آیت تلاوت کی اور پھر فرمایا: یہ آیت ان تاجروں کے حق میں نازل ہوئی جو نماز کا وقت ہوتے ہی خرید وفروخت چھوڑ دیتے تھے اور نماز ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ غیر تاجر افراد سے اجر کے لحاظ سے بہتر ہوں گے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ کی آیت میں قابلِ احترام گھروں سے انبیاءؑ کے گھرانے مراد ہیں۔ جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ کون سے گھر ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: یہ انبیاءؑ کے گھر ہیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر اُٹھے اور انہوں نے کہا: کیا علیؑ و فاطمہؑ کا گھر بھی انہی قابلِ احترام گھروں میں شامل ہے؟

رسولِ خدا نے فرمایا: جی ہاں، بلکہ افضل ترین گھروں میں سے یہ ایک گھر ہے۔

حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ ...... کی آیت ان تاجروں کے حق میں نازل ہوئی جو نماز کا وقت ہوتے ہی خرید وفروخت چھوڑ دیتے تھے اور نماز ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ غیر تاجر افراد سے اجر میں بہتر ہوں گے۔

قولہ تعالٰی: وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

''اللہ جلد حساب لینے والا ہے''۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اتنی مخلوق سے خدا ایک ہی وقت میں حساب کیسے لے لے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جیسا کہ وہ اتنی مخلوق کو ایک ہی وقت میں روزی دے دیتا ہے۔

بھاگے ہوئے غلام کو واپس کرنے کی عزیمت

اصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے منبر پر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے خاندان کو محترم قرار دیا۔ لوگوں کو آگ سے بچنے، پانی سے بچنے اور چوری سے محفوظ رہنے یا کسی چوپائے کے نکل جانے یا کسی گم شدہ چیز کے واپس کرنے یا بھاگے ہوئے غلام کو واپس کرنے کے لیے جس جس عزیمت کی ضرورت ہے وہ تمام عزیمتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ اگر کسی کو کسی عزیمت کی ضرورت ہو تو وہ مجھ سے دریافت کرلے۔

ایک شخص نے اُٹھ کر کہا: مولاؑ! میرا غلام بھاگ گیا ہے کوئی ایسی کلام بتائیں کہ وہ میرے پاس واپس آ جائے۔

آپؑ نے فرمایا کہ تم اس آیت مجیدہ کا ورد کرو۔ خدا نے چاہا تو تمہارا بھاگا ہوا غلام تمہارے پاس واپس آ جائے گا۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

چنانچہ اس شخص نے اس آیت کو پڑھا تو اس کا بھاگا ہوا غلام اس کے پاس واپس آ گیا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بھاگے ہوئے غلام کی واپسی کے لیے ایک کاغذ پر یہ عبارت لکھو:

ید فلان مغلولة الی عنقه اذا اخرجها لم یکد یراها ومن لم یجعل اللّٰه له نورا فما له من نور

پھر اسے لپیٹ کر دو لکڑیوں کے درمیان رکھو، پھر اس تعویذ کو لکڑیوں سمیت اس کمرے کے تاریک حصے میں دفن کرو جہاں وہ رہتا تھا۔ خدا نے چاہا تو بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس واپس آ جائے گا۔

وضاحت: ''فلان'' کی جگہ غلام کا نام لکھنا چاہیے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جو شخص اولادِ

فاطمہؑ میں سے کسی کی امامت کا قائل نہ ہو تو وہ سخت اتھاہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے، اور وہ قیامت کے دن سخت اندھیرے میں ہوگا جب کہ اہلِ ایمان کا نور ان کے آگے پیچھے چل رہا ہوگا۔

پرندوں کی بھی تسبیح اور نماز ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ؀

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمین میں رہ رہے ہیں۔ وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے جو پَر پھیلائے ہوئے ہیں (وہ بھی اللہ کی تسبیح کرتے ہیں) ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کو اس کی سب خبر ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم، کتاب التوحید اور من لا یحضرہ الفقیہ میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابن کوّا (خارجی) نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت نے میرے دل میں شک پیدا کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے وہ کون سی آیت ہے؟

اس نے کہا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (پرندے پَر پھیلا کر خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے)۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف شکلوں میں پیدا کیا ہے۔ خدا نے ایک فرشتہ ایسا پیدا کیا ہے جو مرغ کی شکل کا ہے اس کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور اس کا تاج عرشِ الٰہی کے نیچے ہے اس کا ایک پَر مشرق اور دوسرا مغرب میں ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ اپنی گردن کو بلند کرتا ہے اور تمہارے پالتو مرغوں کی طرح سے اپنے پَروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور اس کے پروں کی عجیب بات یہ ہے کہ ایک پَر برف کا ہے اور ایک پَر آگ سے بنا ہوا ہے اور آگ برف کو نہیں پگھلاتی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی۔ وہ وقتِ نماز پر ندا دیتا ہے:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا سید النبیین وان وصیہ سید الوصیین وان اللہ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح

"اس کی نداسن کر دوسرے مرغ اپنے پر پھڑ پھڑانے لگتے ہیں اور اذانیں دینے لگ جاتے ہیں اور یہ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ کا مفہوم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: خشکی اور تری میں جو بھی پرندہ یا جانور شکار ہوتا ہے تو اس وقت وہ تسبیح سے غافل ہوتا ہے۔

بادل اور بارش

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادل کو چلاتا ہے۔ پھر اس کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہے، پھر اسے تہ در تہ بنا دیتا ہے۔ پھر تم اس کے درمیان میں سے بارش کے قطرات کو برستا ہوا دیکھتے ہو۔ وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، اولے برساتا ہے۔ پھر جسے چاہتا ہے اس سے نقصان پہنچا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اولوں کو ہٹا لیتا ہے۔ اس کی بجلی کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہوتی ہے"۔

کتاب اہلیلجہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ ہواؤں کے ذریعے سے بادل کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہے اور ہواؤں کے ذریعہ سے ہی جمے ہوئے بادل کے ٹکڑے کر دیتا ہے اور جب بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں تو پھر تم ان کے درمیان میں سے قطرات کو ٹپکتا ہوا دیکھتے ہو۔ وہ اتنا ہی نازل کرتا ہے جتنا کہ اس کی مشیت ہوتی ہے اور جتنا کہ زمین کو ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے جان داروں کو رزق فراہم کرتا ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؐ نے سات زمینوں، مرغ، چٹان، مچھلی، تاریک سمندر، ہوا اور مٹی اور اس پر رہائش پذیر جان داروں کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ یہ سب کچھ آسمانِ دنیا کے مقابلہ میں اتنا ہی ہے جیسا کہ ایک صحرا کے مقابلہ میں ایک انگشتری کی حیثیت ہے اور آسمانِ دنیا

دوسرے آسمان کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک انگشتری کی ایک صحرا کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور پھر یہ دونوں آسمان تیسرے آسمان کے مقابلہ میں ایک صحرا میں ایک انگشتری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے تیسرا آسمان چوتھے آسمان کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو کہ ایک انگشتری کی صحرا کے مقابلے میں ہوتی ہے۔

پھر آپؑ نے اسی طرح سے ساتویں آسمان تک کی وسعتوں کا تذکرہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ ساتوں آسمانوں "بحر مکفوف" کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو ایک انگشتری کی صحرا کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور "بحر مکفوف" کی اولوں کے پہاڑوں کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ایک انگشتری کی صحرا کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ......

روضہ کافی میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ حدیث منقول ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی چھلنی بنایا ہے۔ وہ برف کو پگھلا کر پانی بناتے ہیں تا کہ زمین پر موجود فصلوں کو نقصان نہ پہنچے اور تمہیں یہ جو بجلیوں کا گرنا اور اولوں کا پڑنا دکھائی دیتا ہے یہ خدا کی طرف سے عذاب ہے وہ جس پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اولوں کو کھانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اللہ فرما رہا ہے: فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَآءُ (وہ جسے چاہتا ہے اس کا نقصان پہنچاتا ہے)۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى
اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا

دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا
تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ
وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ

بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ج وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ط
وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ
بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قف ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا
عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ط طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ
الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ
جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ط وَاَنْ
يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى
حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

اَنۡفُسِكُمۡ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا مِنۡۢ بُيُوۡتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اٰبَآئِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ
اُمَّهٰتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اِخۡوَانِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اَخَوٰتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ
اَعۡمَامِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ عَمّٰتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اَخۡوَالِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ خٰلٰتِكُمۡ
اَوۡ مَا مَلَكۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِيۡقِكُمۡ ؕ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ
تَاۡكُلُوۡا جَمِيۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى
اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِذَا كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى
يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ
بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ
شِئۡتَ مِنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۲﴾ لَا
تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ
اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ
عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ
لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ ؕ وَيَوۡمَ

يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

"اور اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے کچھ جاندار ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور کچھ جاندار وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور کچھ جاندار چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ حتماً ہم نے واضح آیات اُتاری ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

(کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لا چکے ہیں اور ہم اطاعت کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک گروہ اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب انہیں اللہ کی طرف اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے۔

اگر حق ان کی طرف ہوتا تو رسولؐ کے پاس اطاعت گزار بن کر آ جاتے۔ کیا ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا پھر انہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔

اہلِ ایمان کا کام تو یہ ہے کہ انہیں جب اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے اور خدا سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

یہ منافق اللہ کے نام کی کڑی سے کڑی قسم کھا چکے ہیں کہ اگر آپ نے انہیں حکم دیا تو وہ نکل پڑیں گے۔ آپ کہہ دیں کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق اطاعت ہی بہتر ہے اور جو

کچھ تم کر رہے ہو خدا کو اس کی سب خبر ہے۔

آپ کہہ دیں کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم منہ موڑو گے تو رسول صرف اس فرض کا ذمہ دار ہے جس کا بوجھ اس پر ڈالا گیا ہے اور تم پر جو فرض کا بار ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اگر تم رسولؐ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے۔ رسولؐ پر تو صرف صاف صاف طور پر احکام پہنچانا ہی فرض ہے۔

اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ضرور زمین پر انہیں خلافت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے اور ان کے لیے اس دین کو مضبوط بنا دے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن عطا کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جو اس کے بعد انکار کریں تو وہ لوگ فاسق ہیں۔

اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور کافر اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ زمین پر ہمیں عاجز کر دیں گے۔ جب کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

اے ایمان والو! تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو بلوغت کی حد کو نہیں پہنچے تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں۔ نمازِ فجر سے پہلے (کے وقت)، دوپہر (کے وقت) جب تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد (کے وقت) یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ اس کے علاوہ اگر وہ بلا اجازت چلے آئیں تو نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر۔ تم ایک دوسرے کے پاس بار بار آتے جاتے رہتے ہو۔ اس طرح خدا تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور جب بچے بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ اسی طرح سے اجازت لے کر اندر داخل ہوں

جیسے کہ ان کے بزرگ اجازت لیا کرتے تھے۔ اللہ اس طرح سے اپنی آیات کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ خدا بڑا واقف کار حکیم ہے۔

اور وہ عورتیں جو جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں پہنچ چکی ہوں اور جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ چادر اُتارنے سے بھی بچ جائیں تو یہ ان کے لیے مزید بہتر ہے، اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور نہ تو کسی اندھے پر کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ الزام ہے۔ اور نہ ہی مریض اور نہ ہی تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ۔ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا جن کی چابیاں تمہارے حوالے کی گئی ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا ہو کر کھاؤ۔ جب گھروں میں داخل ہو جاؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو۔ دعائے خیر، اللہ کی طرف سے بڑی بابرکت اور پاکیزہ چیز ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ سمجھو۔

مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں اور جب کبھی کسی اجتماعی کام میں رسولؐ کے پاس ہوں تو نبیؐ سے اجازت لیے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آپؐ سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ اپنے کچھ معاملات کے لیے آپؐ سے اجازت طلب کریں تو تم جسے چاہو اجازت دے دیا کرو اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیا کرو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آنکھ بچا کے تم میں سے کھسک جاتے ہیں۔ جو لوگ ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش آپڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب آجائے۔

آگاہ رہو! آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں۔ تم جس حالت پر ہو اللہ اس کو جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف پلٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے"۔

جانداروں کی تخلیق

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

"اور اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے کچھ جاندار ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور کچھ جاندار وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور کچھ جاندار چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ پانی سے مراد مادہ منویہ ہے یعنی قدرت یہ کہہ رہی ہے کہ ہم نے تمام جانداروں کو مادہ منویہ سے بنایا ہے۔ کچھ جاندار ایسے ہیں جو پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں جیسا کہ سانپ وغیرہ اور انسان دو ٹانگوں پر چلتا ہے اور کچھ جانور وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ تمام چوپائے چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اور کچھ حشرات ایسے بھی ہیں جن کی چار سے زیادہ ٹانگیں ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ بلخی نے کہا: فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ وہ حشرات جن کی چار سے زیادہ ٹانگیں ہیں جب وہ دوڑتے ہیں تو چار ٹانگوں کے سہارے ہی سے دوڑتے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کچھ جاندار ایسے بھی ہیں جن کی ٹانگیں چار سے زیادہ ہیں (جیسا کہ کھنکھجورے کے متعلق منقول ہے کہ اس کی ایک سو ٹانگیں ہوتی ہیں)۔

منافقین کی روش

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

''اور کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسولؐ پر ایمان لا چکے ہیں اور ہم اطاعت کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک گروہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ لوگ مومن نہیں ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے: یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ایک حریف کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کا ایک باغ کے متعلق جھگڑا ہوا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ آؤ رسولِ خدا سے فیصلہ کراتے ہیں۔ اس کے ایک ساتھی نے اس سے کہا کہ رسولؐ کے پاس فیصلہ کرانے مت جانا، وہ علیؑ کے حق میں ہی فیصلہ کریں گے۔ اس کے بجائے تم ابن شیبہ یہودی سے فیصلہ کرالو۔

چنانچہ اس شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ ہم ابن شیبہ یہودی سے فیصلہ کرائیں گے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا وہ سیاسی حریف ابن شیبہ کے پاس گیا تو ابن شیبہ نے اس سے کہا: تم بھی عجیب لوگ ہو، آسمانی وحی کے لیے تو تم ان پر اعتماد کرتے ہو لیکن فیصلہ کے لیے تمہیں ان پر اعتماد نہیں ہے؟ یہ آیات اسی موقع پر نازل ہوئی تھیں۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عثمان کے ہاتھ ایک قطعۂ اراضی فروخت کیا۔ حضرت عثمان نے قیمت ادا کردی، بعدازاں وہاں ہل چلوائے تو اس زمین میں سے پتھر برآمد ہوئے۔ حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا کہ یہ زمین عیب دار ہے لہٰذا آپؑ یہ مجھ سے واپس لے لیں۔ لیکن حضرت علیؑ نے زمین واپس لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ آؤ رسولِ خدا سے اس تنازعہ کا فیصلہ کراتے ہیں۔

حکم بن ابی العاص جو اس گفتگو کے وقت موجود تھا اس نے حضرت عثمان سے کہا کہ رسول اکرمؐ کے پاس مقدمہ لے کر مت جانا ورنہ وہ مقدمہ کا فیصلہ اپنے داماد کے حق میں کردیں گے۔ اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

کتاب کمال الدین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو ہمیں ان کے ظہور کا پتہ کیسے چلے گا؟

آپؑ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے سرہانے کے نیچے ایک تحریر ہوگی جس پر طاعة معروفة کے الفاظ لکھے ہوئے ہوں گے۔

نبی کی اپنی ذمہ داری ہے اور اُمت کی اپنی ذمہ داری ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ

"آپ کہہ دیں کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم منہ موڑو گے تو رسولؐ صرف اس فرض کا ذمہ دار ہے جو اس پر رکھا گیا ہے اور تم پر جو بارِ فرض رکھا گیا ہے اس کے تم ذمہ دار ہو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ مقصد آیت یہ ہے کہ رسولؐ تبلیغ آیات کا مکلف ہے اور تم اطاعت کے مکلف ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وجوہ سرانجام دیا ہے اب تمہاری اطاعت کی کیفیت کو دیکھا جائے گا کہ تم کس حد تک خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہو۔

اصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاریانِ قرآن سے فرمایا: اے گروہِ قاریان! تم خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ نے تم پر اپنی کتاب کا بوجھ لادا ہے۔ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی سوال کیا جائے گا۔ مجھ سے تبلیغ رسالتؐ کے متعلق پوچھا جائے گا اور تم سے کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کرنے کے متعلق پوچھا جائے گا۔

آیتِ استخلاف

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے شانِ خلافت بیان کی ہے اور خلفاء کے شرائط کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ خلافت کا وعدہ پوری اُمت اسلامیہ سے نہیں ہے۔ یہ وعدہ ان افراد سے ہے جو صاحبانِ ایمان ہیں اور جنہوں نے نیک عمل بجالائے ہیں، اللہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ مقرر کرے گا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو ہادی ہوتا ہے وہ آنحضرتؐ کا جانشین ہوتا ہے۔ اور اُمت کا رہنما ہوتا ہے۔ جانشینی کے سبب سے اسے "خلیفہ" کہا جاتا ہے اور رہنمائی کی وجہ سے اسے "امام" کہا جاتا ہے۔ امام اور خلیفہ دو جدا جدا

افراد نہیں ہوتے، ایک ہی فرد ہوتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامت و خلافت عطا کرنے کی اضافت اپنی طرف کی ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ:۱۲۴) ''میں تجھے انسانوں کا امام مقرر کر رہا ہوں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عہدۂ امامت ملنے کے بعد اللہ رب العزت سے درخواست کی: وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ''اور میری اولاد میں بھی امام بنانا''۔

خدا نے فرمایا: لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (البقرہ:۱۲۴) ''میرا عہدہ ظالموں کو نہیں ملے گا''۔

اب اگر امامت کا عہدہ بندوں کے ہاتھ میں ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ سے یہ درخواست کیوں کرتے کہ میری نسل میں امام مقرر فرمانا۔

(البتہ) امامت اور حکومت دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام مقرر کیا تو اس وقت حکومت نمرود کی تھی، اقتدار اسی کے پاس تھا۔ لشکر عسکر (جاہ و حشم) سب کچھ اسی کے پاس تھا مگر اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو امام بنا دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہ نہیں کہا کہ خدایا! ساری حکومت اور پورا اقتدار تو نمرود کے ہاتھ میں ہے اور خالی خولی امامت مجھے دے رہا ہے؟! حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امام مقرر ہونا اور اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت اور چیز ہے اور امامت اور چیز ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ کے خاص بندوں کی ایک دعا مرقوم ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ ''ہمیں متقین کا امام مقرر فرما''۔ (الفرقان:۷۴)

اگر امامت کا عہدہ عوام کے ہاتھ میں ہوتا تو اہلِ ایمان خدا سے امام بننے کی درخواست کیوں کرتے؟ سورۂ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَ کَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿۷۳﴾ (الانبیاء:۷۳)

''اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف کارِ خیر کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی یہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار تھے''۔

اللہ جل شانہٗ نے شانِ امامت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ (القصص:۵)

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ان پر احسان کریں نیز انہیں امام بنائیں اور زمین کا وارث بنائیں''۔

درج بالا آیات سے امامت کے حسب ذیل شرائط واضح ہوتے ہیں:

① امام کے لیے ضروری ہے کہ اس کا تعلق نسلِ ابراہیمؑ سے ہو۔

② وہ ظالم نہ ہو جب کہ ہر غیر معصوم کسی نہ کسی طرح سے ظالم ہوتا ہے لہٰذا امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔

③ امام متقی ہو اور اہلِ تقویٰ کی پیشوائی کی قابلیت رکھتا ہو۔

④ امام وہ نہیں جو قیاسی مسائل بیان کرے۔ امام وہ ہے جو اللہ کے حکم سے ہدایت کرے اور کارِ خیر کا عامل ہو، نیز نماز اور زکوٰۃ جیسے اسلامی فروع پر عمل کرنے والا ہو۔

⑤ وہ اپنی زندگی میں صرف خدا کا عبادت گزار رہا ہو اور اس نے پوری زندگی میں کبھی شرک نہ کیا ہو۔

⑥ امام کا تعلق مظلوم خاندان سے ہوتا ہے۔ ظالم خاندان سے ہرگز نہیں ہوتا۔

⑦ امام زمین کا وارث ہوتا ہے۔

اسی طرح سے آیتِ استخلاف میں بھی خدا نے حسب ذیل امور کی وضاحت کی ہے:

① خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ غیر اللہ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

② اُمت اسلامیہ کے خلفاء کو بھی اسی طرح سے خلیفہ بنایا جائے گا جس طرح ان سے پہلے خلفاء مقرر ہوئے ہیں۔

③ خدا ان کے لیے اپنے پسندیدہ دین کو قوت دے گا۔ خلیفہ اگر سُمِ اسپاں کے نیچے پامال کیوں نہ ہو جائے پھر بھی اس کے مذہب و دین کے دلائل اتنے مضبوط ہوں گے کہ کسی کے توڑنے سے ٹوٹ نہ سکیں گے۔

④ خلیفہ مظلوم اور خائف خاندان سے ہوگا، اللہ انہیں آخر کار خوف سے نجات دے گا اور انہیں امن عطا کرے گا۔

⑤ خلیفہ صرف وہی بن سکتا ہے جس نے اپنی زندگی میں صرف اور صرف اللہ کی عبادت کی ہو اور اللہ کے علاوہ اس کی گردن کسی بت کے سامنے سرنگوں نہ ہوئی ہو۔

⑥ خلافت کا مسئلہ سیاسی اور اجماعی نہیں ہے بلکہ خالص دینی مسئلہ ہے جو اس کا انکار کرے وہ فاسق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خلیفہ بنانے کے لیے میرا کوئی نیا طریقہ نہیں ہوگا بلکہ وہی پرانا طریقہ رہے گا۔ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ”ایسے ہی خلیفے بناؤں گا جیسا کہ پہلے بناتا رہا ہوں“۔

قرآن مجید میں ہمیں تین بزرگ شخصیات کی خلافت دکھائی دیتی ہے:

① حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرمایا: اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ”میں آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنا رہا ہوں“۔(البقرہ:۳۰)

② حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے فرمایا: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ ”اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے“۔ (ص:۲۶)

③ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جانے لگے تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا: اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ ”تو میری قوم میں میرا خلیفہ بن جا“۔(الاعراف:۱۴۲)

مذکورہ تین خلافتوں کو دیکھنے سے یہ قانون الٰہی سامنے آتا ہے کہ خلیفہ کے اعلان کے دو ہی ذرائع ہیں۔ پہلا ذریعہ یہ ہے کہ خدا کسی کو خلیفہ بنائے اور خود اس کی خلافت کا اعلان فرمائے جیسا کہ آدمؑ و داؤدؑ کا اعلان کیا گیا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اپنے رسولؐ کے ذریعے خلیفہ کا اعلان کرے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کا اعلان کیا تھا۔

اگر پہلا طریقہ دیکھا جائے تو اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و امامت کے لیے آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (المائدہ:۶۷)

”اے رسولؐ آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپؐ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اگر آپؐ نے یہ نہ کیا تو آپؐ نے خدا کے پیغام کو ہی نہیں پہنچایا۔ خدا آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا“۔

اور اگر حدیث نبویؐ سے خلافت کا فیصلہ ہوسکتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا:

انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لانبی بعدی (صحیح بخاری، صحیح مسلم، باب مناقب علی)

"تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔

جب موسیٰؑ کے جانشین حضرت ہارونؑ ہیں تو رسولِ خدا کے جانشین بھی حضرت علیؑ ہیں کیونکہ وہ مثیلِ موسیٰؑ ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے محقق مرتضیٰ عسکری کی کتاب "معالم المدرستین" کا مطالعہ فرمائیں۔

(واضح ہو کہ مذکورہ کتاب کا ہم نے اُردو میں ترجمہ کر دیا ہے جس کا نام مکتب امامت و خلافت ہے اور یہ ترجمہ دو جلدوں پر مشتمل ہے جسے ادارہ منہاج الصالحین لاہور نے شائع کیا ہے۔ اضافة من المترجم)

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آیتِ استخلاف پڑھ کر فرمایا کہ اس آیتِ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہیں اپنے علم، دین اور نبیؐ کے بعد اپنی عبادت کے لیے خلیفہ مقرر کروں گا جیسا کہ میں نے اوصیائے آدمؑ کو خلیفہ بنایا تھا۔ چنانچہ اللہ نے رسولِ خدا کے حقیقی جانشینوں کو علم عطا کر کے خلافت عطا کی ہے اور وہ ہم ہیں۔ اگر تمہیں ہماری خلافت میں کوئی شک ہو تو ہم سے کوئی سوال کر کے معلوم کرلو۔ اگر ہم ہر مسئلے کا صحیح جواب دیں تو ہماری تصدیق کرو لیکن تم لوگ ایسا نہیں کرو گے۔

کمال الدین وتمام النعمة کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قائم آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو آیتِ استخلاف اپنی پوری آن بان کے ساتھ لوگوں کے سامنے جلوہ فگن ہوگی۔

راوی نے کہا کہ مولاؑ! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا اشارہ خلفائے اربعہ کی خلافت کی طرف ہے۔ اس بات میں کہاں تک صداقت ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ نواصب غلط کہتے ہیں۔ ان کے ادوار میں دین کو مکمل تمکین حاصل نہیں ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں سے خوف کا پورے طور پر ازالہ نہیں ہوا۔ اس دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں برابر جنگیں ہوتی رہیں۔ جنگ کے وقت امن تو نہیں ہوتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ آیتِ استخلاف قائم آلِ محمدؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ مقصد یہ ہے کہ قائم آلِ محمدؑ اس آیت کے مظہرِ اتم ہوں گے۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا ماحصل بھی یہی ہے کہ اس سے امامِ زمانہؑ مراد ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اگرچہ دنیا میں خوف زدہ رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کو دو امن نہیں دوں گا اور دو خوف بھی نہیں دوں گا۔ جو دنیا میں مجھ سے ڈرے گا میں اسے آخرت کا امن دوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے گا میں اسے آخرت میں اسے خوف زدہ کروں گا۔

آیت کے مصداق کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ آئمہ اہلِ بیتؑ کا فرمان ہے کہ اس کا اشارہ امام مہدیؑ کے متعلق ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آیتِ استخلاف تلاوت کی اور فرمایا کہ امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہمارے شیعوں کو مکمل امن نصیب ہوگا اور ہمارے مہدیؑ کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر عمرِ دنیا ختم ہونے سے ایک دن بھی باقی ہوا تو اللہ اس دن کو لمبا کردے گا۔ یہاں تک کہ میری عترت کے ایک فرد کو حکومت عطا کرے گا جو میرا ہم نام ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے پیغمبرؐ خدا کے اہلِ بیتؑ مراد ہیں۔

جوامع الجامع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: خدا نے میرے لیے زمین کو جمع کرکے مجھے مشارق و مغاربِ ارض کا مشاہدہ کرایا اور جس زمین کا میں نے مشاہدہ کیا ہے اس پر میری اُمت حکومت کرے گی۔

مقداد بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی پختہ گھر یا خیمہ ایسا نہ ہوگا جہاں کلمۂ اسلام داخل نہ ہوجائے اور اس کلمہ سے صاحبانِ عزت کی عزت میں اضافہ ہوگا اور حاملانِ ذلت کی ذلت میں اضافہ ہوگا۔ جنہیں خدا عزت دے گا وہ مسلمان بن جائیں گے اور جنہیں خدا ذلیل کرے گا وہ زبان سے اسلام کا اقرار کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

اجازت کے تین اوقات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

"اے ایمان والو! تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو بلوغت کی حد کو نہیں پہنچے تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں۔ نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم کپڑے اُتار کر

رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ اس کے بعد اگر وہ بلا اجازت چلے آئیں تو نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر کوئی حرج ہے۔ تم ایک دوسرے کے پاس بار بار آتے جاتے رہتے ہو۔ اس طرح خدا تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جب بچے بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ اسی طرح سے اجازت لے کر اندر داخل ہوں جیسا کہ ان کے بزرگ اجازت لیا کرتے تھے۔ اس طرح سے اللہ آیات کو کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے اور اللہ واقف کار اور صاحب حکمت ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب لوگ قیلولہ کرنے کی غرض سے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہیں اور نمازِ عشاء کے بعد جب لوگ شب خوابی کا لباس پہن لیتے ہیں تو یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ بلا اجازت ان میں کسی کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ باپ، بہن، ماں اور کسی خادم کو بلا اجازت نہیں جانا چاہیے۔ مذکورہ تین اوقات کے علاوہ باقی اوقات میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مملوک اور نابالغ بچوں کو چاہیے کہ وہ ان تین اوقات میں اجازت لے کر اندر جائیں اور جب کوئی نابالغ بلوغت کو پہنچ جائے تو وہ اپنی ماں، بہن یا خالہ کے پاس جائے تو پہلے ان سے اجازت حاصل کرے اور جب اجازت لے کر داخل ہو تو پہلے سلام کرے اور سلام اطاعتِ خدا میں شامل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے خادم کو مذکورہ تین اوقات میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔ اگرچہ اس کا گھر تمہارے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تین اوقات اس لیے مخصوص کیے ہیں کہ یہ خلوت کے اوقات ہیں اور خدا نہیں چاہتا کہ کوئی کسی کی خلوت میں دخل اندازی کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے مملوک مرد مراد ہیں مملوک عورتیں مراد نہیں ہیں۔

راوی نے کہا: کیا خادمہ عورتوں کے لیے ان تین اوقات میں اجازت لینا ضروری ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، وہ ان اوقات میں بھی آ جاسکتی ہیں۔

یائسہ عورتوں کے لیے پردہ میں خصوصی رعایت

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۶۰

''وہ عورتیں جو جوانی کی منزل سے گزر کر بڑھاپے میں پہنچ چکی ہیں اور اپنے بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی امیدوار نہ ہوں۔ اگر وہ اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ چادر نہ اُتاریں تو یہ ان کے لیے مزید بہتر ہے۔ اللہ سننے والا، جاننے والا ہے''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں احکامِ شریعہ کے علل واسباب تحریر فرمائے تھے۔ ان علل واسباب کے ضمن میں آپؑ نے یہ بھی تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے غیر محرموں کے لیے عورت کے بالوں کا دیکھنا حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے مردوں کے سِفلی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور افرادِ انسان حرام کاری میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ البتہ بوڑھی عورتوں کو لمبی چادر اتار دینے کی اجازت ہے اور ان کے بالوں کو دیکھنا حرام نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ

''وہ عورتیں جو جوانی کی منزل سے گزر کر بڑھاپے میں پہنچ چکی ہیں اور اپنے بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی امیدوار نہ ہوں۔ اگر وہ اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ اجازت ان عورتوں کے لیے ہے جو یائسہ ہو چکی ہوں اور انہیں ماہواری نہ آتی ہو اور وہ شادی کی امیدوار نہ ہوں۔ اگر ایسی عورتیں نقاب اُتار کر رکھ دیں تو ان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ البتہ نقاب میں ملبوس رہیں تو یہ ان کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک عورت رسولِ خدا کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! مرد کا عورت پر کیا حق ہے؟

آنحضرتؐ نے اسے شوہر کے حقوق بتائے۔ پھر اس نے کہا: اچھا یہ فرمائیں کہ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: بیوی کا حق یہ ہے کہ شوہر اسے لباس فراہم کرے اور کھانا کھلائے اور اگر بیوی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو اسے معاف کرے۔

اس عورت نے کہا تو کیا اس کے علاوہ عورت کا شوہر پر کوئی حق نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ بیوی کا شوہر پر کوئی حق نہیں ہے۔

یہ سنا تو اس عورت نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگی تو آپؑ نے اسے فرمایا کہ واپس آؤ۔ وہ واپس آئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ "اگر وہ عورتیں چادر اتارنے سے بچ جائیں تو ان کے لیے بہتر ہے"۔

حلبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ کے الفاظ پڑھ کر فرمایا کہ اس سے اوڑھنی اور لمبی چادر مراد ہے۔

میں (راوی) نے کہا کہ کس کے سامنے اُتار سکتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ ہر کسی کے سامنے اُتار سکتی ہیں بشرطیکہ اظہارِ زینت مقصود نہ ہو اور اگر وہ اوڑھنی اور لمبی چادر اوڑھتی اور پہنتی ہیں تو یہ ان کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت میں منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اس سے صرف لمبی چادر کا رکھ دینا مراد ہے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یائسہ عورتوں کے لیے پردہ میں خدا نے جو تخفیف کی ہے وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لمبی چادر اُتار سکتی ہیں۔

آپؑ سے ہی ایک روایت میں یہ مروی ہے کہ جب عورت کافی سن رسیدہ ہو تو وہ اپنی لمبی چادر اور اوڑھنی اُتار سکتی ہے۔

مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: بیوی اور شوہر کے درمیان کسی کپڑے کا کوئی حجاب نہیں ہے اور بھائی اور بیٹے کے لیے عمومی گھریلو لباس ہے جب کہ غیر محرم کے لیے عورت کو پورے کپڑے اور لمبی چادر اوڑھنی چاہیے۔

بیمار اور معذور کو ساتھ کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ......

"اندھے، لنگڑے اور مریض پر کوئی حرج نہیں ہے......"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ بڑے تنگ مزاج قسم کے لوگ تھے اور وہ اندھے، لنگڑے اور کسی بیمار کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا نہیں کھلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اندھے کو کھانا دکھائی نہیں دیتا اور لنگڑا دوسرے تندرست افراد کی طرح سے دسترخوان پر نہیں آ سکتا اور بیمار کسی تندرست کی طرح کھانا نہیں کھا سکتا۔ اسی لیے وہ انہیں علیحدہ کھانا دیتے تھے، اپنے ساتھ اُنہیں دسترخوان پر نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ سے یہ بات دریافت کی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ انہیں اکٹھا بٹھا کر یا جدا بٹھا کر کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے۔ آپؐ نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقدِ مواخات قائم کیا۔ آپؐ نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کو اپنا بھائی مقرر کیا۔ اس کے بعد جب کوئی صحابی کسی جنگ یا کسی اور سلسلہ میں باہر جاتا تو وہ اپنے گھر کی چابی اپنے بھائی کے سپرد کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میرے گھر میں خورد و نوش کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ آپ انھیں بلا تکلف استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن دوسرا بھائی شرم و حجاب کی وجہ سے اس کے گھر کی کسی چیز کو استعمال نہیں کرتا تھا۔ اس کے علاوہ صحابہ ایک دوسرے کے گھروں سے کھانا کھانے کو بھی معیوب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے گھروں سے کھانا کھا سکتے ہیں اور جن گھروں کی چابیاں ان کے پاس ہوں وہ ان گھروں سے بھی کھانا کھا سکتے ہیں۔

الکافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کا بیٹا مالدار ہو اور باپ کو کھانے پینے کی احتیاج ہو تو کیا باپ اپنے بیٹے کے مال میں تصرف کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اسے تصرف کا حق حاصل ہے لیکن والدہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ البتہ وہ اپنے بیٹے سے اُدھار لے سکتی ہے (اغلب وجہ یہ ہے کہ اس کا حق تو اپنے شوہر پر ہے۔ مصحح)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند علی بن جعفر سے منقول ہے کہ میں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا باپ کو یہ اجازت ہے کہ وہ بیٹے کے مال میں سے کچھ کھا لے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، البتہ اگر وہ ضرورت مند ہو تو بقدرِ ضرورت مال لے سکتا ہے جب کہ بیٹے کے لیے مناسب

نہیں ہے کہ وہ اجازت کے بغیر والد کے مال میں تصرف کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بیٹے نے پوچھا کہ میرے باپ کا مجھ پر کیا حق ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اور تیرا تمام مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ باپ ہر وقت بیٹے کے مال میں تصرف کرتا رہے البتہ جب وہ شدید احتیاج میں مبتلا ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو پھر وہ بیٹے کے مال میں تصرف کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بگاڑ پسند نہیں ہے۔

ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کے بیٹے کے پاس مال ہو تو کیا باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ بیٹے کے مال میں تصرف کرے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اسے یہ حق حاصل ہے البتہ اگر لڑکے کی ماں زندہ ہو تو میں اس کے متعلق یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ بیٹے سے قرض لے لے اور از خود اس کے مال میں تصرف نہ کرے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: اگر کسی باپ کو رقم کی ضرورت ہو تو کیا وہ اپنے بیٹے کے مال میں تصرف کرسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اسراف نہ کرے تو اس کے مال میں سے خرچ کرسکتا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کتابِ علی صلوات اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ بیٹا باپ کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے۔ جب کہ والد کو بیٹے کے مال میں تصرف کرنے کا حق ہے۔ اور اگر بیٹے کے پاس ایسی کنیز ہو جس کے ساتھ اس نے مباشرت نہ کی ہو تو باپ کو یہ حق ہے کہ وہ بیٹے کی کنیز پر تصرف کرلے۔ (البتہ پھر وہ کنیز بیٹے کے لیے حرام ہو جائے گی)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا تھا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

حسین بن ابی العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی اسی مفہوم کو نقل کیا ہے۔

قوله تعالىٰ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا

محمد حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے لفظ او صدیقکم کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے وہ دوست مراد ہے جو اپنے دوست کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کھانا کھائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کے گھروں سے کھانا کھانے کی اجازت دی گئی ہے تو اس کھانے سے کھجور اور سالن وغیرہ مراد ہے۔ عورت کو اجازت ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اجازت کھا سکتی ہے البتہ طعام کے علاوہ اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے مال سے کھا بھی سکتی ہے اور صدقہ بھی دے سکتی ہے اور ایک دوست کو بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے دوست کے گھر سے کھانا کھائے اور اس کے مال میں سے خیرات دے۔

جوامع الجامع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ دوست کا اتنا بڑا مقام ہے کہ خدا نے اسے نفوس، باپ، بھائی اور بیٹے کی ردیف میں یاد کیا ہے۔

الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا کہ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس دوست نے اپنے گھر کی چابیاں کسی دوسرے دوست کے حوالے کی ہوئی ہوں تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اس کے مال میں سے خود بھی کھانا کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے لیکن احتیاط لازم ہے کہ دوست کے مال کو تلف نہ ہونے دے۔

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے کسی شخص کا وہ کارمختار مراد ہے جسے اس نے اپنے مالیات کے لیے مقرر کر رکھا ہو۔ وہ اپنے مؤکل کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کھا پی سکتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ کے متعلق ایک قول یہ ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے بیٹوں کے گھر سے کھاؤ تو تمہارے لیے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ جنابِ رسولؐ خدا نے بھی ایک شخص سے فرمایا تھا کہ "تو اور تیرا مال تیرے والد کی ملکیت ہے"۔ اور آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "انسان کے لیے پاکیزہ ترین غذا وہ ہے جسے وہ محنت سے کما کر حاصل کرے اور انسان کا بیٹا بھی اس کی محنت کا ثمر ہے"۔

محاسن برقی میں ہے کہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ کا مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ افراد کے گھر سے اجازت سے کھاؤ یا اجازت کے بغیر کھاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

جب کسی گھر میں جاؤ تو سلام کرو

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً......

"جب تم گھروں میں داخل ہو جاؤ تو اپنے لوگوں پر سلام کیا کرو۔ دعائے خیر اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ چیز ہے"۔

کتاب معانی الاخبار میں ابی الصباح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ کی آیت کے متعلق پوچھا (کہ ہم سلام تو گھر والوں کو کرتے ہیں، ہم پر سلام کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟)

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کرتا ہے تو وہ گھر والے اسے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس طرح سے ہر شخص کا کیا ہوا سلام خود اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی گھر میں جاؤ اور اہلِ خانہ گھر میں موجود ہوں تو ان پر سلام کرو اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہوں تو اپنے آپ پر سلام کرتے ہوئے یہ الفاظ کہو: السلام علینا من عند ربنا (ہمارے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً دعائے خیر اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ چیز ہے۔

ایک اور روایت میں مروی ہے کہ اگر گھر میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ موجود کراماً کاتبین پر سلام کا قصد کر کے کہے: السلام علیکم ورحمة الله۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ خدا نے سلام کو مبارک اور طیب کا درجہ دیا ہے کیونکہ سلام دراصل ایک مومن کی طرف سے دوسرے مومن کے لیے دعا ہے اور اس دعا کے ذریعہ سے انسان اللہ کریم سے اپنے بھائی کے لیے بھلائی کے اضافہ اور پاکیزہ رزق کی درخواست کرتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اپنے اہلِ خانہ پر سلام کرو، تمہارے گھر کی برکتوں میں اضافہ ہوگا۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جب تم کسی کے گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اگر گھر میں کوئی فرد موجود نہ ہو تو اپنے آپ پر سلام کرتے ہوئے کہو: السلام علینا من ربنا۔ اور جب اپنے گھر میں قدم رکھو تو سورہ قل هو الله احد پڑھو۔ اس سے غربت و افلاس دُور ہوگا۔

اجتماعی اجلاس سے بلا اجازت اُٹھ کر نہیں جانا چاہیے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

''مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؑ پر ایمان لائیں اور جب کبھی کسی اجتماعی کام میں رسولؐ کے پاس ہوں تو نبیؐ سے اجازت لیے بغیر وہاں سے نہ جائیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آپؐ سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ اپنے کچھ معاملات کے لیے آپؐ سے اجازت طلب کریں تو تم جسے چاہو اجازت دے دیا کرو اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیا کرو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی مجلس شوریٰ بلاتے تو کچھ لوگ آپؐ سے اجازت لیے بغیر اجلاس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روکنے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔

جنگ اُحد کے لیے شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا اس وقت حنظلہ بن ابی العیاش آنحضرتؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آج رات میری شادی اور زفاف ہے آپ مجھے گھر جانے کی اجازت عطا کریں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ (جب وہ اپنے کچھ معاملات کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو تم جسے چاہو اجازت دے دیا کرو)۔

آنحضرتؐ نے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ صبح ہوئی اسلامی لشکر جہاد کے لیے روانہ ہوا تو اسے غسلِ جنابت کی فرصت نہ ملی۔ چنانچہ وہ جنابت کی حالت میں جنگِ اُحد میں شریک ہوا اور جنگ کے دوران شہید ہو گیا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ملائکہ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے چاندی کے برتنوں میں بارش کا پانی بھر بھر کر آسمان و زمین کے درمیان حنظلہ کو غسل دے رہے تھے۔ اسی لیے حنظلہ کو شہادت کے بعد ''غسیل الملائکہ'' کا لقب ملا۔

ادبِ رسولؐ

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ......

''تم رسولؐ کے بلانے کو ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھو''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ مقصدِ آیت یہ ہے کہ جیسے تم ایک دوسرے کو نام یا کنیت سے پکارتے ہو ہمارے رسولؐ کو اس طرح سے مت پکارا کرو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مقصدِ آیت یہ ہے کہ جب تم ہمارے حبیب کو مخاطب کرنا تو انہیں "یا محمد" یا "یا ابا القاسم" کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو۔ تمہیں جب بھی انہیں مخاطب کرنا ہو تو "یا نبی اللہ" یا "یا رسول اللہ" کہہ کر پکارا کرو۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے آنحضرت کو "یا رسولؐ اللہ" کہہ کر مخاطب کیا تو آنحضرتؐ نے دو تین بار منہ پھیر لیا اور پھر اپنی دختر نیک اختر سے فرمایا:

پیاری بیٹی! یہ آیت آپؑ کے لیے اور آپؑ کے خاندان اور آپؑ کی نسل کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ آیت تو قریش کے بے ادب اور سنگدل افراد کے متعلق نازل ہوئی۔ آپ مجھے يَا اَبَتِ (اے ابا جان!) کہہ کر مخاطب کیا کریں۔ یہ الفاظ میرے دل کے لیے زیادہ حیات بخش اور رب کو زیادہ راضی کرنے والے ہیں۔

حکمِ پیغمبر کی مخالفت سے ڈرنا چاہیے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

"جو لوگ ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے مبادا کہ ان پر کوئی آزمائش آ پڑے یا کوئی دردناک عذاب آ جائے"۔

آیت مجیدہ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ "امرہ" میں ضمیر کا مرجع نبی ہے اور مقصدِ آیت یہ ہے کہ وہ لوگ جو رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش آ پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یوں مقصدِ آیت یہ بنے گا کہ خدا نے تمہیں ادبِ رسولؐ کے تقاضوں کے لیے جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آزمائش آ پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب آ جائے۔ (اضافۃ من المترجم، المیزان سے نقل کیا گیا)

الکافی میں عمر بن یزید سے منقول ہے: میں نے مدینہ میں ایک اُونٹ دیکھا تو وہ مجھے بہت بھلا لگا۔ میں نے وہ اُونٹ

خرید لیا اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کہا: میں نے ایک اُونٹ خریدا ہے۔
آپؑ نے فرمایا: بھلا تیرا اُونٹوں سے کیا واسطہ ہے کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اُونٹ کے لیے بہت سی مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ میں نے وہ اُونٹ کوفہ کے لیے کرایہ پر دے دیا اور اپنے غلام بھی اس کے ساتھ بھیجے لیکن اُونٹ اور غلام سب ضائع ہوگئے۔ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ مولاؑ! میرا یہ حشر ہوا ہے۔
آپؑ نے اس وقت فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔
(وضاحت: یہ روایت آیت کی تفسیر ہرگز نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے اسے بعنوان تطبیق پڑھا تھا۔ اضافۃ من المترجم)
تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ میں فتنہ سے مراد کوئی نہ کوئی مصیبت اور آزمائش ہے اور اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ میں عذاب الیم سے مراد قتل ہونا ہے۔
جوامع الجامع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ خدا ان پر کسی ظالم حکمران کو مسلط کر دے گا یا آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

ooo

سُورَةُ الْفُرْقَانِ

سورة الفرقان مكية آياتها ۷۷ ورکوعاتها ٦

”سورہ فرقان مکی ہے۔ اس کی ستتر آیات اور چھے رکوع ہیں“۔

سورۂ فرقان کے فضائل

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ابن عمار سے فرمایا: اے ابن عمار! سورۂ فرقان کی تلاوت کبھی ترک نہ کرنا۔ جو شخص ہر شب اس کی تلاوت کرے گا اللہ اسے عذاب نہیں دے گا اور اس سے حساب نہیں لے گا اور اس کا مقام فردوسِ بریں میں ہوگا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ فرقان کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن مومن بنا کر اٹھایا جائے گا۔ قیامت آ کر رہے گی، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ جل شانہٗ اہلِ قبور کو زندہ کرے گا۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن یزید بن سلام نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قرآن کو فرقان کا نام کیوں دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس سے پہلی کتب اور صحائف ایک ہی بار نازل ہوئے تھے لیکن قرآن مجید یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے اور اس کی آیات کے نزول میں دنوں اور سالوں کا فرق ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے اس کا نام فرقان رکھا گیا ہے۔

(مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ ہم سورۂ آل عمران کی تفسیر میں قرآن اور فرقان کا فرق واضح کر چکے ہیں۔ شائقین اس وضاحت کی طرف رجوع کریں)

سورۂ فرقان کے مرکزی موضوعات

سورۂ فرقان میں حسب ذیل موضوعات پر بحث کی گئی ہے:

نزولِ قرآن کی وجہ، شانِ خدا، معبودانِ باطل کی بے بسی، کفار کے اعتراضات، کافروں کا دوزخ میں کیا حال ہوگا؟ اہلِ تقویٰ کی کامیابی، خدا کی معبودانِ باطل سے گفتگو اور ان کا جواب، تمام انبیاء کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے تھے۔ منکرین قیامت کا اعتراض، قیامِ قیامت کا منظر، قرآن کے متعلق رسولؐ اللہ کی فریاد، کفار کا قرآن پر اعتراض کہ

قرآن بیک وقت نازل کیوں نہ ہوا؟ قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی حکمت، قومِ موسیٰؑ، قومِ نوحؑ، عاد و ثمود اور اصحاب رَس کا تذکرہ، کفار کا استہزاء، کفار کی اکثریت عقل سے محروم ہے۔ رات، نیند اور دن کے فوائد۔ دو سمندروں کا ملاپ، سُسر داماد کا رشتہ، آپؐ اُجرت کے طلب گار نہیں تھے، رحمٰن کے خاص بندوں کی علامات، دعا کا فائدہ۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ
نَذِیْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ
وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ
تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ
یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ
مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ
اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ
ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ۚۛ وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ
تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا
مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ
اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ یُلْقٰۤی اِلَیْهِ كَنْزٌ

اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا
رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ
ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰
بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ
سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا
وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا
هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا
ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ
خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ
هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ ۝۱۷ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ
لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ
حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا

تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ
نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا
بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۤئِكَةُ اَوْ
نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾
يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰۤئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً
مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ تمام جہانوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔ وہ وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے اور اس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

کفار نے اسے چھوڑ کر اور معبود بنا لیے ہیں اور وہ ایسے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ اپنے لیے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اور وہ موت و

حیات اور دوبارہ اٹھانے کا اختیار نہیں رکھتے۔

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو ایک من گھڑت بات ہے جسے اس نے خود گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر بڑا ظلم کیا ہے اور جھوٹ گھڑا ہے۔

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے زمانے کے لوگوں کی داستانیں ہیں جسے اس نے لکھ لیا ہے اور وہ باتیں اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اسے اس خدا نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے پاس کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ مل کر خبردار کرتا۔ یا اس کی طرف خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا یا اس کے لیے کوئی ایسا باغ ہوتا جس سے یہ روزی حاصل کرتا۔ ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔

دیکھیں ان لوگوں نے آپ کے لیے کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور سیدھے راستے پر چلنا ان کے بس ہی میں نہیں رہا۔

وہ برکت والا ہے اگر وہ چاہے تو ان کے بیان کردہ باغ سے بہتر باغات آپ کے لیے بنا سکتا ہے جن میں نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے بڑے بڑے محل بھی بنا سکتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے قیامت کی گھڑی کو جھٹلایا ہے اور جو قیامت کی گھڑی کو جھٹلائے ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

جب وہ انھیں دُور سے نظر آئے گی تو وہ اس کی چنگھاڑ اور غصہ سے بھری ہوئی آواز کو سنیں گے۔ جب ان لوگوں کو جکڑ کر دوزخ کے تنگ مقام میں ڈالا جائے گا تو وہ اپنی موت کو آوازیں دیں گے۔

(ان سے کہا جائے گا کہ) آج ایک موت کے بجائے بہت سی موتوں کو آوازیں دو۔ آپ کہہ دیں کہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ جنتِ خُلد بہتر ہے جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے جو ان کے عمل کی جزا اور ان کا ٹھکانہ ہوگی۔ وہ وہاں جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کے لیے موجود ہوگی وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے، یہ تیرے رب کے ذمہ واجب الادا وعدہ ہے۔ اور جس دن ہم انہیں، اور خدا کو چھوڑ کر جنھیں یہ پکارا کرتے تھے، سب کو جمع کریں گے اور ان کے اختیار کردہ معبود سے کہیں گے کہ میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے تھے۔

وہ کہیں گے تو پاک ہے ہماری یہ جرأت نہ تھی کہ ہم تجھے چھوڑ کر اپنے لیے کوئی سرپرست بناتے۔ بات یہ ہے کہ تو نے ان کو اور ان کے آباء واجداد کو دنیا کے فوائد دیئے تھے یہاں تک کہ یہ نصیحت کو بھول گئے تھے اور نقصان اٹھانے والی قوم بن گئے تھے۔

تمہاری ان باتوں کو تمہارے معبود جھٹلا دیں گے تم نہ تو مصیبت کو دُور کرسکو گے اور نہ ہی کہیں سے مدد پاسکو گے جو بھی تم میں سے ظلم کرے گا تو ہم اسے سختِ عذاب کا ذائقہ چکھائیں گے۔

ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے تھے وہ سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور وہ بازاروں میں چلا کرتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

وہ لوگ جو ہمارے ہاں آنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف فرشتوں کو کیوں نہ بھیجا گیا یا ہم اپنے رب کو دیکھ کیوں نہیں لیتے؟ انہوں نے اپنی ذات میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی۔

جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی اور وہ

کہیں گے کہ ہمیں اس سے پناہ مل جائے تو بہتر ہے۔ اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور ہم اسے غبار بنا کر اڑا دیں گے۔ اہلِ جنت اس دن اچھی منزل میں ہوں گے اور قیلولہ کرنے کے بہترین مقام پر ہوں گے۔

قرآن کیوں نازل کیا گیا؟

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿۱﴾

''برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فُرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو''۔

لفظ ''تبارک'' برکت سے مشتق ہے۔ لفظ برکت ''با'' اور ''را'' کے فتحہ کے ساتھ ہے اور کسی اچھائی اور بھلائی کا ایک جگہ پر قائم ہوجانے کو لفظ ''برکت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ ''تبارک'' سے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تمام قسم کی خیر اور بھلائی خدا کے ہاں محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لفظ فرقان سے تعبیر کیا ہے اور لفظ فرقان کے اطلاق کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن کریم فرق کے ساتھ یعنی وقفے وقفے سے نازل ہوتا رہا جب کہ قرآن کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں ایک ہی مرتبہ نازل کی گئی تھیں۔ ان کتابوں کے برعکس قرآن مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوتا رہا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید کو فرقان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن حلال و حرام اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح کرتا ہے اسی لیے اس کو فرقان کہا جاتا ہے اور اسی لیے اللہ رب العزت نے تورات کو بھی لفظ فرقان سے تعبیر کیا ہے۔

لفظ ''عالمین'' عالم کی جمع ہے جس کا معنی مخلوق ہے۔ لغت کی مشہور کتاب ''صحاح'' میں مرقوم ہے کہ ''عالم'' مخلوق کو کہا جاتا ہے اور اس کی جمع ''عوالم'' ہے اور ''عالمون'' سے مخلوق کی اصناف و اجناس مراد ہیں۔

لفظ ''عالمین'' میں اگرچہ تمام مخلوقات بشمول نباتات، جمادات، حیوانات اور انسان شامل ہیں لیکن لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے مراد خدا کی مکلّف مخلوق ہے اور وہ جنات اور انسان ہیں۔ لفظ ''نذیر'' منذر کے معنی میں ہیں جس کا معنی ہے ڈرانے والا۔ لفظ انذار لفظ تخویف کے ہم معنی ہے۔ اور تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام خیر اور بھلائی اس ذات میں جمع ہے جس نے اپنے بندے پر ایسی کتاب نازل کی

جو حق و باطل اور خیر و شر اور حلال و حرام کا فرق بیان کرتی ہے۔ اس آیت مجیدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے اپنا "عبد" کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ محمد مصطفیؐ میرے مملوک ہیں۔ یہ ذاتی طور پر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور یہ قرآن ان کا اپنا اختراع کردہ نہیں ہے بلکہ ایک مالک نے اپنے مملوک پر یہ کتاب بھیجی ہے اسی لیے کافروں کے تمام اعتراضات باطل ہیں۔

وہ کتاب جس کی صفت ہی یہ ہو کہ وہ حق اور باطل کو جدا کرنے والی ہے۔ تو وہ کتاب بھی حتمی طور پر حق ہی ہوگی، کیونکہ باطل میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کا ذریعہ ثابت ہو۔ اور صاحبِ قرآن خدا کا فرماں بردار بندہ ہے جو قرآن کی مدد سے عالمین کو عذابِ الٰہی سے خبردار کرنے کے لیے آیا ہے۔ جب کتاب حق ہے تو صاحبِ کتاب بھی حق ہے۔ اگر وہ باطل پر ہوتا تو کبھی بھی حق کی دعوت نہ دیتا۔

قولہ تعالٰی: الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی "فرقان کو نازل کرنے والا وہ ہے جو آسمان و زمین کی سلطنت کا مالک ہے"۔

آسمان و زمین اس کی ملکیت میں ہیں اور وہی ان کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے ہے۔ ان کی گردش ان کی ذاتی پیدا کردہ (خوبی) نہیں ہے بلکہ خدا کی عطا کردہ ہے۔

وَلَمْ یَتَّخِذْ "اس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا"۔ بیٹے کی ضرورت دو وجوہات کی بنیاد پر ہوتی ہے: بیٹے کی خواہش کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان محسوس کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کا پورا نظام تن تنہا چلانے سے قاصر ہوں اسی لیے بیٹا ہونا چاہیے جو میرے معاملات میں میری مدد کرے۔

خدا کو بیٹے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ وہ نظامِ ہستی چلانے سے قاصر نہیں ہے اور نہ تو اس پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اسے بیٹے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ایک انسان بیٹے کی خواہش اس لیے بھی کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو بیٹا میرے بعد میرے امور کو چلاتا رہے۔ خدا ابدی و ازلی ہے، اس پر نہ تو موت ہے اور نہ فنا ہے اسی لیے وہ بیٹے سے بے نیاز ہے۔ ان الفاظ سے اللہ نے نصاریٰ کی تردید کی ہے جو حضرت مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں۔

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ "اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں ہے"۔ شریک کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب کوئی شخص یہ سمجھنے لگے کہ میں اکیلا اس نظام کو نہیں چلا سکتا اسی لیے وہ کسی کو اپنے نظام میں شریک مقرر کرتا ہے

اور اللہ جو کہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ نظامِ ہستی کو چلانے سے عاجز نہیں ہے اسی لیے وہ شریک سے پاک ہے۔ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تردید کی ہے۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا "اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ خلق و تقدیر میں خدا واحدہٗ لاشریک ہے اور وہی عالمین کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ کہہ کر مجوسیوں کی تردید کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کائنات کے ناظم اور خالق دو ہیں۔ تمام مفید اشیاء کو "یزدان" نے پیدا کیا ہے اور تمام نقصان دہ چیزوں کو "اہرمن" نے پیدا کیا ہے اور نور اور روشنی یزدان کی مظہر ہے اور تاریکی و ظلمت "اہرمن" کی مظہر ہے۔

فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے اُن فلاسفہ اور نیچریوں کی تردید کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نظامِ عالم خود بخود چل رہا ہے اور بے شعور مادہ اسے چلا رہا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ نظامِ عالم عزیز و علیم خدا کی تقدیر کا پابند ہے اور اس کے مقرر کردہ اندازے کے مطابق چل رہا ہے۔ (اضافۃ من المترجم ملخصاً عن المیزان)

کیا بندوں کے افعال بھی مخلوق ہیں؟

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ﴿۲﴾

"اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے"۔

عیونِ الاخبار میں حمدان بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کر کے بھیجا۔ میں نے اس میں یہ عرض کیا کہ آیا بندوں کے افعال مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟

آپؑ نے جواب میں لکھا کہ بندوں کے اعمال ان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے اللہ کے علم میں مقدر تھے۔ آپؑ نے مامون الرشید کے لیے ایک رسالہ تحریر کیا تھا جس میں آپؑ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو اُجاگر کیا تھا۔ اس رسالہ میں آپؑ نے یہ کلمات بھی لکھے: "بندوں کے افعال خدا کے پیدا کردہ ہیں البتہ اس تخلیق کا تعلق "خلق تقدیر" سے ہے، "خلق تکوین" سے نہیں ہے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہم جبر و تفویض کا عقیدہ نہیں رکھتے"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ نے تخلیقِ آدمؑ سے دو ہزار برس قبل اندازے مقرر کیے اور تدبیر کو جاری کیا۔

الخصال میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں:

① فرائض ② فضائل ③ معاصی۔

فرائض کا تعلق خدا کے امر، خدا کی رضا، خدا کی قضا، خدا کی تقدیر، خدا کی مشیت اور خدا کے علم سے ہے۔

فضائل کا تعلق امرِ خدا کے بجائے خدا کی رضا، خدا کی قضا، خدا کی مشیت اور خدا کے علم سے ہے۔

معاصی کا تعلق امرِ خدا کے بجائے خدا کی قضا، خدا کی قدر، خدا کی مشیت اور خدا کے علم سے ہے۔ پھر وہ "معاصی" (ناجائز کاموں) پر سزا بھی دے گا۔

مصنف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ "معاصی کا تعلق خدا کی قضا سے ہے" کے جملے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا تعلق نہی خداوندی سے ہے یعنی خدا کی منع کردہ چیزوں سے ہے۔ کیونکہ اللہ کی حکمت بندوں سے اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس سے باز آجائیں۔

اور "قدر و تقدیر" کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کو ناجائز افعال کے مبلغ اور ان کی مقدار کا علم ہے۔ اور مشیت سے تعلق ہونے سے یہ مراد ہے کہ خدا ناجائز افعال سے کسی کو جبراً منع نہیں کرنا چاہتا اس کے بجائے وہ امر و نہی پر ہی اکتفا کرتا ہے۔

اُصولِ کافی میں علی بن ابراہیم ہاشمی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی چیز عرصۂ کتم سے نکل کر منصۂ شہود پر آتی ہے تو وہ چار مراحل سے گزر کر آتی ہے۔ ① اللہ کی مشیت ② اللہ کا ارادہ ③ اللہ کی تقدیر ④ اللہ کی قضاء۔

میں (راوی) نے پوچھا کہ "مشیت" کا کیا مقصد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے فعل کی ابتداء مراد ہے۔

میں نے کہا کہ "تقدیر" سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ کسی چیز کے طول وعرض کا مقرر کرنا۔

میں نے کہا کہ "قضا" سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس سے اس کا جاری کرنا مراد ہے جسے ٹالا نہ جاسکے۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کسی بھی چیز کے منصۂ شہود پر آنے کے لیے مشیت، ارادہ، تقدیر اور قضا کے مراحل کی ضرورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے کہا تو کیا ان چار مراحل کے ساتھ خدا کی پسند بھی شامل ہوتی ہے یعنی کیا خدا اس چیز سے محبت بھی کرتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ضروری نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عجیب بات ہے کہ ایک چیز کا تعلق مشیت، ارادہ، تقدیر اور

قضا سے تو ہو لیکن اس چیز کا منصۂ شہود پر آنا خدا کو پسند نہ ہو؟!

آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے آبائے طاہرینؑ کے توسط سے ہم تک یہ بات یوں ہی پہنچی ہے۔

معلّٰی بن محمدؒ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علمِ الٰہی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس کے علم میں کوئی چیز آئی۔ پھر اس نے چاہا اور ارادہ کیا اور فیصلہ کیا اور اندازہ کیا اور جاری کیا۔ اس نے وہی جاری کیا جو فیصلہ کیا تھا اور فیصلہ وہی کیا جس کا اندازہ کیا تھا اور اندازہ اسی کا کیا جس کا ارادہ کیا۔ اس کے علم سے مشیت وجود میں آئی اور مشیت سے ارادہ وجود میں آیا اور ارادہ سے تقدیر وجود میں آئی اور تقدیر سے قضاء وجود میں آئی اور قضا سے نفاذ کا مرحلہ وجود میں آیا۔ علم مشیت پر مقدم ہے اور مشیت دوسرے درجہ پر ہے اور ارادہ تیسرے درجہ پر ہے اور تقدیر نفاذ کے ذریعے سے قضا پر واجب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے علم میں ''بداء'' کا اختیار ہے۔ وہ جب بھی چاہے اس میں رد و بدل کر دے اور تقدیر اشیاء اس نے جو ارادہ کیا ہے اس میں بھی ''بداء'' کارفرما ہوسکتا ہے۔ پھر جب قضا نفاذ کے مرحلہ میں داخل ہوجائے تو پھر ''بداء'' واقع نہیں ہوتا...... الی آخرہ۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اس حدیث میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: خدا کو مخلوق پیدا کرنے کی کوئی احتیاج نہ تھی اس کی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ اس نے تمام مخلوق کا اختراع کیا ہے تو کسی حاجت و سبب کے بغیر کیا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیر کو متعین کر دیا تھا۔

ایک اور حدیث میں مرقوم ہے کہ اللہ نے تخلیقِ آدمؑ سے دو ہزار برس قبل تقدیریں متعین کر دی تھیں اور تدابیر مقرر کر دی تھیں۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ افعالِ عباد (بندوں کے افعال) خلقِ تقدیر کے تحت مخلوق ہیں اور خلقِ تکوین کے تحت مخلوق نہیں ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اعمال کے اندازوں کا ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے علم تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پہلے سے موجود کسی مادہ اور شے سے پیدا نہیں کیا۔ اس کے بجائے اپنی مخلوق کو ''لاشئی'' سے پیدا کیا ہے۔

اُصولِ کافی میں امیرالمومنین علی علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں: ''دنیا کا ہر صانع جب کسی چیز کو بناتا ہے تو وہ پہلے سے موجود چیز ہی سے اسے بناتا ہے جب کہ اللہ نے کائنات کو پہلے سے موجود کسی چیز سے نہیں بنایا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں یونس سے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: یونس! جانتے ہو تقدیر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: زندگی، رزق اور بقاوفنا کے حدود کے مقرر کرنے کا نام تقدیر ہے اور کسی چیز کے قائم کرنے کا نام قضا ہے۔

کفار کے اعتراضات

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ࣙافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝

''اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو ایک من گھڑت بات ہے جسے اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے ان لوگوں نے یہ بات کر کے بڑا ظلم کیا ہے اور جھوٹ تراشا ہے''۔

کافروں نے یہ کہا تھا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کتاب پڑھ کر ہمیں سنا رہے ہیں انہوں نے اس کے مضامین یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں اور ''قسطہ'' نامی شخص ان مضامین کو صبح و شام ان کے سامنے پڑھا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو نقل کر کے یہ کہا ہے: قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ''آپ کہہ دیں کہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے، قرآن کو اس ہستی نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ سے کفار کی مراد ابوفہیکہ، حبر، عداس اور خویطب کا غلام عابس تھے۔ جب کہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ نے قرآن مجید کے متعلق یہ کہا تھا کہ یہ ''اساطیر الاولین'' ہے یعنی پرانے زمانے کے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد علیہ السلام سے پوچھا: کیا رسولِ خدا نے بھی کبھی مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے مباحثہ بھی کیا تھا؟

میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا: آنحضرتؐ نے کئی بار ان سے مباحثہ کیا تھا۔ ایک بار آنحضرتؐ صحنِ کعبہ میں تشریف فرما تھا کہ عبداللہ بن اُمیہ مخزومی اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر آپؐ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے کہا:

محمدؐ! آپ نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں جب کہ اللہ رب العالمین ہے اور وہ تمام مخلوق کا خالق ہے؟ اتنے عظیم القدر خدا کو کیا ضرورت تھی کہ وہ آپ کو اپنا رسول بناتا کیونکہ آپ ہماری طرح کے انسان ہیں اور ہماری طرح سے آپ کھانا کھاتے ہیں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

حضرت رسولؐ خدا نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا: پروردگار! تو ہر آواز کو سننے والا ہے اور جو کچھ تیرے بندوں نے کہا ہے اسے بھی تو جانتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰

"وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسولؐ ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے پاس کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ مل کر خبردار کرتا۔ یا اس کی طرف خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا یا اس کے لیے کوئی ایسا باغ ہوتا جس سے یہ روزی حاصل کرتا۔ ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو ایک جادوزدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔ دیکھیں ان لوگوں نے آپ کے لیے کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور سیدھے راستے پر چلنا ان کے بس ہی میں نہیں رہا۔ وہ برکت والا ہے اگر وہ چاہے تو ان کے بیان کردہ باغ سے بہتر باغات آپ کے لیے بنا سکتا ہے جن میں نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے بڑے بڑے محل بھی بنا سکتا ہے"۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اُمیہ سے فرمایا کہ تجھے میری نبوت و رسالت پر اس لیے اعتراض ہے کہ میں کھانا کھاتا ہوں اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہوں۔ تمام فیصلوں کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے تمام فیصلے اس کی مشیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور کسی بھی شخص کو ان پر چوں چرا کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے

کہ خدا نے کچھ افراد کو مفلس بنایا اور کچھ افراد کو دولت مند بنایا۔ بعض کو عزت سے نوازا اور بعض افراد پر ذلت مسلط کی ہے۔ کچھ لوگوں کو تندرستی اور کچھ لوگوں کو بیماری دی ہے حالانکہ یہ سب انسان کھانا کھاتے ہیں۔ کسی غریب کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ تو نے مجھے غریب کیوں بنایا اور دوسروں کو دولت مند کیوں بنایا؟ کسی اپاہج اور بیمار کو حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ تو نے مجھے بیمار کیوں بنایا اور دوسروں کو صحت مند کیوں بنایا؟ اسی طرح سے کوئی بدصورت یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو نے مجھے بدصورت کیوں بنایا اور دوسروں کو خوبصورت کیوں بنایا؟

اگر کوئی ایسا کرے تو وہ رب پر اعتراض کرنے والا قرار پائے گا۔ اب اگر کوئی ایسا کہے تو جواب میں خدا یہ کہے گا کہ تو کون ہوتا ہے اعتراض کرنے والا؟ میں ہی کائنات کا مالک ومختار ہوں اور میں ہی عزت و ذلت دینے والا ہوں اور تمام لوگ میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کسی کو بھی میرے فیصلے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

اب اگر خدا نے مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز کیا ہے اور تمہیں محروم کیا ہے تو یہ بھی اسی قادر مطلق کی مشیت ہے۔ تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ مجھ پر جادو اور سحر کا اثر ہے جب کہ تم سب لوگ اس بات کو جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ عقل مند ہوں اور میری چالیس سالہ زندگی تمہارے سامنے ہے۔ کیا تم نے آج تک میری زندگی میں کوئی عیب اور نقص دیکھا ہے؟ اور اتنی بے گناہ اور معصومانہ زندگی خدا کی عنایت کے بغیر بھی ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ⑨ ”دیکھیں انہوں نے آپ کے لیے کیسی باتیں بنائی ہیں یہ گمراہ ہو چکے ہیں اور سیدھے راستے پر چلنا ان کے بس میں نہیں رہا“۔

قوله تعالى: وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩ ”وہ آپ کے لیے عظیم الشان محل بھی بنا سکتا ہے“۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سرخ یاقوت کے بہت سے محلات بنائے ہیں جہاں ہم اور ہمارے شیعہ رہائش پذیر ہوں گے اور دوسرے لوگوں کا ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

قوله تعالى: بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪

”ان لوگوں نے خاص گھڑی کو جھٹلا دیا ہے اور جو بھی خاص گھڑی کو جھٹلائے تو ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے“۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اس مخصوص گھڑی سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔

دوزخ کی چنگھاڑ

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿۱۲﴾

''جب دوزخ انہیں دُور سے دیکھے گی تو وہ اس کی چنگھاڑ اور غصہ سے بھری ہوئی آواز کو سنیں گے''۔

مجمع البیان میں سدی وکلبی سے منقول ہے کہ ابھی دوزخی ایک سو سال کی مسافت پر ہوں گے کہ دوزخ انہیں دیکھ لے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دوزخ انہیں ایک سال کے فاصلہ سے دیکھ لے گی۔

ارشاد مفید میں ہے کہ جب دوزخ کی غصہ بھری صدا بلند ہوگی تو اس سے پہاڑ جیسے شعلے نکلیں گے۔

قولہ تعالیٰ: وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا ''جب انہیں تنگ مقام میں ڈالا جائے گا''۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ احادیث میں وارد ہے کہ جس طرح سے ایک میخ دیوار میں پھنسی ہوتی ہے اسی طرح سے اہلِ دوزخ بھی دوزخ میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب خدا اپنی مخلوق کو دوبارہ اٹھانے کا ارادہ کرے گا تو چالیس دن تک مسلسل بارش نازل کرے گا جس کی وجہ سے مرنے والوں کی ہڈیاں جمع ہو جائیں گی اور ان پر گوشت چڑھ جائے گا۔

رسولِ خدا نے جبریل امینؑ سے فرمایا کہ خدا مُردے کیسے زندہ کرے گا؟ حضرت جبرئیلؑ آپ کو لے کر بقیع میں آئے اور ایک قبر پر کھڑے ہوئے اور قبر والے سے کہا: قم باذن اللّٰہ ''اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ''۔

چنانچہ قبر پھٹ گئی اور اس میں سے سفید سر اور سفید ریش والا ایک شخص باہر نکلا اور وہ الحمدللّٰہ واللّٰہ اکبر کہہ رہا تھا۔ جبریل امینؑ نے اس سے کہا کہ اللہ کے حکم سے دوبارہ قبر میں داخل ہو جا۔ چنانچہ وہ شخص دوبارہ قبر میں داخل ہو گیا۔

بعد ازاں جبریل امینؑ دوسری قبر پر آئے اور صاحبِ قبر سے کہا: قُم باذن اللّٰہ۔ چنانچہ قبر شق ہوئی۔ اس سے ایک سیاہ چہرے والا انسان برآمد ہوا اور وہ کہہ رہا تھا کہ ہائے حسرت اور ہائے تباہی۔

جبریل امینؑ نے اس سے کہا کہ اب اللہ کے حکم سے دوبارہ قبر میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص قبر میں داخل ہو گیا۔ اس وقت جبرئیل امینؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! قیامت کے دن بھی لوگ اسی طرح سے اٹھائے جائیں گے اور اس طرح کے الفاظ کہتے ہوئے اُٹھیں گے۔

قولہ تعالیٰ: وَإِذَآ أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿۱۴﴾

''جب ان لوگوں کو جکڑ کر تنگ مقام میں ڈالا جائے گا تو وہاں وہ اپنی موت کو آوازیں دیں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج تم ایک موت کے بجائے بہت سی موتوں کو دعوت دو''۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ کثیر بن طارق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند زید (شہید) سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اے کثیر! تو ایک نیک انسان ہے اور تو تہمت زدہ نہیں ہے اور مجھے تیری ہلاکت کا خوف ہے۔ قیامت کے دن جب ظالم امام اور اس کے پیروؤں کے متعلق دوزخ کا فرمان جاری کیا جائے گا تو اس وقت پیروکار اپنے امام کا نام لے کر اسے پکاریں گے اور کہیں گے کہ تو نے ہمیں برباد کیا ہے آج ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلا۔

اس کے بعد وہ اپنی موت کی دہائی دیں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہم پر موت آ جائے تو ہمارے لیے بہتر ہے۔ اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دے گی کہ آج تم ایک موت نہیں اس کے بجائے بہت سی موتوں کو بھی پکارو تو بھی تمہیں موت نہیں آئے گی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ دوزخ کی ایک ایک زنجیر میں بے شمار دوزخی جکڑے ہوئے ہوں گے۔

اہلِ نار کے اعمال کو غبار کی طرح سے اڑا دیا جائے گا

وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴿۲۳﴾

''اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے غبار بنا کر اڑا دیں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو مبعوث کرے گا ان کے سامنے سفید دودھیا قسم کی روشنی چل رہی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس روشنی سے کہے گا کہ تو غبار بن کر اڑ جا۔ (چنانچہ ان کے اعمال کی روشنی غبار بن کر اڑ جائے گی)۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابوحمزہ! یہ وہ لوگ ہوں گے جو نماز روزے کے پابند ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے مالِ حرام پیش ہوتا تو اس پر جھپٹ پڑتے تھے اور جب ان کے سامنے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت پیش کی جاتی تھی تو

وہ اس کا انکار کر دیتے تھے اور "ہباء منثور" غبار کے ان ذرات کو کہا جاتا ہے جو تمہیں اپنے گھر کے اندر روشنی کی کرنیں پڑنے پر دکھائی دیتے ہیں۔

علل الشرائع میں ابواسحاق سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ کے بعض مخالفین (نواصب) کو دیکھتا ہوں جو کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں اور روزوں کے پابند ہیں، حج و زکوٰۃ کی سخت پابندی کرتے ہیں اور جہاد کی ترغیب دیتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق ادا کرتے ہیں اور اپنی دولت سے اپنے ضرورت مند بھائیوں کی مدد کرتے ہیں نیز شراب نوشی، زنا، لواطت اور دوسری برائیوں سے دُور رہتے ہیں۔ لیکن بااین ہمہ وہ طواغیت کے اتنے شیدائی ہیں کہ اگر مشرق و مغرب کی تمام دولت ان کے حوالے کر دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اپنے طواغیت کو چھوڑ کر آپ حضرات سے محبت کریں تو وہ اس پر ہرگز آمادہ نہ ہوں گے اور حد یہ ہے کہ اگر ان پر اتنا جسمانی تشدد کیا جائے کہ ان کی ناک کی ہڈی ٹوٹ جائے یا انہیں تلوار سے قتل کیوں نہ کر دیا جائے۔ پھر بھی وہ اپنے طواغیت کی محبت سے باز نہیں آئیں گے اور آپ حضرات سے محبت نہیں کریں گے (آخران لوگوں کے اعمال کا کیا بنے گا؟)

یہ سن کر امام علیہ السلام مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ابراہیم! ایسے ہی لوگوں کے متعلق خدائے متعال نے فرمایا ہے: عاملة ناصبة ○ تصلی نارا حامية ○ تسقی من عين آنية ○ "بہت سے عمل کرنے والے اور مشقت کرنے والے چہرے شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، انھیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔ اور یہی تو لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

"ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے غبار بنا کر اُڑا دیں گے"۔

بصائر الدرجات میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ بندوں کے اعمال ہر جمعرات کے روز رسولؐ خدا کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جب روزِ عرفہ ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کا ہبوط ہوتا ہے اور اسی طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپؑ کن لوگوں کے اعمال کی بات کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو لوگ ہم سے بُغض رکھتے ہیں اور ہمارے شیعوں سے بُغض رکھتے ہیں یہ ان کے اعمال کا انجام ہے۔

اصولِ کافی میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا

عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! ان کے اعمال قباطی لباس سے بھی زیادہ سفید اور شفاف ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے مالِ حرام پیش کیا جاتا تھا تو وہ اس پر جھپٹ پڑتے تھے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب انسان اس دنیا سے رختِ سفر باندھ رہا ہوتا ہے اور آخرت میں قدم رکھ رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی دولت، اس کی اولاد اور اس کے اعمال مجسم ہوکر سامنے آتے ہیں۔ مرنے والا اپنی دولت سے کہتا ہے کہ میں تیرے متعلق بڑا بخیل تھا۔ میں تجھ سے والہانہ محبت کیا کرتا تھا۔ آج کے دن تو میری کیا مدد کرسکتی ہے؟

اس وقت دولت کہتی ہے کہ میں تجھے کفن پہناؤں گی۔ پھر مرنے والا شخص اپنی اولاد کی طرف دیکھ کر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں تم سے بڑی محبت کرتا تھا اور میں ہمیشہ تمہاری حفاظت کیا کرتا تھا۔ آج کے دن تم میری کیا مدد کرو گے؟

اس وقت اولاد کہتی ہے کہ ہم تجھے اُٹھا کر قبر کے گڑھے میں ڈالیں گے۔

پھر مرنے والا اپنے عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں پوری زندگی تجھے اپنے لیے گراں سمجھتا تھا آج کے دن تو میری کیا مدد کرسکتا ہے؟

اس وقت عمل کہتا ہے کہ میں تیری قبر میں تیرا ساتھی بن کر رہوں گا اور جب تو قبر سے اُٹھایا جائے گا اور اپنے رب کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اس وقت بھی میں تیرے ہمراہ رہوں گا۔ اگر مرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے تو اس کا عمل خوبصورت اور خوشبودار لباس میں اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے راحت وخوشبو اور نعمتوں والی جنت کی بشارت ہو اور میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں۔

مرنے والا کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں، یہاں سے تجھے لینے آیا ہوں اور تجھے جنت میں پہنچا کر دم لوں گا۔

مُردہ اپنے غسل دینے والے کو پہچانتا ہے اور اپنا جنازہ اٹھانے والوں کو واسطے دے کر کہتا ہے کہ خدارا مجھے جلد میری قبر تک لے چلو۔ پھر جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو کچھ دیر بعد دو فرشتے زمین کو چیرتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں ان کی آواز بجلی کی کڑک کی سی ہوتی ہے اور ان کی آنکھیں برقِ خاطف کی طرح جل رہی ہوتی ہیں اور وہ مُردہ سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تیرا امامؑ کون ہے؟ وغیرہ۔ جواب میں وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد مصطفٰیؐ میرے نبی ہیں اور میرا علیؑ سے لے کر مہدیؑ تک امام ہیں۔ اس وقت وہ فرشتے اس سے

کہتے ہیں کہ خدا تجھے ثابت قدم رکھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ...... (ابراہیم:۲۷)

''اللہ ایمان لانے والوں کو ''قولِ ثابت'' کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ثبات عطا کرتا ہے''۔

بعدازاں اس کی قبر کو تا حد نگاہ وسعت دے دی جاتی ہے پھر وہ فرشتے اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ ایک نوجوان کی طرح آنکھیں ٹھنڈی کر کے سو جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

''اہلِ جنت اس دن اچھی منزل میں ہوں گے اور قیلولہ کرنے کے بہترین مقام پر ہوں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ دوپہر کے وقت جو کہ قیلولہ کا وقت ہے اہلِ نار کو دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا اور عین اسی وقت اہلِ جنت کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن کا نصف حصہ نہیں ہوگا اصل بات یہ ہے کہ اہلِ جنت جنت میں قیلولہ کریں گے اور اہلِ نار قیلولہ کے وقت دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ
يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾
وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ
الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾
لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ

الْمُجْرِمِينَ ؕ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۛ كَذَٰلِكَ ۛ
لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا
جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ
وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۙ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ
آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا
اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ؕ فَدَمَّرْنَاهُمْ
تَدْمِيرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ
لِلنَّاسِ آيَةً ؕ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَثَمُودَا
وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي
أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا
يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ؕ
أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا
لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ
تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ
يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

''اور جس دن آسمان ایک بادل کے ذریعے سے پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو صف در صف اُتارا جائے گا۔ اس دن حقیقی سلطنت صرف رحمٰن کے لیے ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا۔ جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا۔

ہائے بدبختی (وافسوس) میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے نصیحت آنے کے بعد بہکا دیا تھا اور شیطان مصیبت کے وقت انسان کو چھوڑ دیا کرتا ہے۔

رسولؐ کہیں گے کہ میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا اور یوں ہم نے مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے اور تیرا پروردگار ہدایت اور مدد کے لیے کافی ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں اُتار دیا گیا؟ اس طرح سے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھ رہے ہیں اور ہم نے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے۔

یہ لوگ آپ کے پاس کوئی بھی بات پیش نہ کریں گے مگر ہم اس کے جواب میں حق اور بہترین بیان لے آئیں گے۔ وہ لوگ جو منہ کے بل دوزخ کی طرف لائے جائیں گے وہ بدترین ٹھکانے والے اور بہت زیادہ بھکے ہوئے ہوں گے۔

اور البتہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ہم نے ان کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنایا۔ ہم نے کہا کہ تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہوا ہے۔ آخرکار ہم نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔

اور نوحؑ کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ہم نے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ اور عاد، ثمود اور اصحابِ رس اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ہے۔ اور ہم نے ان سب کو مثالیں دے دے کر حق سمجھایا تھا اور آخر کار ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔

ان لوگوں کا اسی بستی پر سے گزر ہو چکا ہے جس پر بدترین (پتھروں کی) بارش کی جا چکی ہے تو کیا ان لوگوں نے اس کا حال نہ دیکھا ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اٹھنے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔

یہ لوگ جیسے ہی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑانے لگ جاتے ہیں (کہتے ہیں کہ) کیا یہی وہ شخص ہے جسے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم اپنے معبودوں کی عبادت پر ثابت قدم نہ رہتے تو یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بھٹکانے ہی لگا تھا۔ انھیں عنقریب پتہ چل جائے گا جب وہ عذاب دیکھیں گے کہ گمراہی میں کون دُور تک بھٹک گیا تھا۔

کیا آپؐ نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے تو کیا تم اسے راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟

اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کفار کی اکثریت سنتی یا سمجھتی ہے؟ یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں"۔

قیامِ قیامت

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ
وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ
مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ
اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

"اور جس دن آسمان ایک بادل کے ذریعے سے پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو صف در صف اُتارا جائے گا۔ اس دن حقیقی سلطنت صرف رحمٰن کے لیے ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا۔ جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا رہا ہوگا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا۔ ہائے بدبختی! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے نصیحت آنے کے بعد بہکا دیا تھا اور شیطان مصیبت کے وقت انسان کو چھوڑ دیا کرتا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ غمام (بادل) سے امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔

بُری صحبت کا انجام

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا۔ ہائے بدبختی! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے نصیحت آنے کے بعد بہکا دیا تھا اور شیطان مصیبت کے وقت انسان کو چھوڑ دیا کرتا ہے"۔

تفسیر درمنثور میں ابونعیم کی تخریج سے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کا دستور تھا کہ جب وہ سفر سے واپس آتا تو اہلِ مکہ کو کھانے کی دعوت دیتا تھا اور وہ رسولِ خدا سے بھی نشست و برخاست رکھتا تھا اور آپ کی باتیں بھی بڑی توجہ سے سنا کرتا تھا۔

ایک دفعہ وہ سفر سے آیا تو حسبِ دستور اس نے اہلِ مکہ کو کھانے کی دعوت دی۔ رسولِ خدا بھی اس کی دعوت میں شریک ہوئے لیکن آپؐ نے اس سے فرمایا کہ جب تک تم خدا کی توحید اور میری رسالت کی گواہی نہیں دو گے تب تک میں تمھارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔

اس نے یہ سن کر کلمہ پڑھا۔ نبی اکرمؐ نے اس کی دعوت قبول کی اور کھانا کھایا۔ ابی بن خلف نے یہ سنا تو وہ عقبہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو بے دین ہوگیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے محمد کا دل رکھنے کے لیے کلمہ پڑھا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میرے گھر سے کھانا کھائے بغیر چلا جائے۔

ابی بن خلف نے کہا: اگر تو ہمارے ساتھ ہے تو پھر جا کر ہمارے سامنے محمدؐ کے چہرے پر تھوک دے (نعوذ باللہ)۔ اس بدبخت نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ اس نے مسجد الحرام میں آنحضرتؐ کے چہرۂ اطہر کی بے ادبی کی۔

رسولِ خدا نے اس سے فرمایا: خدا نے چاہا تو میں مکہ سے باہر تلوار سے تیرا سر جدا کروں گا۔ کچھ عرصہ بعد آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی۔ پھر ہجرت کے ڈیڑھ برس بعد جنگِ بدر ہوئی۔ اس جنگ میں عقبہ بن ابی معیط بھی شریک تھا۔ وہ جنگ میں قیدی بنا۔ جب اسے قیدی کر کے آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اُڑا دی جائے۔

چنانچہ جنگِ بدر کے قیدیوں میں سے وہ واحد قیدی تھا جسے آنحضرتؐ نے قتل کرایا تھا۔ یہ آیت مجیدہ اسی بدبخت کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ قیامت کے دن بڑی حسرت سے کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا اور فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے نصیحت آ جانے کے بعد گمراہ کر دیا تھا۔

بعض روایات میں مروی ہے کہ "سبیل" سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ظالم سے مراد آپؐ کے سیاسی حریف ہیں۔ اس طرح کی روایات کا تعلق بطنِ قرآن یا مطابقتِ قرآن سے تو ہو سکتا ہے لیکن انہیں تفسیرِ قرآن کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

فضیلتِ قرآن

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ پوچھا جائے کہ نماز میں قرآن پڑھنا کیوں ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے تاکہ قرآن ضائع نہ ہونے پائے اور اس کی تلاوت ہر وقت جاری رہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم پر تاریک رات کی طرح سے فتنے چھا جائیں تو اس وقت قرآن سے وابستگی رکھنا کیونکہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ قرآن حقیقی رہنما ہے جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اسے جنت میں لے جائے گا اور جو قرآن کو پسِ پشت ڈالے گا قرآن اُسے دوزخ میں پہنچا دے گا۔ قرآن ایسا رہبر ہے جو اچھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل ہے، بیان ہے اور تحصیل ہے۔ قرآن وہ قولِ فیصل ہے جو کہ ٹھٹھہ مذاق نہیں ہے اور قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ اس کا ظاہر حکم ہے اور باطن علم ہے۔ اس کا ظاہر خوش نما اور اس کا باطن عمیق ہے۔ اس کے حدود ہیں اور پھر ان حدود کے بھی کئی حدود ہیں۔ اس کے عجائبات کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور اس کے غرائب بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ قرآن ہدایت کا چراغ اور حکمت کا مینار ہے اور جو اس کے مفہوم کو سمجھے اس کے لیے مغفرت کا رہنما ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں اور قرآن اور میرے اہلِ بیتؑ خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ پھر میری اُمت پیش ہوگی۔ اس وقت میں اپنی اُمت سے پوچھوں گا کہ انہوں نے قرآن اور اہلِ بیتؑ سے کیا سلوک کیا تھا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قرآن گمراہی سے بچانے والی ہدایت ہے۔ مبہمات کی وضاحت ہے، لغزش سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ تاریکیوں میں روشنی ہے اور نت نئے پیدا ہونے والے واقعات کے لیے ضیاء ہے اور ہلاکت سے بچانے کا وسیلہ ہے۔ گمراہیوں میں ہدایت کا پیغام ہے اور فتنوں سے امان ہے اور دنیا میں آخرت کا بیان ہے اور اس میں تمہارے دین کا کمال ہے۔ قرآن سے جو بھی منحرف ہوگا وہ دوزخ میں جا گرے گا۔

یعقوب احمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھ پر قرض کا بوجھ اتنا چڑھ گیا ہے کہ جس نے مجھے بے حد پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے اور حد یہ ہے کہ اس پریشانی کی وجہ سے مجھے قرآن فراموش ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ قرآن قرآن ہی ہے۔ قیامت کے دن قرآن کی آیات اور سورتیں مجسم ہو کر سامنے آئیں گی اور انسان سے کہیں گی کہ اگر تو ہمیں یاد رکھتا تو آج جنت کے ہزاروں مدارج تجھے حاصل ہوتے۔

ابی کہمس ہیثم بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص قرآن پڑھ کر بھلا دے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ میں نے اپنے سوال کو تین بار دہرایا۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن بندوں سے اللہ کا عہد ہے اسی لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کے عہد کی تلاوت کرے، روزانہ پچاس آیات کی تلاوت کرنی چاہیے۔

روضہ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے لوگوں نے قرآن کو چھوڑا ہے اسی طرح سے لوگوں نے مجھے بھی چھوڑ دیا ہے۔

رسولؐ کی فریاد

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

"اور رسولؐ کہیں گے کہ میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا"۔

قرآن حکیم کی یہ آیت مجیدہ مسلمانوں کو خبردار کرتی ہے کہ وہ کبھی تارکِ قرآن نہ بنیں اور رسولؐ خدا تارکانِ قرآن کے خلاف رب العالمین کی بارگاہ میں فریاد کریں گے اور ترکِ قرآن کی مختلف وجوہات ہیں:

① ایک شخص نے زندگی میں قرآن حکیم پڑھا ہی نہ ہو تو وہ شخص تارکِ قرآن ہے۔

② ایک شخص نے قرآن پڑھا پھر قرآن پڑھ کر اسے بھلا دیا تو وہ شخص بھی تارکِ قرآن ہے۔

③ ایک شخص قرآن تو پڑھتا ہے لیکن اس کے مطالب ومفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تو وہ شخص بھی تارکِ قرآن ہے۔

④ ایک شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطالب ومفہوم کو بھی سمجھتا ہے لیکن قرآنی احکام پر عمل نہیں کرتا ایسا شخص بھی تارکِ قرآن کے زمرہ میں شامل ہے۔

اللھم ذکرنی منہ ما نسیت وعلمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ اناء اللیل والنھار برحمتک یا ارحم الراحمین (اضافۃ من المترجم)

قرآن ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا چاہیے

...... وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا "اور ہم نے قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر اُتارا ہے"۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا:

ابن عباسؓ! جب قرآن کی تلاوت کرو تو ٹھیر ٹھیر کر کرو۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ٹھیر ٹھیر کر تلاوت کرنے سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اچھی طرح سے واضح کر کے پڑھو۔ قرآن کو ریت کی طرح سے نہ پھیلاؤ اور جس طرح تیزی سے اشعار پڑھے جاتے ہیں اس طرح سے مت پڑھو۔ اس کے عجائب کے پاس ٹھیر جاؤ اور اس سے اپنے دلوں کو متحرک کرو۔ تمہارا مقصد سورت کے آخر تک پہنچنا نہیں ہونا چاہیے۔

اُصولِ کافی میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے بھی وہی کلمات منقول ہیں جو رسولؐ خدا سے منقول ہیں۔

کافر منہ کے بل محشور کیے جائیں گے

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾

"وہ لوگ جو منہ کے بل دوزخ کی طرف لائے جائیں گے وہ بدترین ٹھکانے والے اور زیادہ بھکے

ہوئے ہوں گے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ انس بن مالک نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! قیامت کے دن کافر منہ کے بل محشور کیسے ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس ذات نے اسے پاؤں پر چلایا ہے وہی ذات اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلائے گی۔ (صحیح بخاری میں وارد ہے)

اصحابُ الرس

عیونُ الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد ماجد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ سے تین دن پہلے بنی تمیم کا ایک معزز شخص ان کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! آپ مجھے "اصحاب الرس" کے متعلق بتائیں کہ وہ کس دور میں تھے؟ ان کے گھر کہاں تھے؟ اور ان کا بادشاہ کون تھا؟ اور کیا اللہ نے ان کی طرف کسی نبی کو مبعوث کیا تھا اور انھیں کس طرح سے خدا نے ہلاک کیا تھا؟ قرآن مجید میں اصحابُ الرس کے الفاظ تو موجود ہیں لیکن ان کے حالات موجود نہیں ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے مجھ سے وہ سوال کیا ہے جو تجھ سے قبل کسی نے نہیں کیا اور تیرے بعد بھی کوئی یہ سوال نہیں کرے گا اور جب بھی کوئی شخص اصحابِ الرس کی داستان بیان کرے گا تو وہ میرے ہی حوالے سے بیان کرے گا، میں کتاب اللہ کی ہر آیت کی تفسیر کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں، دن کو نازل ہوئی یا رات کو۔

پھر آپؑ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے لیکن اس کے متلاشی بہت کم ہیں اور تم لوگ مجھے کھونے کے بعد بہت پچھتاؤ گے۔

تمیمی! ان لوگوں کا واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ صنوبر کے ایک درخت کی پوجا کرتے تھے اور وہ اسے "شاہ درخت" کہتے تھے۔ یافث بن نوح نے دوشاب نامی چشمہ کے کنارے اسے بویا تھا اور یافث نے اسے طوفانِ نوحؑ کے بعد بویا تھا۔ ان لوگوں کو "اصحاب الرس" اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی کو زیر زمین دھنسا دیا تھا اور اس عمل کو لفظ "رس" سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی لیے انہیں "اصحاب رس" کہا جاتا ہے۔

اس قوم کو سلیمان بن داؤد کے بعد خدا نے ہلاک کیا تھا۔ نہر کے کنارے ان لوگوں کی بارہ بستیاں آباد تھیں اور نہر کا نام "رَس" تھا۔ ان دنوں اس سے اچھی اور میٹھے پانی والی کوئی دوسری نہر نہ تھی اور ان کی بستیوں سے زیادہ آباد بستیاں بھی کہیں پر موجود نہ تھیں۔

ان بستیوں کے نام یہ تھے: ① آبان ② آذر ③ دَے ④ بہمن ⑤ اسفندار ⑥ فروردین ⑦ اردی بہشت ⑧ فرداد ⑨ مرداد ⑩ تیر ⑪ مہر ⑫ شہریور

ان کے مرکزی شہر کا نام اسفندار تھا اور ان کا بادشاہ اسی شہر میں رہتا تھا اور اس کا نام ترکوذ بن عابور بن یارش بن سار بن نمرود تھا اور یہ وہی نمرود ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ سے مباحثہ کیا۔ اسی شہر میں چشمہ تھا اور صنوبر کا درخت تھا۔ اس صنوبر کے درخت کا بیج ہر بستی میں کاشت کیا گیا تھا جس سے صنوبر کے درخت پیدا ہوئے تھے۔ اور یوں ہر بستی میں صنوبر کا ایک ایک درخت وجود میں آ گیا تھا۔ وہ لوگ نہر کا پانی خود پیتے تھے اور نہ ہی اپنے جانوروں کو پلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نہر کا پانی ہمارے دیوتاؤں کے لیے مخصوص ہے اور یہ پانی ہمارے دیوتاؤں کی زندگی کا سبب ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس نہر کا پانی پیتا تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے۔

ہر مہینے میں ایک نہ ایک گاؤں میں وہ لوگ جمع ہو کر اپنے دیوتاؤں کا تہوار مناتے تھے۔ وہ درخت پر ریشم کی ایسی چادر ڈالتے تھے جس پر بہت سی چیزوں کی تصاویر ہوتی تھیں۔ پھر بھیڑ بکریاں اور گائے بیل لا کر ان درختوں کے نیچے ذبح کرتے تھے اور آگ جلا کر گوشت پکاتے تھے۔ جب دھواں چاروں طرف پھیل جاتا اور دھوئیں کی وجہ سے کسی کو کچھ دکھائی نہ دیتا تو اس وقت وہ درخت کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے تھے اور رو رو کر اس سے درخواست کرتے تھے کہ ہم سے راضی ہو جا۔

اس وقت شیطان اس درخت کی ٹہنیوں کو زور زور سے ہلاتا تھا اور وہ ایک بچے کی چیخ جیسی آواز نکالتا تھا اور بچگانہ آواز میں کہتا تھا کہ میرے بندو! میں تم سے راضی ہو گیا ہوں، لہٰذا تم مطمئن ہو جاؤ۔

اس وقت وہ لوگ سجدہ سے سر اُٹھاتے، خوب شراب پیتے اور ڈھول بجاتے تھے اور یہ جشن پورے آٹھ پہر تک جاری رہتا تھا۔ پھر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اہلِ فارس نے اپنے مہینوں کے نام ان بستیوں کے ناموں پر رکھے ہیں کیونکہ ہر مہینہ کسی نہ کسی بستی کے تہوار کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں مہینے کی عید ہے اور یہ فلاں مہینے کی عید۔ پھر جب ان کے مرکزی شہر میں تہوار کا انعقاد ہوتا تو اس میں تمام چھوٹے بڑے شریک ہوتے تھے اور صنوبر کے درخت پر ریشم و اطلس کی چادریں ڈالتے تھے اور وہاں بارہ دروازے بناتے تھے۔ ایک ایک بستی والوں کے لیے علیحدہ علیحدہ دروازہ

بنایا جاتا تھا۔

چنانچہ ہر بستی کے لوگ اپنے اپنے دروازے سے داخل ہوکر وہاں آتے تھے اور وہاں بہت زیادہ قربانیاں کرتے تھے اس وقت ابلیس صنوبر کے درخت کو بہت زور سے ہلاتا تھا اور اس کے تنے سے زور سے باتیں کرتا تھا اور ان سے وعدے وعید کرتا اور انہیں اُمیدیں دلاتا تھا۔

اس کی آوازیں سننے کے بعد لوگ سجدے سے سر اُٹھاتے اور بے حد خوشیاں مناتے تھے اور مسلسل بارہ دنوں تک یہ جشن جاری رہتا تھا اور یہ ان کی سالانہ عید ہوتی تھی۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

جب ان کے کفر کو ایک طویل عرصہ گزرا تو اللہ تعالیٰ نے یہود ابن یعقوب کی نسل سے ان کے پاس ایک نبی بھیجا جو کافی عرصہ تک ان میں رہا اور انہیں اللہ کی عبادت و معرفت اور ربوبیت کی دعوت دیتا رہا لیکن لوگوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

جب اس نبی نے لوگوں کی سرکشی اور انکار کی شدت کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی: خدایا! تیرے بندے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں اور انہوں نے میری تکذیب کی ہے اور وہ ایک ایسے درخت کی عبادت کر رہے ہیں جو انہیں نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ خدایا! اس درخت کو خشک کر دے اور انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا۔

ادھر سے ان کی مرکزی عید آ گئی۔ لوگ عید کے لیے شہر میں جمع ہوئے۔ صبح انہوں نے درخت کے سامنے قربانیاں کرنی تھیں لیکن جب صبح ہوئی اور وہ لوگ درخت کے پاس آئے تو درخت خشک ہو چکا تھا۔

جب انہوں نے درخت کی یہ حالت دیکھی تو وہ سراسیمہ ہوگئے۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ہمارے اس معبود پر اس شخص نے جادو کر دیا ہے جو خود کو رب العالمین کا رسول کہتا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اس طرح سے وہ تمہیں اس معبود سے ہٹا کر اپنے معبود کی طرف متوجہ کرے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ نہیں، اصل بات یہ ہے کہ اس شخص نے جب تمہارے خداؤں کی توہین و تنقیص کی ہے تو اس کی وجہ سے ہمارا معبود یہ درخت ہم سے روٹھ گیا ہے اور اس نے اپنی رونق کو تم سے چھپا لیا ہے تاکہ تم کچھ غیرت کھاؤ اور اپنے معبود کے مخالف سے انتقام لے سکو۔ چنانچہ انہوں نے ان کو اسی نہر کے اندر ایک کنواں کھود کر بند کر دیا اور اُوپر سے ایک بڑا سا پتھر رکھ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب امید ہے کہ ہمارے دیوتا ہم سے خوش ہو جائیں گے اور اب وہ دوبارہ تروتازگی دکھائیں گے۔ سارا دن ان کے کانوں میں نبی کے چیخنے کی آوازیں آتی رہیں۔ نبی رو رو کر کہتا تھا:

میرے آقا! تو میری اس تنگی کو دیکھ رہا ہے اور میری کمزوری تیرے سامنے ہے لہٰذا میری روح جلدی سے قبض کر اور میری دعا کو جلد قبول فرما۔

آخرکار نبی نے اسی کنویں میں جان دے دی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ سے فرمایا: جبریلؑ! جن بندوں کو میرے حلم نے میرے عذاب سے بے خوف کیا ہے کیا وہ میرے علاوہ اوروں کی عبادت کر کے اور میرے رسولؑ کو قتل کر کے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ وہ میرے غضب و انتقام کا مقابلہ کر سکیں گے؟ میں نافرمانی کرنے والوں سے انتقام لیا کرتا ہوں۔ میں اپنی عزت کی قسم کھا چکا ہوں کہ میں ان لوگوں کو عالمین کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دوں گا۔

ابھی وہ لوگ عید کے جشن میں مصروف تھے کہ سرخ آندھی آئی اور زمین ان کے لیے گندھک کی طرح بن گئی اور ان کے سروں پر سیاہ بادل چھا گیا جس سے انگاروں کی بارش ہوئی اور ان کے بدن پگھل کر رہ گئے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: ''رَس'' کے شہروں کے باسی کہاں ہیں، جنھوں نے انبیاءؑ کو قتل کیا تھا اور مرسلین کی سنتوں کو مٹایا اور جباروں کی سنتوں کو زندہ کیا تھا؟

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کچھ عورتیں آئیں۔ اُن میں سے ایک عورت نے آپؑ سے ''سُحق'' (عورت کی ہم جنس پرستی) کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ایسا کرنے والی عورت پر زانی کی حدِ شرعی نافذ کی جائے گی۔

عورت نے کہا: کیا قرآن حکیم میں بھی اس کا کہیں ذکر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

عورت نے کہا کہ کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ''رَس'' والے تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ایک عورت اپنی کنیز کو ساتھ لے کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئی اور اس نے کہا: آپؑ ایسی عورتوں کے متعلق کیا کہتے ہیں جو عورتوں سے ہم جنس پرستی کریں؟

آپؑ نے فرمایا: ایسی عورتیں دوزخ میں جائیں گی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایسی عورتوں کو آگ کی چادریں پہنائی جائیں گی اور اُنہیں آگ کے موزے پہنائے جائیں گے اور آگ کے برقعے پہنائے جائیں گے اور ان کے شکموں اور شرم گاہوں میں آگ کے ستون داخل کر کے انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

عورت نے کہا: یہ بات کتاب اللہ میں نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔

عورت نے کہا: یہ کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کا فرمان ہے: وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ "ہم نے عاد، ثمود اور اصحاب رس کو ہلاک کیا"۔ اور یاد رکھو کہ اصحاب رس کی عورتیں اسی بُرائی میں مبتلا تھیں۔

اُصولِ کافی میں سماعہ بن مہران سے مروی ہے کہ ماہر انساب کلبی نے مجھ سے کہا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دروازے پر گیا اور میں نے وہاں دستک دی۔ اتنے میں گھر سے ایک غلام برآمد ہوا، اُس نے مجھ سے کہا: اے قبیلۂ کلب سے تعلق رکھنے والے! اندر آجا۔

غلام کی بات سن کر میں پریشان ہوگیا کہ اسے میرے قبیلہ کا علم کیسے ہوگیا؟ جب میں اندر گیا تو میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو مصلّے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کوئی قالین تھا اور نہ ہی کوئی گاؤ تکیہ تھا۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ جوابِ سلام کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم کون ہو؟

میں نے اپنے دل میں کہا کہ کتنی عجیب بات ہے۔ اِن کے غلام نے تو مجھے میرے قبیلہ کے نام سے پکارا اور آقا پوچھ رہا ہے کہ تو کون ہے؟!

میں نے کہا کہ میں ماہرِ انساب کلبی ہوں۔

آپؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا: خدا سے انحراف کرنے والے جھوٹے ہیں اور وہ زبردست گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ کھلم کھلا خسارے میں مبتلا ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: قبیلہ کلب کے فرد! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرما رہا ہے: وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ تو کیا تمہیں ان اقوام کے انساب یاد ہیں؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، مجھے ان کے انساب کا کوئی علم نہیں ہے۔

معانی الاخبار اور تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان سب کو توڑ کر رکھ دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

"ان لوگوں کا اس بستی سے گزر ہو چکا ہے جس پر بدترین بارش کی جا چکی ہے تو کیا ان لوگوں نے اس کا حال نہ دیکھا ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اُٹھنے کی اُمید ہی نہیں رکھتے"۔

اس بستی سے قومِ لوط کی بستی 'سدوم' مراد ہے جن پر خدا نے پتھروں کی بارش کی تھی اور یہ بستی حجاز اور شام کی شاہراہ پر واقع تھی۔

خواہشات کو معبود کا درجہ دینے والے

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾

"کیا آپ نے اُسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو معبود بنایا ہوا ہے تو کیا تم اسے راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟"

"ھوا" نفس کے اس میلان کو کہا جاتا ہے جو خواہش کی طرف ہو اور اس میں عقل کے تقاضوں کی نفی کی گئی ہو۔ اور "ھوا" کو معبود بنانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اس کے لیے عقل کے تقاضوں کو پامال کردے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعدد مقامات پر خواہشات کی پیروی کی مذمت کی ہے اور ایسے شخص کے لیے خدا نے اپنے حبیب سے فرمایا ہے کہ کیا تم ایسے شخص کو بھی راہِ ہدایت پر لا سکتے ہو؟ ایسے افراد مُردوں کی مانند ہیں اور ان کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (فاطر:۲۲)

"آپ اہلِ قبور کو کچھ نہیں سنا سکتے"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ (جاثیہ:۲۳)

"کیا تو نے اُسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور علم کے باوجود خدا نے اس کے لیے گمراہی کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ خدا کے بعد اسے راہ راست کون دکھائے گا؟

چنانچہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کے بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

اور اسی طرح کے لوگوں نے بتوں کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ..... کی آیت مجیدہ قریش کے متعلق نازل ہوئی۔ جب وہ کبھی قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو مکہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور راستے میں انہیں جہاں کہیں کوئی خوب صورت درخت یا خوبصورت پتھر دکھائی دیتا تو وہ اس کی پوجا کرنے لگ جاتے تھے اور اس کے سامنے قربانیاں کرتے تھے اور قربانیوں کا خون اس پر لگا دیتے تھے اور اسے "سعد صخرہ" کے نام سے یاد کرتے تھے اور جب ان کے اُونٹوں اور بکریوں میں کوئی بیماری آ جاتی تو وہ اپنے جانوروں کو وہاں لے جاتے اور انہیں اس سے مَس کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی کے اُونٹ بیمار ہوئے تو وہ اپنے اُونٹوں کو لے کر ایک ایسے ہی خودساختہ معبود کے پاس گیا۔ جب اس کے اُونٹوں کا گلہ وہاں پہنچا تو گلے میں موجود تمام اُونٹ دوڑ پڑے۔ اس شخص نے بڑی مشکل سے اپنے اُونٹ جمع کیے اور پھر یہ اشعار کہے:

اتیت الی سعد یسجمع شملنا فشتتنا سعد فما نحن من سعد

وما سعد الا صخرة مستویة من الارض لا تهدی لغی ولا رشد

"میں سعد کے پاس اس نیت سے گیا تھا کہ وہ ہمارے خاندان کو جمع کرے گا لیکن اُس نے تو ہمیں متفرق کر دیا، لہٰذا اب ہمارا سعد سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سعد ایک گڑا ہوا پتھر ہی تو ہے جسے زمین میں گاڑا گیا ہے وہ نہ تو گمراہی سے ہدایت دینے کے قابل ہے اور نہ ہی کسی کو سیدھا راستہ بتانے کے اہل ہے"۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عربی کا گزر ایک ایسے ہی خودساختہ معبود کے پاس سے ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک لومڑی اس پر پیشاب کر رہی تھی۔ اس نے یہ منظر دیکھا تو اس معبود کی تذلیل میں یہ شعر کہا:

ورب یبول الثعلبان برأسه لقد ذل من بالت علیه الثعالبه

"ایک رب وہ بھی ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کر رہی ہیں جس پر لومڑیاں پیشاب کریں وہ یقیناً ذلیل ہے"۔

کچھ انسان جانوروں سے بھی بدتر ہیں

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ؀

''اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کافروں کی اکثریت سنتی یا سمجھتی ہے؟ یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں''۔

سعادت کے حصول کے دو ہی طریقے ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان اشیاء کے متعلق خوب غور وخوض کرے اور اپنی عقل سے فیصلہ کرے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ یا پھر کسی صاحبِ دانش کی باتیں سن کر اس کی پیروی کرے لیکن آنحضرتؐ کے مخاطب کفار اتنے بے توفیق تھے کہ ان کے پاس نہ تو عقل کی دولت موجود تھی اور نہ ہی وہ آنحضرتؐ کی گفتگو کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کو تیار تھے۔ چنانچہ ایسے ہی افراد قیامت کے دن یہ کہیں گے:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؀ (الملک:۱۰)

''اگر ہم آوازِ حق سنتے یا غور وفکر کرتے تو ہم اہلِ دوزخ میں سے نہ ہوتے''۔

یہ لوگ جانوروں کی طرح سے ہیں، بلکہ یہ ان سے بھی کہیں گئے گزرے ہیں کیونکہ جانور اگرچہ عقل ودانش سے محروم ہوتا ہے پھر بھی وہ اپنے لیے اس غذا کا انتخاب کرتا ہے جو اس کی صحت کے لیے موزوں ہوتی ہے۔ جب کہ کفار اپنے لیے تاریک ترین راستوں کا انتخاب کر رہے ہیں۔ (ملخصاً عن المیزان)

اُصولِ کافی میں اصبغ بن نباتہ کی زبانی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی ایک طویل حدیث مرقوم ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ پوری حدیث سورۂ واقعہ کی تفسیر میں لکھی جائے گی۔

اصحابِ مشئمہ (بائیں ہاتھ والے) یہود ونصاریٰ ہیں۔ توارت وانجیل میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف پڑھے تھے اور ہماری ولایت کا تذکرہ بھی پڑھا تھا اور یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں پہچانتے تھے جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، مگر وہ جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے تھے۔ ان کے مسلسل انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے روحِ ایمان کو سلب کرلیا اور ان میں تین اَرواح یعنی روحِ قوت، روحِ شہوت اور روحِ بدن کو ہی رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جانوروں کے مساوی قرار دیا، کیونکہ جانور میں روحِ قوت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بوجھ اُٹھاتا ہے۔ اس میں روحِ شہوت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ گھاس چرتا ہے اور اس میں روح بدن ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ چلتا پھرتا رہتا ہے۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا کہ آپ یہ فرمائیں کہ انسان کون ہیں؟ انسانوں کے مشابہ کون ہیں؟ اور "نسناس" کون ہیں؟

امیرالمومنین نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا! اس سوال کا تم جواب دو۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ "نسناس" تو لوگوں کی اکثریت (سواد اعظم) ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے لوگوں کے ایک ہجوم کی طرف اشارہ کیا اور یہ آیت پڑھی: اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿۴۴﴾ "یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں"۔

واضح رہے کہ حدیث طویل ہے، ہم نے بقدرِ ضرورت اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

انسانیت سے عاری افراد

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا یہ تمام لوگ انسان کہلائے جانے کے مستحق ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: چند لوگ ایسے ہیں جو انسان کہلائے جانے کے مستحق نہیں ہیں: ① مسواک کا تارک ② تنگ جگہ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھنے والا ③ بلاضرورت کسی بات کی ٹوہ لگانے والا ④ علم کے بغیر مباحثہ کرنے والا ⑤ بیماری کے بغیر اپنے آپ کو بیمار کہلانے والا ⑥ کسی مصیبت کے نزول کے بغیر اپنے آپ کو بدنصیب کہلانے والا ⑦ جس بات کی حقانیت پر پوری جماعت کا اجماع ہو، اس کی مخالفت کرنے والا ⑧ باپ دادا کی خوبیوں سے عاری رہ کر اپنے بزرگوں پر فخر کرنے والا۔

اس طرح کے لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ
جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَيۡنَا قَبۡضًا يَّسِيۡرًا ﴿۴۶﴾
وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ لِبَاسًا وَّالنَّوۡمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ
نُشُوۡرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ۚ

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ
مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ
لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا
فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا
كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا
مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ
الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ
قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ؕ
وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا
وَّنَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ
یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ
وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِیْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ
لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا

وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ﴿٦٠﴾ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ
فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ
الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا
سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا ۖ ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ إِذَا
أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾
وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ
أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ
مُهَانًا ۖ ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ
يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِينَ
لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿٧٢﴾

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا
وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ
يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ
لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے کس طرح سے سائے کو پھیلایا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھیرا بھی سکتا تھا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا ہے۔ پھر ہم اُسے رفتہ رفتہ اپنی طرف سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔

اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس اور نیند کو تمہاری راحت اور دن کو تمہارے کھڑے ہونے کا وقت بنایا ہے اور وہ وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اُتارا ہے۔ تاکہ ہم اس پانی سے مُردہ علاقے کو زندگی دیں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو سیراب کردیں۔

اور اس کرشمہ کو ہم بار باران کے سامنے لاتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر لوگوں کی اکثریت نے انکار کا رویہ اپنایا ہوا ہے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک خبردار کرنے والا بھیج دیتے۔ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور قرآن کے ذریعہ ان سے زبردست جہاد کریں۔

وہ وہی ہے جس نے دو سمندر ملائے ہیں ایک لذیذ اور میٹھا ہے اور ایک تلخ وشور ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے اور ایک رکاوٹ ہے جو انہیں مخلوط ہونے سے مانع ہے۔ اور وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا پھر اسے سُسر اور داماد بنا دیا اور آپ کا پروردگار بہت زیادہ قدرت رکھنے والا ہے۔

اور وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں نقصان دے سکتے ہیں اور کافر اپنے رب کے خلاف ہر باغی کا پشت پناہ ہوتا ہے۔ اور ہم نے آپؐ کو بشارت دینے والا اور خبردار کردینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ میں اس کارِ نبوت پر تم سے کوئی اُجرت کا طلبگار نہیں ہوں مگر یہ کہ جو چاہے اپنے پروردگار کا راستہ اپنا لے۔ اور آپ اس خدا پر توکل کریں جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس پر موت وارد نہ ہوگی۔ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی اطلاع کے لیے خود ہی کافی ہے۔

وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کو چھے دنوں (اَدوار) میں پیدا کیا۔ اس کے بعد عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ وہ رحمٰن ہے اس کی تخلیق کے لیے اسی باخبر ہی سے سوال کرو۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دے رہے ہو۔ اس دعوت سے ان کی نفرت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس میں ایک چراغ اور روشن چاند بنایا ہے۔ اور وہ وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا قائم مقام بنایا ہے ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے (تو یہ اس کے لیے

نصیحت اور شکر کا ذریعہ ہے)

رحمٰن کے (خالص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بحث کریں تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہو۔ وہ لوگ رکوع و سجود کی حالت میں رات بسر کرتے ہیں۔ وہ یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے پھیر دے اس کا عذاب تو سخت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً دوزخ بدترین منزل اور بُری اقامت گاہ ہے۔

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں وہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے اور خدا کی حرام کردہ کسی بھی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے۔ وہ زنا نہیں کرتے اور جو بھی یہ کام کرے وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا۔

قیامت کے دن اس کے لیے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا وہ اسی میں ذلیل ہو کر ہمیشہ پڑا رہے گا۔ علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بجا لائے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ خدا کے حضور رجوع کرنے والا ہے اور وہ (ایسے لوگ) جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو باتوں سے گزرتے ہیں تو وہ شریف آدمیوں کی طرح سے گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کی آیات کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے بن کر اس پر گر نہیں پڑتے۔

اور وہ یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں اہلِ تقویٰ کا رہبر بنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی وجہ سے جنت کے بالاخانے دیئے جائیں گے اور آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال کیا جائے گا۔ وہ اس جگہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہترین ٹھیرنے کی جگہ اور خوبصورت محلِ اقامت ہے۔

آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو میرا پروردگار تمہاری پروا تک نہ کرتا۔ اب تم نے تکذیب کردی ہے تو تمہیں عنقریب اس کا عذاب بھی برداشت کرنا پڑے گا"۔

سائے کا پھیلاؤ

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا ۙ﴿۴۵﴾

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے سائے کو کس طرح سے پھیلایا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھیرا بھی سکتا تھا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ سائے کا پھیلاؤ طلوعِ آفتاب تک قائم رہتا ہے۔ پھر جیسے ہی سورج طلوع کرتا ہے تو اس میں کمی آنے لگ جاتی ہے۔ پھر دوپہر کے وقت سایہ انتہائی چھوٹا رہ جاتا ہے۔

جہادِ کبیر

فَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِيۡرًا ﴿۵۲﴾

"آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور قرآن کے ذریعہ ان سے زبردست جہاد کریں"۔

مجمع البیان میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ لفظ "بِہٖ" کا مرجع قرآن ہے، یعنی اللہ نے اپنے حبیب کو حکم دیا ہے کہ آپؐ قرآن کے ذریعہ سے جہادِ اکبر کریں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے دشمنانِ دین اور باطل پرست افراد کے مقابلہ میں متکلمین ہیں جو دلائل دے کر انہیں خاموش کردیتے ہیں۔ متکلمین کے یہ علمی مباحثے خدا کی نظر میں جہادِ اکبر کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان "ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں" کا بھی یہی مفہوم ہو۔

میٹھا اور کڑوا پانی

وَهُوَ الَّذِىۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَيۡنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ۚ......

"اور وہ وہی تو ہے جس نے دو سمندر ملائے ہیں یہ لذیذ اور میٹھا ہے اور یہ تلخ وشور ہے"۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ صادقین علیہما السلام نے ابوسعید سے فرمایا: ابوسعید! اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو پانی پر پیش کیا جس پانی نے اسے قبول کیا وہ لذیذ اور میٹھا بنا اور جس نے ہماری ولایت کا انکار کیا، اللہ نے اسے شور اور کڑوا بنا دیا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے "ابرش" سے فرمایا: ابرش! خدا کی ذات و صفات وہی ہیں جیسے کہ اس نے خود بیان کی ہیں۔ خدا کا عرشِ اقتدار پانی پر تھا اور پانی ہوا پر تھا اور ہوا کی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت پانی اور ہوا کے علاوہ اور کوئی مخلوق موجود نہ تھی۔ اس وقت تمام پانی شیریں اور لذیذ تھا...... آسمان سبز تھا اور زمین کی رنگت میٹھے پانی کی سی تھی۔

واضح رہے کہ پوری حدیث سورۂ انبیاء کی تفسیر میں نقل کی جاچکی ہے۔

سُسر اور داماد

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾

"اور وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا، پھر اسے سُسر اور داماد بنا دیا اور آپ کا پروردگار بہت زیادہ قدرت رکھنے والا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ عجلی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو میٹھے پانی سے پیدا کیا اور ان کی بیوی کو ان کی نچلی پسلی سے بنایا۔ اس پسلی کی وجہ سے سبب نسب پیدا ہوا۔ پھر خدا نے آدم و حوا کی شادی کر دی۔ اس سے سُسرالی رشتہ پیدا ہوا اور نَسَبًا وَّصِهْرًا کا اشارہ بھی اسی مفہوم کی طرف ہے۔ نسب کا تعلق مرد سے ہوتا ہے اور مصاہرت، دامادی کا تعلق عورتوں کے نسب سے ہوتا ہے۔

الکافی کی ایک روایت میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

عرضِ مترجم: مترجم کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ مذکورہ بالا دونوں روایات از روئے سند و متن ضعیف ہیں اور یہ مذہب حقہ کی مسلمات کے خلاف ہیں کیونکہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی تعلیمات میں بالتواتر یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حوا آدم علیہا السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئی تھیں۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے قرآن حکیم میں کچھ ناموں سے

مخصوص کیا گیا ہے۔ خبردار! ان ناموں پر قبضہ مت کرنا ورنہ اپنے دین میں گمراہ ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو میں ہی وہ صہر (داماد) ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا "اور وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا، پھر اسے سُسر اور داماد بنا دیا"۔

شیخ الطائفہ امالی میں انس بن مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انس نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! علیؑ آپؐ کا بھائی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، علیؑ میرا بھائی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ واضح کریں کہ علیؑ آپ کا کس طرح بھائی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ سے تین ہزار سال قبل عرش کے نیچے ایک پانی پیدا کیا اور اسے اپنے گہرے علم کے تحت سبز رنگ کے موتی میں رکھا۔ یہاں تک کہ اس نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ جب آدمؑ کو پیدا کرلیا تو موتی میں رکھے ہوئے پانی کو صُلب میں ٹھہرایا۔ جب آدمؑ کی وفات ہوئی تو وہ پانی شیث علیہ السلام کی صُلب میں منتقل ہوا۔ بعدازاں وہ پانی ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ پانی صلبِ عبدالمطلب میں قیام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کا نصف حصہ میرے والد عبداللہ کی صُلب میں رکھا اور دوسرا نصف حصہ صُلبِ ابوطالبؑ میں رکھا۔ ایک حصہ سے میں پیدا ہوا ہوں اور دوسرے حصہ سے علیؑ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ علیؑ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ کی آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں رقم طراز ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سفید رنگ کا ایک پوشیدہ سا نطفہ پیدا کیا اور اسے یکے بعد دیگرے مختلف اَصلاب سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ نطفہ صُلبِ عبدالمطلب میں منتقل ہوا تو خدا نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کا نصف حصہ عبداللہ کی صُلب میں اور نصف حصہ ابوطالبؑ کی صُلب میں رکھا۔ میں عبداللہ کا فرزند ہوں اور علیؑ ابوطالبؑ کے فرزند ہیں۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

مناقب ابن شہرآشوب میں مرقوم ہے کہ جب حضرت رسولِ خدا نے حضرت علیؑ اور حضرت بتولؑ کے نکاح کا خطبہ پڑھا تو آپؐ نے خطبۂ نکاح میں وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا کی آیتِ مجیدہ تلاوت فرمائی تھی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابن سیرین نے کہا کہ یہ آیت مجیدہ نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی۔ نبی اکرمؐ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت علیؑ سے کیا، اسی لیے آنحضرتؐ سسر ٹھہرے اور علیؑ داماد قرار پائے۔

آسمان و زمین چھ دنوں میں پیدا ہوئے

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ......

"وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا"۔

روضۂ کافی میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ اللہ تعالٰی نے ہر چیز کو اتوار کے دن پیدا کیا۔ وہ شر کو خیر سے پہلے پیدا کرنے والا نہیں تھا۔ خدا نے اتوار اور سوموار کے دن زمینوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن غذاؤں اور کھانے پینے کی اشیاء کو پیدا کیا۔ پھر بدھ اور جمعرات کے دن اس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن وہاں کے باسیوں کی غذا پیدا فرمائی۔ اسی نکتہ کی طرف خداوند عالم نے یوں اشارہ فرمایا: الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہودی ارض و سماء کی تخلیق کی داستان غلط بیان کرتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالٰی نے فرمایا:

فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا "کہ تم باخبر ذات سے سوال کرو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب کفار سے کہا جاتا تھا کہ تم لوگ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ جواب میں کہتے تھے کہ رحمٰن کون ہے اور کیا ہے؟ چنانچہ اللہ نے رحمٰن کا تعارف سورۃ الرحمٰن میں یہ کہہ کر کرایا:

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ ...... الی اخرہ

"رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن تعلیم کیا، انسان کو پیدا کیا، اسے بیان کی تعلیم دی"۔

آسمانی بروج

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا ہے"۔

ابوالجارود کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلامؑ نے فرمایا کہ اس سے آسمانی بروج مراد ہیں، جن کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے موسمِ بہار اور موسمِ گرما کے برج حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسدؑ اور سنبلہ ہیں جب کہ موسمِ خریف اور سردیوں کے برج میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت ہیں۔

کتاب اہلیلجہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مذکور ہے جس میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں: ''سورج اور چاند فلک میں ہیں۔ وہ انہیں ہمیشہ گردش دیتا رہتا ہے کبھی انہیں طلوع کراتا ہے اور کبھی انہیں غروب کراتا ہے اور اس گردش سے دن، مہینے اور سال وجود میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے بہار، گرما، خزاں اور سردی جیسے موسم پیدا ہوتے ہیں اور اسی گردش افلاک سے ہی زمانہ جنم لیتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھ سے دو تین ماہ کی نمازِ شب قضا ہوگئی ہے کیا میں دن کے وقت اس کی قضا بجا لاسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔ آپؑ نے تین بار یہی کلمات دُہرائے اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿۶۲﴾ ''وہی تو ہے جس نے دن اور رات کو ایک دوسرے کا قائم مقام بنایا ہے ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے (تو یہ اس کے لیے نصیحت اور شکر کا ذریعہ ہے) اس سے دن کی نماز کی رات کو قضا پڑھنا اور رات کی نماز کی قضا دن میں ادا کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ آلِ محمدؐ کے مخفی راز میں سے ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿۶۲﴾

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ رات کی قضا شدہ نماز کو دن میں اور دن کی قضا شدہ نماز کو رات میں بجا لایا جاسکتا ہے۔

خاصانِ خدا

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿۶۳﴾

''رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بحث کریں تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہو''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے فطری عاجزانہ چال مراد ہے۔ تصنع اور تکلف کی عاجزانہ چال کا خدا نے مطالبہ نہیں کیا۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے ایسے بندے بہت زیادہ ہیں جو عاجزانہ چال سے چلتے ہیں، لیکن ان میں ائمہ ہدیٰ کو خاص مقام حاصل ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کے خوف سے ہمیشہ عاجزانہ چال سے چلا کرتے تھے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ایک روایت کا ماحصل بھی یہی ہے۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: تواضع کی حقیقت کو خدا کے مقرب بندے ہی بہتر جانتے ہیں جو اس کی توحید سے ہمیشہ اتصال قائم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

خدا کے خاص بندے جاہلوں سے مباحثہ نہیں کیا کرتے

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

''اور جب جاہل ان سے بحث کریں تو وہ کہتے ہیں سلام ہو''۔

ابن شہر آشوب نے ایک خوبصورت واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن مہدی عباسی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا۔ ایک دن اُس نے مامون الرشید سے کہا کہ آج رات میں نے علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلنے لگا۔ راستے میں ایک پُل آیا تو علیؑ مجھ سے آگے بڑھ کر اسے عبور کرنے لگے۔ میں نے انہیں روک کر کہا۔ آپ مجھ سے سبقت نہ کریں، کیونکہ آپ وہ ہیں جو خلافت کا دعویٰ بیوی کی وجہ سے کرتے ہیں جب کہ ہم آپ سے خلافت کے کہیں زیادہ حقدار ہیں۔

علیؑ نے میری بات سنی، لیکن کوئی مدلل قسم کا جواب نہیں دیا۔

مامون نے کہا: مگر یہ بتاؤ کہ علیؑ نے تم سے کیا کہا تھا؟

ابراہیم بن مہدی عباسی نے کہا کہ علیؑ نے جب میری یہ بات سنی تو اُنہوں نے دوبارہ سلاماً سلاماً کہا اور چلے گئے۔

مامون نے کہا: اگر یہ بات ہے تو پھر تو علیؑ نے تمہیں مدلل جواب دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے

خاص بندوں کی ایک خوبی یہ بھی بیان کی ہے کہ جب جاہل ان سے مباحثہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ سلام ہو۔ علیؑ نے تجھ پر سلام کر کے یہ واضح کیا کہ تو جاہل مطلق ہے تو اس قابل ہی نہیں ہے کہ تجھے جواب دیا جائے۔

رحمٰن کے بندے رکوع و سجود میں راتیں بسر کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾

''وہ لوگ رکوع و سجود کی حالت میں رات بسر کرتے ہیں''۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی لیکن تین آنکھیں نہیں روئیں گی: ① وہ آنکھ جو خوفِ خدا میں روئی ہو۔ ② وہ آنکھ جو محرمات کو دیکھ کر نیچے جھک گئی ہو۔ ③ وہ آنکھ جو جہاد فی سبیل اللہ میں جاگتی رہی ہو۔

تین امور کے لیے جاگنا صحیح ہے: ① تلاوتِ قرآن اور نمازِ شب کے لیے رات کا جاگنا صحیح ہے۔ ② طلبِ علم کے لیے راتوں کو جاگنا جائز ہے ③ جس رات دلہن کو شوہر کے گھر بھیجا جا رہا ہو۔

عبادِ رحمٰن کی دعا

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا کا مقصد یہ ہے کہ وہ عذاب ایسا چمٹ جائے گا جو جدا ہونے کا نام نہیں لے گا۔

کیفیتِ انفاق

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

''وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں وہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا خرچ کرتے ہیں''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: گناہ و معصیت کے کاموں میں ناحق مال خرچ کرنے کو اِسراف کہا جاتا ہے

اور حق خداوندی کی ادائی سے کنجوسی اور بخل کو "قتر" کہا جاتا ہے۔ خدا کے خاص بندوں کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ درمیانی راہ اختیار کیا کرتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا: بیٹا! دو انتہاؤں کے درمیان میں نیکی ہوا کرتی ہے اور اس نیکی پر عمل کرنے سے دونوں انتہائیں مٹ سکتی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے عرض کیا: ابا جان! وہ کیسے؟!

آپؑ نے فرمایا: اللہ کا فرمان ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا مقصد یہ ہے کہ فضول خرچی بھی جرم ہے اور کنجوسی بھی جرم ہے۔ درمیانی راستہ ہی صحیح ہے اور وہ نیکی ہے۔

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو (سب خرچ کردو)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ "جب وہ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور کنجوسی بھی نہیں کرتے وہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا خرچ کرتے ہیں"۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ انسان کو اپنے اہل وعیال پر کتنا خرچ کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: دو ناپسندیدہ حدود کے درمیان میں رہ کر خرچ کرنا چاہیے۔

اس شخص نے عرض کیا: دو ناپسندیدہ حدود سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ فضول خرچی بھی ممنوع ہے اور کنجوسی بھی ممنوع ہے اور ان دونوں کے درمیان میں نیکی ہے، لہٰذا انسان کو انفاق فی سبیل اللہ کے وقت بھی سارا گھر نہیں لٹا دینا چاہیے اور کنجوسی کا مظاہرہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی دولت کو اللوں تللوں میں اڑا دے اور اس کے بعد خدا سے دعا مانگے کہ خدایا! مجھے رزق عطا کر، تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس سے کہتا ہے کیا میں نے تجھے

میانہ روی کا حکم نہیں دیا تھا؟ پھر آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝

ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے اُس سے فرمایا: خدا سے ڈر اور فضول خرچی اور کنجوسی نہ کر، درمیانی راستہ اختیار کر۔ فضول خرچی کا تعلق اسراف سے ہے اور اللہ نے فرمایا ہے: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا "فضول خرچی مت کرو"۔

الکافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز مال کو برباد کرے اور جسم کو نقصان پہنچائے تو وہ اسراف میں شامل ہے۔ اور اگر خدا نے انسان کو سب کچھ دے رکھا ہو، پھر بھی وہ نمک کے ساتھ روٹی کھائے تو یہ کنجوسی ہے۔

سائل نے کہا: مولاؑ! درمیانی راستہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: روٹی کو گوشت اور دودھ، سرکہ اور گھی سے کھانا درمیانی راستہ ہے۔ انسان کبھی روٹی گوشت اور دودھ کے ساتھ کھائے اور کبھی سرکہ اور گھی کے ساتھ کھائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا کی آیت تلاوت کی، پھر آپؑ نے سنگریزوں کی مٹھی بھری اور اسے مضبوطی سے بند کر دیا اور فرمایا: یہ کنجوسی ہے اور پھر آپؑ نے وہ سارے سنگریزے بیک وقت مٹھی سے گرا دیئے اور فرمایا: یہ فضول خرچی ہے۔ پھر آپؑ نے اور مٹھی بھری، کچھ انگلیوں کو ہٹایا تو کچھ سنگریزے زمین پر گرے، کچھ آپؑ کی مٹھی میں رہ گئے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ درمیانی راستہ ہے۔

عبداللہ بن ابان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اہلِ وعیال کا نفقہ کیسا ہونا چاہیے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: دولت مند کے اِنفاق کی صورت اور ہے اور مفلس کے اِنفاق کی صورت اور ہے۔ دولت مند کو اپنی حیثیت اور غریب کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی حیثیت کے مطابق ہی اس پر تکلیف شرعی عائد کرتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ اور صوفیہ کا مباحثہ

الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سفید رنگ کا قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔ اتنے میں

مشہور صوفی بزرگ سفیان ثوری آپؑ کے پاس آیا اور اُس نے آپؑ کے قیمتی لباس کو دیکھ کر کہا کہ آپ کو اس طرح کا لباس زیب نہیں دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: پوری توجہ سے میرا جواب سنو اور اسے یاد رکھو، یہ تمہیں ہمیشہ کام دے گا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تنگی اور سختی کا زمانہ تھا اسی لیے آنحضرتؐ عام اور سستا لباس استعمال کرتے تھے۔ اب حالات بدل چکے ہیں اب غربت کی جگہ امارت نے لے لی ہے اور افلاس کی جگہ دولت نے سنبھال لی ہے۔ متاعِ دنیا سے نیک افراد کو استفادہ کرنے کا زیادہ حق ہے نہ کہ بدکاروں کو۔ اہلِ ایمان متاعِ دنیا سے استفادہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں نہ کہ منافقین۔ اہلِ اسلام متاعِ دنیا سے استفادہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں نہ کہ کفار۔

سفیان ثوری! جب سے میں جوان ہوا ہوں آج تک میں نے خدا کے کسی مالی فریضہ کو ضائع نہیں کیا۔ خدا نے مال جہاں جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے میں نے وہاں مال خرچ کیا ہے، لہٰذا تمہیں میرے لباس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ سن کر سفیان ثوری چلا گیا۔ اس نے جماعتِ صوفیہ کو حضرت کے جواب سے مطلع کیا۔ اس کے بعد جماعت صوفیہ کے چند افراد آپؑ کے پاس آئے اور انہوں نے آپؑ سے کہا: فرزندِ رسولؐ! ہمارا ساتھی آپ کے ساتھ صحیح طریقے سے بحث نہیں کرسکا، چنانچہ ہم آپؑ سے بحث کرنے کے لیے آئے ہیں اور ہم کلامِ خدا سے دلائل پیش کریں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو سب سے بہتر بات ہے، کیونکہ کلام اللہ میں کسی طرح کا کوئی اِشکال نہیں ہے اور قرآن مجید کا ہر ہر لفظ لائقِ اتباع ہے۔ اب تم قرآنِ مجید سے اپنے دلائل پیش کرو۔

جماعتِ صوفیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِؐ خدا کے صحابہ کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ (الحشر:۹)

''وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں جو بھی اپنے دل کی تنگی اور بخل سے بچالیے جائیں تو وہ فلاح پانے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے اس فعل کی تعریف کی ہے۔ علاوہ ایک اور مقام پر اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿٨﴾ (الدہر:۸)

''وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو قرآن کے ناسخ و منسوخ کا بھی علم ہے؟

جماعتِ صوفیہ نے کہا: ہمیں تمام ناسخ و منسوخ کا علم تو نہیں ہے البتہ بعض ناسخ و منسوخ آیات کا علم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے بھٹکنے کی اصل وجہ بھی یہی ہے جہاں تمہیں یہ آیات دکھائی دی ہیں وہاں تمہیں یہ آیت کیوں دکھائی نہیں دی۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ''رحمٰن کے بندے جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور کنجوسی بھی نہیں کرتے وہ اس کے درمیان والا راستہ اختیار کرتے ہیں''۔

یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ انسان اپنی ساری دولت لوگوں میں لٹا دے اور اپنے معصوم بچوں اور افرادِ خانہ کو ضائع کردے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسراف سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ (اعراف:۳۱) ''خدا اِسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا''۔

جس طرح سے خدا کو اِسراف ناپسند ہے اسی طرح سے اسے بخل اور کنجوسی سے بھی سخت نفرت ہے۔

مجمع البیان میں معاذ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ناحق خرچ کیا تو اس نے اِسراف کیا اور جس نے حق پر خرچ نہ کیا تو اس نے کنجوسی کی۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ خورد و نوش میں جتنی بھی رقم خرچ ہو وہ اِسراف میں شامل نہیں ہے۔

قوله تعالٰى: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......

''اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود کی یہ روایت نقل کی کہ میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کا کسی کو شریک بناؤ۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کردے کہ مبادا وہ کل تیرے

ساتھ کھانا کھائے گی۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ ان دو بڑے گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حبیب کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ...... "اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور خدا کی حرام کردہ کسی بھی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے"۔

دوزخ کی وادی "اثام" کے مکین

......وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

"جو بھی یہ کام کرے تو وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے لیے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل ہو کر پڑا رہے گا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ دوزخ کی ایک وادی کا نام بھی "اثام" یعنی گناہوں کی وادی ہے۔ جس میں تانبا پگھل رہا ہوگا اور اس کے آگے پتھریلا میدان ہوگا۔ اس وادی میں تین قسم کے گناہ گاروں کو بھیجا جائے گا:

① جس نے غیر اللہ کی عبادت کی ہوگی۔ ② جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا۔ ③ جس نے زنا کیا ہوگا۔ تمام زناکار اسی وادی میں ہوں گے اور انھیں اس میں دوگنا عذاب دیا جائے گا۔

قاضی یحیٰ بن اکثم (جو کہ لواطت میں خاصا بدنام تھا) نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے بھائی حضرت موسیٰ (مبرقع) سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا (الشوریٰ: ۵۰) تو کیا خدا جنت میں مردوں کی مردوں اور عورتوں سے تزویج کرے گا جب کہ اس نے قومِ لوطؑ کو اس فعل بد کی وجہ سے ہلاک کیا تھا؟

حضرت موسیٰ مبرقع نے اپنے بھائی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے سامنے یحیٰ بن اکثم کا سوال رکھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کی سوچ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہ اہلِ جنت خواتین کی شادی اہلِ جنت مردوں سے کرے گا اور اہلِ جنت مردوں کی شادی اہلِ جنت کی عورتوں سے کرے گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: قاضی یحیٰ اس آیت سے

اپنے لیے رخصت کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔ اللہ نے بدکاری کرنے والوں کے لیے سخت سزا مقرر کی ہے اور فرمایا ہے: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾

توبہ سے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾

''البتہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل بجا لائیں۔ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ توبہ، ایمان اور عمل صالح یہ تینوں ایسی خوبیاں ہیں کہ اگر تمام اہلِ آسمان و زمین کو یہ خوبیاں مل جائیں تو بھی ان کی نجات کے لیے کافی ہوجائیں گی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصائل ہوں، اگر وہ سر کی چوٹی سے لے کر قدموں تک گناہوں میں جکڑا ہوا ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور وہ خوبیاں یہ ہیں: ① سچ بولنا ② حیا کرنا ③ خوش اخلاقی سے پیش آنا ④ خدا کا شکر بجالانا۔

محاسن برقی میں مرقوم ایک روایت کا کچھ حصہ یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کو حساب کے لیے خدا کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مومن سے خود حساب لے گا اور اس سے کہے گا کہ یاد کر، تو نے فلاں دن کی فلاں گھڑی میں یہ گناہ کیا تھا۔

وہ کہے گا کہ پروردگار! بالکل سچ ہے میں نے یہ گناہ کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کا ایک ایک گناہ یاد دلائے گا۔ مومن تمام گناہوں کا اقرار کرے گا۔ پھر خدا اس سے فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا تھا اور آج میں تیرے گناہ معاف کررہا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم دے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں موجود برائیوں کو بھلائیوں میں بدل ڈالو۔ ملائکہ اس کی برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیں گے۔ پھر اس کا نامۂ اعمال لوگوں کے سامنے رکھا جائے گا۔ لوگ اس کے نامۂ اعمال کی نیکیوں کو دیکھ کر تعجب سے کہیں گے کہ اس مومن کی کیا شان ہے اس کے نامۂ اعمال میں تو ایک بھی برائی نہیں ہے۔

سید ابن طاؤوس نے تفسیر کلبی کے حوالہ سے اپنی کتاب سعد السعود میں لکھا کہ مطعم بن عیسیٰ بن نوفل نے اپنے غلام وحشی سے کہا کہ اگر تو نے حمزہ بن عبدالمطلب کو قتل کر دیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔

چنانچہ "وحشی" نے جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا اور جب لشکر کفار مکہ پہنچا تو حضرت حمزہ کے قاتل نے اپنے مالک سے آزادی کا مطالبہ کیا لیکن اس کے آقا نے اسے آزاد کرنے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد "وحشی" اور اس جیسے کچھ دوسرے افراد نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم آپ کے فرمان کے تحت اسلام قبول کر لیتے لیکن مجبوری یہ ہے کہ آپؐ یہ کہتے ہیں کہ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارے اور جو کسی مومن کو ناحق قتل کرے اور جو کوئی زنا کرے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور ہم سب یہ برائیاں سرانجام دے چکے ہیں تو کیا اسلام قبول کرنے سے ہمیں بھی کوئی فائدہ حاصل ہوگا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ان جرائم کے مجرموں کو دوزخ کی وعید سنائی ہے وہاں ان کے لیے توبہ کی گنجائش بھی رکھی ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۷۰ "وہ اس سزا سے مستثنٰی ہیں جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک اعمال بجا لائیں۔ ان کی برائیوں کو خدا نیکی میں بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

اس کے جواب میں وحشی اور اس کے ساتھیوں نے یہ پیغام بھیجا: یارسولؐ اللہ! ہمیں یہ خوف ہے کہ ہم شاید نیک اعمال بجا نہ لاسکیں۔

حضرت رسولِ خدا نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۱۱۶) "اللہ اپنے ساتھ کیے جانے والے شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے"۔

اس کے جواب میں وحشی اور اس کے ساتھیوں نے یہ کہلا بھیجا: یارسولؐ اللہ! ہمیں یہ خوف ہے کہ ہم شاید خدا کی چاہت کے مستحق افراد میں نہ آئیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا کیا بنے گا؟

رسولِ خدا نے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ تمہیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر:۵۳) "اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا بے شک اللہ تمام گناہ معاف کر دے گا"۔

یہ آیت سن کر وحشی اور اس کے دوست رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحشی سے فرمایا کہ تو میرے چچا حمزہ کا قاتل ہے۔ مجھ سے اپنے چہرے کو چھپا اور میرے سامنے نہ آیا کر۔ اس کے بعد وحشی شام چلا گیا اور مقام ''خبز'' میں جا کر مرا۔

عوالی اللئالی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو خدا ملائکہ سے کہے گا کہ اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے پیش کرو۔ ملائکہ یکے بعد دیگرے اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے پیش کریں گے۔ وہ اپنے ہر گناہ کا اقرار کرتا جائے گا۔ اسے اصل خطرہ گناہانِ کبیرہ سے ہوگا۔ اللہ اس پر رحم کرے گا اور فرمائے گا کہ اس کے ہر گناہ کے بدلے میں اسے نیکیاں دے دو۔ اس وقت وہ کہے گا: خدایا! میں نے تو زندگی میں بہت زیادہ گناہ کیے تھے جو آج مجھے دکھائی نہیں دیئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر رسولؐ خدا ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت چمکنے لگے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ''ان لوگوں کی برائیوں کو خدا نیکیوں میں بدل دے گا''۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بھی چند افراد مل کر بیٹھیں اور اللہ کا ذکر کریں تو اس وقت ایک منادی آسمان سے ندا دے کر کہتا ہے: اُٹھو! خدا نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے اور تمہاری تمام غلطیوں کو معاف کردیا ہے۔

شیخ الطائفہ نے امالی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے جس کے اختتام میں آپؑ نے یہ الفاظ فرمائے کہ خدا نے ہمارے شیعوں کو یہ عزت عطا کی ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرے گا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اہلِ بیتؑ کی محبت گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور نیکیوں کو دوگنا کردیتی ہے۔ اللہ ہمارے محبوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مومن کو اکیلا طلب کرے گا اور اسے اس کا ایک ایک گناہ یاد دلائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی ملکِ مقرب اور نبی مرسل کو بتائے بغیر اس کے تمام گناہ معاف کردے گا اور اس کی برائیوں سے کہے گا کہ تم نیکیوں میں بدل جاؤ۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ صحابہ نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ایک مسلمان کا شکوہ کیا اور کہا کہ وہ اس طرح کے عمل کرتا ہے اور اس کے ان اعمال کی وجہ سے ہمیں یقین ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے گا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ نجات حاصل کرے گا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اللہ اس کی برائیوں کو مٹا دے گا اور انہیں نیکیوں میں تبدیل کردے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ ایک مسلمان سویا ہوا تھا اور ہوا کی وجہ سے اس کا کپڑا ہٹ گیا تھا اور وہ ننگا ہو رہا تھا۔ اس نے اس کے کپڑے ٹھیک کیے اور خاموشی سے چلا گیا تا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ اس شخص کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اس کے نیک سلوک کو دیکھ کر اس کے حق میں دعا دی تھی اور اس نے کہا تھا کہ خدا اس بھلائی کا مجھے ثواب عطا کرے اور تیرے لیے حساب میں آسانی پیدا کرے اور تجھے بلند درجہ عطا فرمائے۔

اللہ نے اس مسلمان کی دعا کو قبول کیا، لہٰذا اس شخص کا انجام بھلائی پر ہوگا۔ اس گناہ گار مسلمان کو کسی نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنایا۔ اس نے فوراً اپنے گناہوں سے توبہ کی اور نیک اعمال بجا لانے لگا۔ ابھی اسے توبہ کیے سات دن کا عرصہ ہوا تھا کہ مدینہ کی ایک چراگاہ پر کافروں نے حملہ کیا۔ رسولِ خدا نے ان کے مقابلہ کے لیے ایک جماعت کو روانہ کیا۔ اس جماعت میں توبہ کرنے والا یہ مسلمان بھی شامل تھا۔ جماعتِ صحابہ کی جماعتِ کفار سے مڈبھیڑ ہوئی اور اس لڑائی میں وہ مسلمان شہید ہوگیا۔ یوں اس کا انجام بھلائی پر ہوا۔

مومن سے گناہ اور نواصب سے نیکیاں کیوں ہوتی ہیں؟

علل الشرائع میں ابواسحاق قمی سے منقول ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میں موحد مومن کو دیکھتا ہوں جو میرا ہم عقیدہ ہوتا ہے اور وہ آپ کی ولایت کا بھی اقرار کرتا ہے اور میرے اور اس کے درمیان کسی عقیدہ کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا لیکن وہ نشہ بازی کرتا ہے اور زنا ولواطت جیسے حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے اور اگر میں کسی حاجت کی وجہ سے اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ بڑی ترش روئی سے مجھ سے ملاقات کرتا ہے اور میری حاجت روائی کے لیے کوئی اقدام نہیں کرتا۔ جب کہ اس کے برعکس میں ایک ناصبی کے پاس جاتا ہوں جو کہ مجھے اچھی طرح سے جانتا ہے اور میرے عقیدہ سے وہ واقف ہوتا ہے اور جب میں اس سے اپنی حاجت بیان کرتا ہوں تو وہ خوش اخلاقی سے مجھے ملتا ہے اور میری حاجت روائی کے لیے پوری کوشش کرتا ہے اور وہ کثرت سے نمازیں پڑھتا ہے اور روزوں کی پابندی کرتا ہے اور زکوٰۃ وصدقات کی ادائی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا اور امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ الغرض مجھے مومن کی بدعملی اور ناصبی کے نیک اعمال پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا: اسحاق! جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق بنانے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے پاک زمین پر میٹھا پانی جاری کیا اور وہ میٹھا پانی سات دن رات تک اس پاک سرزمین پر بہتا رہا۔ پھر اللہ نے پانی خشک کردیا اور اس زمین سے گارا اٹھایا، اور اس طینت سے اہلِ بیتؑ کو پیدا کیا۔ اس کے بعد اللہ نے دوسری بار اس زمین سے گارا اُٹھایا اور اسے ہمارے شیعوں کی طینت بنایا۔ اگر وہ طینت اپنی اصلی حالت پر رہتی تو اس طینت سے پیدا ہونے والا ہمارا کوئی بھی شیعہ زنا نہ کرتا اور چوری نہ کرتا اور نہ کوئی لواطت کرتا اور نہ ہی کوئی شراب کو منہ لگاتا اور نہ ہی اس سے کوئی برائی سرزد ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خبیث زمین پر شور پانی کو سات دن رات تک چلایا۔ پھر پانی روک دیا اور اس شور زمین کا گارا اُٹھایا وہ طینت ملعون تھی اور وہ ہمارے دشمنوں کی طینت تھی اور اگر اللہ تعالیٰ صرف اسی طینت سے ہمارے دشمنوں کو پیدا کرتا تو وہ کبھی بھی توحید و نبوت کا اقرار نہ کرتے اور نہ ہی وہ نماز روزے بجا لاتے اور نہ ہی کبھی زکوٰۃ دیتے اور نہ بیت اللہ کا حج کرتے اور نہ ہی وہ کسی سے اچھے اخلاق سے پیش آتے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی طینت کو ان کی طینت سے مخلوط کردیا اور اس میں دونوں طرح کے پانی ڈالے۔ اب اچھی اور بُری طینت مخلوط ہوگئی۔ اسی بُری طینت کے اثر کی وجہ سے تمہیں اپنے مومن بھائی میں عملی کوتاہیاں دکھائی دیتی ہیں اور نیک طینت کے اثر سے تمہیں نواصب میں اچھائیاں دکھائی دیتی ہیں۔

میں (راوی) نے کہا: تو پھر قیامت کے دن کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ خیر و شر کو ایک جگہ جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کے نیک اعمال ان سے سلب کرکے ہمارے شیعوں کی طرف لوٹا دے گا اور ہمارے شیعوں کی عملی کمزوریوں اور ان کے گناہوں کو ہمارے دشمنوں کی طرف پلٹا دے گا کیونکہ اصولِ فطرت یہی ہے کہ ہر چیز اپنے ابتدائی مادہ کی طرف پلٹا کرتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ سورج کی شعاعیں زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں لیکن جب سورج غروب ہوتا ہے تو شعاعیں سمٹ کر اسی کی طرف چلی جاتی ہیں۔

میں (راوی) نے کہا تو گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مخالفین کی نیکیاں ہمارے سپرد کردی جائیں گی اور ہماری برائیاں ان کے سپرد کردی جائیں گی۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، ایسا ہی ہوگا۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ قرآنِ مجید میں بھی اس کا کہیں کوئی ثبوت ملتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

رَّحِيمًا ۝ ''ان کی برائیوں کو خدا نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

ابواسحاق لیثی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپ کے کچھ شیعہ مجھے ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو شراب پیتے ہیں، ڈاکے مارتے ہیں، پُرامن شاہراہوں پر خوف پھیلاتے ہیں، زنا کرتے ہیں، لواطت کرتے ہیں، سود کھاتے ہیں، برائیوں پر عمل کرتے ہیں اور نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو اہمیت نہیں دیتے، قطع رحم کرتے ہیں اور گناہانِ کبیرہ سرانجام دیتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ ایسا کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ابراہیم! کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے دل میں کوئی اور خلش باقی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں، اور وہ خلش اس پہلی خلش سے بھی زیادہ سخت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے دشمنوں اور مخالفین میں کچھ ایسے بھی ہیں جو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے پابند ہیں اور حج و عمرہ بجالاتے ہیں اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ لوگوں سے بھلائی کرتے ہیں، صلہ رحم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق پورے کرتے ہیں اور مالی طور پر ان کی مدد کرتے ہیں اور وہ شراب، زنا اور لواطت ایسی دوسری بدکاریوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپؑ تفصیل سے بیان فرمائیں، اس مسئلہ کو سوچ سوچ کر میری راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے۔ پھر بھی میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔

آپؑ نے فرمایا: اب تم نے سوال کیا ہے تو پھر اس کا جواب باصواب بھی سنو اور اس جواب کا تعلق خدا کے علم کے مخفی خزانوں اور اسرار سے ہے۔ لیکن جواب سننے سے پہلے ان دونوں گروہوں کے عقیدہ کو واضح کرو۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے گناہ گار شیعوں کی حالت یہ ہے کہ اگر انہیں مشرق و مغرب کی پوری زمین سونے اور چاندی سے بھر کر دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ وہ آپؑ کی ولایت کا عقیدہ چھوڑ دیں تو وہ سونے چاندی کو ٹھکرا دیں گے لیکن آپؑ کی ولایت کے عقیدہ کو نہیں چھوڑیں گے اور آپؑ کے گھرانے کی محبت چھوڑ کر آپؑ کے اغیار سے محبت نہیں کریں گے۔ حد یہ ہے اگر ان کی ناک پر تلواروں کے وار بھی کیے جائیں تو بھی وہ ہر طرح کا تشدد برداشت کریں گے لیکن آپ کی محبت اور ولایت کو ہاتھوں سے نہ جانے دیں گے۔ جب کہ آپؑ کے مخالفین کی حالت یہ ہے کہ نماز روزہ کے باوجود وہ بھی آپؑ کی عداوت پر اتنے مستحکم ہیں کہ اگر انہیں مشرق و مغرب کی پوری زمین سونے چاندی سے بھر کر دی جائے

اور ان سے مطالبہ کیا جائے کہ یہ دولت لے لو اور طواغیت کی محبت چھوڑ کر آلِ محمدؐ سے محبت رکھو تو وہ ساری دولت کو ٹھکرا دیں گے لیکن آپؑ کے گھرانے سے محبت نہیں کریں گے اور اگر تلوار لے کر ان کی ناک پر وار کیے جائیں پھر بھی وہ ہر طرح کا تشدد قبول کریں گے لیکن آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کریں گے۔ ان کی حالت یہ ہے جب ان کے سامنے آپ کے خاندان کی کوئی فضیلت پیش کی جائے تو وہ ناک بھوں چڑھانے لگ جاتے ہیں اور ان کے چہروں کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ وہ آپ سے بُغض رکھتے ہیں اور طواغیت سے پیار کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور کہا: ابراہیم! ایسے ہی لوگوں کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ (غاشیہ:۳-۵)

"سخت مشقت اور تھکان پانے والے چہرے شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، انھیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا"۔

ایسے ہی افراد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ (الفرقان:۲۳)

"اور ہم ان کے تمام کیے ہوئے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے غبار کی طرح سے اُڑا دیں گے"۔

ابراہیم! کیا تمھیں اس سبب کا علم ہے جس سے لوگ ناواقف ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ ہی وہ سبب بیان فرمائیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ابراہیم! اللہ تعالیٰ ازل سے عالم ہے اس نے اشیاء کو کسی مادہ سے پیدا نہیں کیا۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ نے اشیاء کو مادہ سے بنایا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نظریہ کے تحت مادہ کو بھی خدا کی طرح سے قدیم ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مادہ کے بغیر اشیاء کی تخلیق کا آغاز کیا۔

ذات باری نے ایک پاک و پاکیزہ زمین پیدا کی۔ پھر اس نے اس میں سے ٹھنڈا اور میٹھا چشمہ جاری کیا اور اس پر ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت کو پیش کیا۔ اس نے ہماری ولایت قبول کی۔ چشمے کا پانی اس زمین پر سات دن تک بہتا رہا یہاں تک کہ پوری زمین اس سے سیراب ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کو خشک کر دیا اور اس زمین کے اُوپر والے صاف حصہ سے کچھ طینت لی۔ اسے آئمہ کی طینت بنایا۔ پھر زمین کے نچلے حصہ سے کچھ طینت لی، اسے ہمارے شیعوں کی طینت قرار دیا۔ اگر ہمارے شیعہ اسی

طینت سے پیدا ہو جاتے تو پھر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فرق ہی نہ ہوتا اور ہم اور ہمارے شیعہ ایک ہی چیز قرار پاتے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! پھر ہماری طینت کا کیا بنا؟

آپؑ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد اللہ نے بدبودار اور ناپاک زمین پیدا کی اور اس میں ایک کڑوا چشمہ پانی کا جاری کیا۔ اس چشمے کا پانی پورے سات دنوں تک اس ناپاک زمین پر بہتا رہا یہاں تک کہ وہ زمین سیراب ہوگئی۔ اس کے بعد چشمہ خشک ہوگیا۔ چنانچہ اس زمین سے طاغوت اور ان کے رہبر پیدا ہوئے۔ پھر اللہ نے اس ناپاک مٹی سے تمہاری طینت کو مخلوط کر دیا۔ اگر ان کی طینت میں تمہاری پاکیزہ طینت شامل نہ کی جاتی تو وہ لوگ کبھی توحید و نبوت کی گواہی نہ دیتے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا کبھی نام تک نہ لیتے اور نہ ہی وہ امانت ادا کرتے اور نہ ہی ان کی شکل وصورت تمہاری شکل وصورت جیسی ہوتی۔ مومن کے لیے یہ بات بڑی تکلیف دہ ہے کہ کوئی دشمن دین اس کا ہم شکل ہو۔

میں (راوی) نے کہا: فرزندِ رسولؐ! پھر ان مخلوط طینتوں کا کیا بنا؟

آپؑ نے فرمایا: ان دو طینتوں پر میٹھا اور کڑوا پانی ڈالا گیا۔ پھر انہیں اچھی طرح سے مخلوط کر دیا گیا۔ اللہ نے اس طینت سے ایک مٹھی بھری اور فرمایا: یہ جنت کی طرف جائے گی اور میں اس کے لیے کسی کی کوئی پروا نہیں کروں گا۔ اور پھر دوسری مٹھی بھر کر فرمایا: یہ دوزخ میں جائے گی اور میں اس کے لیے کسی کی کوئی پروا نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر خدا نے مومن و کافر کی طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔ چنانچہ اس اختلاط کے نتیجے میں مومن میں کفار کی عادات پیدا ہوئیں اور کفار میں اہلِ ایمان کی صفات پیدا ہوئیں۔ مومن کے اندر تمہیں جو بھی بدعملی دکھائی دیتی ہے یہ اُس طینت کی وجہ سے ہے اور نواصب میں تمہیں جو بھلائی دکھائی دیتی ہے یہ مومن کی طینت کی وجہ سے ہے۔

پھر جب بندوں کے اعمال خدا کے سامنے پیش ہوں گے تو اللہ فرمائے گا میں عادل وحکیم منصف ہوں۔ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ مومن نے جو بُرے اعمال کیے ہیں وہ ناصبی کی طینت کی طرف پلٹا دو اور ناصبی نے جو اچھے اعمال کیے ہیں وہ مومن کی طینت کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں ہی معبود حقیقی ہوں میرے علاوہ کوئی لائقِ عبادت نہیں ہے اور میں ظاہر و باطن کو جانتا ہوں اور میں اپنے بندوں کے دلوں سے واقف ہوں اور میں اپنے فیصلوں میں کسی پر ظلم نہیں کرتا''۔

پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ابراہیم! یہ آیت پڑھو۔

میں نے کہا: مولاؑ! میں کون سی آیت پڑھوں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس ٹھیرانے کی

غرض سے یہ فرمایا تھا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (یوسف:۷۹)

''خدا کی پناہ! ہم کسی دوسرے کو کیوں پکڑیں، ہم تو اسے ہی پکڑیں گے جس کے مال میں سے ہم نے اپنا سامان برآمد کیا ہے اور اگر اس کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑیں تو ہم ظالم ہوں گے''۔

اس آیت کا ظاہری مفہوم قصۂ یوسفؑ سے تعلق رکھتا ہے اور باطن میں اس کا وہی مفہوم ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

یاد رکھو! قرآن کا ظاہر بھی ہے، باطن بھی ہے اور کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہ، کچھ ناسخ ہیں اور کچھ منسوخ ہیں۔

ابراہیم! سورج جب طلوع کرتا ہے تو اس کی شعاعیں اس سے جدا ہوتی ہیں یا نہیں؟

میں نے کہا: وہ جدا ہوتی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ظاہر میں جدا دکھائی دینے والی کرنیں اس وقت کہاں جاتی ہیں جب سورج غروب ہوتا ہے؟ کیا اس کی شعاعیں زمین کو چھوڑ کر خود سورج کی طرف نہیں پلٹ جاتیں؟

اسی طرح سے قیامت کے دن جب مومن و ناصب پیش ہوں گے تو مومن کی تمام غلطیاں اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گی اور ناصبی کے نامۂ اعمال میں جمع ہو جائیں گی اور اس کے برعکس ناصبی کی زندگی کی تمام نیکیاں طینت مومن کی طرف لوٹ آئیں گی اور اس کے تمام نیک اعمال مومن کے نامۂ اعمال میں شامل ہو جائیں گے۔ کیا تم اسے ظلم و جور کہو گے؟

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! ہرگز نہیں۔ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا: ابراہیم! خدا کی قسم! یہ عین عدل ہے۔ خدا کسی کا جواب دہ نہیں ہے۔ ساری مخلوق خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ خبردار! حق تیرے پروردگار کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں سے مت بننا اور یہی حکمِ ملکوت ہے۔

میں (راوی) نے کہا: فرزندِ رسولؐ! حکمِ ملکوت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یعنی یہی اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہے اور جب حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے ساتھ چلے تھے تو ان کے فیصلے بھی اسی بنیاد پر ہوئے تھے۔ حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے کیونکہ جس معاملہ کی حقیقت کا ہی تمہیں علم نہ ہو تو تم اس پر صبر کیسے کرو گے؟

ابراہیم! اس بات کو اچھی طرح سے سمجھو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے افعال پر اعتراض کیا تھا۔ آخرکار خضرؑ کو یہ کہنا پڑا تھا کہ یہ سب کچھ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ خدا کے فرمان کے تحت کیا ہے۔

ابراہیم ! اس حقیقت کو قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے اور جو ان آیات کے ایک حرف کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ومشرک ہو جائے گا۔

لیثی (راوی) کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں چالیس برس سے قرآن کی تلاوت کر رہا تھا لیکن یہ باتیں اس سے قبل میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھیں۔

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ ! کیا یہ بات عجیب نہ ہوگی کہ نواصب کی نیکیاں مومن کو اور مومن کی برائیاں ناصبیوں کو دے دی جائیں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسانوں کو پیدا کیا اور زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی۔ میں نے تجھے جو کچھ بتایا ہے، یہ عین صداقت ہے۔ اللہ نے کسی پر ظلم نہیں کیا، لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے وہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔

میں (راوی) نے کہا: مولاؑ ! کیا یہ بات قرآن مجید میں ہے؟!

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، قرآن کریم میں تیس سے زیادہ آیات ایسی ہیں جن میں خدا نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اگر چاہو تو میں کچھ آیات تمہیں سنا دیتا ہوں؟

میں نے عرض کیا: ضرور، آپؑ نے فرمایا تو پھر سنو: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے دہرائے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔــلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ (العنکبوت:۱۲-۱۳)

”کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو۔ ہم تمہاری خطاؤں کو اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کی خطاؤں کو ذرا بھی اٹھانے والے نہیں ہیں وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ان سے ان کی ان افتراء پردازیوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا“۔

آپؑ نے فرمایا: ابراہیم ! اور آیت پڑھوں؟

میں (راوی) نے کہا: ضرور پڑھیں۔

آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ (النحل:۲۵)

''تا کہ قیامت کے دن وہ اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور اس کے ساتھ کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں یہ لاعلمی کی وجہ سے گمراہ کررہے ہیں یہ کیسا بُرا وزن اُٹھا رہے ہیں''۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابراہیم! ابھی کوئی اور آیت پڑھوں؟

میں نے کہا: ضرور پڑھیں۔ آپؑ نے یہ آیت پڑھی: فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''یہ وہ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل ڈالے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

اللہ ہمارے شیعوں کی برائیوں کو نیکیوں اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو برائیوں میں تبدیل کردے گا اور یہ سب کچھ خدا کے عدل وانصاف کے تقاضوں کے تحت ہوگا۔ اس کے فیصلے کو ٹھکرانے والا کوئی نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک مومن کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کے سامنے اس کا عمل پیش کرے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا تو اسے سب سے پہلے اپنی برائیاں نظر آئیں گی جنھیں دیکھ کر اس کا رنگ تبدیل ہوجائے گا اور اس کے اعصاب پر کپکپی طاری ہونے لگے گی۔ پھر اس کی نیکیاں اس کے سامنے پیش کی جائیں گی جنھیں دیکھ کر وہ خوش ہوگا۔ اس وقت رب العالمین حکم دے گا کہ اس کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کردو اور پھر لوگوں کو اس کا نامۂ اعمال دکھاؤ۔ جب لوگ مومن کا بے عیب نامہ اعمال دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ کیسا انسان ہے جس کے نامۂ اعمال میں ایک برائی تک بھی موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ سے اشارہ فرمایا: فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا) لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ انسان توبہ کرے اور ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے اور اخلاص اور سچی نیت سے خدا سے یہ عہد کرے کہ وہ سابقہ غلطیوں کو پھر نہیں دُہرائے گا۔

غنا اور لہو ولعب کی مجالس سے پرہیز کرنا چاہیے

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ؀

''وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے (یا وہ جھوٹی محافل میں شرکت نہیں کرتے) اور جب لغو باتوں سے

گزرتے ہیں تو شریف آدمیوں کی طرح سے گزر جاتے ہیں"۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں لفظ "زُوْر" سے غنا اور موسیقی مراد ہے۔ مقصد حدیث یہ ہوگا کہ اللہ فرما رہا ہے کہ میرے خاص بندوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ غنا اور موسیقی کی محفلوں میں شریک نہیں ہوتے۔

الکافی کی ایک اور روایت میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ کا مقصد یہ ہے کہ وہ فُساق کی مجالس میں شرکت نہیں کرتے اور باطل کے مقامات پر نہیں جاتے۔ ایک روایت میں مروی ہے کہ اس سے غنا اور موسیقی مراد ہے۔

صادقین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسٰی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خطا کاروں کی محافل میں شرکت نہ کیا کرو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ رحمٰن کے خاص بندوں کا ایک اُسلوبِ گفتگو یہ بھی ہے کہ جب انھیں کسی موقع ومحل پر شرم گاہ کا ذکر کرنا پڑ جائے تو وہ کنایہ کر کے گزر جاتے ہیں۔

الکافی میں ابوایوب خزاز سے منقول ہے کہ ہم مدینہ گئے اور ہم ایک شخص کے گھر مہمان ٹھہرے۔ پھر ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے لیے اُن کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؑ نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا قیام کس کے پاس ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم فلاں آدمی کے مہمان ہیں جس کے پاس گانے بجانے والی کنیز ہے۔

آپؑ نے ہم سے فرمایا کہ شریف لوگ بنو۔ ہم آپؑ کے الفاظ سے یہ سمجھے کہ شاید آپؑ ہمیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم اپنے میزبان پر احسان کریں۔ پھر ہم نے آپؑ سے پوچھا کہ مولاؑ! آپؑ کے اس فرمان کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں قرآن کریم کی ایک آیت کے مفہوم کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا "اور جب وہ لغو باتوں سے گزرتے ہیں تو شریف آدمیوں کی طرح سے گزر جاتے ہیں"۔

عیون الاخبار میں محمد بن ابی عباد کا بیان ہے (واضح رہے کہ مذکور شخص موسیقی اور نبیذ پینے میں کافی بدنام تھے) کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے "سماع" کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے متعلق اہلِ حجاز کی اپنی ایک مخصوص رائے ہے جب کہ میری نظر میں موسیقی کا تعلق باطل ولہو چیزوں کے ساتھ ہے۔ کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مرقوم ہے جس میں آپؑ نے یہ بیان کیا کہ ہر عضو کے لیے ایمان کا علیحدہ تقاضا ہے۔ اس حدیث میں آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ ان چیزوں کو نہ سنیں جن کا سننا خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (جب وہ لغو باتوں سے گزرتے ہیں تو شریف آدمیوں کی طرح سے گزر جاتے ہیں)۔ کانوں کے لیے ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ وہ حرام آوازوں کو نہ سنیں۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا

"اور جب اُنہیں ان کے پروردگار کی آیات کی یاددہانی کرائی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے بن کر اس پر گرنہیں پڑتے"۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کے بندے صاحبِ بصیرت ہوتے ہیں۔ وہ شک میں مبتلا نہیں ہوتے اور وہ اندھے بہرے بن کر بھی آیات پر نہیں گرتے بلکہ خوب سوچ سمجھ کر وہ انہیں قبول کرتے ہیں۔

محاسن برقی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا کی آیت ہمارے شیعوں سے تعلق رکھتی ہے اور وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کی آیت سے لے کر سورۂ فرقان کی آخری آیت تک جملہ آیات کا تعلق ہم سے ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝

"اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا رہبر بنا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متقین کے امام ہم ہیں۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ اَزْوَاجِنَا سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں اور ذُرِّيّٰتِنَا سے حضرت فاطمہ زہراءؑ مراد ہیں اور قُرَّةَ اَعْيُنٍ سے حسنینؑ کریمین مراد ہیں اور وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے حضرت علی علیہ السلام

اور باقی آئمہ ہدیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔

جوامع الجامع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا سے ہم اہلِ بیتؑ مراد ہیں۔آپؑ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ روضۃ الواعظین میں رقم طراز ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت ناپسندیدہ باتوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ دل پسند چیزوں میں گھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ جو بھی عالمِ خواہشات سے محبت رکھنے والا ہوگا، میں اسے متقین کا امام کبھی نہیں بناؤں گا۔

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر کہتے تھے کہ وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا کی آیت مجیدہ امیر المومنین علیہ السلام کے لیے مخصوص ہے۔ آپ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا یعنی اے پروردگار! مجھے فاطمہؑ سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما۔ وَذُرِّیّٰتِنَا اور ہمیں ہماری اولاد سے یعنی حسنؑ و حسینؑ سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ میں نے خدا سے خوبصورت اور خوش قامت اولاد طلب نہیں کی۔ اس کے بجائے میں نے خدا سے یہ دعا مانگی: اے اللہ! مجھے ایسے فرمانبردار بیٹے عطا فرما جو تیرا خوف رکھنے والے ہوں اور جب میں انہیں دیکھوں تو وہ مجھے تیری اطاعت میں دکھائی دیں اور ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے سے پہلے متقین کی اقتداء کریں اور بعد والے متقین ہماری اقتداء کریں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا اور انہیں جنت کے بالاخانے عطا کیے اور فرمایا: اُولٰٓئِكَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا یعنی علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور حضرت فاطمہ زہراءؑ کو جنت کے بلندترین مقام دیے جائیں گے۔ وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِكُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُكُمۡ "آپ کہہ دیں کہ میرا رب تمہاری پرواتک نہ کرتا اگر تمہاری طرف سے دعائیں نہ ہوتیں"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ برید عجلی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مولاؑ! قراءت کی کثرت افضل ہے یا دعا کی کثرت افضل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: دعا کی کثرت افضل ہے۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

○○○

سُورَۃُ الشُّعَرَآءِ

سورۃ الشعرا مکیۃ آیاتھا ۲۲۷ ورکوعاتھا ۱۱

”سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات دوسوستائیس اور اس کے رکوع گیارہ ہیں“۔

سورۂ شعراء کے فضائل

ثوابِ تلاوت

ثوابُ الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص تین طواسین سورتیں شبِ جمعہ کو پڑھے، وہ خدا کے دوستوں میں سے ہوگا اور خدا کی حفظ و امان میں رہے گا۔ وہ دنیا میں کبھی مفلس نہ ہوگا اور آخرت کے دن خدا اسے جنت عطا کرے گا اور اسے راضی کرے گا اور ایک سو حورِ عین سے اس کی تزویج کرے گا اور اسے جنتِ عدن میں انبیاء و مرسلین اور اوصیائے راشدین کے درمیان رہائش عطا کرے گا۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے الواحِ موسیٰؑ میں سے مجھے طٰہٰ اور طواسین عطا فرمائیں۔ مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر میرے دور تک جتنے بھی انبیاء کے مصدق اور مکذب گزرے ہیں، جوشخص سورۃ شعراء پڑھے گا تو اللہ اسے ان تمام افراد کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔

ثوابُ الاعمال میں ابن حنفیہ سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول اکرمؐ پر طٰسٓمٓ کے الفاظ نازل ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: ''طاء'' سے طورِ سیناء اور ''سین'' سے سکندریہ اور میم سے مکہ مراد ہے۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا: ''طاء'' سے شجرۂ طوبیٰ اور سین سے سدرۃ المنتہیٰ اور میم سے محمد مصطفیٰ مراد ہیں۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا
يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ
اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ
مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ مُعۡرِضِيۡنَ ﴿۵﴾ فَقَدۡ كَذَّبُوۡا فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ
اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ
اَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا
كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۹﴾
وَاِذۡ نَادٰى رَبُّكَ مُوۡسٰٓى اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ قَوۡمَ
فِرۡعَوۡنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّكَذِّبُوۡنِ ؕ﴿۱۲﴾
وَيَضِيۡقُ صَدۡرِىۡ وَلَا يَنۡطَلِقُ لِسَانِىۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰى هٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾
وَلَهُمۡ عَلَىَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِ ۚ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذۡهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ
اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۱۵﴾ فَاۡتِيَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ
نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ
فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا
وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ
رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ
اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ
كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ
وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ
اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ
مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ
فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ
حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ
السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ
مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾
فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ
مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا
اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ
قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ
وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ

مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ
حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ
كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ
مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا
لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ
اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ
كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى
وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ
مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ
هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ

إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ
هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ
يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ أَطْمَعُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ
الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ
لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ
النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِيْٓ إِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ
يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى
اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

طٰسٓمّٓ، یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ شاید آپ اس غم میں جان کھو دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جب بھی کوئی تازہ نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

یہ لوگ ہماری نصیحتوں کو جھٹلا چکے ہیں عنقریب انھیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ کیا انھوں نے زمین کی طرف نظر نہیں کی کہ ہم نے کتنی مقدار میں اس میں عمدہ نباتات اُگائی ہیں۔ یقیناً اس میں نشانی ہے لیکن ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے۔ یقیناً آپ کا پروردگار غالب اور مہربان ہے۔

اور جب آپ کے پروردگار نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ تم ظالم لوگوں کے پاس جاؤ یعنی فرعون کی قوم کے پاس جاؤ کیا وہ نہیں ڈرتے؟ موسیٰؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ آپ ہارونؑ کی طرف رسالت بھیج دیں۔ مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل ہی نہ کردیں۔

خدا نے کہا: ہرگز نہیں، تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور جا کر کہو کہ ہم رب العالمین کے نمائندے ہیں تو بنی اسرائیل کو رہائی دے کر ہمارے ساتھ جانے دے۔

فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھ کو بچپن میں نہیں پالا تھا اور تو نے زندگی کے کئی سال یہاں گزارے تھے؟ پھر تم نے جو کام کرنا تھا وہ تم کر چکے اور تم تو بڑے ہی ناشکرے ہو۔

موسیٰؑ نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا جب میں غفلت کی حالت میں تھا۔ جب میں تم لوگوں سے ڈرا تو میں یہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، اس کے بعد میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل کردیا۔ تو مجھ پر تو اپنا احسان جتا رہا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

فرعون نے کہا: رب العالمین کیا ہے؟ موسیٰؑ نے کہا کہ آسمانوں اور زمین کا رب اور ان سب چیزوں کا رب جو ان دونوں کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

فرعون نے اپنے گردوپیش بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کیا تم نہیں سن رہے ہو؟ موسیٰؑ نے کہا: وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے۔ فرعون نے کہا: یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے بیچارہ پاگل ہے۔ موسیٰؑ نے کہا: وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ اسی کا بھی رب ہے۔ اگر تم عقل و شعور رکھتے ہو؟

● فرعون نے کہا کہ اگر تو نے میرے علاوہ کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے زندان میں ڈال دوں گا۔ موسیٰؑ نے کہا: اگرچہ میں تیرے سامنے صریح چیز بھی لے آؤں؟

فرعون نے کہا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو وہ چیز ہمارے سامنے پیش کرو۔ اس وقت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا، یکا یک وہ ایک صریحاً اژدہا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ بغل سے نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔ فرعون نے اپنے گردوپیش کے درباریوں سے کہا: یقیناً یہ بڑا علم رکھنے والا جادوگر ہے۔ یہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔ اب تم کیا کہتے ہو؟

انہوں نے کہا: آپ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو روکے رہیں اور آپ تمام شہروں میں ہرکارے بھیجیں کہ وہ ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔ سب جادوگر مقررہ دن وعدہ کے مطابق جمع کر لیے گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ تم اجتماع میں چلو گے؟ اگر جادوگر غالب آئے تو شاید ہم ان کی پیروی کریں گے۔ جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم غالب آگئے تو کیا ہمیں کچھ انعام ملے گا؟

فرعون نے کہا: جی ہاں! تم اس صورت میں میرے مقربین میں شامل کر لیے جاؤ گے۔ موسیٰؑ نے کہا: پھینکو جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور چھڑیاں پھینکیں اور کہا کہ ہمیں فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی غالب رہیں گے۔

موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ جھوٹے کرشموں کو ہڑپ کرتا ہوا چلا۔ اس کے بعد تمام جادوگر سجدے میں گر گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم (اُس) رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰؑ و ہارونؑ کا رب ہے۔

فرعون نے کہا: میری اجازت سے قبل تم موسیٰؑ پر ایمان لائے ہو یقیناً یہ تم سب کو جادو سکھانے والا بڑا جادوگر ہے۔ تم عنقریب جان لو گے میں مخالف سمت سے تمہارے ہاتھ

پاؤں کٹواؤں گا اور تم سب کو سُولی پر چڑھا دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں۔ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کردے گا کیونکہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں۔

اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ تم رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ فرعون نے تمام شہروں میں اپنے ہرکارے روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ یہ کچھ تھوڑے سے لوگ ہیں انہوں نے ہمیں بہت ناراض کیا ہے۔ اور ہم سب کے سب سازوسامان سے آراستہ ہیں۔

پھر ہم نے انھیں باغات اور چشموں اور خزانوں اور ان کی بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۔ یہ تو ہُوا ان کے ساتھ اور ہم نے بنی اسرائیل کو تمام چیزوں کا مالک بنا دیا۔ صبح ہوتے ہی یہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے۔

جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا: ہم یقیناً پکڑے جائیں گے۔ موسیٰؑ نے کہا: ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ تم سمندر پر اپنے عصا مارو۔ یکایک سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا اور ہم دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دی۔ پھر دوسروں کو ہم نے غرق کردیا۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے لیکن ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے اور تیرا پروردگار یقیناً غالب اور مہربان ہے۔

انہیں ابراہیمؑ کا قصہ سناؤ۔ جب اس نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی پر جھکے رہتے ہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا جب تم انہیں پکارتے ہو تو وہ تمہاری باتیں سنتے ہیں؟ یا وہ تمہیں فائدہ یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ایسا تو کچھ نہیں ہے البتہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے ہوئے پایا تھا۔ ابراہیمؑ نے کہا: کبھی تم نے غور سے ان چیزوں کو دیکھا بھی ہے جن کی بندگی تم اور تمہارے باپ دادا بجالاتے تھے؟ رب العالمین کے سوا میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ وہ مجھے موت دے گا پھر دوبارہ مجھے زندگی دے گا۔ اور اسی سے تو میں امید رکھتا ہوں کہ بدلے کے دن میری خطا معاف کرے گا۔

اے پروردگار! مجھے حکم (حکمتیں) عطا فرما اور مجھے نیک افراد کے ساتھ شامل فرما۔ اور بعد کے آنے والوں میں مجھے سچی ناموری عطا فرما اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے بنا۔ اور میرے والد کی مغفرت فرما۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے اور جب سب لوگ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے تو اس دن مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن دولت اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ طسم اللہ کے اسمِ اعظم کے حروف میں سے ایک حرف ہے۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: طسم کی "طاء" "انا الطالب" میں طالب ہوں۔ "سین" سے السمیع اور میم سے المبدئ المعید مراد ہے اور اس کی پوری عبادت یہ ہے: انا الطالب السمیع المبدئ المعید ہے۔ گویا اللہ کہہ رہا ہے کہ میں ایسا طلبگار ہوں جو سننے والا آغاز کرنے والا اور واپس لوٹانے والا ہے۔

گردن جھکا دینے والی نشانی

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝

"اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کردیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں"۔

ارشاد مفید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ عنقریب ایسی نشانی بھیجے گا، جس کے سامنے ان کی تنی ہوئی گردنیں جھک جائیں گی۔

راوی نے پوچھا: مولاؑ! کن لوگوں کی گردنیں جھک جائیں گی؟ آپؑ نے فرمایا: بنی اُمیہ اور ان کے پیرووں کی گردنیں جھک جائیں گی۔ میں (راوی) نے عرض کیا: وہ نشانی کیا ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: زوالِ آفتاب سے وقت عصر تک سورج ایک جگہ پر رُک جائے گا اور چشمۂ آفتاب میں انسانی چہرہ اور سینہ ظاہر ہوگا اور وہ لوگوں کو اپنے حسب نسب سے آگاہ کرے گا۔ ایسا سفیانی کے دور میں ہوگا۔ اس وقت وہ اپنی قوم بنی اُمیہ سمیت تباہ و برباد ہو جائے گا۔

الکافی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: اگر خدا چاہتا تو اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کے لیے سونے کی کانوں کے دروازے کھول دیتا اور اگر وہ ان کے ساتھ آسمانی پرندوں اور زمین کے جانوروں کو محشور کر دیتا تو پھر انسانوں کی آزمائش ختم ہو جاتی اور جزا باطل ہو جاتی اور ابتلاء کی گھڑیاں ختم ہو جاتیں اور ابتلاء و آزمائش کی گھڑیوں میں ثابت قدم رہنے والے اہلِ ایمان کا اجر باقی نہ رہتا اور نہ ہی اہلِ ایمان کو اہلِ احسان کا ثواب ملتا اور اگر وہ آسمان سے ایسی نشانی نازل کرتا کہ لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہو جاتیں تو پھر لوگوں کی آزمائش کا دروازہ بند ہو جاتا۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت قائم علیہ السلام کے قیام سے قبل پانچ علامتیں ظاہر ہوں گی: ① آسمانی چیخ ② سفیانی کا خروج ③ ایک مقام پر زمین کا دھنس جانا ④ نفس زکیہ کا قتل ⑤ یمانی کا خروج۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ان علامات سے پہلے آپ کے خاندان کا کوئی شخص خروج کرے تو کیا ہمیں اس کے ساتھ خروج کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن میں نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی: اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ پھر میں نے کہا: کیا وہ آیت اور نشانی آسمانی چیخ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کیا شک ہے کہ جب چیخ بلند ہوگی تو دشمنانِ خدا کی گردنیں جھک جائیں گی۔

شیخ الطائفہ علامہ طوسی علیہ الرحمہ کتاب الغیبۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامِ

قائم علیہ السلام سے قبل ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا جس کی آواز کو تمام اہلِ مشرق و مغرب سنیں گے یہاں تک کہ پردہ نشین لڑکیاں تک اسے سنیں گی۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ۝ ''اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کردیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آسمان سے صاحب الامر علیہ السلام کی ندا آئے گی جسے سن کر بنی اُمیہ کی گردنیں جھک جائیں گی۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حسین بن خالد سے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جس میں پرہیزگاری نہیں اس میں دین نہیں اور جس میں تقیہ نہیں اس کے لیے کوئی امان نہیں اور خدا کی نظر میں تم میں سے زیادہ محترم وہ ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرتا ہو۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا: فرزندِ رسولؐ! ایسی حالت کب تک قائم رہے گی؟

آپؑ نے فرمایا: ''وقت معلوم'' کے دن تک یہ حالت رہے گی اور وہ ہمارے قائمؑ کے ظہور کا دن ہے اور ہمارے قائمؑ کی آمد سے قبل جو تقیہ ترک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کے خاندان میں سے قائم کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میری نسل میں سے چوتھے درجہ پر پیدا ہونے والا قائمؑ ہوگا وہ ایک ایسی خاتون کے شکم سے جنم لے گا جو تمام کنیزانِ خدا کی سردار ہوگی۔ اللہ اس کے ذریعہ سے زمین کو ہر طرح کے ظلم اور ناانصافی سے پاک کرے گا اور یہ وہ ہوگا جس کی ولادت کے متعلق لوگ شک کریں گے اور خروج سے قبل وہ پردۂ غیبت میں چلے جائیں گے اور جب وہ خروج کریں گے تو زمین ان کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔

قائم علیہ السلام لوگوں کے درمیان میزانِ عدل قائم کریں گے اور آپؑ کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ آپؑ کے لیے زمین کی طنابوں کو کھینچ لیا جائے گا اور آپ کا سایہ نہیں ہوگا اور آپ کے ظہور کے وقت آسمان سے منادی یہ ندا کرے گا:

لوگو! حجتِ خدا کا بیت اللہ میں ظہور ہو چکا ہے۔ تم اس کی پیروی کرو کیونکہ حق ان کے ساتھ ہے اور انہی کی ذات میں مرکوز ہے اور اسی کی طرف خداوندعالم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ۝ ''اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کردیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں''۔

موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ سے چند اقتباسات

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

''اور جب تیرے رب نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون کے پاس بھیجا تو آپؑ دربارِ فرعون کے دروازے پر آئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی لیکن فرعون نے انہیں اجازت نہ دی۔ آپؑ نے دروازے پر عصا مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دربار کے سارے دروازے کھل گئے۔ آپ فرعون کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ تم رب العالمین پر ایمان لاؤ اور بنی اسرائیل کو آزاد کرو۔

اس کے جواب میں فرعون نے کہا: کیا تو وہی نہیں ہے جس کی ہم نے پرورش کی تھی اور جسے ہم نے جوان کیا تھا لیکن تم نے ہمارے ہی آدمی کو قتل کیا تھا اور پھر یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام طورِ سیناء سے نبوت لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے تو بیوی نے پوچھا: آپ نے اتنی دیر کیوں کردی اور وہاں کس سے باتیں کرتے رہے؟ آپؑ نے فرمایا: سامنے جلنے والی آگ کے رب سے میں گفتگو میں مصروف رہا۔ پھر دوسرے دن آپؑ فرعون کے پاس گئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: گویا میں وہ منظر اس وقت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ایک کریم انسان جس کے بال گھنگھریالے ہیں اور اس نے اُون کا جُبّہ پہنا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں عصا ہے۔ اس کے موزے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس حالت میں وہ فرعون کے دربار کے دروازے پر پہنچے۔ دربان سے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ دربان فرعون کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ دروازے پر ایک جوان کھڑا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسولؑ ہے۔

فرعون نے شیروں کے سائیں سے کہا کہ تم اس پر شیر چھوڑ دو۔ فرعون کا دستور تھا جب وہ کسی شخص پر ناراض ہوتا تھا تو وہ اس پر شیر چھوڑ دیتا تھا۔ شیر چند ہی لمحات میں اس کا تیاپانچہ کردیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان نو دروازے حائل تھے۔ آپؑ نے پہلا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؑ کے لیے نو کے نو دروازے کھل گئے۔ جب شیروں نے آپؑ کو دیکھا تو انہوں نے آپؑ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور آپؑ کے پاؤں چاٹنے لگے۔ یہ عجیب منظر فرعون نے دیکھا تو اس نے اپنے مصاحبین سے کہا: کبھی تم نے ایسا منظر بھی دیکھا ہے؟

آپؑ نے فرعون کو دعوتِ اسلام دی اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ فرعون نے آپؑ کو طعنہ دیا کہ کیا تم وہی نہیں ہو جسے ہم نے پالا پوسا تھا اور تم نے ہمارے احسان کا بدلہ یہ چکایا کہ ہماری قوم کے ایک آدمی کو قتل کیا اور پھر تم یہاں سے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد فرعون نے ایک درباری سے کہا کہ تم اس کے ہاتھ پکڑو اور جلاد سے کہا: تم اُٹھو اور اس کی گردن کاٹ دو۔

اللہ نے جبریل امینؑ کو بھیجا۔ انہوں نے جلاد سے تلوار چھین لی اور اس تلوار سے فرعون کے چھے درباریوں کو قتل کر دیا۔ فرعون نے کہا: کوئی بات نہیں، اسے چھوڑ دو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے یدِ بیضاء کا معجزہ پیش کیا۔ آپؑ کے ہاتھ کی روشنی نے سب لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ پھر آپؑ نے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ اس نے فرعون کے محل کے دروازے کے اُوپر اور نیچے والے حصہ کو اپنے جبڑوں میں لے لیا۔

فرعون نے یہ دیکھا تو چیخ اُٹھا۔ موسیٰؑ! مجھے کل تک کی مہلت دو۔ آپؑ نے اسے مہلت دی اور اپنے گھر چلے آئے۔

عصمتِ انبیاءؑ

عیون الاخبار میں علی بن محمد بن جہم سے منقول ہے کہ میں مامون الرشید کے دربار میں بیٹھا تھا کہ عصمتِ انبیاءؑ کی بحث چل نکلی۔ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ! آپ حضرات انبیاءؑ کی عصمت کے قائل ہیں۔ اگر انبیاءؑ معصوم تھے تو پھر حضرت موسیٰؑ نے دربارِ فرعون میں یہ کیوں کہا تھا: فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرمؐ سے یہ کیوں کہا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ: ۶-۷) آخران آیات کا کیا مقصد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت تمہارے شہر کی راہوں پر بھٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس وقت گمراہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ: ۶-۷) ''کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور پناہ دی''۔ مقصد آیت یہ ہے کہ آپ تنِ تنہا تھے، اللہ نے لوگوں کو آپؐ کی طرف متوجہ کیا۔ اور وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کا معنیٰ یہ ہے کہ خدا نے آپؐ کو آپؐ کی قوم میں گمنام پایا تو اس نے لوگوں کو آپؐ کی معرفت کی ہدایت دی۔ آیت مجیدہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ تو گمراہ تھا اس کے بعد خدا نے تجھے

ہدایت دی تھی۔ مامون نے کہا: خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں ہے کہ جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو وہ بھی لوگوں سے حضرت موسیٰؑ کے یہ کلمات کہیں گے: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾

علل الشرائع میں مذکور ہے کہ چند لوگوں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے عہد میں کہا کہ اگر سابقہ افراد کی حکومت باطل ہوتی تو علی علیہ السلام ان سے ایسے ہی جنگ کرتے جیسا کہ انہوں نے طلحہ وزبیر سے جنگ کی ہے۔

آپؑ نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! اگر میں نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حق پر تھے۔ میں نے جنگ نہ کرکے کچھ انبیاءؑ کی پیروی کی ہے۔ میں نے جنگ نہ کرکے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کی اور میں نے جنگ نہ کرکے حضرت موسیٰؑ کی پیروی کی تھی کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے یہ کہا تھا: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ ''جب میں نے تم سے خوف محسوس کیا تو میں تم سے بھاگ گیا تھا''۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ خوف کے بغیر بھاگے تھے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر موسیٰؑ خوف کی وجہ سے بھاگ جائیں اور فرعون سے جنگ نہ کریں پھر بھی فرعون جھوٹا ہی رہے گا۔ اسی طرح سے میں اگر سنتِ موسیٰؑ پر عمل کرتے ہوئے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ نہ بھی کروں پھر بھی وہ سچے ثابت نہ ہوں گے۔

حضرت موسیٰؑ سے معجزہ کا مطالبہ

قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣١﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ﴿٣٢﴾

''فرعون نے کہا: اگر تو سچا ہے تو پھر نشانی پیش کر، موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ جب عصا سانپ بنا تو فرعون کے تمام درباری اسے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور فرعون سخت خوفزدہ ہوا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تجھے خدا کا واسطہ اور اس پرورش کا واسطہ جو تیری میں نے کی، اس مصیبت کو مجھ سے ہٹا لے۔

آپؑ نے اسے پکڑا تو وہ دوبارہ عصا بن گیا۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنی بغل میں سے ہاتھ نکالا تو وہ چمکتا ہوا برآمد ہوا، جس سے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ جب فرعون نے یہ معجزات دیکھے تو اس نے ارادہ کیا کہ میں ان کی تصدیق کروں لیکن ہامان نے کھڑے ہو کر کہا: خبردار! اس پر ایمان نہ لانا ورنہ تم معبود کے مقام سے گر کر عبد بن جاؤ گے۔

حضرت رسالت مآبؐ کا معجزہ

کتاب احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ شام سے یہودیوں کے کچھ علماء و مشائخ مدینہ آئے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے مباحثہ کیا۔ دورانِ مباحثہ انہوں نے کہا کہ آپؑ کی کتاب تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ دیا تھا تو کیا آپؑ کے نبی کو بھی خدا نے اس جیسا معجزہ دیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ہمارے نبی کو اس سے بھی بہتر معجزہ دیا تھا۔ ایک شخص نے ابوجہل کے ہاتھ اُونٹنی فروخت کی تھی۔ ابوجہل نے اس سے کہا کہ چند دن بعد آ کر مجھ سے اس کی قیمت لے لینا۔ چند دن گزرے وہ شخص رقم لینے کے لیے ابوجہل کے پاس گیا اور اس سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔ ابوجہل نے رقم دینے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ شخص بڑا پریشان ہوا کہ اب اس سے کیسے رقم وصول کی جائے۔ ابوجہل کے ایک دوست نے ازراہِ مذاق اس سے کہا کہ یہ شخص ہم میں سے کسی کی سفارش نہیں مانے گا البتہ اگر تو محمد بن عبداللہ کے پاس چلا جائے اور وہ آ کر اسے کہیں تو یہ تیری رقم فوراً ادا کر دے گا۔

وہ شخص رسولِ خدا کے دروازے پر آیا اور اس نے آپ کو سارا ماجرا سنایا۔ آخر میں کہا کہ آپؐ مہربانی کریں اور میرے ساتھ چل کر اسے رقم کے لیے سفارش کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور اس کے ساتھ چل دیئے اور ابوجہل سے فرمایا کہ ابوجہل! اس شخص کی رقم ادا کرو۔

ابوجہل تیزی سے اُٹھ کر گھر گیا اور اُونٹنی کی رقم لے آیا اور اعرابی کے حوالے کی۔ اعرابی رقم لے کر چلا گیا۔ رسولِ خدا اپنے بیت الشرف تشریف لائے۔ ابوجہل کے ساتھیوں نے اُسے خوب ملامت کی اور کہا کہ تو نے محمدؐ کا کہنا کیوں مانا؟

اس نے کہا: دوستو! میری مجبوری تھی، جب محمدؐ میرے پاس آئے تو وہ اکیلے نہیں تھے، ان کی دائیں جانب کچھ افراد تھے جن کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے نیزے تھے اور ان کی بائیں جانب دو بڑے بڑے اژدہے تھے جنہوں نے منہ کھولے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں نے محمدؐ کا کہنا نہ مانا تو یہ لوگ نیزوں سے مجھ پر حملہ کر دیں گے اور یہ اژدہے مجھے نگل جائیں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہودی! موسیٰؑ کو تو ایک عصا اور ایک اژدہا کا معجزہ ملا تھا۔ ہمارے نبیؐ کو دو اژدہوں اور آٹھ مسلح فرشتوں کا معجزہ ملا تھا اور یقیناً ہمارے نبیؐ کا معجزہ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ سے افضل تھا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے: میں رات کے وقت امام علی رضا علیہ السلام کے بیت الشرف میں

داخل ہوا۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو یوں معلوم ہوا جیسے دس چراغ جل اُٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا تو آپؑ نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔

موسیٰؑ اور جادوگروں کے درمیان مقابلہ

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ فرعون اور ہامان نے جادو کی تعلیم حاصل کی تھی اور جادو کے زور پر وہ حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فرعون نے حکومت پانے کے بعد ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دربارِ فرعون میں عصا اور ید بیضاء کے معجزات دکھائے تو فرعون نے کہا کہ یہ ایک ماہر جادوگر ہے۔ یہ اپنے جادو کے زور پر تم لوگوں کو تمہاری زمین سے نکالنا چاہتا ہے۔ اب تم اس کا علاج بتاؤ کہ ہمیں اس کا جواب کیسے دینا چاہیے؟

فرعون کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو اپنے ہاں روک لیں اور اپنے ہرکارے بھیج کر پورے ملک سے ماہر جادوگر منگوائیں۔ پھر ان کا موسیٰؑ سے مقابلہ کرالیں۔ امید ہے کہ موسیٰؑ ہار جائے گا اور یوں ہمارا بھرم قائم رہے گا۔ الغرض مقابلہ کے لیے عید کے دن کا انتخاب ہوا اور چاشت کا وقت مقرر کیا گیا۔ فرعون کے گماشتے پورے ملک سے ماہر جادوگروں کو لے کر آ گئے۔ وہ ایک ہزار جادوگر پکڑ کر لائے تھے۔ پھر ان میں سے ایک سو افراد کو منتخب کیا گیا۔ پھر سو میں سے تیس افراد کو اس کام کے لیے چنا گیا۔ مقابلہ کا دن آیا اور لوگ بڑی دُور دُور سے یہ منظر دیکھنے کے لیے میدانِ عام میں جمع ہوئے۔ فرعون کے لیے ایک چبوترہ بنایا گیا اور اسّی ہاتھ بلند شامیانے لگائے گئے۔ فرعون کے چبوترے کے گرد جو شامیانہ نصب کیا گیا تھا اس پر چمکدار لوہا لگایا گیا تھا جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ جادوگروں نے مقابلہ شروع ہونے سے پہلے فرعون سے کہا کہ اگر آج ہم غالب رہے تو ہمیں کیا ملے گا؟

فرعون نے کہا: میں تمہیں اپنے مقربین میں شامل کرلوں گا۔ پھر جادوگروں نے کہا کہ اگر موسیٰؑ ہم پر غالب آ گئے اور ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ پیش کر رہا ہے وہ جادو نہیں بلکہ نبوت ہے تو پھر ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ فرعون نے کہا: کوئی حرج نہیں میں بھی تمہارے ساتھ اس کی تصدیق کروں گا لیکن تم لوگ آج بھرپور انداز سے جادو کا ایسا کرتب دکھاؤ کہ موسیٰؑ لاجواب ہوجائے۔ چنانچہ فرعون تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے پہلو میں ہامان بھی بیٹھ گیا۔ حضرت موسیٰؑ میدان میں آئے تو آپ کی نگاہیں آسمان کی جانب لگی ہوئی تھیں۔

جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ شخص آسمان کو تک رہا ہے، آج یہ جادو میں ہم سے مات کھا جائے گا۔ پھر انہوں

نے حضرت موسیٰؑ کو مقابلہ کی دعوت دی اور کہا کہ آپ پہلے وار کریں گے یا ہم پہلے وار کریں؟

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: میں پہل کرنا نہیں چاہتا تم اپنا کرتب دکھاؤ۔

جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینکیں تو لوگوں کی نظر دھوکہ کھا گئی اور انہیں یوں لگا جیسے وہ سانپ بن کر میدان میں چل رہی ہوں۔ جادوگروں نے اپنے کرتب پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عزتِ فرعون کی قسم! آج ہم ہی غالب رہیں گے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا، وہ جب زمین پر گرا تو پہلے پہل تانبے کی طرح سے زمین پر پگھل گیا، پھر وہ اژدہا بن گیا اور اُس نے جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنا شروع کیا۔ جب وہ ان سے فارغ ہوا تو اس نے اپنا منہ کھولا اور نچلا جبڑا فرعون کے سائبان کے نچلے حصے پر رکھا اور اُوپر والا جبڑا سائبان کے اُوپر رکھا۔ جب لوگوں نے یہ مہیب منظر دیکھا تو مجمع میں بھگدڑ مچ گئی اور ہر شخص کو جان کے لالے پڑ گئے۔ اس بھگدڑ میں دس ہزار افراد جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، کچلے گئے۔ فرعون اور ہامان کا بول و براز نکل گیا اور بے ہوش ہوگئے۔ اتنے میں حضرت موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ تم اب اسے پکڑ لو ہم اسے اس کی اصلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹا اور ڈرتے ڈرتے اسے پکڑا۔ جیسے ہی آپؑ کا ہاتھ اس سے مس ہوا تو وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ یہ حال دیکھ کر جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لاتے ہیں جو موسیٰؑ و ہارونؑ کا رب ہے۔

فرعون اتنے میں ہوش میں آ گیا وہ جادوگروں پر ناراض ہوا اور کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر موسیٰؑ پر ایمان لائے ہو۔ میں اب سمجھ گیا ہوں یہ سب تمہاری ملی بھگت تھی۔ اصل میں موسیٰؑ تم سب کا استاد ہے اور تم اس کے شاگرد ہو۔ اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹوں گا۔ اس کے بعد تمہیں کھجوروں کے تنوں پر سُولی چڑھاؤں گا۔

جادوگر جو حقیقتِ ایمان سے لبریز تھے انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں، ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

بعدازاں فرعون نے انہیں بے دردی سے شہید کرا دیا اور موسیٰؑ کے پیروؤں کو زندانوں میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر طوفان، ٹڈی دل، جوؤں، مینڈکوں اور خون کا عذاب بھیجا۔ آخرکار اس نے موسیٰؑ کے پیروؤں کو رہا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت یہاں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیا اور رات کے وقت فرعون کا شہر چھوڑ دیا۔ فرعون کو جب پتہ چلا تو اس نے اپنا سارا لشکر جمع کیا اور موسیٰؑ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ فرعون کے

ساتھ چھے لاکھ افراد تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے تمام ساتھیوں کو نجات دی اور فرعون کو اس کے لشکر و عسکر سمیت غرق کر دیا۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ جادوگروں نے عزتِ فرعون کی قسم کھائی تھی اور یہ جاہلیت کی قسموں میں سے ایک قسم تھی۔ جب کہ اسلام میں قسم صرف اللہ تعالیٰ یا اس کی بعض صفات اور اس کے بعض اسماء کی ہی کھائی جا سکتی ہے۔

حدیث پاک میں یہ الفاظ وارد ہیں: اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ اور اللہ کے نام کی سچی قسم کھاؤ۔

اُصولِ کافی میں محمد بن زید طبری سے منقول ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سر کی جانب کھڑا تھا۔ اس وقت آپؑ کے دربار میں بہت سے بنی ہاشم موجود تھے۔ ان میں اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ عباسی بھی موجود تھا۔ آپؑ نے اسے خطاب کر کے فرمایا:

اسحاق! مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ ہمیں بدنام کرنے کے لیے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام انسان ہمارے غلام ہیں۔ مجھے رسول اکرمؐ سے اپنی قرابت کی قسم! آج تک میں نے اس طرح کی بات کبھی نہیں کی اور نہ ہی میرے آباء میں سے کسی نے آج تک اس طرح کی بات کی تھی، البتہ اس کے بجائے میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ اطاعت کے لحاظ سے ہمارے غلام ہیں اور دین میں ہمارے دوست ہیں۔ جو یہاں موجود ہے وہ غائب تک میرا یہ پیغام پہنچا دے۔

امام صادقؑ کی اپنے ماننے والوں کے حق میں دعا

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے چند کلمات یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کچھ اقوام کو دوزخ کے لیے پیدا کیا اور ہمیں خدا نے حکم دیا کہ ہم انہیں تبلیغ کریں۔ ہم نے انہیں تبلیغ کی تو اتنی ناگوار محسوس ہوئی کہ وہ ہماری باتوں کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے ہماری تعلیمات کی تکذیب کی اور یہ کہا کہ یہ جھوٹے جادوگر ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہیں فراموش کر دیا۔ پھر اللہ نے کچھ حقائق کے اظہار کے لیے ان کی زبانوں کو کھولا۔ چنانچہ وہ زبان سے ہماری فضیلت بیان کرتے ہیں جب کہ ان کے دل اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اللہ نے یہ انتظام اس لیے کیا تا کہ اس کے اولیاء اور اس کے اطاعت گزاروں کا دفاع ہو سکے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین پر خدا کی عبادت ہی نہ ہوتی۔ اللہ نے ہمیں ان کے متعلق خاموش رہنے اور پردہ پوشی کا حکم دیا۔ جس کی پردہ پوشی کا خدا نے حکم دیا ہو تم بھی اس کی پردہ پوشی کرو اور ان کے متعلق خاموش رہو۔

پھر آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رو کر یہ کہا: پروردگار! یہ چھوٹا سا گروہ ہے۔ ان کی زندگی کو ہماری زندگی

جیسا اور ان کی موت کو ہماری موت جیسا بنا۔ ان پر اپنے دشمنوں کو غالب کر کے ہمیں ان کے متعلق مغموم نہ بنا۔ اگر تو نے ہمیں ان کے متعلق مغموم کیا تو تیری زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

رسولِ خدا کا ایک معجزہ

الخرائج والجرائح میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ہم خیبر کی طرف جانے لگے تو راستے میں ایک تیز وتند رود کوہی (ندی) بہہ رہی تھی جس کا پانی بہت گہرا تھا اور اس کی روانی بہت تیز تھی۔ آنحضرتؐ کے ساتھ موجود افراد نے کہا: یارسولؐ اللہ! اب ہم کیا کریں۔ اس وادی کو کیسے عبور کریں۔ اس وقت رسولِ خدا نے دعا مانگی اور کہا: پروردگار! تو نے ہر رسولؐ کے لیے علامت مقرر کی ہے آج ہمیں اپنی قدرت کی نشانی دکھا۔ یہ کہہ کر آپؐ گھوڑے پر چڑھے اور گھوڑے کو تیز وتند پانی میں ڈال دیا۔ آپ کی دیکھا دیکھی باقی افراد نے بھی اپنے گھوڑے اور اُونٹ اس پانی میں ڈال دیئے۔ اللہ کا اتنا فضل ہوا کہ گھوڑوں اور اُونٹوں کے پاؤں بھی پانی سے تر نہ ہوئے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب حضرت موسٰیؑ اپنی قوم کو لے کر سمندر کے کنارے پہنچے اور پیچھے سے فرعون اپنے لشکر سمیت نمودار ہوا تو حضرت موسٰیؑ کے ساتھی ڈر گئے اور کہنے لگے کہ اب ہماری گرفتاری یقینی ہے۔ آگے سمندر ہے، پیچھے دشمن ہے۔ اگر آگے بڑھیں تو ڈوب جائیں گے اور اگر پیچھے ہٹیں تو فرعون گرفتار کر لے گا۔

حضرت موسٰیؑ نے ساتھیوں سے فرمایا: مت گھبراؤ، میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہی مجھے سیدھے راستے پر چلائے گا۔ اس کے بعد آپ سمندر کے قریب گئے اور اس سے فرمایا کہ پھٹ جا اور ہمیں راستہ دے۔

سمندر نے کہا: موسٰیؑ! کیسی متکبرانہ بات کر رہے ہو۔ میں تمہارے لیے پھٹ جاؤں جب کہ آج تک میں نے چشمِ زدن کے لیے بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ہے اور تم انسانوں میں ہزاروں نافرمان موجود ہیں۔

حضرت موسٰیؑ نے فرمایا: خدا کی نافرمانی سے بچتا رہ۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے ایک نافرمانی کی وجہ ہی سے آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا تھا اور ایک نافرمانی کی وجہ سے ابلیس راندۂ درگاہ قرار پایا تھا۔

سمندر نے کہا: میرا رب عظیم ہے۔ اس کا ہر حکم لائقِ اطاعت ہے اور کسی کو بھی اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ اس وقت یوشع بن نون آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت موسٰیؑ سے کہا کہ آپؑ کے رب نے آپؑ کو کیا حکم دیا ہے؟

حضرت موسٰیؑ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے سمندر عبور کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سنا تو یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں

ڈالا۔ اُس وقت ندائے قدرت آئی کہ موسیٰؑ سمندر پر عصا مارو۔ آپؑ نے عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور پہاڑ کے ایسی موجیں رُک گئیں۔ سمندر درمیان میں سے خشک ہوگیا۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر سمندر میں داخل ہوئے۔ آپؑ کی قوم نے کہا کہ ہم بارہ قبیلے ہیں، آپؑ ہمارے لیے بارہ راستے بنائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے بارہ راستے مقرر فرمائے، لیکن کچھ قدم چلنے کے بعد آپؑ کے ساتھی رُک گئے اور کہا: درمیان میں پانی کی موجیں آ گئی ہیں ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پا رہے۔ آپؑ پانی کے پہاڑوں میں روشن دان سے بنائیں تاکہ ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ آپؑ نے پانی کو حکم دیا تو اس میں روشن دان سے بن گئے۔ بنی اسرائیل سفر کر رہے تھے کہ اتنے میں فرعون اپنے لاؤلشکر سمیت وہاں آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم نے میری قدرت دیکھی میری ہیبت کو دیکھ کر سمندر شق ہوگیا۔ سمندر کی ہیبت اتنی شدید تھی کہ کسی کو اس میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ گھوڑے ساحل پر پہنچ کر رُک گئے۔ کوئی گھوڑا آگے بڑھنے پر تیار نہ تھا۔ اتنے میں جبریل امینؑ ایک گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے آئے اور انہوں نے اپنی گھوڑی کو سمندر میں ڈالا۔ گھوڑی کی خوشبو پا کر فرعون کا گھوڑا اس کے پیچھے آیا اور فرعون کے گھوڑے کو دیکھ کر باقی گھوڑے بھی سمندر میں کود پڑے۔ جب قومِ موسیٰؑ کا آخری آدمی سمندر سے نکلا اور ادھر قومِ فرعون کا آخری فرد سمندر میں داخل ہوا تو اللہ نے تیز ہوا چلائی جس نے سمندر کی لہروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا اور فرعون اور اس کی قوم سمندر کی لہروں میں غرق ہوگئی۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے، لیکن اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ جب تک موسیٰؑ اس سرزمین سے ہجرت نہیں کرتے اُس وقت تک ہمیں فرعون کی ملازمت اختیار کر لینی چاہیے، تاکہ ہم کچھ دنیا کما سکیں اور جب دیکھیں کہ موسیٰؑ اس دھرتی کو چھوڑ رہے ہیں تو ہم موسیٰؑ کے ساتھ مل جائیں گے۔ چنانچہ جب موسیٰؑ نے ہجرت کی تو یہ لوگ بھی موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چلے تاکہ وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے ان کی سواریوں کو واپس دھتکار دیا اور انہیں لشکرِ فرعون کے ساتھ ملحق کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ بھی لشکرِ فرعون کے ساتھ غرق ہوئے تھے۔

صفاتِ ربِ جلیل بزبانِ خلیل

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ

وَ يَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِىْ يُمِيْتُنِىْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِىْٓ اَطْمَعُ اَنْ
يَّغْفِرَ لِىْ خَطِيْٓـَٔتِىْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾

''رب العالمین کے سوا تمہارے خودساختہ معبود سب میرے دشمن ہیں جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے۔ وہ مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اسی سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ بدلے کے دن میری خطا معاف کرے گا''۔

ابن شہرآشوب نے کتاب المناقب میں ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں سیر وسیاحت کر رہا تھا اور میں ایک حاجت کی وجہ سے قافلہ سے علیحدہ ہوا۔ میں نے صحرا میں ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جو اکیلا کہیں جا رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اسے سلام کیا۔ بچے نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ حج بیت اللہ کے لیے جا رہا ہوں۔

میں نے کہا: میرے عزیز! ابھی تو تم بچے ہو، تم پر ابھی حج فرض ہی نہیں ہوا، لہٰذا لوٹ جاؤ اور جب جوان ہو جاؤ تو حج کر لینا۔ بچے نے مجھ سے کہا: اے شیخ! کیا تم نے مجھ سے کم سن بچوں کو کبھی مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ میں نے کہا: اچھا یہ بتاؤ تمہارا زادِراہ اور تمہاری سواری کہاں ہے؟ بچے نے کہا: میرا تقویٰ میرا زادِراہ ہے اور میرے پاؤں میری سواری ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے۔

میں نے کہا: مگر مجھے آپ کے ساتھ کھانے پینے کی تو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ بچے نے کہا: شیخ! اگر کوئی انسان تجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا تم کھانے پینے کا سامان اپنے گھر سے لے کر جاؤ گے؟

میں نے کہا: نہیں، یہ سن کر بچے نے کہا تو جس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے وہی مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔ واضح رہے کہ وہ بچے امام علی زین العابدینؑ تھے۔

حالتِ صحت میں خود علاجی ممنوع ہے

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کی صحت اس کی بیماری پر غالب ہو پھر وہ اپنی طرف سے کسی چیز سے علاج کرے اور اس کی وجہ سے مرجائے تو میں خدا کی بارگاہ میں اس سے بیزار ہوں۔

بیماری کا اجر و ثواب

کتاب التوحید میں عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ ہم جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ نے تبسم فرمایا۔

میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے تبسم کیوں فرمایا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اس بات پر تعجب کر رہا ہوں کہ مومن بیماری کی وجہ سے پریشان کیوں ہوتا ہے۔ اگر اسے بیماری کے ثواب کا علم ہو جائے تو وہ یہی پسند کرے گا کہ مرتے دم تک ہمیشہ بیمار ہی رہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص تین دن تک بیمار رہے اور اپنے کسی تیماردار سے شکوہ نہ کرے تو میں اس کے گوشت سے اسے بہتر گوشت دوں گا اور اس کے خون سے بہتر خون عطا کروں گا۔ اگر میں اسے تندرستی دے دوں تو اس کی تندرستی کے ساتھ اس کے گناہ بھی مٹا دیتا ہوں اور اگر میں اس کی روح قبض کروں تو اسے اپنی رحمت میں جگہ دیتا ہوں اور اگر وہ زندہ رہے تو اس حالت میں زندہ رہے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ایک رات بیمار رہے اور بیماری کو اچھی طرح سے قبول کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔

راوی نے کہا کہ مولاؑ! بیماری کو اچھی طرح سے قبول کرنے سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس پر صبر کرے اور کسی کو اس بیماری سے مطلع نہ کرے اور جب صبح ہو تو خدا کی حمد کر کے اُٹھ کھڑا ہو جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مریض کس حد تک مرض کی شکایت کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ آج مجھے بخار ہوا جس کی وجہ سے میں ساری رات سو نہ سکا۔ یہاں تک کہنا بالکل صحیح ہے اس میں شکوہ اور شکایت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ شکوہ اور شکایت تو یہ ہے کہ مریض کہے مجھے وہ تکلیف لاحق ہوئی ہے جو آج تک کسی کو لاحق نہیں ہوئی۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: سچی ناموری جسے خدا کسی کے مقدر میں لکھ دے وہ مال کے اس وارث سے کہیں بہتر ہے جو اپنے مورث کی تعریف نہ کرتا ہو۔

حضرت علیؑ لسانِ صدوق میں

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ کی دعا کا ثمر حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا (مریم:۵۰) ''ہم نے علیؑ کو ان کے لیے لسانِ صدق قرار دیا''۔

قولہ تعالٰی: وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

''اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں سے قرار دے''۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی حضرت علیؑ کے گھر رخصتی ہوئی تو دوسرے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟

آپؑ نے عرض کیا: میں نے انہیں اطاعتِ الٰہی کے لیے بہترین مددگار پایا۔ پھر آپؐ نے یہی سوال حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے کیا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے انہیں بہترین شوہر پایا۔ اس وقت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: خدایا! ان کے شیرازہ کو جمع رکھنا، انہیں اور ان کی اولاد کو جنت النعیم کے وارثوں میں سے بنا۔

قلبِ سلیم

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾

''سوائے اس کے کہ جو خدا کے پاس قلبِ سلیم لے کر حاضر ہو''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام علیہ السلام سے ''قلبِ سلیم'' کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ قلبِ سلیم وہ ہے جب خدا کے سامنے حاضر ہو تو اس وقت اس میں غیر اللہ موجود نہ ہو اور ہر دل جس میں شرک یا شک پایا جاتا ہو تو ردی اور ساقط ہوتا ہے۔ اللہ نے دنیا میں رہ کر زہد کی اس لیے ترغیب دی ہے تاکہ دل آخرت کی طرف مائل ہوں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ آپ لوگوں کو وہی کچھ عطا کریں جس کے ملنے کے آپ امیدوار ہوں۔

راوی نے عرض کیا: تواضع کی تعریف کیا ہے جب انسان اس مقام پر پہنچ جائے تو وہ متواضع کہلا سکے۔

آپؑ نے فرمایا: تواضع کے کئی درجے ہیں۔ ایک درجہ تو یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی اچھی طرح پہچان کرے اور

قلب سلیم کے ذریعہ اسے اس کے صحیح مقام پر رکھے۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے کے علاوہ کسی اور کے گناہ وثواب کی طرف متوجہ تک نہ ہو۔ اگر اسے اپنے اندر کوئی برائی نظر آئے تو وہ اسے کوئی نیکی کا مقام بھی دکھائے تو غصہ کو پی جائے۔ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرے، یقیناً اللہ معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''قلب سلیم'' سے وہ دل مراد ہے جو دنیا کی محبت سے محفوظ رہا ہو اور اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ دنیا کی محبت ہر غلطی کی بنیاد ہے۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سچی نیت والا انسان ہی قلب سلیم کا مالک ہوتا ہے کیونکہ خواہشات سے دل کے سالم رہنے کا ثمر تمام امور میں خدا کے لیے اِخلاص کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ
لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ
یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغٰوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ
اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ
اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا
كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾
كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا

تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾
وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ
وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾
اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ
الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ
یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ
كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ
اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿١٢٢﴾ كَذَّبَتْ عَادُ
الْمُرْسَلِیْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّیْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ
مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ
رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾

وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾
وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ
وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُن مِّنَ
الْوَاعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ
بِمُعَذَّبِينَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ
أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۴۰﴾
كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا
تَتَّقُونَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۴۴﴾
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۵﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿۱۴۶﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۴۷﴾
وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا
فَارِهِينَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ
الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۱۵۲﴾
قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۵۳﴾ مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا
شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نٰدِمِينَ ﴿۱۵۷﴾
فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ۗ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ
لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۶۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۶۱﴾ إِنِّي
لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۶۴﴾ أَتَأْتُونَ
الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ
أَزْوٰجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُونَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوطُ
لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِينَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ
نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۷۰﴾ إِلَّا
عَجُوزًا فِي الْغٰبِرِينَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿۱۷۲﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
مَّطَرًا ۚ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۷۳﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ
أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۴﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ

أَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ أَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ أَوْفُوا
الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا
إِنَّمَآ أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۗ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ
الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ
عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَإِنَّهُ لَفِيْ زُبُرِ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ أَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً
أَنْ يَّعْلَمَهُ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ

الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ
سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا
الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا
هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَیْتَ اِنْ
مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰی
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا
مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰی وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ
الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ
لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ
الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ
جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ
یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰی
كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾
وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ
وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

''جس دن جنت کو پرہیزگاروں کے قریب کردیا جائے گا اور دوزخ کو گمراہ افراد کے سامنے کھول دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب وہ کہاں ہیں کہ جن کی تم پوجا کیا کرتے تھے۔ خدا کو چھوڑ کر تو کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں؟ پھر وہ سب اور تمام گمراہ افراد سمیت منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور ابلیس کے تمام لشکر والے بھی۔ وہ سب آپس میں جھگڑا کریں گے۔
خدا کی قسم! ہم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے اور ہمیں مجرم لوگوں نے ہی گمراہ کیا تھا۔ اب ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جگری دوست ہے۔ کاش ہمیں اگر دوبارہ پلٹنا کا موقع مل جائے تو ہم ایمان والے بن جائیں گے یقیناً اس میں نشانی ہے۔ ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں اور یقیناً تیرا رب غالب اور مہربان ہے۔
نوحؑ کی قوم نے انبیاءؑ کی تکذیب کی۔ جب ان کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا تھا کہ تم تقویٰ اختیار کیوں نہیں کرتے؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر رب العالمین کے ذمہ ہے۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم

آپؑ پر کیسے ایمان لائیں جب کہ آپؑ کے پیروکار پست طبقہ کے لوگ ہیں۔ حضرت نوحؑ نے کہا: میں کیا جانوں کہ یہ کیا کیا کرتے تھے۔ ان کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے۔ اگر تم اس کا شعور رکھتے ہو۔ میں انہیں دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ میں تو صاف صاف آگاہ کرنے والا انسان ہوں۔

انہوں نے کہا کہ اے نوحؑ! اگر تم باز نہ آئے تو سنگسار کیے ہوئے لوگوں میں سے بن جاؤ گے۔ نوحؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! میری قوم نے میری تکذیب کی ہے میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما۔

آخرکار ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا۔ اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کردیا۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے اور یقیناً آپ کا پروردگار غالب اور مہربان ہے۔

قومِ عاد نے انبیاءؑ کی تکذیب کی۔ جب ان کے بھائی ہودؑ نے ان سے کہا کہ تم تقویٰ اختیار کیوں نہیں کرتے؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اس کام پر میں تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم کھیل تماشے کے لیے ہر اُونچی جگہ پر عمارت بنا دیتے ہو اور بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو۔ گویا تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو نہایت جبار بن کر ہاتھ ڈالتے ہو۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس نے تمہاری ان اشیاء سے مدد کی ہے جنہیں تم جانتے ہو۔

اس نے تمہاری مدد جانوروں اور اولاد سے کی ہے اور باغات اور چشموں سے کی ہے۔ مجھے تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ انہوں نے جواب دیا: تم ہمیں

نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے سب برابر ہے۔ یہ باتیں تو پرانے زمانے سے ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہم پر عذاب نازل ہونے والا نہیں ہے۔ انہوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اس میں ہماری ایک نشانی ہے ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں تھی۔ یقیناً تیرا رب غالب و مہربان ہے۔

قومِ ثمود نے انبیاءؑ کی تکذیب کی۔ جب ان کے بھائی صالحؑ نے ان سے کہا کہ کیا تم تقویٰ اختیار نہ کرو گے؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسولؐ ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس کام کی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر رب العالمین کے ذمہ ہے۔

کیا تم یہاں کی نعمتوں میں اطمینان کی حالت میں یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے ان باغوں اور چشموں میں۔ ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رَس بھرے ہیں۔ تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ انداز میں ان میں عمارتیں بناتے ہو۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور زیادتی کرنے والوں کے احکام کی اطاعت نہ کرو۔ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا کہ تم تو ایک سحرزدہ انسان ہو۔ تم بھی ہمارے جیسے آدمی ہی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔ صالحؑ نے کہا کہ یہ ایک اُونٹنی ہے ایک دن کا پانی اس کے لیے ہے اور ایک دن کا تمہارے لیے ہے۔ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں سخت دن کا عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں جس پر انہیں نادم ہونا پڑا۔ انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ ان کی اکثریت مومن نہ تھی۔ اور یقیناً تیرا پروردگار غالب اور مہربان ہے۔

لوطؑ کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی لوطؑ نے ان سے کہا کہ تم تقویٰ اختیار نہ کرو گے؟ میں تمہارے لیے امانت دار رسولؐ ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس کام کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں سے ہی جنسی تسکین حاصل کرتے ہو اور تم اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جنہیں خدا نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے تم لوگ زیادتی کرنے والے ہو۔ انہوں نے کہا: اے لوطؑ! اگر تم باز نہ آئے تو یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ لوطؑ نے کہا کہ تمہارے اعمال پر جو لوگ کڑھ رہے ہیں میں بھی ان میں شامل ہوں۔

پروردگار! مجھے اور میرے اہل و عیال کو ان کے اعمال سے نجات دے۔ ہم نے اسے اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی۔ سوائے ایک ضعیفہ کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھی۔ پھر دوسروں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔ اور ہم نے ان پر پتھروں کی برسات برسائی۔ وہ بہت ہی بُری بارش تھی جو ان ڈرائے جانے والوں پر نازل ہوئی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ان کی اکثریت مومن نہ تھی۔ اور یقیناً آپ کا پروردگار غالب اور مہربان ہے۔

اور جنگل کے رہنے والوں نے بھی انبیاءؑ کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیبؑ نے کہا: کیا تم تقویٰ اختیار نہ کرو گے؟ میں تمہارے لیے امانت دار رسولؐ ہوں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

ناپ تول ٹھیک رکھو اور کسی کو خسارہ دینے والے مت بنو اور صحیح اور سچے ترازو سے وزن کیا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کیا کرو اور زمین پر فساد مت پھیلاتے پھرو اور تم اس اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں اور پہلی نسلوں کو پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم تو بس

جادو زدہ شخص ہو۔ اور تم بھی ہم جیسے ہی انسان ہو اور ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔

شعیبؑ نے کہا: جو کچھ تم کر رہے ہو میرا رب اس سے خوب واقف ہے۔ انہوں نے اس کی تکذیب کی تو انہیں سائے کے دن کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ یقیناً اس میں نشانی ہے ان کی اکثریت مومن نہیں تھی۔ یقیناً آپ کا پروردگار غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے آپ کے دل پر روح الامین لے کر اُترا ہے تاکہ آپ خبردار کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ یہ واضح عربی زبان میں ہے۔ اس کا تذکرہ اگلے لوگوں کے صحائف میں بھی موجود ہے۔ کیا یہ نشانی ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کر دیتے اور وہ انہیں پڑھ کر سناتا تو یہ لوگ اس پر ایمان نہ لاتے۔

اسی طرح ہم نے اس کو مجرموں کے دلوں میں سے گزارا ہے۔ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ وہ ان پر اچانک آ جائے گا اور انہیں پتہ تک نہ چلے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ کیا ہمیں مہلت دی جا سکتی ہے۔ کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔

تم نے کچھ غور کیا کہ اگر ہم ان کو کئی برسوں کی مہلت بھی دے دیں۔ اس کے بعد وہ عذاب آئے جس کا وعدہ ان سے کیا جا رہا ہے تو ان کا وہ آرام و آسائش ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر ان کے لیے ہم نے ڈرانے والے بھیج دیئے تھے تاکہ یاد دہانی ہو سکے اور ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔ اس کتاب کو شیاطین لے کر نہیں اُترے۔

یہ بات ان کے لیے مناسب بھی نہیں ہے اور یہ ان کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ وہ تو وحی کے سننے سے بھی دُور رکھے گئے ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو ورنہ تم بھی سزایافتہ لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں اور جو اہلِ ایمان آپ کی پیروی کریں ان کے لیے اپنے شانے جھکا دو۔ پس اگر وہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ اور آپ غالب اور مہربان خدا پر بھروسہ رکھیں۔

جو آپ کو اس وقت دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور پھر سجدہ گزاروں کے درمیان آپ کا اُٹھنا بیٹھنا بھی دیکھتا ہے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترا کرتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز گناہ گار پر اترا کرتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی باتوں کو اِلقا کرتے ہیں ان کی اکثریت جھوٹی ہے۔ اور شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں ہو کر پھیرتے رہتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر وہ عمل نہیں کرتے۔ مگر وہ شعراء ان سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور ظلم سہنے کے بعد اس کا انتقام لیا اور ظالم عنقریب یہ جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں“۔

گمراہ لوگوں کی حالتِ زار

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾

”اور دوزخ کو گمراہ افراد کے سامنے کھول دیا جائے گا۔ اب ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر تم جن کی پوجا کیا کرتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

پھر وہ سب اور تمام گمراہ افراد سمیت منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور ابلیس کے تمام لشکری بھی"۔

آیتِ مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام گمراہوں اور ابلیس کے لشکروں کے ساتھ ساتھ بت پرستوں کے بتوں کو بھی اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس وقت ان بت پرستوں سے کہا جائے گا کہ دیکھو آج تمہارے معبود کہاں ہیں۔ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا کم از کم اپنی مدد کے قابل بھی ہیں؟

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ افراد کے ساتھ ساتھ ہمارے مخالفین بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔

الکافی کی دو اور تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں رہ کر زبان سے تو عدل کی تعریف و توصیف کرتے تھے لیکن خود عدل کے تقاضوں کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کا منکر قیامت کے دن اندھا اور گونگا لایا جائے گا اور وہ قیامت کی تاریکیوں میں چیخ چیخ کر کہے گا کہ ہائے میں نے خدا کے پہلو میں رہ کر کتنی کوتاہی کی۔ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہوگا۔

کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ منقول ہے جس کے چند کلمات کا ماحصل یہ ہے: جو شخص پروردگار کی تشبیہ اس کی مخلوق کے اعضاء و جوارح سے دے تو اُس کا دل اس بات کے یقین سے آزاد ہے کہ خدا کا کوئی مثل نہیں ہے اور گویا اس نے قرآن مجید کی اس آیت کو ہی نہیں پڑھا کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے اپنے بزرگوں سے بیزاری اختیار کریں گے اور ان سے کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۰﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ "خدا کی قسم! ہم کھلم کھلا گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمہیں رب العالمین کے مساوی قرار دیتے تھے۔ لہٰذا جس نے بھی ہمارے رب کو کسی چیز سے تشبیہ دی تو اس نے اسے اس کا مساوی قرار دیا اور خدا کو مخلوق کے مساوی کہنے والا آیات محکمات اور حجج و بینات کا منکر ہے۔ خدا عقول کی دسترس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اس نے کائنات کو پیدا کیا ہے جب کہ وہ اس کا محتاج نہیں تھا اور تخلیق کے لیے وہ اپنے کسی اشتیاق سے بھی مجبور نہ تھا اور اس نے عملِ تخلیق کا تجربات سے بھی استفادہ نہیں کیا اور عجائب امور کی تخلیق کے لیے کسی شریک نے بھی اس کی مدد نہیں کی۔

اہلِ ایمان گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

"ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی گرمجوشی رکھنے والا کوئی دوست ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ہمارے شیعہ اپنے گناہ گار بھائیوں کی شفاعت کریں گے۔ جب ہمارے دشمن یہ منظر دیکھیں گے تو وہ بھی چیخ اُٹھیں گے کہ کاش آج کوئی ہمارا بھی یہاں ہوتا۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن شفاعت قبول کی جائے گی، لیکن کسی ناصبی (دشمنِ آلِ محمدؑ) کے حق میں کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

مومن اپنے ایک ایسے ہمسائے کے متعلق بھی سفارش کرے گا جس نے اس کے ساتھ کوئی بھلائی تک نہ کی ہوگی اور شفاعت کی وجہ سے یہ بیان کی جائے گی کہ خدایا! یہ میرا ہمسایہ تھا اس نے کبھی مجھے کوئی اذیت نہیں دی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مومن سے کہے گا کہ میں تیرا رب ہوں اور میں تیرے ہر محسن کو اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں اور اسے جنت میں بھیج کر تجھے سرخرو کرنا چاہتا ہوں۔ کمزور سے کمزور مومن بھی تیس افراد کی شفاعت کر کے انھیں جنت میں لے جائے گا۔ اس وقت اہلِ نار کہیں گے: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ "آج ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور کوئی بھی گرمجوشی رکھنے والا دوست نہیں ہے"۔

امالی شیخ الطائفہ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دوست انسان کو اتنا پیارا ہے کہ اہلِ دوزخ بھی یہ کہیں گے: وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (آج ہمارا کوئی گرم جوشی رکھنے والا دوست موجود نہیں ہے)۔ اہلِ دوزخ "صدیق حمیم" کہیں گے: "قریب حمیم" نہیں کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوستی کو رشتہ داری پر بھی فوقیت حاصل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فضل بن عبدالملک سے کہا: فضل! ہمارے مفلس شیعوں کو حقارت کی نظر سے بھی نہ دیکھنا۔ ہمارا ایک مفلس قبیلہ ربیعہ و مضر کے افراد کے برابر قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: فضل! مومن کو مومن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن لوگوں کو امان دے گا اور اللہ اس کی دی ہوئی امان کو قبول کرے گا۔ کیا تم نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ جب تمہارے دشمن دیکھیں گے کہ تم میں سے ہر مومن دوسرے گناہ گار دوست مومن کی شفاعت کر رہا ہے تو اس وقت وہ کہیں گے: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ "آج ہماری شفاعت کرنے والا کوئی

نہیں ہے اور کوئی گرم جوشی رکھنے والا دوست نہیں ہے"۔

مصباح شیخ الطائفہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روزِ مباہلہ کی ایک دعا منقول ہے جس میں یہ کلمات بھی ہیں: پروردگارا! ہم نے تیری کتاب اور تیرے نبی کی عترت کے دامن کو تھاما ہوا ہے اور تو نے ہی عترتِ رسولؐ کو ہمارا رہنما بنایا ہے اور تو نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ تیرے حکم کو مان کر ہم نے ان کے دامن کو تھاما ہے۔ ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرما جس دن ناکام افراد یہ کہیں گے: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۝ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ۝۱۰۱

محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "شافعین" سے ائمہ ہدیٰ اور "صدیق" سے مومن دوست مراد ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جب مومن جنت میں جائے گا تو وہاں فرشتوں سے پوچھے گا کہ میرا فلاں مومن دوست کہاں ہے؟ اس وقت اس کا دوست دوزخ میں ہوگا۔ مومن اس کے حق میں شفاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ میں نے اس کی شفاعت قبول کی ہے اس کے مومن دوست کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے آؤ۔ اس طرح سے مومن یکے بعد دیگرے دوزخ سے نجات حاصل کرتے رہیں گے اور ہمارے دشمن اس وقت دوزخ میں ہوں گے اور بڑی حسرت سے کہیں گے کہ آج ہماری شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہے اور آج ہمارا گرمجوشی رکھنے والا کوئی دوست نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم تین بار اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ لوگ کہیں گے: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۝ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ۝۱۰۱

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مومن اپنے خاندان والوں کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ اس کے خاندان کے تمام افراد دوزخ سے رہائی حاصل کرلیں گے۔ آخر میں اس کا گھریلو نوکر رہ جائے گا تو مومن عرض کرے گا: خدایا! میرے خادم کو بھی دوزخ سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی دوزخ کے عذاب سے آزاد کر دے گا۔

انبیاءؑ کی تبلیغی سرگرمیاں

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝۱۰۵

"قومِ نوحؑ نے انبیاءؑ کی تکذیب کی"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی خطاب فرمائے:

حضرت نوحؑ نے نوسو پچاس برس تک اپنی قوم میں قیام کیا تھا اور لوگوں کو دین کی تبلیغ کی تھی۔ آپؑ کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبیؑ نہیں تھا۔ آپؑ کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس پشتوں کا فاصلہ تھا۔ آپؑ کی قوم وہ بدنصیب قوم تھی جس نے صرف آپؑ کی نبوت ہی کا انکار نہیں کیا تھا، آپؑ سے پہلے انبیاءؑ کی نبوت کے بھی وہ لوگ منکر تھے۔

قوله تعالٰی: قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

"قومِ نوحؑ نے کہا: کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، جب کہ تیرے پیرو پست طبقہ کے لوگ ہیں"۔

پست طبقہ سے اُن کی مراد یہ تھی کہ غریب ومفلس لوگوں نے ہی تیری پیروی کی ہے بھلا ہم امیر طبقہ کے لوگ اُن کے ساتھ کیسے بیٹھیں۔ الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ سے ہر طرح سے آمادہ کشتی مراد ہے۔

قوله تعالٰی: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ

"قومِ عاد نے انبیاءؑ کی تکذیب کی"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ میرے بعد اللہ ایک رسولؑ کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام "ہودؑ" ہوگا اور وہ اپنی قوم کو دین کی دعوت دے گا لیکن اس کی قوم اس کو جھٹلائے گی اللہ تعالٰی اس کے منکروں پر تیز آندھی کا عذاب نازل کرے گا۔ تم میں سے اس کا زمانہ جو کوئی پائے تو اس پر ایمان لے آئے اور اس کی پیروی کرے۔ اللہ تعالٰی اس عذاب کے وقت اُسے اور اس کے پیروکاروں کو محفوظ رکھے گا۔

پھر نوح علیہ السلام نے اپنے فرزند سام کو حکم دیا کہ تم یہ وصیت لکھ لو اور ہر سال میں ایک دن اس وصیت کے سننے کے لیے مخصوص کردو اور اس دن کو اپنے لیے عید کا دن قرار دو۔

یہ سلسلہ حضرت ہودؑ کے ظہور تک قائم رہا۔ جب ہودؑ مبعوث ہوئے تو اولادِ سام نے سام کی لکھی ہوئی وصیت کو کھول کر پڑھا۔ اس میں ان کی آمد کی پیشین گوئی موجود تھی۔ چنانچہ چند لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی۔ باقی لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ اللہ تعالٰی نے قومِ ہودؑ پر ہوا کا عذاب نازل فرمایا اور اسے تباہ کردیا۔

بے فائدہ بلند و بالا عمارتیں نہیں بنانی چاہئیں

اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾

"(حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے کہا) کیا تم کھیل تماشے کے لیے ہر اُونچی جگہ پر عمارت بناتے ہو"۔

مجمع البیان میں ہے کہ مقصد یہ ہے کہ تم بلاضرورت بلند و بالا عمارتیں بناتے ہو۔ انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ایک بلند و بالا قبہ دیکھا تو فرمایا: یہ کس کا مکان ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ فلاں انصاری کا مکان ہے۔ چند دن بعد مالکِ مکان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اس نے کئی بار حضرت پر سلام کیا لیکن ہر بار آپؐ نے منہ موڑ لیا اور آپؐ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

وہ صحابی باہر آیا اور اس نے دوسرے صحابہ سے کہا کہ نہ جانے رسولؐ خدا مجھ سے کیوں ناراض ہو گئے ہیں جب کہ میں نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا؟! صحابہ نے کہا: ہمیں اور تو کچھ معلوم نہیں ہے البتہ چند روز قبل آنحضرتؐ نے تمہارا بلند و بالا مکان دیکھا اور ہم سے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟

صحابی نے یہ سنا تو وہ اپنے محل میں آیا اور اسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ چند دن گزرے تو آنحضرتؐ اسی جگہ سے گزرے آپ کو وہاں کوئی قبہ دکھائی نہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہاں ایک قبہ تھا آج وہ دکھائی نہیں دیتا۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس محل کا مالک آپؐ کے پاس آیا تھا، آپؐ نے اس سے بے توجہی کی تھی۔ اس نے ہم سے آپ کی بے توجہی کی وجہ پوچھی تھی تو ہم نے بتایا تھا کہ آنحضرتؐ نے تیرا بلند و بالا محل دیکھ کر ہم سے پوچھا تھا کہ یہ قبہ کس کا ہے تو ہم نے تیرا نام لیا تھا۔ اس کے بعد وہ صحابی آپؐ کے دربار سے نکل کر یہاں گیا اور اس نے آتے ہی اپنا سارا محل مسمار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کو قبہ دکھائی نہیں دے رہا۔

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ضروری مکان کے علاوہ باقی ہر طرح کا مکان انسان کے لیے قیامت میں وبال ثابت ہوگا۔

قولہ تعالیٰ: هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرۡبٌ وَّلَكُمۡ شِرۡبُ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۱۵۵﴾

"حضرت صالحؑ نے اپنی قوم ثمود سے کہا کہ یہ ایک اُونٹنی ہے، ایک دن کا پانی اُس کے لیے ہے اور ایک دن کا پانی تمہارے لیے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ روئے زمین کا پہلا چشمہ تھا جسے خدا نے صالحؑ کے

لیے ظاہر کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔ آخر قوم ثمودؑ کی اُونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے سب پر عذاب بھیجا کیونکہ وہ سب اس فعل پر رضامند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ انھوں نے اُونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت نادم و پریشان ہوئے۔

عذاب کی آمد یوں تھی کہ زمین کے دھنسے ایسی گڑگڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں تپتی ہوئی ہل کا پھل چلانے سے آواز آتی ہے۔ اے لوگو! جو واضح اور روشن راہ پر چلتا ہے وہ سرچشمہ ہدایت پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا ہے وہ بے آب و گیاہ صحرا میں جا پڑتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْــَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

"جنگل کے رہنے والوں نے بھی انبیاءؑ کی تکذیب کی جب ان سے شعیبؑ نے کہا کہ کیا تم تقویٰ اختیار نہ کرو گے؟"

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اہلِ مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو ناپ تول صحیح رکھنے کی تبلیغ کی اور انھیں خدا کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس خدا سے ڈرو جس نے تمھیں اور تمہارے آبائے اوّلین کو پیدا کیا۔ لیکن ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ آخرکار وہاں گرمی کی شدت ہوئی وہ لوگ گرمی کی شدت سے اُکتائے اور بادلوں کی خواہش کرنے لگے۔ اتنے میں خدا نے ایک بادل کو بھیجا۔ یہ خوش ہوکر گھروں سے باہر آئے اور کہنے لگے کہ اب بادل آ گیا ہے، یہ بارش برسائے گا۔ مگر بادل سے تند و تیز بجلیاں گریں جس سے وہ بدکار قوم ہمیشہ کے لیے دنیا کے نقشہ سے غائب ہوگئی۔

(عرضِ مترجم: مترجم حقیر کا نظریہ یہ ہے کہ اصحابِ مدین ہی اصحاب اُیکہ تھے کیونکہ ان کا نبی ایک ہی تھا اور حضرت شعیبؑ نے اہلِ مدین کے سامنے جو تبلیغ کی وہی اصحاب اُیکہ کے سامنے کی اور جو عذاب اہلِ مدین پر آیا وہی عذاب اصحاب اُیکہ پر نازل ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ ہی تو اصحاب اُیکہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ دو علیحدہ قومیں نہیں تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب!)

ولایت آسمان سے نازل ہوئی

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿١٩٤﴾

"یہ رب العالمین کی نازل کردہ شے ہے اسے آپ کے دل پر روح الامین لے کر اُترا ہے تاکہ آپ خبردار کرنے والوں کے گروہ میں شامل ہو جائیں"۔

بصائر الدرجات میں ابی محمد سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا ولایت کو جبریلؑ رب العالمین کی طرف سے لے کر غدیر کے دن نازل ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے جواب میں درج بالا آیت پڑھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ ولایت کو بھی غدیر کے دن جبریلؑ لے کر نازل ہوئے تھے۔

اُصولِ کافی کی ایک روایت میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

عربی زبان کی خوبی

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ "خالص عربی زبان میں"۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی وحی نازل کی یا جو بھی کتاب اُتاری تو وہ عربی زبان میں ہی اُتاری۔ البتہ غیر عرب انبیائے کرامؑ کے کانوں میں وہ پیغام ان کی اپنی زبان ہی میں پہنچتا تھا، جب کہ ہمارے نبی کے کانوں میں عربی زبان ہی میں وہ کلام پہنچتا تھا۔

رسولِ خدا سے جس قوم کا فرد اپنی زبان میں گفتگو کرتا تو اس کی گفتگو آپ کو عربی زبان ہی میں سنائی دیتی تھی اور حضرت جبریلؑ درمیان میں ترجمانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔

قولہ تعالیٰ: وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾

"اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کر دیتے اور وہ انہیں پڑھ کر سناتا تو یہ لوگ اس پر ایمان نہ لاتے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر قرآن کسی غیر عرب پر نازل ہوتا تو عربی

لوگ اس پر ایمان نہ لاتے۔ اللہ نے عربی میں قرآن نازل کیا لیکن اہلِ عجم اس پر بھی ایمان لے آئے۔ یہ اہلِ عجم کی ایک فضیلت ہے۔ ویسے عربی زبان میں ایک خوبی یہ ہے کہ دوسری زبانوں کے نظریات کی عربی میں ترجمانی ہوسکتی ہے لیکن عربی تخیلات کی دوسری زبانوں میں صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی۔

ایک ہولناک خواب

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝

''تم نے کچھ غور کیا کہ اگر ہم ان کو کئی برسوں کی مہلت بھی دے دیں اس کے بعد ان پر وہ عذاب آئے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے تو ان کا وہ آرام و آسائش ان کے کسی کام نہ آئے گا''۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ بنی اُمیہ آپؐ کے بعد آپؐ کے منبر پر چڑھ رہے تھے اور لوگوں کو گمراہ کر کے اُلٹے پاؤں پھیرنے میں مصروف تھے۔ اس خواب کی وجہ سے آنحضرتؐ بے حد مغموم ہوئے۔ جبریل امینؑ آپؐ کے پاس آئے، انہوں نے آپ کو مغموم پایا تو کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ اس قدر مغموم اور پریشان کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جبریلؑ! میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ میرے بعد بنی اُمیہ میرے منبر پر چڑھ رہے تھے اور وہ لوگوں کو گمراہ کر کے اُلٹے پاؤں پھیرنے میں مصروف تھے۔

جبریل امینؑ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی مبعوث کیا ہے، مجھے ابھی تک اس کا علم نہیں ہے۔ اس کے بعد جبریل امینؑ آسمان پر چلے گئے پھر کچھ دیر بعد وہ آپؐ کی تسلی کے لیے اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ ...... مَا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ تک کی آیت لائے۔ اللہ نے اپنے حبیب کو تسلی دینے کے لیے سورۂ قدر کی یہ آیت بھیجی: لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ ''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔ مقصد یہ ہے کہ قدر کی ایک رات بنی اُمیہ کی ایک ہزار ماہ کی سلطنت و اقتدار سے کہیں بہتر ہے۔

تفسیر درمنثور میں مرقوم ہے کہ لوگوں نے آنحضرتؐ کو ایک دن بڑا مغموم اور پریشان پایا۔ لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ اتنے مغموم کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں اس لیے پریشان ہوں کہ میں نے اپنے دشمنوں کو دیکھا ہے کہ وہ میری اُمت کے حاکم بنے ہوئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ ...... یُمَتَّعُوْنَ تک کی تین آیات نازل فرمائیں۔ (نقلاً عن المیزان)

دعوتِ ذی العشیرہ

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾

"آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ کی آیت مکہ میں نازل ہوئی تو رسولِ خدا نے بنی ہاشم کے چالیس افراد کو کھانے کی دعوت پر بلایا، ان میں سے ہر شخص دو سالہ اُونٹ کھا سکتا تھا اور دودھ کی مشک پی سکتا تھا لیکن آپؐ نے ان کے لیے مختصر سے کھانا تیار کرایا اور آپؐ کے ہاتھ کی برکت سے سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

رسولِ خدا نے اس محفل میں فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا وصی، وزیر اور میرا خلیفہ بنے؟

ابولہب نے کہا: لوگو! محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ لوگوں نے جب ابولہب کی یہ بات سنی تو وہ اُٹھ کر چلے گئے۔

پھر دوسرے دن رسولِ خدا نے ویسی ہی دعوت دی۔ انہیں کھانا کھلایا اور انھیں اتنا دودھ پلایا کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ پھر رسولِ خدا نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا وصی، وزیر اور میرا خلیفہ بنے؟ ابولہب نے کہا: لوگو! محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ لوگ یہ سن کر چلے گئے۔

تیسرے دن آنحضرتؐ نے پھر انھیں دعوت دی اور انھیں کھانا کھلایا، پھر دودھ پلایا۔ پھر رسولِ خدا نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا وصی، وزیر بننا پسند کرتا ہے۔ اسے میرے وعدے پورے کرنا ہوں گے اور میرا قرض اُتارنا ہوگا۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام تمام حاضرین میں سے کم عمر تھے اور ان کی پنڈلیاں نحیف تھیں اور مال و دولت کے لحاظ سے سب سے کم درجہ رکھتے تھے، مگر آپؑ اُٹھے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں حاضر ہوں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: بے شک تم ہی میرے وصی، وزیر، خلیفہ اور میرا قرض ادا کرنے والے اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو۔

علل الشرائع میں یہ روایت مرقوم ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان کے بعد کافر ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے اُٹھے اور ابوطالب سے کہنے لگے: لو! اب تم اپنے بیٹے علیؑ کی

اطاعت کرو، کیونکہ محمدؐ نے تجھے اس کا حکم ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

یہ روایت مجمع البیان میں بھی مرقوم ہے۔ علامہ طبرسی نے ابورافع سے یہ واقعہ نقل کیا اور لکھا کہ رسولِؐ خدا نے انہیں شعب ابی طالب میں جمع کیا تھا اور ایک بکری کی ران سے ان کا سالن تیار کرایا۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ آپؐ نے ایک پیالہ دودھ کا رکھا جسے سب نے باری باری پیا یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے۔ خدا نے جس بھی نبیؑ کو مبعوث کیا اس کے خاندان میں سے کسی نہ کسی کو اس کا بھائی، وزیر، وارث اور وصی مقرر کیا۔ تو تم میں سے ایسا کون ہے جو میرا بھائی، وارث، وزیر اور وصی بنے اور اسے مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی؟؟

حضرت علی علیہ السلام اُٹھے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں حاضر ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ علیؑ آپؐ کے قریب ہوئے، آپؐ نے فرمایا: منہ کھولو۔ علیؑ نے منہ کھولا۔ آپؐ نے ان کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور سینہ اور کولہوں کے درمیان بھی لعابِ دہن ڈالا۔ ابولہب نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ تمہارے چچازاد نے تو تمہاری مدد کا وعدہ کیا لیکن تم نے اس سے بدترین سلوک کیا۔ تو نے اس کے منہ اور چہرے کو اپنے لعابِ دہن سے بھر دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسے علم وحکمت سے بھرا ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی آیت نازل ہوئی تو رسولِؐ خدا کوہِ صفا پر چڑھے اور آواز دی: یاصباحاہ! عربوں کا دستور ہے کہ جب کوئی غارت کرنے والا لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے تو وہ "یا صباحاہ" کہہ کر لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔

قریش نے یہ آواز سنی تو دوڑ کر آپؐ کے قریب آئے اور اُنہوں نے کہا: محمدؐ! کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا لشکر آج صبح یا شام تک تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کو مان لو گے؟

وہاں پر موجود تمام افراد نے کہا: ہم آپؐ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اچھا! اگر تمھیں میری صداقت کا اتنا ہی یقین ہے تو پھر سنو میں تمھیں خدا کے شدید عذاب سے ڈراتا ہوں۔

ابولہب نے کہا: تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تو نے اسی بات کو سنانے کے لیے ہم سب کو جمع کیا تھا؟

اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل فرمائی۔

(عرضِ مترجم: حقیر یہ سمجھتا ہے کہ اس روایت کا دعوت ذی العشیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو تبلیغ کریں۔ پھر آنحضرتؐ کو کیا پڑی تھی کہ پورے مکہ والوں کو دعوت دیتے۔ اصل میں یہ روایت پہلی اور صحیح روایت کو چھپانے کے لیے وضع کی گئی ہے۔ (من المترجم عفی عنہ)

عیون الاخبار اور امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ مامون الرشید کے دربار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اُمت وعترت کے بارہ فرق بیان کیے۔ ان میں ایک فرق آپؑ نے یہ بیان کیا کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی آیت کی مخاطب آلِ رسولؐ تھی نہ کہ اُمت رسولؐ تھی۔

تواضع کا حکم

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

"اور جو اہلِ ایمان آپؐ کی پیروی کریں ان کے لیے آپ اپنے شانے جھکا دیں"۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے محترم اور مخلوق کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تواضع کا حکم دیا ہے اور ان سے فرمایا ہے: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ (جو اہلِ ایمان آپؐ کی پیروی کریں ان کے لیے آپؐ اپنے شانے جھکا دیں)

تواضع خشوع، خشیت اور حیا کی کھیتی ہے۔ کیونکہ یہ تینوں صفات تواضع کی کھیتی میں ہی پیدا ہوتی ہیں اور شرف حقیقی بھی تواضع اختیار کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

"پس اگر وہ لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا یہ مقصد بھی ہے کہ جو لوگ آپؐ کے بعد ولایتِ علیؑ اور ولایتِ آئمہؑ کے متعلق آپؐ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ رسولؐ خدا کی معصیت حرام ہے خواہ آپؐ کی زندگی میں کی جائے یا آپؐ کی وفات کے بعد کی جائے۔

نبی اکرمؐ کے آبائے کرام ساجدین تھے

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ "اور سجدہ گزاروں کے درمیان آپؐ کا اُٹھنا بیٹھنا بھی دیکھتا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ سے مراد یہ ہے کہ جب آپؐ نبوت کی تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت خدا آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ سے مراد یہ ہے کہ جب آپؐ اصلابِ انبیاءؑ سے منتقل ہوتے رہتے تھے تو اس وقت بھی آپؐ کے خدا کی آپ پر نظر تھی۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ کا ایک مفہوم یہ ہے۔ خدا آپ کو ساجدین و موحدین کی پشتوں میں سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی بنا کر دنیا میں پیدا کیا۔ یہ مفہوم ابن عباسؓ سے منقول ہے اور عطاء اور عکرمہ نے اسے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر علیہما السلام نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ مقصد آیت یہ ہے کہ خدا آپ کو یکے بعد دیگرے انبیاءؑ کی اصلاب سے منتقل کرتا آیا اور آدمؑ تک آپؐ کی تمام نسلیں نکاح سے پیدا ہوئیں، ان میں زنازادہ کوئی نہ تھا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! نماز میں مجھ سے پہلے رفع یدین نہ کرو اور مجھ سے پہلے سر سجدہ میں نہ رکھو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔ پھر آپؐ نے وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ کی آیت تلاوت فرمائی۔

شیاطین کن لوگوں پر اُترتے ہیں؟

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

"کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترا کرتے ہیں؟ وہ ہر گناہ گار اور جعل ساز پر اُترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی باتوں کو اِلقا کرتے ہیں ان کی اکثریت جھوٹی ہے"۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ سات افراد تھے جن پر شیاطین اُترتے تھے اور وہ یہ تھے: ① مغیرہ ② بنان ③ صاید ④ حمزہ بن عمار بربری ⑤ حارث شامی ⑥ عبداللہ بن حارث ⑦ ابوالخطاب۔

قابلِ مذمت شعراء

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

"اور شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں ہوکر
پھرا کرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے"۔

آیاتِ بالا کی تفسیر میں علامہ رازی یوں رقم طراز ہیں: کفارِ مکہ نے یہ کہا کہ جس طرح سے شیاطین کاہنوں پر کہانت لے کر نازل ہوتے ہیں اور شاعروں پر شاعرانہ خیالات لے کر اُترتے ہیں تو کیا وہ محمدؐ پر نہیں اُتر سکتے؟

ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو کاہنوں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرق بیان کیا۔
پھر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم اور شعراء کا فرق واضح کیا اور یہ بیان فرمایا: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾
(کہ شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں) اور شعراء کی گمراہی واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو نکات بیان کیے:
شعراء کی گمراہی کی پہلی وجہ اللہ نے یہ بیان کی: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں سرگردان ہوکر پھرا کرتے ہیں)۔

اس سے مراد ان کے تخیلات کے مختلف راستے ہیں۔ شعراء کبھی ایک چیز کی مدح کرتے ہیں پھر چند روز بعد اسی چیز کی مذمت میں شعر کہنے لگ جاتے ہیں۔ یا کسی چیز کی پہلے مذمت کرتے ہیں پھر اسی کی مدح سرائی شروع کردیتے ہیں۔ کبھی ایک چیز کی تحقیر کرتے ہیں پھر اس کی عظمت کے قصیدے پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ان کی شعر و شاعری اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے نہیں ہوتی جب کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ان سے بالکل جدا ہے۔

آپؐ نے روزِ اول سے جس چیز کو باطل کہا ہے۔ ساری زندگی اس کو باطل ہی کہا اور جسے حق کہا ہے اسے حق ہی کہا ہے۔ اسے پھر باطل و حرام نہیں کہا۔ آپؐ کی پوری زندگی دعوت الی اللہ، ترغیبِ آخرت اور اعراضِ دنیا کی تبلیغ میں بسر ہوئی۔
شعراء کی دوسری خامی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے: وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ "وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے"۔

شعراء دوسروں کو سخاوت کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود بخل کرتے ہیں۔ دوسروں کی کوئی غلطی ان کے ہاتھ لگ جائے تو اسے خوب اُچھالتے ہیں جب کہ وہ خود دل کھول کر برائیاں کرتے ہیں۔ الغرض ان کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے اور یہی ان کے گمراہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے برعکس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں قول و فعل کا کہیں تضاد دکھائی نہیں دیتا۔ آپؐ نے ہر خوبی کی ابتداء اپنی ذات سے کی جیسا کہ اللہ نے فرمایا: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾
جب اس آیت کے تحت آپؐ نے عقیدۂ توحید کا کھل کر اظہار کیا تو آپؐ نے اسی عقیدہ کی دعوت کے لیے اپنے

قریب ترین رشتہ داروں کو منتخب کیا جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ لہٰذا حبیبِ خدا کی زندگی اور شعراء کی زندگی میں کسی قسم کی مشابہت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ تمام شاعر قابلِ مذمت ہیں ان میں کچھ قابلِ تعریف شاعر بھی ہیں۔

قابلِ تعریف شعراء

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

''مگر وہ شعراء ان سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور ظلم سہنے کے بعد اس کا انتقام لیا اور ظالم عنقریب یہ جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے لائق مدح شعراء کی چار صفات بیان کی ہیں اور فرمایا ہے کہ جن شعراء میں یہ خصوصیات موجود ہوں تو وہ گمراہ نہیں ہیں:

① صاحب ایمان ہوں۔

② نیک اعمال کرنے والے ہوں۔

③ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہوں یعنی ان کے اشعار توحید، نبوت اور ہدایتِ خلق پر مبنی ہوں۔

④ وہ ازخود کسی کی ہجو نہ کریں تو وہ انتقام میں اس کی ہجو کریں کیونکہ مظلوم کو شکوہ شکایت کی اجازت ہے۔

اس طرح کے شعراء میں عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور کعب بن زہیر سے ایماندار شعراء شامل ہیں۔ یہ شعراء کفارِ مکہ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ کعب بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تھا: ان کی ہجو کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ ہجو ان کے لیے تیر کی برسات سے بھی زیادہ سخت ہے۔

رسولِ خدا نے کئی بار حسان بن ثابت سے فرمایا تھا: کفارِ مکہ کا جواب کہو روح القدس تیرے ساتھ ہوگا۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن الرازی)

تفسیر علی بن ابراہیم اور معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے لوگوں کو دیکھا ہے جو شاعروں کی پیروی کرتے ہوں؟ ہم نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی طرف سے مسائل گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کیے اور گمراہ لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین کی سربلندی کے لیے علم حاصل نہیں کیا۔ نتیجہ میں خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ کعب بن مالک نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ شعراء کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے تم لوگوں کے اشعار کفار کو تیروں کی برسات سے بھی زیادہ گراں محسوس ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا کہ مشرکین کی ہجو کرو، روح القدس تمہارے ساتھ ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

اعتقاداتِ امامیہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ کی آیتِ مجیدہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے داستان گو افراد مراد ہیں۔

کتاب تلخیص الاقوام فی احوال الرجال میں مرقوم ہے کہ کشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک ضعیف روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: گروہِ شیعہ! اپنی اولاد کو "عبدی" کے اشعار یاد کراؤ، وہ خدا کے دین پر ہے۔

محمد بن مروان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس میں اور معروف بن خربوذ بیٹھے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو اشعار سنانے لگے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو بھی وہ اس سے بہتر ہے جس کا پیٹ اشعار سے بھرا ہوا ہو۔

معروف نے کہا: آپؐ کا یہ فرمان شعراء کے لیے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس و ہلاکت ہو۔ یہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا۔

کتاب معانی الاخبار میں ابراہیم کرخی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ

میری بیوی مرگئی وہ میری ہم مزاج تھی۔ اس کے مرنے کے بعد میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: شادی سے پہلے خوب سوچ لینا کہ تم اپنے مال میں کس کو شریک کر رہے ہو اور اپنے رازوں، دین اور امانت سے کس کو مطلع کر رہے ہو۔ اگر تمہیں شادی کرنا ہی ہے تو پھر کسی شریف خاندان کی باکردار باکرہ لڑکی سے شادی کرو۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

واعلم ان النساء خلقن شتّٰی فمنهن الغنيمة والغرام

ومنهن الهلال اذا تجلّٰی لصاحبه ومنهن الظلام

فمن يظفر بصالحهن ليسعد ومن يغبن فليس له انتقام

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ عورتوں کی مختلف اقسام ہیں: کچھ غنیمت ہیں اور کچھ تاوان ہیں۔
کچھ پہلی کے چاند کی طرح سے اپنے شوہر کے لیے چمکتی ہیں، اور کچھ مکمل تاریکی ہوتی ہیں۔
جس کے ہاتھ نیک عورت لگ جائے تو وہ خوش بخت بن جاتا ہے اور جسے نقصان پہنچ جائے تو اس کا تو کوئی انتقام ہی نہیں ہے"۔

الکافی کی دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ جب رسولؐ خدا کی حضرت خدیجہ الکبریٰؑ سے شادی ہوئی تو عبداللہ بن غنم نے تہنیتی اشعار کہے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سخاوت اور دریا دلی کے لیے کچھ اشعار کہے تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کی مذمت کی تو ان کا پہلا نقص یہ بیان کیا: اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ باطل نظریات اپنا کر مباحثہ کرتے ہیں اور گمراہ افراد کے دلائل سے حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا دوسرا عیب یہ بیان کیا: وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ شعراء لوگوں کو نصیحت کریں گے، لیکن خود اس پر عمل نہیں کریں گے۔ لوگوں کو برائی سے منع کریں گے، لیکن خود اس سے باز نہیں آئیں گے۔ یہ وہ شعراء ہیں جنہوں نے آلِ محمدؐ کے غاصبوں کی مدح ثنا کی ہے اور انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ پھر اللہ نے آلِ محمدؐ اور اُن کے ہدایت یافتہ شیعوں کا ذکر کیا اور انہیں گمراہ شاعروں سے مستثنیٰ قرار دیا اور اُن کی یہ صفات بیان فرمائیں:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "البتہ وہ اُن سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور ظلم سہنے کے بعد انتقام لیا، یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے"۔

ذکرِ کثیر کیا ہے؟

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "ذکر کثیر" کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جس نے میری دادی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیح پڑھی تو اس نے خدا کا ذکرِ کثیر کیا۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا کے ذکرِ کثیر کو قائم کرنا لوگوں کے لیے بڑا دشوار ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ ذکر سے میری مراد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکبَر کے کلمات نہیں ہیں۔ ذکرِ کثیر کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھی کوئی عمل کرنے لگے تو خدا کو یاد کرے، اگر عمل حرام ہو تو اسے چھوڑ دے اور اگر عمل حلال ہو تو اسے بجا لائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین کام مومن کے لیے بڑے دشوار ہیں۔ پوچھا گیا مولاؑ! کون سے کام دشوار ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ یہ ہیں: ① اپنی دولت سے لوگوں کی ہمدردی کرنا۔ ② اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف فراہم کرنا۔ ③ خدا کا کثرت سے ذکر کرنا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ اس سے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمدُ لِلّٰهِ کہنا مراد ہے۔ ذکر اللہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان ہر حلال و حرام عمل کے وقت خدا کو یاد کرے، اگر کام حلال ہو تو بجا لائے اور اگر حرام ہو تو اس سے رُک جائے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے خلوت کے لمحات میں اللہ کو یاد کیا تو اس نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا۔ منافقین لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کرتے تھے، لیکن تنہائی کے لمحات میں اللہ کو یاد نہیں کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۴۲﴾ (النساء:۱۴۲)

"وہ لوگوں کے لیے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں"۔

ظالموں کے لیے بُرا ٹھکانا ہوگا

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

"اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں"۔

جوامع الجامع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی روایت کا ماحصل یہ ہے کہ آلِ محمدؐ پر جن لوگوں نے

ظلم کیا ہے اُن ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ویسے تو تمام ظالموں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے، لیکن جن لوگوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں اُنہیں سب سے پہلے اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ یزیدی لشکر نے راہِ شام میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ اطہر کو ایک درخت پر آویزاں کیا تو سر نے اس آیت کی تلاوت کی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۝ (اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں)

ooo

سُورَةُ النَّمۡلِ

سورۃ النمل مکیۃ آیاتھا ۹۳ ورکوعاتھا ۷

”سورہ النمل مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات ترانوے اور اس کے رکوع سات ہیں“۔

سورۃ النمل کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شب جمعہ طواسین ثلاثہ (سورۂ شعراء، سورۂ نمل اور سورۂ قصص) کی تلاوت کرے گا تو وہ اولیائے خدا میں سے قرار پائے گا اور وہ خدا کی حفظ و امان میں رہے گا۔ وہ دنیا میں کبھی مفلس نہ ہوگا اور آخرت میں اسے جنت کا انعام دیا جائے گا اور خدا اسے ہر طرح سے راضی کرے گا اور اسے اتنا کچھ عطا کرے گا جو اُس کی رضا سے بھی کہیں زیادہ ہوگا۔ نیز ایک سو خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے اُس کا نکاح کرے گا۔

مجمع البیان میں مذکورہ بالا روایت کے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے جنتِ عدن کے درمیان انبیاء و مرسلین اور اوصیائے راشدین کے جوار میں رہائش عطا فرمائے گا۔

ابن بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ طٰسٓ (سورۂ نمل) کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے حضرت سلیمان، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے ماننے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر عطا فرمائے گا اور جب وہ قبر سے برآمد ہوگا تو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا ہوا برآمد ہوگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سورۂ طٰہٰ اور طواسین مجھے اَلواحِ موسیٰؑ سے خدا نے عطا فرمائیں۔

سورۂ نمل کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں قرآنِ مجید کی فضیلت، مومنین کی علامات، منکرین معاد کی رُسوائی، حضرت موسیٰؑ کا واقعہ، حضرت داوٗدؑ و سلیمانؑ کے واقعات، حضرت سلیمانؑ کی شانِ سلطنت، حضرت سلیمانؑ کا وادی النمل سے گزر، چیونٹی کی گفتگو، ہد ہد سے گفتگو، ملکۂ سبا کی طرف خط کی روانگی اور اسے اسلام کی دعوت دینا، ملکۂ سبا کا مشیروں سے مشورہ، ملکۂ سبا کی طرف سے ہدیوں کا روانہ کرنا، حضرت سلیمانؑ کی طرف سے ملکہ کی سفارت کو واپس کرنا۔ ملکۂ سبا کا سلیمانؑ کے حضور پیش ہونا،

ملکہ کے لیے تخت منگوانا۔ ملکہ کا مشرف بہ اسلام ہونا۔ قومِ ثمود اور حضرت صالحؑ کا واقعہ، قتلِ صالح کی سازش، قومِ لوطؑ کی بدکاری اور اُن کا انجام، خدائی صفات و افعال، معاد پر کفار کا اعتراض، زمین پر چلنے پھرنے کا حکم، رسولؐ خدا کو تسلی، زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز کا ذکر کتابِ مبین میں ہے۔ خدا پر توکل کی تعلیم، مُردوں اور بہروں کو کچھ نہیں سنایا جاسکتا۔ دابۃ الارض کا خروج، رجعت، روز و شب خدا کی واضح نشانیاں ہیں۔ صُور کا پھونکا جانا، پہاڑوں کا بادلوں کی طرح اُڑنا، پیغمبر کو کیا حکم دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ تمہیں عنقریب نشانیاں دکھائے گا اور تم اُنہیں پہچان لو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓ قف تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ۙ‏ ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشۡرٰى
لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ‏ ﴿۲﴾ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ
بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ‏ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ زَيَّنَّا
لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ؕ‏ ﴿۴﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ
وَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ‏ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ
لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ عَلِيۡمٍ‏ ﴿۶﴾ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ
سَاٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِيۡكُمۡ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ‏ ﴿۷﴾
فَلَمَّا جَآءَهَا نُوۡدِىَ اَنۡۢ بُوۡرِكَ مَنۡ فِى النَّارِ وَمَنۡ حَوۡلَهَا ؕ
وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ‏ ﴿۸﴾ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ
الۡحَكِيۡمُ ۙ‏ ﴿۹﴾ وَاَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى
مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ ؕ يٰمُوۡسٰى لَا تَخَفۡ قف اِنِّىۡ لَا يَخَافُ لَدَىَّ
الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۖ‏ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًاۢ بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّىۡ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ
غَيْرِ سُوْٓءٍ قف فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ج وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ج وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ
عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ
عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ لا قَالَتْ
نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ج لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ
وَجُنُوْدُهٗ لا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ
رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى
وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ
عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى

الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا
اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ
فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾
اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ
عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا
يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ ۙ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ ۩ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ
فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ
كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ ۙ
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ
فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا
نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ

مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا
وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ
إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ
سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ ۚ
بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ
بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾
قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي
مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ
تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۚ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِي
عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ
طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۖ
لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا
نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا
جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ
فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ
مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۭ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ
سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

طٰسٓ، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں۔ یہ آیات اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں، جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ہم نے ان کے اعمال کو اُن کے لیے آراستہ کردیا ہے وہ بھٹک رہے ہیں۔

اُن لوگوں کے لیے بدترین عذاب ہے اور آخرت میں یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں۔ یقیناً یہ قرآن آپ کو خدائے علیم و حکیم کی طرف سے عطا کیا جا رہا ہے۔

اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے ایک آگ سی دکھائی دیتی ہے۔ میں وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا وہاں سے کوئی انگارہ لاؤں گا، تاکہ تم آگ تاپ سکو۔

وہاں جو پہنچا تو ندا آئی کہ بابرکت ہے وہ جو آگ کے اندر اور اُس کے اطراف میں اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو عالمین کا رب ہے۔ موسیٰؑ! میں ہی غالب و حکیم اللہ ہوں۔

اپنا عصا پھینک دو۔ جب موسیٰؑ نے اسے سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ (آواز آئی:) موسیٰؑ! خوف نہ کرو میرے حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔ سوائے اس کے جس نے قصور کیا ہو پھر اگر برائی کے بعد اُس نے بھلائی سے اپنے افعال کو بدل لیا تو میں معاف کرنے والا مہربان ہوں۔

اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو دیکھو گے کہ وہ کسی بیماری کے بغیر سفید چمکدار نکلتا ہے۔ یہ ان نو معجزات میں سے ایک ہے جنہیں فرعون اور اس کی قوم کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ بڑی بدکار قوم ہے۔

جب بھی اُن کے سامنے ہماری واضح نشانیاں آئیں تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ ان لوگوں نے ان کا انکار کیا اور انہیں ظلم و غرور کی بنا پر اس کا یقین تھا۔ دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟

اور ہم نے داوٗدؑ و سلیمانؑ کو علم عطا کیا اور انہوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے اہلِ ایمان بندوں پر فضیلت دی ہے۔ پھر سلیمانؑ، داوٗدؑ کے وارث بنے۔ اُنہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں۔ یہ خدا کا کھلا ہوا فضل و کرم ہے۔

سلیمانؑ کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے تھے، وہ منظّم طریقہ پر کھڑے کر دیے جاتے تھے یہاں تک کہ دورانِ سفر میں وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ کہیں سلیمانؑ اور اُس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔

سلیمانؑ اُس کی بات سن کر مسکرا دیے اور کہنے لگے: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے۔ اور

مجھے توفیق دے کہ میں ایسا نیک کام کروں جس پر تو راضی ہوجائے اور اپنی رحمت سے مجھے نیک بندوں میں داخل کردے۔

سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا۔ کیا وہ کہیں غائب ہوگیا ہے؟ میں اُسے یقیناً سخت ترین سزا دوں گا یا پھر اُسے ذبح کر ڈالوں گا ورنہ اُسے میرے سامنے معقول وجہ پیش کرنی ہوگی۔

ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اُس نے آ کر کہا: میں نے وہ بات معلوم کرلی ہے جو آپ کے علم میں نہیں ہے اور میں مُلکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو اُن کی حکمران ہے اور اُسے ہر طرح کا ساز و سامان بخشا گیا ہے اور اُس کے پاس عظیم الشان تخت ہے۔

میں نے دیکھا کہ وہ حکمران عورت اور اُس کی قوم خدا کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ شیطان نے اِن کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کردیا ہے اور اُنہیں راہِ راست سے ہٹا دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے کہ وہ اُس خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔

سلیمانؑ نے کہا کہ ہم غور کریں گے کہ تم نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے اُن لوگوں کی طرف ڈال دے۔ پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ اِس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

اُس نے کہا: اے اہلِ دربار! میری طرف سے ایک محترم خط بھیجا گیا ہے جو کہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ اِس میں لکھا ہے کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور اطاعت گزار بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

اے زعیمانِ حکومت! مجھے درپیش مسئلہ میں رائے دو کہ میں تمہاری رائے کے بغیر کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرسکتی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم صاحبانِ قوت اور لڑنے والے لوگ ہیں۔ مزید فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے۔

وہ کہنے لگی کہ جب بادشاہ کسی ملک میں گھس جاتے ہیں تو اُسے برباد کردیتے ہیں اور عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔ یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

میں اُن لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ پھر جب ملکہ کا قاصد سلیمانؑ کے پاس گیا تو اُنہوں نے کہا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے۔ وہ تمہاری دولت سے کہیں بہتر ہے۔ تمہارا روپیہ تمہیں ہی مبارک رہے جس پر تم نازاں ہو۔

اے قاصد! اُن کی طرف واپس چلا جا۔ ہم اُن کے پاس ایسے لشکر لے کر جائیں گے جس کا مقابلہ اُن کے بس میں نہیں ہوگا اور ہم اُنہیں ایسی ذلت سے وہاں سے نکالیں گے کہ خوار ہوکر رہ جائیں گے۔

(ملکہ حاضر ہونے لگی تو) سلیمانؑ نے کہا: اے اشرافِ سلطنت! اِس سے قبل کہ وہ میرے پاس فرمانبردار بن کر حاضر ہوں، تم میں سے کوئی ایسا ہے جو ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟

جنات میں سے ایک طاقت ور دیو نے کہا کہ ابھی آپ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے ہوں گے کہ میں اُس کا تخت آپ کے سامنے حاضر کردوں گا۔ میں صاحبِ قوت اور امانت دار ہوں۔

ایک شخص نے کہا: (جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا) میں آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت آپؑ کے پاس لے آؤں گا۔ جونہی وہ تخت سلیمانؑ نے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اختیار

کرتا ہوں۔ جو کوئی شکر کرے گا تو وہ اپنے فائدہ کے لیے ہی کرے گا اور جو کوئی ناشکری اختیار کرے گا تو میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے۔

سلیمانؑ نے کہا: تخت میں تبدیلی کر کے اسے ناقابلِ شناخت بنا دو۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا ناسمجھ لوگوں میں سے بنتی ہے۔ جب وہ آ گئی تو کہا گیا کہ کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ کہنے لگی کہ یہ تو گویا وہی ہے۔ ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم فرمانبرداری اختیار کر رہے ہیں۔ اُسے خدا سے اُن معبودوں کی عبادت نے روک رکھا تھا جنہیں وہ خدا کے علاوہ پوجا کرتی تھی کیونکہ اس کا تعلق کافر قوم سے تھا۔

اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ اُس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی چل رہا ہے۔ اُس نے اپنے پائنچے اُٹھائے۔ سلیمانؑ نے کہا کہ یہ شیشے کا چکنا فرش ہے۔ وہ کہنے لگی: اے میرے رب! میں اپنے اُوپر ظلم کرتی رہی۔ اب میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرمانبرداری اختیار کر رہی ہوں"۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: طٰسٓ کا معنی یہ ہے کہ خدا فرما رہا ہے کہ میں طالب وسمیع ہوں۔

یدِ بیضاء

وَ اَدۡخِلۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ

"اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو دیکھو گے کہ وہ کسی بیماری کے بغیر سفید چمکدار نکلے گا"۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ برص وغیرہ کی وجہ سے ہاتھ سفید نہیں ہوگا۔

اختلافِ قرأت

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰیٰتُنَا مُبۡصِرَۃً کے لفظ مُبۡصِرَۃً کو حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام

میم اور صاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

اقسامِ کفر

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کفر کی پانچ اقسام ہیں: ان میں سے ایک قسم کا نام کفرِ جحود ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان حق کو جان پہچان کر اُس کا انکار کرے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ...... اُن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور اُنہیں ظلم وغرور کی وجہ سے اِس کا یقین ہو گیا تھا۔

واضح رہے کہ حدیث کافی طویل ہے۔ ہم نے بقدرِ ضرورت اِس کے ایک اقتباس کو نقل کیا ہے۔

میراثِ انبیاءؑ

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ...... "اور سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث بنے"۔

اس آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کی میراث بھی جاری ہوتی ہے اور اگر انبیاءؑ کا مال صدقہ ہوتا تو سلیمان علیہ السلام اپنے والد کی میراث کیسے حاصل کرتے؟ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اُس وقت کے حاکم سے اجراء میراث کا مطالبہ کیا تھا لیکن حاکم نے بی بی کو میراث نہ دی اور کہا کہ آپؐ کے والد فرما گئے تھے: نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقة "ہم گروہِ انبیاءؑ کسی کے وارث نہیں ہوتے اور ہمارا بھی کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے"۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ اُس وقت بی بی خاتونِ جنت نے اُس سے یہ کہا: ابوقحافہ کے فرزند! کیا اللہ کی کتاب میں یہ مرقوم ہے کہ تو تو اپنے باپ کی میراث حاصل کرے لیکن میں اپنے والد کی میراث سے محروم رہوں؟ یقیناً تو نے ایک عجیب بات کہی ہے۔ کیا تم لوگوں نے جان بوجھ کر اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں فرمایا ہے: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ "سلیمانؑ داؤد کے وارث بنے"۔ اگر انبیاءؑ کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے تو حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث کیسے قرار پائے تھے؟

مناقب ابن شہر آشوب میں صحیح مسلم کے حوالہ سے منقول ہے کہ مسلم نے عبدالرزاق سے سنا، اُس نے معمر سے، اُس نے زہری سے، اُس نے عروہ بن زبیر سے، اس نے بی بی عائشہ سے سنا کہ پیغمبرِ اسلام کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہؑ نے

حضرت ابوبکر کے پاس پیغام بھیج کر اپنی میراث کے اجراء کا مطالبہ کیا تو مذکور نے میراث دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد خاتونِ جنت نے مذکور سے مقاطعہ کرلیا اور کلام کرنا چھوڑ دی۔ یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے اُن کے جنازہ کی ابوبکر کو اطلاع تک نہ دی اور خود ہی اُن کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کر دیا۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: سلیمانؑ نے حضرت داوٗدؑ کی میراث حاصل کی تھی اور ہم نے محمد مصطفیٰؐ کی میراث پائی ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام سے کہا کہ لوگ آپ کی کمسنی پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک کمسن بچہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: یہ خدا کی دین (عطا) ہے چاہے تو کسی کو بچپنے میں عہدہ عطا کرے چاہے تو پختہ عمر میں عہدہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو وحی کی تھی کہ وہ سلیمانؑ کو اپنا ولی عہد نامزد کریں۔ اُس وقت سلیمانؑ کمسن تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔

جب بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ نے یہ سنا تو اُنہیں یہ بات پسند نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ معترض افراد اور سلیمانؑ سب کے عصا لے لو اور اُنہیں ایک کمرے میں رکھ کر کمرے کو تالا لگا دو۔ صبح کے وقت دروازہ کھولو جس شخص کے عصا پر پھل پھول لگے ہوئے ہوں وہ آپؑ کا جانشین ہوگا۔

داوٗدؑ نے اُنہیں خدا کا یہ پیغام دیا۔ آپؑ نے سب کے عصا لے کر ایک کمرے میں رکھ دیئے۔ صبح دروازہ کھول کر دیکھا تو سلیمانؑ کے عصا پر پھل پھول لگے ہوئے تھے۔ باقی لوگوں کے عصا جوں کے توں رکھے تھے۔ اِس کے بعد حضرت داوٗدؑ نے اُنہیں اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ کے وارث تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ آپؐ حضرت آدمؑ سے لے کر تمام انبیاءؑ کی میراث کے وارث تھے۔ اللہ نے جتنے بھی انبیاءؑ بھیجے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

سوال کرنے والے نے کہا کہ حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے کیا یہ خصوصیات رسولِ خداؐ کو بھی حاصل تھیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، سابقہ انبیاءؑ کی تمام خصوصیات رسولِ خداؐ کو حاصل تھیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا: ابومحمد! امام تو دنیا کی ہر زبان جانتا ہے وہ پرندوں کی بولیوں سے واقف ہوتا ہے، وہ جانوروں اور ہر صاحبِ روح کی زبان کو جانتا ہے اور جس میں یہ خصائل نہ ہوں وہ امام نہیں ہوسکتا۔

خدا لطیف ہے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خدا بڑا باریک بین ہے، اُس نے اپنی مخلوق میں بھی بڑی باریک چیزیں پیدا کی ہیں، اُس نے مچھر جیسے جاندار بنائے، بلکہ اُس سے بھی چھوٹے جاندار پیدا کیے ہیں، جو عام آنکھوں سے انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے اور انسان ان ننھے جانداروں کو دیکھ کر مذکر و مونث کی پہچان نہیں کرسکتا۔ ہر جاندار خواہ وہ کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو اُسے نسل بڑھانے کی تعلیم دی اور ہر جاندار موت سے بھاگتا ہے اور ہر جاندار اپنے فوائد کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ الغرض ان تمام ننھے جانداروں اور اُن کے نظامِ حیات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خالق لطیف و حکیم ہے۔

محمد بن مسلم راوی ہیں کہ ہم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کبوتروں کا ایک جوڑا آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھا اور اُنہوں نے آپؑ کے سامنے غٹرغوں غٹرغوں کی۔ جواب میں امامؑ نے بھی ایسی ہی آواز نکالی۔ پھر وہ جوڑا اُڑ کر دیوار پر جا بیٹھا۔ ہم نے کہا کہ مولاؑ! ان کبوتروں کا کیا معاملہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کی تمام مخلوق انسانوں کی بہ نسبت ہماری زیادہ اطاعت گزار ہے۔ اس کبوتر کو شک تھا کہ اس کی مادہ بے وفائی کر رہی ہے۔ مادہ نے قسمیں کھا کر اسے اپنی وفا کا یقین دلایا لیکن وہ مطمئن نہ ہوا۔ پھر مادہ نے اس سے کہا کہ آ ؤ ہم امام محمد باقر علیہ السلام سے فیصلہ کراتے ہیں۔

کبوتر نے کہا کہ ٹھیک ہے، مجھے ان کا فیصلہ منظور ہے۔ چنانچہ یہ دونوں اسی غرض سے میرے پاس آئے تھے۔ میں نے کبوتر کو اس کی مادہ کی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ وہ شک کر کے مادہ پر ظلم کر رہا ہے۔ میری بات سن کر کبوتر کو اطمینان ہوگیا اور اب وہ دونوں ہنسی خوشی یہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو وسیع علم دیا تھا اور اس کے ساتھ انھیں تمام انسانوں، حیوانوں، پرندوں اور درندوں کی زبان کا علم بھی دیا تھا۔

جب آپؑ جنگ کرتے تو فارسی بولتے تھے اور جب اپنے اہلِ مملکت اور لشکر کے ساتھ بیٹھتے تو رومی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور جب اپنی ازواج سے گفتگو کرتے تو سُریانی اور قبطی زبانوں میں گفتگو کرتے تھے۔ اور جب خدا سے مناجات

کرتے تو عربی زبان میں کرتے تھے اور جب مہمانوں اور وفود سے گفتگو کرتے تو عبرانی زبان میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایسی نعمات سے بہرہ ور فرمایا تھا جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ خدا نے انہیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا تھا اور ان کے ہاتھوں پر لوہا موم کر دیا تھا۔ وہ آگ میں تپائے بغیر خالی ہاتھوں سے لوہے کو موڑ دیتے تھے اور حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ تسبیح کیا کرتے تھے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین کے مشارق و مغارب کی حکومت عطا کی تھی۔ اُنہوں نے سات سو سال اور چھ ماہ تک حکومت کی تھی۔ ان کی حکومت تمام انسانوں، جنات، شیاطین، چوپاؤں، پرندوں اور درندوں پر تھی۔ خدا نے انہیں ہر چیز کا علم عطا کیا تھا اور اُنہیں ہر چیز کی زبان کی تعلیم دی تھی۔ ان کے دورِ حکومت میں عجیب و غریب صنعتیں وجود میں آئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن کے اس قول کو نقل کیا ہے: عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ "ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں یہ خدا کا کھلا فضل و کرم ہے"۔

الخرائج والجرائح میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک خراسانی شخص آپؑ کے پاس آیا۔ اُس نے آپؑ سے ایک ایسی زبان میں گفتگو کی جو پرندوں کی زبان سے مشابہ تھی۔

امام علیہ السلام نے اس کی زبان میں اس سے گفتگو کی۔ پھر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے کہا: مولاؑ! یہ کون سی زبان تھی جو آپؑ بول رہے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ چین میں بسنے والی ایک قوم کی مقامی زبان ہے۔ تمام اہلِ چین یہ زبان نہیں بولتے۔ کیا تمہیں تعجب ہے کہ میں نے اس کے ساتھ اس کی زبان میں گفتگو کیسے کی؟

میں نے کہا: واقعی یہ مقامِ تعجب ہے۔

تو آپؑ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ سنو! امام پرندوں اور جملہ مخلوقات کی زبانوں کو جانتا ہے اور امامؑ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

مناقب شہر آشوب میں تفسیر ثعلبی کے حوالہ سے منقول ہے کہ چیل (گدھ) نے اپنی آواز نکالی تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہتی ہے: اے ابن آدمؑ! جتنا چاہے دنیا میں جی لے، لیکن تیری زندگی کا انجام موت ہے اور ایک کوے

نے کائیں کائیں کی تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ لوگوں سے دُور رہنے میں سلامتی ہے۔ ایک قنبرہ نے آواز نکالی تو آپؑ نے کہا: یہ کہتا ہے کہ خدایا! دشمنانِ آلِ محمدؐ پر لعنت بھیج۔ ایک ابابیل نے آواز نکالی تو آپؑ نے کہا: یہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اور ضآلین کی مد کو کسی قاری کی طرح سے کھینچتا ہے۔

چڑیاں چہچہا رہی ہیں تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خدا کی تسبیح کر رہی ہیں اور خدا سے آج کے دن کی روزی مانگ رہی ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح سے ہمیں بھی پرندوں کی بولیوں کا علم دیا ہے اور ہمیں ہر چیز عطا کی ہے۔

بصائر الدرجات میں سلیمان سے روایت ہے کہ میں ایک باغ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ موجود تھا یا اتنے میں ایک چڑیا آپؑ کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ چڑیا میرے پاس آ کر فریاد کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ ایک سانپ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے مجھے اس کے شر سے بچائیں۔ لہٰذا تم عصا لے لو اور جا کر سانپ کو مار دو۔ میں عصا لے کر گیا تو وہاں ایک سانپ موجود تھا۔ میں نے جا کر اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد چڑیا خاموش ہوگئی۔

سالم مولیٰ ابان بیاع الرطی راوی ہیں کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ ایک باغ میں چل رہے تھے کہ وہاں چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ آپؑ نے ہم سے کہا کہ جانتے ہو یہ کیا کہتی ہیں؟

ہم نے کہا: نہیں ہم نہیں جانتے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہی ہیں: خدایا! ہم بھی تیری مخلوق ہیں اور ہمیں بھی تیرے رزق کی ضرورت ہے، ہمیں رزق عطا کر اور سیراب کر۔

عبداللہ بن فرقد راوی ہیں کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مکہ جا رہے تھے جب ہم مقام ''سرف'' پر پہنچے تو آپؑ کے سامنے ایک کوے نے کائیں کائیں کی۔ آپؑ نے فرمایا: جا کہیں بھوک سے مر جا۔ جو کچھ تجھے معلوم ہے وہ ہمیں بھی معلوم ہے، ہم تجھ سے کہیں زیادہ خدا کی معرفت رکھتے ہیں۔

ہم نے کہا کہ مولاؑ! بات کیا تھی؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ عرفات میں ایک اُونٹنی گر چکی ہے (اور اب ہم اس کا گوشت کھائیں گے)

شعیب بن حسن کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک فاختہ اپنی بولی بولنے لگی۔ آپؑ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے؟ یہ کہہ رہی ہے: فقدتکم فقدتکم (تم گم ہو جاؤ تم گم ہو جاؤ)

اس سے پہلے کہ یہ تمہیں گم کرے تم اسے گم کردو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابابیل کے ساتھ بھلائی کرو۔ یہ پرندہ انسانوں سے بڑا مانوس ہے اور جب یہ گاتا ہے تو وہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے ترنم کے آخر میں ولا الضالین کہتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک عقیدت مند نے آپؑ کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ آپؑ اس کے یہاں تشریف لے گئے۔ اس نے آپؑ کو چارپائی پر بٹھایا۔ چارپائی کے نیچے کبوتروں کا جوڑا بیٹھا ہوا تھا اور آپس میں غٹرغوں غٹرغوں کر رہا تھا۔ امام علیہ السلام مسکرا دیئے۔ عقیدت مند نے عرض کیا: خدا کرے کہ آپؑ کی یہ مسکراہٹیں ہمیشہ قائم رہیں، کوئی خاص وجہ تھی جس کی بنا پر آپؑ مسکرائے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ کبوتر اپنی مادہ سے پیار بھری باتیں کر رہا تھا اور اسے کہہ رہا تھا: میری جان، میری دلہن! تو مجھے تمام اہلِ زمین سے زیادہ عزیز ہے مگر اس وقت جو شخصیت چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔

عقیدت مند نے عرض کیا تو کیا آپ پرندوں کی بولیاں بھی سمجھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح خدا نے سلیمانؑ بن داؤدؑ کو پرندوں کی بولی کی تعلیم دی تھی اسی طرح ہمیں تمام بری و بحری مخلوقات کی بولیوں کی تعلیم دی ہے۔

فضلِ مبین

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ "یقیناً یہ کھلم کھلا فضل وکرم ہے"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فضلِ مبین سے حکومت و نبوت مراد ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کا ایک عظیم الشان تخت تھا۔ اس کی دائیں جانب چھ لاکھ کرسیاں ہوتی تھیں اور بائیں جانب بھی اتنی ہی کرسیاں ہوا کرتی تھیں۔ پرندے اس پر سایہ کرتے تھے، ہوا تخت کو اُڑاتی تھی اور انہیں مدائن تک لے آتی تھی۔ پھر وہاں سے تخت پرواز کرتا تو آپ اصطخر میں رات بسر کرتے تھے۔ کیا تم نے کسی کی اس سے عظیم سلطنت دیکھی یا سنی ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس وقت ایک فرشتے نے آسمان سے ندا دی کہ ایک تسبیح کے ثواب میں خدا جتنا ملکِ عظیم عطا کرے وہ سلیمانؑ کی شاہی سے بھی زیادہ ہوگا۔

وادیِ نمل (چیونٹیوں کی وادی)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر بیٹھے اور ہوا نے آ کر تخت کو اڑایا اور ان کا گزر وادیٔ نمل سے ہوا۔ وہ ایک ایسی وادی ہے جہاں سونا اور چاندی پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ نے سونے چاندی کی حفاظت کے لیے چیونٹیوں کو مقرر کیا ہے۔ اگر خراسانی اُونٹ بھی وہاں جائیں تو بھی چیونٹیاں انہیں اس وادی میں سے گزرنے نہ دیں گی۔

ابوالجارود کی روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قرآنی آیت کے لفظ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی مکمل صف بندی ہوتی تھی اور ان کا لشکر پورے منظم انداز میں حرکت کرتا تھا۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس خدا کا اسمِ اعظم تھا۔ وہ جب اسمِ اعظم پڑھ کر خدا سے کچھ طلب کرتے تو خدا انہیں وہ چیز عطا کر دیتا تھا اور جو دعا مانگتے خدا اسے قبول کر لیتا تھا اور اگر آج سلیمانؑ زندہ ہوتے تو وہ ہمارے محتاج ہوتے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا کے دوش پر پرواز کر رہا تھا کہ وادیٔ نمل کی ایک چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنی اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمہیں پامال کر دیں اور انہیں اس کا علم تک بھی نہ ہوگا۔

حضرت سلیمانؑ نے ہوا کے دوش پر اس کی آواز کو سنا اور مسکرا دیئے۔ آپؑ نے وہیں حکم دیا کہ چیونٹی کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ چیونٹی کو آپؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس سے فرمایا:

چیونٹی! میں اللہ کا نبی ہوں اور نبی کسی پر ظلم نہیں کیا کرتے اس کے باوجود تو نے اپنی قوم کو کیوں ڈرایا اور یہ کیوں کہا کہ کہیں تمہیں سلیمان اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے۔ آخر تجھے ایسا کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

چیونٹی نے کہا: حضرتؑ! ان میں نبی تو صرف ایک آپ ہی ہیں باقی تو غیر معصوم ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے یہ محسوس کیا کہ میری قوم جب آپؑ کی عزت و شان کو دیکھے گی تو وہ کہیں دنیا پر شیفتہ نہ ہو جائے اور حبِ دنیا کی وجہ سے خدا سے دُور نہ ہو جائے۔

پھر چیونٹی نے ان سے کہا: اچھا یہ بتائیں آپؑ افضل ہیں یا آپؑ کے والد آپؑ سے افضل تھے؟

حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میرے والد مجھ سے افضل تھے۔

چیونٹی نے کہا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ لفظ "داوُدْ" کے حروف تھوڑے ہیں اور آپؑ کے نام "سلیمان" کے حروف

زیادہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

چیونٹی نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ آپؑ کے والد نے اپنے زخم کا دوا، وُد یعنی محبت سے کیا تھا اسی لیے ان کا نام داوٗد رکھا گیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی اپنے والد سے الحاق کرو گے۔

پھر چیونٹی نے کہا: اچھا یہ بتائیں آپؑ کے لیے ہوا کو کیوں مسخر کیا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ چیونٹی نے کہا: ہوا کو مسخر کر کے خدا نے دراصل آپؑ کو یہ پیغام دیا ہے کہ حکومت واقتدار پر کبھی ناز نہ کرنا یہ تو ہوا کی مانند تیزی سے گزرنے والی چیز ہے۔ یہ سنا تو آپؑ اس کی عقل ودانش پر مسکرانے لگے۔

مجمع البیان میں ہے کہ وادیٔ نمل کی چیونٹیوں کے متعلق ایک قولِ ضعیف یہ بھی ہے کہ وہاں کی چیونٹیاں کتوں اور بھیڑیوں کی جسامت کے برابر تھیں۔

پیغمبر اسلامؐ کا علم

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا نبی اکرمؐ تمام انبیاءؑ کے کمالات کے وارث تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ سائل نے کہا: تو کیا آنجنابؐ حضرت آدمؑ کے دور سے لے کر اپنے زمانہ تک کے تمام انبیاءؑ کے کمالات کے وارث تھے؟

آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ صرف انبیائے سابقین کے علم کے وارث ہی نہیں تھے بلکہ آپؐ ان سے کہیں زیادہ علم رکھتے تھے۔

سائل نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جانتے تھے تو کیا ہمارے نبی اکرمؐ کو بھی یہ مقام حاصل تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سنو! جب ہد ہد غائب ہوا تو سلیمان سخت پریشان ہوئے تھے اور انھیں ہد ہد پر سخت غصہ آیا تھا۔ انھیں ہد ہد کی ضرورت اس لیے تھی کہ وہ زیر زمین پانی کا بتاتا تھا کہ کس جگہ کا پانی اُونچا ہے اور کس جگہ کا پانی تہہ نشین

ہے۔ یہ بات ہُد ہُد کو تو معلوم تھی لیکن سلیمانؑ کو معلوم نہ تھی۔ اللہ نے سلیمانؑ کے لیے انسان، جنات، پرندے، وحوشی اور درندے مسخر کردیئے تھے لیکن آپؑ کو معلوم نہیں تھا کہ ہوا کے نیچے کیا ہے۔ یہ علمِ سلیمانؑ کی سرحد تھی۔ اب ذرا قرآن کریم کی اس آیت مجیدہ کو غور سے پڑھو: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (النمل:۷۵) ''آسمان و زمین کی کوئی ایسی مخفی چیز نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو''۔ اور وہ کتاب مبین جس میں آسمان و زمین کی ہر مخفی چیز کا ذکر ہے اس کتاب کا وارث خدا نے ہمیں بنایا جیسا کہ اس نے خود کہا ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:۳۱) ''پھر ہم نے کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا ہے''۔ اور خدا کے وہ مصطفیٰ بندے ہم ہیں اور ہم ہی اس کتاب کے وارث ہیں جس میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے۔

مذکورہ بالا روایت اُصولِ کافی میں بھی مرقوم ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر آصف بن برخیا نے ان سے کہا کہ حضرتؑ! آپؑ کو ہُد ہُد سے بڑا پیار ہے جب کہ یہ پرندہ نہ تو خوبصورت ہے اور نہ اس میں کوئی دوسری خوبی ہے؟

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: اس میں خدا نے یہ خوبی رکھی ہے کہ یہ پرندہ سخت چٹان کے نیچے بھی پانی کو دیکھ لیتا ہے۔

آصف نے کہا: حضرتؑ! آپؑ نے عجیب بات کہی ہے یہ ایک مٹھی بھر خاک کے نیچے چھپے ہوئے جال کو تو نہیں دیکھ سکتا اور فوراً جال میں پھنس جاتا ہے پھر یہ زمین کی تہہ میں موجود پانی کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

حضرت سلیمانؑ نے کہا: آصف! جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھتے تھے تو پرندے ان پر اپنے پروں کا سایہ بناتے تھے جس دن ہُد ہُد ملک سبا گیا اور حضرت سلیمانؑ کو اس کی خالی جگہ کی دھوپ محسوس ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ ہُد ہُد آج مجھے کیوں دکھائی نہیں دیتا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت سلیمان کو ہُد ہُد کی تلاش کیوں تھی؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح سے تمہیں شیشی میں موجود تیل دکھائی دیتا ہے اسی طرح ہُد ہُد کو زیر زمین پانی دکھائی دیتا ہے۔

ابوحنیفہ نے کہا: حضرتؑ میں نے تو کئی بار اسے جال میں پھنستے ہوئے دیکھا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نعمان! جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

عیون الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ہر ہُد ہُد کے پَر پر سریانی رسم الخط میں

آلِ محمد خیر البریة (آلِ محمدؑ بہترین مخلوق ہیں) کی عبارت لکھی ہوئی ہوتی ہے۔

کتاب الخصال میں داؤد بن کثیر الرقی سے منقول ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص گزرا جس کے ہاتھ میں ذبح شدہ ابابیل تھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُٹھے اور اس کے ہاتھ سے وہ ابابیل پکڑ کر زمین پر پھینکا، پھر فرمایا: کیا تمہارے کسی عالم نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا کسی جاہل نے تم سے یہ کہا ہے؟

مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی یہ حدیث نقل کی۔ آنحضرتؐ نے چھے جانداروں کے مارنے سے منع کیا اور وہ یہ ہیں: ① چیونٹی ② شہد کی مکھی ③ مینڈک ④ صرد (چنڈول) ⑤ ہُدہُد ⑥ ابابیل۔ ہُدہُد وہ پرندہ ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کو مُلکِ سبا کی خبر دی تھی۔

مجمع البیان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "سبا" کے متعلق پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "سبا" ایک شخص تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ ہر بیٹے سے بہت زیادہ نسل چلی۔ اس کے دس بیٹوں سے دس قومیں تشکیل پائیں۔ ان دس میں سے چھ اقوام نے یمن میں رہائش اختیار کی اور چار اقوام نے شام میں رہائش اختیار کی تھی۔ جو قبیلے شام ہجرت کر گئے تھے، وہ یہ ہیں: ① لخم ② جذام ③ غسان ④ عاملہ۔ جن قبائل نے یمن میں رہائش اختیار کی تھی، وہ یہ تھے: ① کندہ ② اشعری ③ ازد ④ مذحج ⑤ حمیر ⑥ انمار۔ پھر خثعم اور بجیلہ انمار کی ہی ذیلی شاخیں ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ملکہ سبا ایک مضبوط قلعہ میں ایک عالیشان محل میں رہتی تھی۔ اس کے چاروں طرف پہریدار پہرہ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے نام خط لکھ کر ہُدہُد کے سپرد کیا تو وہ پرواز کرتا ہوا اس کے محل میں پہنچا اور روشن دان سے گزر کر شاہزادی کی گود میں حضرتؑ کے خط کو رکھا۔ شاہزادی نے خط پڑھا تو پریشان ہوئی۔ پھر اس نے اپنی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا اور ان کے سامنے کہا:

اہلِ دربار! میرے پاس ایک محترم خط آیا ہے اور وہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے اس میں انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سرنامہ کے بعد لکھا ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے خط کو "کتاب کریم" کہنے کی دو وجوہات ہیں: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اسے ایک صاحبِ عزت شخص نے تحریر کیا تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی اور عربی محاورہ میں "کرم الکتاب" کا معنی یہ ہے کہ اس نے خط پر مہر لگائی۔

(مترجم حقیر کی نظر میں اس کی تیسری ممکنہ وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس خط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا گیا تھا)۔

عیون الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ (الحجر:۸۷) ''ہم نے آپ کو سورۂ فاتحہ اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے''۔ اللہ نے پورے قرآن کے مقابلہ میں سورۂ فاتحہ کا احسان فرمایا ہے اور مجھ سے پہلے سورۂ فاتحہ کا احسان کسی نبی پر نہیں ہوا، البتہ بسم اللہ شریف انبیائے سابقینؑ کو بھی عطا ہوئی تھی جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے خط کا آغاز کرتے ہوئے لکھا تھا: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (النمل:۳۰)

علامہ رازی تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں لکھتے ہیں کہ بسم اللہ شریف پہلے ہوتی ہے باقی مطالب بعد میں لکھے جاتے ہیں مگر حضرت سلیمانؑ نے اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ پہلے لکھا، اس کے بعد بسم اللہ لکھی تھی تو غالباً اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ آپؑ نے دیکھا کہ میں جس عورت کو خط لکھ رہا ہوں وہ کافر ہے اور خدا کی قائل نہیں ہے۔ اگر میں نے خط کا آغاز بسم اللہ شریف سے کیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہے اسی لیے انہوں نے خط کا آغاز اپنے نام سے کیا پھر بسم اللہ شریف کو لکھا تا کہ اگر سبا کی ملکہ بُرا بھلا کہے یا سبّ وشتم کرے تو مجھ پر کرے، میرے خدا کو برا بھلا نہ کہے۔

جب ملکۂ سبا نے اپنے اہلِ دربار سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا تھا کہ ہم ''اولیٰ قوت'' (اہلِ طاقت) ہیں اور ہم جنگ آشنا لوگ ہیں۔ اب فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے۔

کتاب کمال الدین میں مرقوم ہے کہ ''اولی قوۃ'' کے اطلاق کے لیے دس ہزار جنگ آزما سپاہیوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور جب قائمِ آلِ محمدؑ خروج کریں گے تو وہ بھی ''اولی قوۃ'' دستہ کو لے کر خروج کریں گے۔

مشیروں کے جواب میں ملکہ سبا نے یہ کہا تھا کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ''جب بادشاہوں کے لشکر کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس آبادی کو برباد کرتے ہیں اور عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں''۔ میں ان سے جنگ کرنا نہیں چاہتی میں پہلے سلیمانؑ کے پاس ہدیے روانہ کرتی ہوں اور پھر دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض اوقات لفظ ''ناظرۃ'' کا مطلب ''منتظرۃ'' (انتظار کرنے والی) بھی ہوتا ہے جیسا کہ ملکہ سبا نے کہا تھا: فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ''میں انتظار کروں گی کہ میرے قاصد وہاں سے کیا جواب لے کر آتے ہیں''۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ ہدیہ تین طرح کا ہوتا ہے:

① ہدیۂ مکافات، وہ ہدیہ جو کسی کے ہدیے کے جواب میں بھیجا جائے۔

② ہدیۂ مصالحت، وہ ہدیہ جو کسی کو دوست بنانے کے لیے بھیجا جائے۔

③ ہدیہ برائے خدا، وہ ہدیہ جس کا مقصد خداوند عالم کی رضا کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ملکہ سبا نے کہا تھا کہ میں پہلے ہدیے روانہ کرتی ہوں اور دیکھتی ہوں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور واقعی نبی ہے تو اس سے جنگ کرنا بے سود ہے کیونکہ نبیؑ کے ساتھ خدا کی طاقت ہوتی ہے اسی لیے نبی کو مغلوب کرنا ناممکن ہے۔ اگر وہ نبی ہوگا تو ہمارے قیمتی تحائف کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور اگر اس نے ہمارے تحائف قبول کر لیے تو میں سمجھ جاؤں گی کہ وہ بھی ہماری طرح سے ایک بادشاہ ہے پھر ہم اس سے جنگ کریں گے۔ اس نے ایک قیمتی موتی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اس میں سوراخ کریں لیکن وہ سوراخ نہ تو لوہے سے ہو اور نہ ہی آگ سے ہو۔

جب قاصدوں نے وہ نگینہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کیا تو آپؑ نے ایک کیڑے کو حکم دیا کہ منہ میں دھاگا لے کر اس میں سوراخ کر دے۔ چنانچہ کیڑے نے منہ میں دھاگا لیا اور نگینے میں سوراخ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے شاہزادی کے قاصدوں سے فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ تم لوگ اپنے ہدیہ پر نازاں ہو۔ اب ہم ایسے لشکر لے کر تم پر حملہ کریں گے جس کا مقابلہ تمہارے بس میں نہ ہوگا اور ہم وہاں کے رہنے والوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکالیں گے۔

جب قاصدوں نے ملکہ کو حضرتؑ کا پیغام دیا تو ملکہ نے دیکھا کہ اب یا تو مصالحت ہوگی یا پھر جنگ ہوگی۔ ملکہ نے مصالحت کو جنگ پر ترجیح دی اور اپنے ساتھ معززین کا وفد لے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس آ گئی۔

جوامع الجامع میں ہے کہ جب ملکہ یمن سے روانہ ہوئی تو اس نے اپنے تخت کو ساتویں کمرے میں رکھوایا اور محافظ مقرر کیے کہ اسے کوئی یہاں سے ہلانے نہ پائے۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنی نبوت کا اعجاز دکھانے کے لیے اس کا تخت منگوایا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کو علم ہوا کہ ملکہ سبا ان کے دارالحکومت کے قریب پہنچ چکی ہے تو آپؑ نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کے تخت کو یہاں لے آئے۔ وہاں ایک قوی ہیکل دیو نے کہا کہ میں بڑا طاقتور اور امین ہوں۔ میں آپؑ کی نشست ختم ہونے سے قبل اس کا تخت یہاں حاضر کر دوں گا۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ جلدی ہے۔ پھر آصف بن برخیا نے کہا کہ میں اسے چشمِ زدن میں یہاں حاضر کر دوں گا۔

جوامع الجامع میں ہے کہ آصف نے سلیمانؑ سے کہا کہ آپ یمن کی سمت میں دیکھیں۔ حضرتؑ نے یمن کی طرف دیکھا۔ آصف نے اسمِ اعظم پڑھا تو ملکہ کا تخت مآرب سے اُٹھا اور حضرت سلیمانؑ کے تخت کے نیچے برآمد ہوا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آصف بن برخیا کے پاس کتاب کا جزئی علم تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ۔ اس نے کہا جس کے پاس علمِ کتاب کا کچھ حصہ تھا اس کے پاس علمِ کتاب میں سے صرف اتنا حصہ تھا جتنا کہ سمندر میں سے ایک مچھر کے پَر پر پانی لگ سکتا ہے۔ لیکن اس علم کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ ملکِ سبا سے چشم زدن میں تختِ بلقیس کو اُٹھا کر سلیمانؑ کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ حضرت آدمؑ آسمان سے جو علم لے کر زمین پر اُترے تھے وہ تمام علم اور ایسے تمام علوم جو انبیاءؑ کی فضیلت کا ذریعہ بنے وہ سب کے سب رسولِؐ خدا کی عترت کے پاس موجود ہیں۔

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تخت کو چشمِ زدن میں حاضر کرنے والا میرے بھائی سلیمان بن داؤد کا وصی تھا۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تہتر اسمِ اعظم ہیں۔ آصف بن برخیا کے پاس ان میں سے ایک اسمِ اعظم کا علم تھا۔ چنانچہ جب اس نے اسمِ اعظم پڑھا تو وہاں سے لے کر تخت بلقیس تک کی تمام زمین دھنس گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے تخت اٹھایا اور سلیمانؑ کے سامنے پیش کر دیا۔ جب کہ ہمارے پاس خدا کے بہتر اسمِ اعظم ہیں اور ایک اسمِ اعظم ایسا ہے جو صرف خدا کے پاس ہے، خدا کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں جانتا۔

اعجازِ امامت

عیون الاخبار کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر دیا تو اس وقت آپؑ نے زندان کے داروغہ مسیّب کو بلایا اور وہ آپ کا عقیدت مند تھا۔ آپؑ نے فرمایا: مسیّب! میں آج رات مدینہ منورہ جا رہا ہوں، جہاں جا کر اپنے فرزند کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کروں گا اور اسے خصوصی احکامات دوں گا۔

مسیّب گھبرا گیا اور کہنے لگا: مولاؑ! میری مجبوری آپؑ جانتے ہیں۔ یہاں حکومت کے پہریدار دن رات کھڑے رہتے ہیں اور میں آپؑ کے لیے زندان کا دروازہ کھولوں تو کیسے کھولوں!؟

آپؑ نے فرمایا: مسیّب! کیا ضعیف الاعتقاد ہو گئے ہو؟

اس نے کہا: نہیں مولاؑ! میرا عقیدہ اپنے مقام پر قائم ہے البتہ میرے عقیدہ کے ثبات کے لیے خدا سے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدایا! اسے اپنے عقیدہ پر قائم رکھو۔ پھر فرمایا کہ میں خدا کو اس اسمِ اعظم کا واسطہ دوں گا جس کا واسطہ آصف بن برخیا نے دیا تھا اور اس کی وجہ سے اس نے تختِ بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اب میں بھی وہی اسمِ اعظم پڑھوں گا، خدا مجھے مدینہ پہنچا دے گا۔

مسیّب بیان کرتے ہیں کہ مولاؑ نے کچھ کلمات پڑھے۔ پھر میں نے دیکھا تو زندان میں امام موجود نہ تھے۔ میں کھڑا انتظار کرتا رہا پھر کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ قیدی زندان میں واپس آ چکا ہے اور اپنے طوق اور بیڑیاں خود ہی پہن رہا تھا۔ میں معرفتِ امامؑ کی دولت کے نصیب ہونے پر خدا کا سجدۂ شکر بجا لایا۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ...... کی آیت تلاوت کی۔ پھر آپؑ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: خدا کی قسم! ہمارے پاس پوری کتابِ خدا کا علم ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے بھائی موسیٰ مبرقعؑ سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ کیا سلیمانؑ آصف کے علم کے محتاج تھے اور ان کے پاس آصف کے برابر علم نہیں تھا؟

موسیٰ مبرقعؑ کے پاس اس کے سوال کا تسلی بخش علم نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے بھائی سے پوچھ کر ہی اس سوال کا جواب دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے یہی مسئلہ امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

سلیمان ذاتی طور پر عاجز نہیں تھے اور ان کے پاس بھی وہ علم تھا جو کہ آصف کے پاس تھا۔ آپؑ چاہتے تھے کہ لوگ اور اہلِ درباران کے علم کی وسعت کو دیکھیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ سلیمانؑ کا جانشین اور ان پر حجت اسے مقرر کیا گیا ہے جو اپنے علم میں یکتائے روزگار ہے اور لوگ ان کی خلافت و امامت کے متعلق کسی طرح کا جھگڑا نہ کریں۔

وصی کی قوت

الخرائج والجرائح میں مرقوم ہے کہ ایک خارجی نے کسی شخص سے جھگڑا کیا۔ دونوں افراد فیصلہ کے لیے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے دوسرے شخص کے حق میں عادلانہ فیصلہ صادر کیا۔ خارجی نے گستاخی کی اور کہا کہ آپؑ نے بے انصافی کی ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام غضب ناک ہوئے اور خارجی سے فرمایا: اے دشمنِ خدا! دفع ہوجا۔ آپؑ کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ خارجی کتا بن گیا اور اس کے کپڑے ہوا میں اڑ گئے۔ کتا بننے کے بعد وہ آپؑ کے سامنے پاؤں پسار کر بیٹھ گیا اور اس کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری ہوا۔

اسے روتا دیکھ کر آپؑ کو اس پر ترس آگیا۔ آپؑ نے خدا سے دعا کی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ انسان بن گیا اور اس کے کپڑے بھی واپس آگئے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: لوگو! سلیمان کے وصی نے تختِ بلقیس پلک جھپکنے میں منگوایا تھا میں رسولِ اسلام کا وصی ہوں، کیا سلیمانؑ افضل تھے یا تمہارے نبیؐ افضل ہیں اور یہ سوچو کہ وصی سلیمانؑ افضل ہے یا رسولِ خدا کا وصی افضل ہے۔

جب لوگوں نے آپؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو کہا: مولاؑ! جب آپؑ کے پاس اتنی روحانی قوت موجود ہے تو آپؑ لوگوں کو معاویہ کے مقابلہ کے لیے شریک ہونے کی دعوت کیوں دے رہے ہیں؟ آپؑ اپنے دشمن کو روحانی قوت سے ختم کیوں نہیں کر دیتے؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح سے میں لوگوں پر حجت تمام کر رہا ہوں اور اگر مجھے روحانی قوت کے استعمال کی اجازت ہوتی تو میں کب کا اسے تباہ کر دیتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے جملہ انبیائے کرام کو جو علیحدہ علیحدہ علم دیا تھا وہ سب علم اپنے رسول کو دیا تھا اور اس علم کے علاوہ بھی انہیں بہت سا علم عطا کیا تھا۔ رسولِ خدا نے وہ علم امیر المومنینؑ کو تفویض کیا تھا۔ اب خود ہی سوچ کر فیصلہ کرو کہ علیؑ کا علم باقی انبیاءؑ سے زیادہ تھا یا کم تھا؟ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آصف بن برخیا کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا جب کہ ہمارے سینہ میں پوری کتاب کا علم موجود ہے۔

اصولِ کافی کی ایک حدیث کے اقتباس کا یہ مفہوم ہے کہ کفرانِ نعمت بھی کفر کی ایک قسم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

"یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفر کرتا ہوں جو کوئی شکر

اختیار کرے تو وہ اپنے فائدہ کے لیے کرے گا اور جو کوئی ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جو یہ کہا تھا: "شکر اس لیے کرتا ہوں کہ اس نے مجھے حکومت بخشی ہے اور اگر کوئی محرومِ اقتدار مجھ سے زیادہ صاحب علم ہو اور میں اسے غریب سمجھ کر اس سے بے پروائی کروں تو یہ میری طرف سے کفر متصور کیا جائے گا۔

تفسیر مذکور میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے پانی کی لہروں پر شیشے کا محل بنوایا تھا اس کے نیچے پانی چلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ بلقیس آپؑ کے پاس آئی اور آپؑ نے فرمایا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ جب وہ محل کے قریب گئی اور شفاف شیشے کے نیچے پانی بہتے ہوئے دیکھا تو سمجھی کہ پانی بہہ رہا ہے۔ اس نے شلوار کے پائنچے اُوپر چڑھائے جس سے اس کی پنڈلیاں کھل گئیں، ان پر بہت زیادہ بال تھے۔ ملکہ کو کہا گیا کہ یہ پانی نہیں شیشے کا محل ہے تو اس نے کہا: خدایا! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین اللہ پر ایمان لاتی ہوں۔ بعدازاں حضرت سلیمانؑ نے اس سے نکاح کیا۔ ملکہ کا نام بلقیس بنت شرح حمیریہ تھا۔

حضرت سلیمانؑ نے جنات وشیاطین سے کہا کہ میری زوجہ کے لیے کوئی ایسی دوا تیار کرو جس سے اس کے غیر ضروری بال ختم ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے حمام اور نورہ تیار کیا تھا۔ چنانچہ حمام اور نورہ (بال صفا پاؤڈر) شیاطین نے بلقیس کے لیے بنائے تھے۔ اسی طرح سے پن چکیاں بھی شیاطین کی ایجاد ہیں۔

الکافی میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کو خدا کے غیبی فضل وکرم کا منتظر رہنا چاہیے۔ حضرت موسیٰؑ آگ لینے گئے تو پیغمبریؑ لے کر لوٹے تھے۔ بلقیس سلیمانؑ کے ساتھ ملاقات کے لیے چلی تھی کہ اسے دولتِ اسلام نصیب ہوئی تھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا

بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ
وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ
وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ
تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾
فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ ع قُلِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا
شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا
تَذَكَّرُوْنَ ؕ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ
يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى
اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ
يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ
ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ
مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ

ءَاِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ
اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا
تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ
الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ
لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ ۚ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ
الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا
مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ
اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ

أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا
بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن
يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم
بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ
الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا
اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ
وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾
وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ
اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن
جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾
وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا
مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي
حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾
وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

"یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالحؑ کو بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کروتو اس کے نتیجہ میں دو گروہ بن گئے اور آپس میں لڑنے لگے۔ صالحؑ نے کہا: اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کے لیے جلد بازی کس لیے کر رہے ہو؟ تم اللہ سے استغفار کیوں نہیں کرتے کہ شاید تم پر رحم کیا جائے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو بدشگونی کا نشان پایا ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارے نیک اور بدشگون کا تعلق تو خدا کی طرف سے ہے، اصل میں تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے۔

اس شہر میں نو گروہ ایسے تھے جو زمین پر فساد کرتے تھے اور اپنی اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم کھا کر آپس میں عہد کر لو کہ ہم صالح اور اس کے اہلِ خانہ پر شب خون ماریں گے۔ پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے ہم بالکل سچے ہیں۔

انہوں نے اپنی چال چلی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی جس کی انہیں خبر نہ تھی۔ اب دیکھو ان کی چال کا کیا انجام ہوا، ہم نے انہیں اور ان کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ آج ان کے ظلم کی پاداش میں ان کے گھر خالی پڑے ہیں اس میں علم رکھنے والوں کے لیے نشانِ عبرت ہے۔ ہم نے اہلِ ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نجات دی تھی۔

اور لوطؑ کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم آنکھیں رکھتے ہوئے (بھی) بدکاری کرتے ہو؟ تم عورتوں کے بجائے مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہو، تم لوگ سخت جہالت میں مبتلا ہو۔

اس کی قوم کا جواب اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ لوطؑ کے خاندان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ ہم نے اسے اور اس کے خاندان کو اس کی بیوی کے علاوہ نجات دی۔ اس کا پیچھے رہ جانا ہم نے طے کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش کی۔ متنبہ کیے گئے لوگوں پر بدترین بارش برسائی گئی تھی۔

آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے منتخب کیا ہے۔ آیا خدا زیادہ بہتر ہے یا وہ معبود بہتر ہیں جنہیں یہ لوگ اس کا شریک کر رہے ہیں؟

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا ہے۔ ہم نے اس پانی کی وجہ سے خوش نما باغ اُگائے۔ ان درختوں کو اُگانا تمہارے بس میں نہیں تھا، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ یہ لوگ راہِ حق سے انحراف کر رہے ہیں؟

بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے اندر نہریں جاری کیں اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور دو سمندروں کے درمیان حدِ فاصل قرار دی تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت جاہلوں پر مشتمل ہے۔

بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دُور کرتا ہے اور (وہ کون ہے جو) تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم لوگ بہت کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اللہ اس شرک سے کہیں بلند و بالا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

بھلا وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر انہیں لوٹاتا ہے اور وہ کون ہے جو تمہیں

آسمان وزمین سے رزق فراہم کرتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔
آپ کہہ دیں کہ اللہ کے علاوہ آسمان وزمین میں غیب کا جاننے والا کوئی نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ آخرت کے متعلق ان کا علم گم ہو گیا ہے بلکہ یہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ یہ تو اس سے بالکل اندھے ہیں۔ کافر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے آباء و اجداد مر کر مٹی میں مل کر مٹی بن چکیں گے تو کیا ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا؟
یہ خبریں ہمیں پہلے بھی دی گئی ہیں اور ہمارے آباؤاجداد کو بھی یہ خبریں دی گئی تھیں لیکن یہ سب اگلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہی افسانے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا تھا؟
آپ ان پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو چالیں یہ چل رہے ہوں اس کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ آپ کہہ دیں کہ جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو، ممکن ہے اس کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہی آ چکا ہو۔
یقیناً آپ کا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔ یقیناً آپ کا پروردگار ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہیں اور جسے یہ ظاہر کر رہے ہیں۔
آسمان اور زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو واضح کتاب میں موجود نہ ہو۔ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ایسی بہت سی چیزیں بیان کرتا ہے جن میں وہ آپس میں اختلاف کر رہے ہیں۔ یقیناً قرآن اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ آپ کا پروردگار اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ غالب اور علم والا ہے۔

آپ اللہ پر توکل کریں یقیناً آپ واضح حق پر ہیں۔ آپ مُردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے اور جب بہرے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں تو آپ ان بہروں کو بھی کچھ نہیں سنا سکتے۔ آپ اندھوں کو راستہ دکھا کر ان کو گمراہی سے نہیں بچا سکتے۔ آپ پیغامِ حق صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اطاعت گزار ہوں۔ اور جب ان پر ہماری بات پوری ہونے کا وقت آپہنچے گا تو ہم زمین سے ایک جاندار ان کے لیے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے۔ اور جب ہم ہر اُمت میں سے اس فوج کو اکٹھا کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کیا کرتے تھے پھر انہیں (درجہ بدرجہ) تقسیم کیا جائے گا۔

یہاں تک کہ وہ آجائیں گے تو خدا کہے گا کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی تھی حالانکہ تمہیں ان کا مکمل علم نہیں تھا۔ اگر یہ نہیں تو اور تم کیا کر رہے تھے؟ اور ان کے ظلم کی وجہ سے عذاب کا وعدہ ان پر پورا ہو جائے گا تب وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔ کیا انہیں یہ دکھائی نہ دیتا تھا کہ ہم نے رات بنائی ہے تاکہ وہ اس میں سکون کریں اور دن کو روشنی کا ذریعہ بنایا۔ یقیناً اہلِ ایمان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں جس دن صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کے رہنے والے سب گھبرا جائیں گے، سوا ان لوگوں کے جنہیں خدا اس سے بچانا چاہے گا، سب سر جھکائے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

تو پہاڑوں کو جما ہوا دیکھ رہا ہے اس دن یہ بادلوں کی طرح سے اُڑ رہے ہوں گے۔ یہ اس خدا کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو محکم بنایا ہے۔ وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو برائی لے کر حاضر ہوگا تو ایسے تمام لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ کوئی اور بدلہ دیا جا سکتا ہے؟

مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے حرم بنایا ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ اب جو ہدایت اختیار کرے تو وہ اپنے بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ تم انہیں پہچان لو گے اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے"۔

قومِ ثمود کے دو گروہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

"اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی بندصالحؑ کو رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور نتیجہ میں قوم کے دو گروہ بن گئے اور آپس میں لڑنے لگے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب حضرت صالحؑ نے اعلانِ نبوت کیا تو قوم کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ نے ان کی تکذیب کی اور ایک گروہ نے تصدیق کی۔ گروہِ کفار نے اہلِ ایمان سے کہا کہ کیا تم صالحؑ کی رسالت کی گواہی دیتے ہو؟

اہلِ ایمان نے جواب میں کہا کہ جی ہاں! ہم ان کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ کفار نے کہا: لیکن ہم اس کی نبوت کے منکر ہیں۔ پھر کفار نے ناقہ کے معجزہ سے پہلے ان سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ حضرتؑ نے کہا: میری قوم تم رحمت سے قبل عذاب کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟

خدا نے قومِ صالحؑ پر خشک سالی اور بھوک کو مسلط کیا۔ انہوں نے حضرت صالحؑ سے کہا: یہ سب تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی لائی ہوئی مصیبت ہے۔ یہ تمہاری نحوست ہے جو ہم پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

حضرت صالحؑ نے فرمایا: طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ "تمہارے نیک و بدشگون کا تعلق اللہ سے ہے"۔ اصل میں تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے"۔

قولہ تعالٰی: فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا

''آج ان کے ظلم کی پاداش میں ان کے گھر خالی پڑے ہیں''۔

ظلم کا نتیجہ بربادی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور ظالم ہمیشہ تباہ ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ معصومؑ نے فرمایا: فلاں، فلاں، فلاں کے خاندان اور آلِ طلحہ وآلِ زبیر میں خلافت کبھی داخل نہ ہوگی۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس گھر میں خدا کی نافرمانی کی جائے، اس گھر کو خدا ضرور ویران کرے گا اور اس گھر کی زمین کو سورج کی دھوپ سے پاک کرے گا۔

عبادِ مصطفیٰ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

''آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو خدا کے مصطفیٰ بندوں پر۔ آیا خدا زیادہ بہتر ہے یا وہ معبود بہتر ہیں جنھیں یہ لوگ خدا کا شریک بنا رہے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ عبادِ مصطفیٰ آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا خاندان خدا کا چنا ہوا خاندان ہے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب تم آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ کی آیت پڑھو تو اس وقت اللہ خیر اللہ اکبر کہو۔

راوی نے کہا کہ اگر کوئی شخص یہ الفاظ نہ کہے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: کوئی گناہ (تو) نہیں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب آپؑ یہ آیت پڑھتے تو آپؑ تین بار ''اللہ خیر'' کہتے تھے۔

مضطر کی فریاد سننے والا

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ......

''بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دُور کرتا ہے اور تمھیں زمین کا وارث بناتا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: یہ آیت قائم آلِ

محمد علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ بے قرار اور مضطر ہو کر مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز پڑھیں گے اور خدا سے اپنے ظہور کی دعا طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے گا اور انہیں اذنِ ظہور عطا کرے گا اور ان کے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دُور کر دے گا اور انہیں زمین کا اقتدار دے کر خلافت عطا کرے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: گویا میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت قائم علیہ السلام نے دیوارِ کعبہ سے پشت لگائی ہوئی ہے اور خدا سے محو مناجات ہیں۔ اللہ نے انہیں ''مضطر'' کا خطاب دیا ہے اور فرمایا ہے: اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ ''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد سنتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ انہیں اذنِ خروج دے گا۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ ان کی بیعت کریں گے، ان کے بعد تین سو تیرہ افراد ان کی بیعت کریں گے۔ جو لوگ امامؑ کی مدد کے لیے روانہ ہو چکے ہوں گے، وہ امامؑ کے پاس پہنچ جائیں گے اور جو نصرتِ امامؑ کا سچا جذبہ رکھتے ہوں گے وہ اپنے بستروں سے غائب پائے جائیں گے اور خدا انہیں بھی قائمِ آلِ محمدؐ کے پاس پہنچا دے گا۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق خدا نے فرمایا: اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا (البقرہ:۱۴۸) ''تم جہاں پر بھی ہوئے خدا تم سب کو ایک جگہ پر لے آئے گا''۔

علمِ غیب خدا کے پاس ہے

قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ

''آپ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ غیب جاننے والا کوئی نہیں ہے''۔

ذاتی طور پر صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے وہ اپنے برگزیدہ بندوں میں سے جسے جتنا چاہتا ہے غیب کی خبر عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے حملہ آور ترکوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ جملے فرمائے:

''احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے جس میں نہ گرد و غبار ہے نہ شور و غوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز، وہ لوگ زمین کو اپنے پاؤں سے جو شتر مرغ کے پاؤں کے مانند ہیں روند رہے ہوں گے''۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرتؑ نے اس سے حبشیوں کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اُن لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے مقتولین پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو تلاش نہیں کیا جاتا، تمہاری ان آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گدھوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کی مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہیں اور وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور وہ اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہوگی یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اُوپر سے ہوکر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلۂ بنی کلب سے تھا، عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! آپ کو تو علمِ غیب حاصل ہے جس پر آپؑ ہنسے اور فرمایا: اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ یہ ایک صاحبِ علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کو جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہٗ نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ...... (لقمان:۳۴) والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علمِ غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا اور نبی نے مجھے بتایا اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ اسے محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

قوله تعالیٰ: بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جن حقائق آخرت سے لوگ دنیا میں جاہل تھے وہ انہیں آخرت میں جان لیں گے۔

قوله تعالیٰ: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (الروم:۹)

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس آیت کی ایک تاویل یہ ہے کہ کیا انہوں نے قرآن میں غور و فکر نہیں کیا۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: ہمیں خدا نے قرآن کا

وارث بنایا ہے اور قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے زمین کے سفر طے ہوتے ہیں، پہاڑ چل پڑتے ہیں اور مُردے جی اُٹھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہوا کے نیچے پانی کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وسعتِ کتاب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ”آسمان وزمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو واضح کتاب میں موجود نہ ہو“۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا وارث اپنے مصطفیٰ بندوں کو قرار دیا ہے اور ہم خدا کے مصطفیٰ بندے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس عظیم کتاب کا وارث بنایا ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

دابۃ الارض

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

”اور جب ان پر ہماری بات پوری ہونے کا وقت آپہنچے گا تو ہم زمین سے ایک جاندار ان کے لیے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے“۔

یہ آیت مجیدہ ان سابقہ آیات سے متصل ہے جن میں مکہ کے مشرکین اور ان کی عداوت کو بیان کیا گیا ہے اور علیھم لھم اور تکلمھم کی ضمائر کا اشارہ بھی ان لوگوں کی طرف ہے۔ جب کہ ازلحاظ مفہوم، یہ آیت دنیا کے تمام کفار ومشرکین کے لیے ہے اور وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ جب ان پر عذاب کا فیصلہ کردیا جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جاندار کو نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں دکھانے کا سورہ حم السجدہ میں وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (آیت ۵۳) ”ہم عنقریب انھیں آفاق اور خود ان کے اپنے نفوس میں اپنی آیات کا مشاہدہ کرائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے یہ واضح ہوجائے گا کہ اللہ ہی حق ہے“۔

بے یقین لوگوں کے لیے عمومی ارضی وسماوی اور آیاتِ انفس جب ناکافی ثابت ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان سے حقیقت کو تسلیم کرانے کے لیے ”دابۃ الارض“ کو ظاہر کرے گا۔ زمین سے ”دابۃ الارض“ نکالنے سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ خدا کسی جاندار کو موت کے بعد زندگی دے کر اٹھائے گا۔

لفظ ''دابہ'' کا اطلاق چلنے والے جاندار پر کیا جاتا ہے، خواہ وہ حیوان ہو یا انسان ہو۔ اب اگر وہ ''دابہ'' انسان ہو تو اس کا لوگوں سے کلام کرنا موافقِ عادت ہوگا اور اگر اس سے مراد کوئی جانور ہو تو اس کا لوگوں سے کلام کرنا خارقِ عادت فعل متصور کیا جائے گا۔

کلام اللہ میں اس ''دابۃ الارض'' کی مزید صفات پر کہیں بحث موجود نہیں ہے اور قرآن حکیم میں یہ کہیں بیان نہیں کیا گیا کہ وہ ''دابۃ الارض'' لوگوں سے کیا کلام کرے گا؟ اس کے اوصاف کیا ہوں گے؟ اور وہ زمین سے کیسے برآمد ہوگا؟ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

البتہ روایات میں اہلِ بیتؑ میں مروی ہے کہ ''دابۃ الارض'' سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں جیسا کہ حسب ذیل روایات میں مرقوم ہے۔

کتاب الغیبۃ میں شیخ الطائفہ علامہ طوسی لکھتے ہیں کہ علی بن مہزیار کی امام زمانہ (عج) سے ملاقات ہوئی تھی اور اس نے آپؑ سے پوچھا تھا کہ مولاؑ! آپؑ کا ظہور کب ہوگا؟ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: جب تمہیں بیت اللہ کی راہوں پر چلنے سے روکا جائے گا۔ سورج چاند جمع ہو جائیں گے۔

سائل نے کہا: مولاؑ! یہ سب کچھ کب وقوع پذیر ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا کہ فلاں سال صفا و مروہ کے درمیان سے ''دابۃ الارض'' کا خروج ہوگا، اس کے پاس موسیٰؑ کا عصا اور سلیمانؑ کی انگشتری ہوگی۔ وہ لوگوں کو محشر کی طرف ہانک لائے گا۔

کمال الدین وتمام النعمۃ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کی ابتداء میں آپؑ نے دجال اور اس کے قاتل کا ذکر کیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد بہت بڑی آزمائش ہے؟

ہم نے کہا کہ مولاؑ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا کہ ''صفا'' کے پاس دابۃ الارض کو نکالا جائے گا۔ اس کے پاس سلیمانؑ کی انگشتری اور موسیٰؑ کا عصا ہوگا وہ مومن کے چہرے پر ھذا مؤمن حقا (یہ سچا مومن ہے) اور کافر کے چہرے پر ھذا کافر حقا (یہ پکا کافر ہے) کی مہر ثبت کرے گا۔ جب مومن کسی کافر کے چہرے پر کفر کی مہر دیکھے گا تو اس سے کہے گا: (اے کافر!) تیرے لیے ہلاکت ہو۔ کافر مومن کے چہرے پر لگی ہوئی مہر دیکھ کر اس سے کہے گا: (اے مومن!) تیرے لیے خوشخبری ہو۔ کاش میں نے بھی تیری طرح سے ایمان قبول کیا ہوتا اور کامیابی حاصل کی ہوتی۔

دابۃ الارض اپنے کندھوں کے درمیان سے حکمِ خدا کے تحت اپنا سر بلند کرے گا اور اس سے قبل مغرب سے سورج طلوع ہو چکا ہوگا۔ اس وقت کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی اور جو پہلے سے ایمان والا نہ ہوگا اس کا ایمان لانا اس کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہوگا۔ اس کے بعد کے حالات کے متعلق مجھ سے مت پوچھو۔ مجھے حبیبِ خدا نے فرمایا تھا کہ یہ (یعنی بقیہ) واقعات اپنی عترت کے علاوہ اور کسی سے بیان نہ کروں۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میں جنت و دوزخ تقسیم کرنے والا ہوں اور میں فاروقِ اعظم اور صدیق اکبر ہوں اور میں ہی عصا اور انگشتری والا ہوں۔

اصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے علم المنایا والبلایا والوصایا اور قوتِ فیصلہ کی نعمت عطا ہوئی ہے۔ میں کئی بار لوٹ کر آنے والا ہوں اور میں عظیم سلطنت کا مالک ہوں اور میں ہی عصا اور انگشتری والا ہوں اور میں وہ ''دابہ'' ہوں جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علیؑ کو دیکھا کہ انہوں نے ریت کی ڈھیری بنائی ہوئی تھی اور اس ڈھیری پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے پاؤں سے حضرت علیؑ کے وجود کو حرکت دی اور فرمایا: قم یا دابۃ الارض (اے دابۃ الارض! اُٹھو)۔

ایک صحابی نے رسولِ خدا سے عرض کیا کہ کیا ہم ایک دوسرے کو ''دابۃ الارض'' کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں، یہ نام صرف علیؑ کے لیے ہی مخصوص ہے اور اسی کے متعلق خدا نے فرمایا ہے: وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ! جب آخری زمانہ ہوگا تو خدا تجھے حسین ترین شکل میں برآمد کرے گا، تیرے پاس ایک انگشتری ہوگی جس سے تو اپنے دشمنوں پر مہر لگائے گا۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! عامہ یہ کہتے ہیں کہ لفظ تکلمھم کے معنی زخم پہنچانے کے ہیں نہ کہ کلام کرنے کے ہیں!! امام علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک زخم لگانے کی بات ہے تو خدا دوزخ میں کفار ومشرکین کو زخم لگائے گا لیکن دابۃ الارض لوگوں سے کلام کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عمارؓ بن یاسر سے کہا: ابوالیقظان! قرآن کی ایک آیت نے میرے دل کو تباہ کر دیا ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا ہے۔

حضرت عمارؓ نے کہا کہ وہ کون سی آیت ہے؟

اس شخص نے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ ......کی آیت تلاوت کی اور کہا کہ مجھے بتاؤ وہ دابۃ الارض کیا ہوگا؟

حضرت عمارؓ نے فرمایا: بندۂ خدا! میں جب تک تجھے دابۃ الارض دکھا نہ دوں اس وقت تک میں نہ تو بیٹھوں گا اور نہ ہی کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی پانی پیوں گا۔ پھر حضرت عمارؓ نے اسے ساتھ لیا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس چلے آئے۔ اس وقت آپؑ مکھن لگی کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپؑ نے عمار سے فرمایا کہ عمار آؤ اور ہمارے ساتھ کھجوریں کھاؤ۔

عمار آگے بڑھے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانے لگے۔ جس شخص نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا: سبحان اللہ! تم نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے دابۃ الارض دکھاؤ گے۔ اس کے بعد تم کھانا کھاؤ گے اور بیٹھو گے۔ تم نے مجھے دابۃ الارض تو دکھایا نہیں ہے پھر تم نے کھانا شروع کر دیا ہے؟

حضرت عمارؓ نے فرمایا: اگر تو عقل رکھتا ہے تو میں تجھے ''دابۃ الارض'' دکھا چکا ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ محمد بن کعب القرضی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے ''دابۃ الارض'' کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! اس کی دُم نہیں ہوگی، داڑھی ہوگی۔

حذیفہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''دابۃ الارض'' ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا، کوئی پکڑنے والا اسے پکڑ نہ سکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ نہیں سکے گا۔ وہ مومن کی دونوں آنکھوں کے درمیان مہر لگائے گا جس کی تحریر ہوگی: ''ھذا مومن'' اور کافر کی دونوں آنکھوں کے درمیان مہر لگائے گا جس کی تحریر ہوگی: ھذا کافر۔ اس کے پاس موسیٰؑ کا عصا اور سلیمانؑ کی انگشتری ہوگی۔ مومن کا چہرہ عصا کی وجہ سے چمکنے لگ جائے گا اور عصا کی وجہ سے کافر کی ناک کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ مومن اور کافر بالکل عیاں ہوجائیں گے اور بس دیکھتے ہی پتہ چل جائے گا کہ یہ مومن ہے یا کافر۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ ''دابۃ الارض'' کے متعلق روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ تین بار ظاہر ہوگا۔ یمن کے آخری علاقہ میں ظاہر ہوگا۔ پھر غائب ہوجائے گا اس کے بعد دیہات میں نمودار ہوگا۔ پھر طویل عرصہ تک غائب ہوجائے گا۔ لوگ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوں گے کہ وہ مقام رُکن کے درمیان میں سے دار بنی مخزوم کے سامنے سے نمودار ہوگا۔ اسے دیکھ کر لوگ دوڑنے لگ جائیں گے اور کچھ لوگ بیٹھے رہیں گے۔

ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ دابۃ الارض مقامِ صفا سے نمودار ہوگا۔ وہ مومن کی آنکھوں کے درمیان حضرت موسیٰؑ کا عصا لگائے گا۔ اس کے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگشتری بھی ہوگی۔ مومن کی آنکھوں کے درمیان جیسے ہی عصا لگے گا تو ایک نکتہ سا نمودار ہوگا۔ وہ نکتہ پھیلے گا تو مومن کا پورا چہرہ روشن ہوجائے گا اور دابۃ الارض کافر کی ناک پر عصا کا نشان لگائے گا تو ایک نکتہ سا نمودار ہوگا۔ پھر وہ نکتہ پھیلے گا تو اس کا پورا چہرہ سیاہ ہوجائے گا۔

علامہ رازی مزید لکھتے ہیں کہ کتاب اللہ میں یہ امور اور کہیں مذکور نہیں ہیں۔ یہ تمام امور روایات کے ذریعے مروی ہیں۔ اگر وہ روایات صحیح ہیں تو قابلِ قبول ہیں ورنہ قابلِ التفات نہیں ہیں۔

عرضِ مترجم: دابۃ الارض کے متعلق روایات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی روایات کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ① اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں ② اس سے ایک عجیب الخلقت اور طویل القامت جانور مراد ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

قرآن کریم میں اس کی یہ خاصیت بیان کی گئی ہے کہ ہم اسے اس لیے ظاہر کریں گے کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے چنانچہ انہیں اپنی آیات پر یقین دلانے کے لیے ہم ان کے لیے دابۃ الارض کو ظاہر کریں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ حقیر گہرے تدبر کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اگر اس سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہوتے تو ان کا لوگوں سے کلام کرنا لائقِ تعجب ہی نہیں ہے کیونکہ وہ پہلے بھی تو لوگوں سے گفتگو کیا کرتے تھے لہٰذا اگر وہ بعد میں بھی لوگوں سے کلام کریں تو یہ کوئی اَنہونی بات نہ ہوگی۔ جب کہ دابۃ الارض کی خاصیت ہی کلام کرنا ہے، لہٰذا اس سے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ذات والاصفات کو مراد لینا تکلف پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں لفظ "دابہ" کا اطلاق وضعی طور پر زمین پر چلنے والے ہر جاندار پر کیا جاتا ہے لیکن منقولِ عرفی میں اس لفظ کا اطلاق چار ٹانگیں رکھنے والے جانور پر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے حضرت امیرالمومنینؑ کی ذات والاصفات والے جانور پر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے حضرت امیرالمومنینؑ کی ذات والاصفات کو مراد لینا ایک طرح سے ان کی توہین ہے۔ اس سے آپ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو تمام شیعی روایات کا پہلے تو اس پر اتفاق ہی نہیں ہے کہ اس سے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام مراد ہیں اور جن روایات میں یہ کہا گیا ہے تو وہ بھی ازروئے متن ومفہوم وسند مضطرب ہیں، لہٰذا ان روایات کو بنیاد بنا کر یہ عقیدہ نہیں رکھا جاسکتا کہ دابۃ الارض سے مراد حضرت امیرالمومنینؑ کی ذات والاصفات ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

رجعت

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿۸۵﴾

"اور جب ہم ہر اُمت میں سے اس فوج کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کیا کرتے تھے پھر انھیں (درجہ بدرجہ) تقسیم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ آ جائیں گے تو خدا کہے گا: تم نے میری آیات کی تکذیب کی تھی؟ حالانکہ تمہیں ان کا مکمل علم نہیں تھا۔ اگر یہ نہیں تو تم اور کیا کیا کرتے تھے؟ اور ان کے ظلم کی وجہ سے عذاب کا وعدہ ان پر پورا ہو جائے گا تب وہ کچھ نہ بول سکیں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت عقیدۂ رجعت کی دلیل ہیں اور آیات سے حضرت امیرالمومنینؑ اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر کہا کہ عامہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے روزِ قیامت مراد ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا......

ہم ہر اُمت میں سے مکذبین کی ایک فوج یعنی ایک گروہ کو محشور کریں گے جب کہ قیامت میں صرف ایک گروہ محشور نہ ہوگا۔ سب کے سب محشور کیے جائیں گے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۷﴾ (الکہف:۴۷) "اور ہم انہیں محشور کریں گے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے"۔ یہ آیت قیامت کی بجائے رجعت سے تعلق رکھتی ہے۔

حماد راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ حماد نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے قیامت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اس کا تعلق قیامت کے بجائے رجعت سے ہے۔ اگر اس آیت سے قیامت مراد لی جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ قیامت کے دن صرف ایک ہی گروہ کو محشور کیا جائے گا جب کہ ایسا نہیں ہے۔ قیامت کے متعلق تو خدائے متعال نے فرمایا ہے: وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۷﴾ (الکہف:۴۷) "ہم انہیں محشور کریں گے

اور کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے"۔

مفضل بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یَوۡمَ نَحۡشُرُ مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ فَوۡجًا ...... کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ جو بھی مومن اس دنیا میں قتل ہوگا تو وہ زمانۂ رجعت میں اٹھایا جائے گا پھر وہ اپنی طبعی موت مرے گا لیکن رجعت میں خالص مومن اور خالص کفار کو ہی اٹھایا جائے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مذہب امامیہ کے علماء نے اس آیت سے رجعت کا استدلال کیا ہے اور انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ آیت مجید میں لفظ "مِن" موجود ہے جو کہ تبعیض پر دلالت کرتا ہے اور آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کچھ لوگ محشور ہوں گے اور کچھ محشور نہیں ہوں گے۔ جب کہ قیامت کے دن سب کو ہی محشور ہونا ہے کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے: وَحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ "ہم انہیں محشور کریں گے اور کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے"۔

اور آلِ محمدؐ کے آئمہ ہدیٰ سے بہت سی ایسی روایات منقول ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کے مخلص شیعوں کے ایک گروہ کو زندہ کرے گا تا کہ وہ حضرتؑ کی مدد کر کے اپنی دلی آرزو کی تکمیل کر سکیں اور حکومتِ حق کو دیکھ کر خوشی محسوس کریں۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کے بدترین دشمنوں کو بھی زندہ کر کے دنیا میں لایا جائے گا تا کہ انہیں شیعیانِ آلِ محمدؐ کے ہاتھوں ذلیل کرایا جائے اور ان سے ان کے کچھ مظالم کا انتقام لیا جا سکے اور حکومت حق کا مشاہدہ کرا کر انہیں ذلیل وخوار کیا جائے اور ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں حاصل ہیں۔ سابقہ اُمتوں میں بھی ایسے کئی واقعات گزرے ہیں جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

سیکون فی اُمتی کل ما کان فی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة حتی لو ان احدھم دخل حجر ضب لاخلتموہ

"بنی اسرائیل میں جو جو واقعات ہوئے ہیں ان جیسے واقعات میری اُمت میں بھی ہوں گے اور بنی اسرائیل اور میری اُمت کے واقعات میں اتنی مشابہت ہوگی جتنا ایک پاؤں کا جوتا دوسرے پاؤں کے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔ حد یہ ہے اگر کوئی اسرائیلی کسی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو تم بھی اس کے سوراخ میں ضرور داخل ہو گے"۔

علمائے امامیہ کی ایک جماعت رجعت اجسام کی قائل نہیں ہے۔ انہوں نے رجعت کی روایات کی یہ تاویل کی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں حق کا بول بالا ہوگا اور امام مہدیؑ مکمل بااختیار حکمران ہوں گے۔

مذکورہ علماء نے روایات کی تاویل اس لیے کی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عقیدۂ رجعت تکلیف شرعی کے منافی ہے۔ جب کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے تکلیف شرعی کا بُطلان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ روایات میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے فعل واجب اور قبیح سے دُوری ثابت ہوتی ہو۔ رجعت کی تاویل انبیاءؑ کے معجزات کی تاویل کے مماثل ہے۔

علمائے شیعہ امامیہ کا عقیدہ رجعت پر اجماع ہے اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جوامع الجامع میں بھی مذکورہ بالا بحث مرقوم ہے۔

ارشاد مفید میں عبدالکریم خثعمی کی زبانی منقول ہے کہ میں نے امام جعفرؑ صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ قائم آلِ محمدؑ کتنا عرصہ حکومت کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ سات سال تک حکومت کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے دن رات کو طویل کردے گا۔ ان کی حکومت کا ایک سال تمہارے سالوں کے مطابق دس سال کے برابر ہوگا۔ ان کی حکومت کے سات سال تمہارے کیلنڈر کے ستر سالوں کے برابر ہوں گے۔ جب قائم کے ظہور کا وقت نزدیک ہوگا تو جمادی الاخر اور رجب کے پہلے عشرہ میں ایسی بارشیں ہوں گی کہ لوگوں نے ان جیسی بارشیں کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اہلِ ایمان کا گوشت اوران کے ابدان ان کی قبروں میں دوبارہ نشوونما حاصل کریں گے۔ گویا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہینہ کی سمت سے اپنے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے آرہے ہیں۔

نفخِ صور

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۗ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝

''اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے گھبرا جائیں گے سوا ان لوگوں کے جنہیں خدا اس سے بچانا چاہے گا اور سب سر جھکائے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لفظ ''صور'' کے مفہوم کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''صور'' قرنا کی طرح سے ایک آلہ ہے جس کو پھونکا جائے گا تو اس کی آواز اتنی ہیبتناک ہوگی کہ کائنات کی ہر چیز زیر وزبر ہونے لگے

گی اور ہر چیز کا دل لرز اُٹھے گا مگر اس سخت گھڑی میں بھی کچھ لوگ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے جیسا کہ فرمان ہے: اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔سوائے ان کے جن کو خدا گھبراہٹ سے بچانا چاہے گا۔ روایات میں ہے کہ وہ ملائکہ حاملینِ عرش، انبیاء و اوصیاء اور بعض روایات کے مطابق شہداء بھی اس میں شامل ہوں گے۔

شیخ الطائفہ مصباح میں رقم طراز ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام اپنی ایک دعا میں یہ کلمات بھی پڑھتے تھے: اللھم صل علی اسرافیل حامل عرشك وصاحب الصور المنتظر لامرك ''خدایا! اپنے حامل عرش اسرافیل پر درود بھیج جو کہ صور کا مالک ہے اور تیرے فرمان کا منتظر ہے''۔

قولہ تعالیٰ: اتقن کل شئی ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی اسے خوب مضبوط و مستحکم بنایا''۔

نیکی اور برائی

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۗ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

''جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور ایسے لوگ روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے اور جو برائی لے کر حاضر ہوگا تو ایسے تمام لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ کوئی اور بدلہ دیا جاسکتا ہے؟''

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ ''حسنہ'' (نیکی) سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت اور ''سیئہ'' (برائی) سے حضرت علی علیہ السلام کی عداوت مراد ہے۔

تفسیر قمی کی ایک اور روایت کا ماحصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جناب رسولِؐ خدا اور حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ مسک اذفر کے ڈھیر پر نورانی منبروں پر رونق افروز ہوں گے۔ اس دن سب لوگ پریشان ہوں گے جب کہ علیؑ کے شیعہ پریشانی سے محفوظ ہوں گے۔ اس دن کی ہیبت سے لوگ کانپ رہے ہوں گے لیکن شیعہ محفوظ ہوں گے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ پھر آپؑ نے فرمایا: نیکی سے ولایت علیؑ مراد ہے۔

ابوالعباس مکبر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زوجہ کا ایک آزاد کردہ غلام جس کا نام

ابو ایمن تھا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپ حضرات شفاعتِ محمدؐ کا دلاسہ دے کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور آپؑ نے ہر وقت شفاعت محمدؐ شفاعتِ محمدؐ کی رٹ لگائی ہوئی ہے!!

اس کے یہ کلمات سن کر آپؑ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے پھر آپؑ نے فرمایا: اے ابوایمن! کیا ہوا اگر تم نے اپنے شکم اور شرم گاہ کو حرام سے بچایا ہے تو تم نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ محمدؐ کی شفاعت کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اگر تو قیامت کے ہولناک مناظر کو دیکھ لیتا تو تجھے محسوس ہوتا کہ واقعی اس سے بچنے کے لیے شفاعتِ محمدؐ کی ضرورت ہے۔ کیا شفاعت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کے لیے دوزخ واجب ہو چکی ہو؟

سید ابن طاؤس اپنی کتاب سعد السعود میں لکھتے ہیں کہ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا ۚ وَهُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ...... کی آیت مجیدہ کے متعلق "فراء" نے یہ کہا تھا کہ "حسنہ" (نیکی) سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" کا کلمہ ہے اور "سیئہ" سے مراد شرک ہے۔

لیکن فراء کی یہ تاویل انتہائی غیر مناسب ہے، عقل و نقل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر نجات کا دارومدار صرف کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" پر ہی ہوتا تو یہ کلمہ مسلم بھی پڑھتے ہیں اور منافق بھی پڑھتے ہیں۔ یہودی بھی "لا الٰہ الا اللہ" کے قائل ہیں۔ اسلام کے تہتر فرقے ہیں۔ یہ کلمہ پڑھتے ہیں اگر نجات اس کلمہ سے وابستہ ہوتی تو تمام منافق یہودی اور اسلام کے تمام فرقے ناجی کہلاتے جب کہ رسولِ خدا کا فرمان ہے کہ تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا، بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور آیت مجیدہ یہ بیان کر رہی ہے کہ ایک نیکی ایسی بھی ہے جو بھی اسے بجا لائے گا، وہ آخرت کے خوف سے محفوظ رہے گا۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نیکی پر نجات کا دارومدار ہے وہ اللہ، رسولؐ اور آنحضرتؐ کے برحق جانشینوں کی معرفت ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کرنے والوں کی تین اقسام ہیں:

(۱) کچھ لوگ ثواب و اجر کے حصول کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ یہ طمع اور لالچ رکھنے والوں کی عبادت ہے۔

(۲) کچھ لوگ دوزخ کے خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ عبادت غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔

(۳) کچھ لوگ خدا کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں اور میں خود بھی جنت اور دوزخ سے بلند ہو کر خدائے متعال کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتا ہوں اور یہ شرفاء اور محترم طبقہ کی عبادت ہے اور یہ عبادت باعثِ امان ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے: وَهُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ "وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ (آل عمران:۳۱)
"آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا"۔

یاد رکھو! جو اللہ سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس سے اللہ محبت کرے وہ مومنین کی جماعت کا فرد بن جائے گا۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کی ناراضگی سے ہٹ کر اپنے نفس کو ناراض کرے، اللہ قیامت کی ہولنا کیوں سے اسے محفوظ رکھے گا۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: جب مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا کی آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں درخواست کی: خدایا! مجھے اس سے بھی زیادہ عطا فرما۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً (البقرہ:۲۴۵) "کون ہے جو خدا کو قرضِ حسنہ دے کہ اللہ اسے بہت زیادہ گنا کر کے لوٹائے؟"

اس آیت سے نبی اکرمؐ نے جان لیا کہ خدا جسے کثیر کہہ دے تو اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ابوعبداللہ جدلی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: ابوعبداللہ جدلی! کیا میں تمہیں مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا ۚ وَهُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ ؕ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ کی آیت مجیدہ کے متعلق خبر نہ دوں اور تجھے یہ نہ بتاؤں کہ "حسنہ" (نیکی) کیا ہے اور "سیئہ" کیا ہے؟

ابوعبداللہ جدلی نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتائیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ نیکی معرفتِ ولایت اور ہم اہلِ بیتؑ کی محبت ہے اور برائی ولایت کا انکار اور ہم اہلِ بیتؑ کا بُغض ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان بزرگ کا احترام کرے تو وہ قیامت کے دن کی ہولنا کی سے محفوظ رہے گا۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِيۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۲۳﴾ (الشوریٰ:۲۳) (جو کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس کی نیکی میں اضافہ کردیں گے بے شک اللہ بخشنے والا قدردان ہے)

کی تفسیر میں منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو آلِ محمدؐ کے اوصیاءؑ سے محبت رکھے اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے تو اس کا تعلق انبیائے کرامؑ اور مومنین اوّلین کے ساتھ قائم ہوگا اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے جا کر متصل ہو جائے گا اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں بھی بیان فرمایا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ اور یہی تعلق اسے جنت میں لے جائے گا۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ظالم امام کے پیرووں کی نیکیاں قابلِ قبول نہیں ہوں گی۔ عبداللہ بن یعفور نے عرض کیا: مولاؑ! یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ ”جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور ایسے لوگ روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے“۔

اس آیت کی موجودگی میں ہم یہ کیسے مان لیں کہ ظالم امام کے پیرو کی نیکیاں قابلِ قبول نہ ہوں گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ اس آیت میں خدا نے جس نیکی کے متعلق فرمایا ہے: اس سے کون سی نیکی مراد ہے؟ سنو! وہ نیکی امامِ حق کی معرفت اور اس کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی متصل آیت میں فرمایا ہے: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ”اور جو کوئی برائی لے کر حاضر ہوگا تو ایسے تمام لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ کوئی اور بدلہ دیا جا سکتا ہے؟“

اس آیت مجیدہ میں جس برائی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ظالم امام کی امامت و ولایت کو تسلیم کرنا مراد ہے۔ جو شخص کسی ظالم امام کی امامت کا عقیدہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو اور ہمارے حق اور ہماری ولایت کا منکر بن کر خدا کے سامنے پیش ہوگا تو خدا اسے اوندھے منہ دوزخ میں پھینک دے گا۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ حسنہ (نیکی) سے ولایت علیؑ اور محبت علیؑ اور سیئہ (برائی) سے حضرت علیؑ کی عداوت اور بغض مراد ہے۔ حضرت علیؑ کی عداوت کے ساتھ کوئی نیک عمل قابلِ قبول نہیں ہے۔

حُرمتِ مکہ

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

''مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے حرم بنایا ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلم بن کر رہوں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ اب جو ہدایت اختیار کرے تو وہ اپنے بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ تم انہیں پہچان لو گے اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا کے الفاظ سے شہر مکہ مراد ہے اور اللہ نے اس آیت میں اس کی حرمت کا اعلان کیا ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کے لیے کعبہ کی پرانی عمارت گرائی تو اس کی بنیادوں میں انہیں ایک پتھر ملا جس پر کوئی تحریر لکھی ہوئی تھی۔ قریش نے اس تحریر کو پڑھنے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ تحریر ان سے نہ پڑھی گئی۔ آخر کار ایک ایسا تجربہ کار شخص انہیں مل گیا جو پرانے زمانے کی تحریریں پڑھ سکتا تھا۔ جب اس نے تحریر دیکھی تو کہا کہ اس پر یہ عبارت کندہ ہے:

''میں اللہ ہوں، میں بکہ کا مالک ہوں جس دن میں نے آسمانوں اور زمینوں کو حلال بنایا تھا اسی دن میں نے مکہ کو حرم کا درجہ دیا تھا اور میں نے اسے ان دو پہاڑوں کے درمیان رکھا ہے اور سات فرشتوں کے ذریعہ سے میں نے اسے ڈھانپا ہوا ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حدود حرم میں جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنا ممنوع ہے اور وہاں پیدا شدہ درخت کو کاٹنا بھی ممنوع ہے البتہ اذخر نامی گھاس اس سے مستثنٰی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فتح مکہ کے دن رسولؐ خدا کعبہ کے قریب آئے۔ آپؐ نے کعبہ کا دروازہ کھولا وہاں جتنی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں آپؐ نے وہ سب مورتیاں توڑ ڈالیں پھر آپؐ نے دروازہ کے دونوں حصوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''آگاہ رہو! جس دن خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اسی دن سے اس نے مکہ کو حرم قرار دیا۔ یہ خدا کی حرمت کے تحت قیامت تک حرم رہے گا۔ یہاں شکار کو بھگایا نہ جائے گا اور یہاں کے درخت کو کاٹا نہ جائے گا اور یہاں گری ہوئی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا البتہ جس نے اُٹھا کر اعلان کرنا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے''۔

اس وقت آنحضرتؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ ''اذخر'' گھاس بھی حرمت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ قبروں اور گھروں کے کام آتا ہے۔

رسولِ خدا نے فرمایا: جی ہاں ''اذخر'' مستثنیٰ ہوگا۔

فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی خلقت کے دن سے ہی مکہ کو حرم کا درجہ دے دیا تھا۔ یہ قیامت تک حرم رہے گا۔ یہ نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ البتہ خدا نے آج کے دن کی چند گھڑیوں کے لیے اسے میرے لیے حلال قرار دیا ہے۔

آیاتِ الٰہی

سَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ فَتَعۡرِفُوۡنَہَا ''وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تم انہیں پہچان لو گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اس آیت مجیدہ کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ زمانہ رجعت میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام اور دیگر آئمہؑ آئیں گے تو ان کے دشمن انہیں دیکھ کر پہچان لیں گے۔ آئمہ ہدیٰ آیاتِ الٰہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم! میں ہی خدا کی سب سے بڑی نشانی ہوں۔ لہٰذا جب آئمہ زمانہ رجعت میں آئیں گے تو تمام لوگ انہیں پہچان لیں گے۔

ooo

سُورَةُ الْقَصَصِ

سورۃ القصص مکیۃ آیاتھا ۸۸ ورکوعاتھا ۹

"سورۂ قصص مکہ میں نازل ہوئی مگر الذین اتینھم الکتاب..... لا نتبغی الجاھلین کی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورہ میں صرف ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی ھاد...... کی آیت مدنی ہے۔

سورۂ قصص کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
جو شخص شبِ جمعہ "طواسینِ ثلاثہ" (سورۂ شعراء، سورۂ نمل اور سورۂ قصص) کی تلاوت کرے، وہ اولیائے خدا میں سے قرار پائے گا اور وہ خدا کی حفظ و امان میں رہے گا اور وہ دنیا میں کبھی مفلس نہ ہوگا اور اسے آخرت میں جنت کا انعام دیا جائے گا اور خدا اسے ہر طرح سے راضی کرے گا اور اسے اتنا کچھ عطا کرے گا جو اس کی رضا سے بھی کہیں زیادہ ہوگا اور ایک سو خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرے گا۔

مجمع البیان میں مذکورہ بالا روایت کے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے جنتِ عدن کے درمیان انبیاء و مرسلین اور اوصیائے راشدین کے جوار میں رہائش عطا فرمائے گا۔

ابن ابی کعب سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۃ القصص کی تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اسے حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں اور ان کو نہ ماننے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر اسے عطا فرمائے گا اور آسمان و زمین کا ہر فرشتہ اس کی صداقت کی گواہی دے گا۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے الواحِ موسیٰؑ سے سورۂ طٰہٰ اور طواسین عطا فرمائیں۔

سورۃ القصص کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کمزور اور مظلوم طبقات کی سربلندی، فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کی سرنگونی حضرت موسیٰؑ کے بچپن کے واقعات، فرعون کے گھر میں پرورش، حضرت موسیٰؑ نے دوسری عورتوں کا دودھ نہ پیا تھا، شیعانِ موسیٰؑ اور دشمنانِ موسیٰؑ، ایک قبطی کا قتل، راز کا فاش ہو جانا، مصر سے روانگی، مدین میں تشریف آوری، بکریوں کے ریوڑ کو پانی پلانا، شعیبؑ کے گھر آنا، شادی ہونا، مدین سے مصر روانگی، کوہِ طور پر آگ لینے جانا

اور نبوت لے کر واپس آنا۔ عصا و ید بیضا کے معجزات، ہارونؑ کو شریک قرار دینے کی درخواست، دربارِ فرعون میں آمد، فرعون کا تکبر، فرعون اور آلِ فرعون کی تباہی، کفار کے حیلے بہانے، دین دار اہلِ کتاب کی روش، سب سے بڑا گمراہ کون؟ ضروری نہیں کہ پیغمبر جسے چاہیں اسے ہدایت بھی کر سکیں، حرم مقامِ امن ہے۔ معاشی غرور میں مبتلا آبادیوں کی بربادی، اتمامِ حجت سے قبل عذاب نازل نہیں ہوتا، متاعِ دنیا بے وقعت اور ثوابِ خداوندی پائیدار ہے۔ مشرکین کے معبودوں کا حشر، پیدا کرنا اور کسی کو منتخب کرنا اللہ کا ہی کام ہے۔ رات دن کی گردش خدائی اختیار کی دلیل ہے، قارون کا واقعہ، مکہ واپسی کا وعدہ اور خدا کے علاوہ اس جہان کی ہر چیز فانی ہے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ
مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی
الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ
اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ نُرِیۡدُ
اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً
وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ﴿۵﴾ۙ وَ نُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ
وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶﴾ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی
اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا
تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ
الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾ فَالۡتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَہُمۡ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ
اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا کَانُوۡا خٰطِئِیۡنَ ﴿۸﴾ وَ قَالَتِ
امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَ لَکَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡہُ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ

يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ
مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ
عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ
قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ
نٰصِحُوْنَ ۝١٢ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ
اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣ وَلَمَّا بَلَغَ
اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي ۝١٤

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

طسم، یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ و فرعون کے کچھ واقعات ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔ یقیناً فرعون نے زمین میں بلندی اختیار کی تھی۔ اس نے اہلِ زمین کو مختلف طبقات میں بانٹ رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کے افراد کو وہ ذلیل کرتا تھا۔ وہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ وہ یقیناً فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں رہنما مقرر کریں اور انہیں زمین کا وارث بنائیں۔ اور زمین میں ان کو اقتدار عطا کریں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اسے دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اس کے متعلق خوف محسوس ہوا تو اسے دریا میں ڈال دو اور نہ ڈرو اور نہ پریشان ہو، ہم اسے تمہارے پاس پلٹا دیں گے اور رسول بنائیں گے۔ خاندانِ فرعون نے اسے اٹھا لیا تا کہ انجامِ کار ان کا دشمن ہو اور ان کے لیے رنج وغم کا ذریعہ بنے۔ یقیناً فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا ہی بنا لیں۔ وہ انجام سے بے خبر تھے۔ ادھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اُڑا جا رہا تھا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ راز فاش کر دے تا کہ وہ ہمارے وعدہ پر ایمان لانے والوں میں سے ہو۔

اس نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہو۔ چنانچہ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر اسے دیکھتی رہی لیکن آلِ فرعون کو اس کا پتہ نہ چلا۔ ہم نے اس پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ موسیٰؑ کی بہن نے کہا: کیا میں تم کو اپنے گھر والوں کے متعلق نہ بتلاؤں جو اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

پھر ہم نے موسیٰؑ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور پریشان نہ رہے اور اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ بہرحال سچا ہے۔ اگرچہ لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ جب وہ اپنے بھرپور شباب کو پہنچا اور اس کی نشو ونما مکمل ہو گئی تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور نیک عمل کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں"۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: لفظ طسٓمّ انا الطالب السمیع المبدئ المعید کا مخفف ہے۔ یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اللہ طالب و سمیع اور آغاز کرنے والا اور لوٹانے والا ہوں۔

کتاب مبین

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ”یہ واضح کتاب کی آیات ہیں“۔

قرآن مجید کو ”مبین“ کہنے کی چند وجوہات ہیں:

① قرآن اس لیے مُبین ہے کہ اس میں حلال وحرام کو بیان کیا گیا ہے۔

② یہ اس لیے مُبین ہے کہ اس کی فصاحت و بلاغت نے دنیا کے تمام اہلِ ادب کو عاجز کر کے عملی طور پر یہ بیان کیا ہے کہ یہ خالق کا کلام ہے، مخلوق کا کلام نہیں ہے۔

③ قرآن اس لیے مُبین ہے کہ یہ نبوتِ محمدؐ کی صداقت کو واضح کرتا ہے۔

④ قرآن اس لیے مُبین ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

⑤ قرآن اس لیے مُبین ہے کہ گمراہ افراد کے شبہات سے نجات پانے کے طریقے بیان کرتا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن الرازی)۔ (جزاک اللہ)

فرعونی نظامِ حکومت

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۞ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۞

”یقیناً فرعون زمین میں بڑا بن بیٹھا تھا اور اس نے زمین کے رہنے والوں کو مختلف طبقات میں بانٹ رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کے افراد کو وہ کمزور کرتا تھا ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ وہ یقیناً فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں رہنما مقرر کریں اور انہیں زمین کا وارث بنائیں۔ اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں اور ان سے فرعون و ہامان اور اُن کے لشکروں کو وہ کچھ دکھا دیں جس کا انہیں ان سے اندیشہ تھا“۔

فرعون نے مصر میں ایک ظالمانہ نظام قائم کیا تھا اور اس نے رعایا کو حاکم و محکوم کے طبقات میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ قبطی

خاندان حاکم خاندان تھا اور بنی اسرائیل محکوم تھے۔ حاکم خاندان کو دنیا بھر کی آسائشیں فراہم کی گئی تھیں اور محکوم خاندان پر اس قدر ظلم و جبر کیا جاتا ہے کہ کسی ایک کاہن کی پیشین گوئی کی وجہ سے بنی اسرائیل کے ہزاروں نوزائیدہ بچے قتل کر دیے گئے۔ لیکن قدرت کا اصول ہے کہ جب ظلم اپنی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے تو قدرت انتقام کا کوڑا برساتی ہے اور فرعون اور فرعونیوں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔

خدائے ذوالجلال نے ارشاد فرمایا کہ جب فرعون کا ظلم حد سے بڑھا تو ہم نے ارادہ کرلیا کہ کمزور جماعت کو ترقی دی جائے اور انہیں دنیا و دین کی رہبری عطا کی جائے، انہیں طاقت و اقتدار دیا جائے اور انہیں ملکِ فرعون کا وارث بنایا جائے اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھائی جائے جس سے وہ فکرمند رہتے تھے۔

کمزور طبقات کو غلبہ عطا کرنا قدرت کا ازلی اصول ہے اور یہ ہمیشہ کارفرما رہے گا۔ جب بنی اسرائیل پر خدا کی زمین کو تنگ کیا گیا تو خدا نے موسیٰؑ کو نجات دہندہ بنا کر بھیج دیا۔ اسی طرح جب آلِ محمدؐ پر ظلم کا بادل کھل کر برس چکے گا تو اللہ تعالیٰ قائم آلِ محمدؐ کو خروج کا حکم دے گا اور وہ ظالم حکمرانوں کو نمونہ عبرت بنا دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آلِ محمد علیہم السلام ہمیشہ اس آیت سے اپنی حکومت حقہ کا استدلال کیا کرتے تھے۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ آیت موسیٰ و فرعون کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس آیت کے ذریعہ سے دنیا کے تمام فراعنہ کو ان کے بُرے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

اس مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے حسب ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ان آیات کے بعد مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ و فرعون کے واقعات سنائے تاکہ آنحضرت کو اپنے اہلِ بیتؑ پر توڑے جانے والے مصائب پر تسلی محسوس ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تعزیت و تسلی کے بعد اپنے حبیب کو بالواسطہ طور پر یہ بشارت دی ہے کہ خدا آلِ محمدؐ پر خصوصی فضل کرے گا اور انہیں زمین میں اپنا جانشین مقرر کرے گا اور انہیں اُمت کا رہنما بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قصہ موسیٰؑ بیان کر کے یہ واضح کیا کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل پر مصائب کے پہاڑ توڑے تو اللہ نے اس کی حکومت کو ختم کر دیا اور بنی اسرائیل کو حکومت عطا کی۔ اسی طرح سے جب اُمت کے ظالم حکام آلِ محمدؐ پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر فارغ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ظالموں کو تباہ کر دے گا اور آلِ محمدؐ کو حکومت و اقتدار عطا فرمائے گا۔

الکافی میں حفص بن غیاث سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حفص! مصیبت پر صبر کا انجام بھلائی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور صبر کا پھل ہمیشہ لذیذ ہوتا ہے اور اہلِ صبر کو ہی رہنمائی اور پیشوائی کا خدائی منصب عطا

کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۟ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ (السجدہ:۲۴)

"اور ہم نے ان میں سے امام مقرر کیے جو ہمارے امر کے مطابق ہدایت کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الصبر من الایمان کالراس من الجسد "صبر کو ایمان میں وہی مقام حاصل ہے جو سر کو بدن میں حاصل ہے"۔

اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کے صبر کو ملاحظہ کیا تو انہیں دنیا و دین کی رہنمائی عطا فرمائی اور فرعون اور آلِ فرعون کو برباد کیا۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ (اعراف:۱۳۷)

"بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے"۔

حضرت موسٰیؑ اور فرعون کے حالات کو آیاتِ الٰہی کے ظاہری الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جب کہ اس کی تاویل آلِ محمدؑ اور ظالم حکام کی شکل میں نمودار ہوئی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: سب سے پہلے عناق بنت آدم نے سرکشی کی تو اللہ نے شیر، بھیڑیا اور گدھ کو اس پر مسلط کیا۔ فرعون و ہامان نے سرکشی کی راہ اپنائی تو خدا نے انہیں رودِ نیل میں غرق کر دیا۔ لوگوں نے میرے حقوق غصب کیے خدا نے انہیں دوزخ واصل کیا۔ اسی طرح سے جب ظلم اپنی آخری حدوں کو چھوئے گا تو اللہ تعالٰی قائم آلِ محمدؑ کو خروج کی اجازت دے گا وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

منہال بن عمر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کیسے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آج ہماری وہی حالت ہے جو آلِ فرعون میں بنی اسرائیل کی تھی۔ آلِ فرعون بنی اسرائیل

کے بیٹوں کو قتل کرتے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ آج اسی طرح سے ہمارے بیٹے قتل کیے جارہے ہیں۔ ہماری عورتوں کو زندہ رکھا جارہا ہے اور آج امیر المومنین علی علیہ السلام پر منبروں پر سرعام تبرا کیا جارہا ہے۔ ہمارے دشمنوں کے لیے خزانوں کے منہ کھلے ہوئے ہیں اور ہمارے دوستوں کو ڈرایا دھمکایا جارہا ہے۔ عجم، عربوں کی اس لیے عزت کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ عربی تھے اور عرب قریش کا اس لیے احترام کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا۔ لیکن ہم محمد مصطفیٰؐ کا خاندان ہیں اس کے باوجود کوئی ہمارا احترام نہیں کرتا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ میں سے صالح افراد اور ان کے پیروؤں کی وہی مثال ہے جو حضرت موسیٰؑ اور ان کے پیروؤں کی تھی اور ہمارے دشمن اور ان کے پیرو فرعون اور آلِ فرعون کی مانند ہیں۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دنیا ہم سے منہ موڑنے کے بعد آخرکار ہمارے پاس لوٹ کر آئے گی جس طرح سے قبضہ میں نہ آنے والی ناقہ اپنے بچے کے پاس واپس آیا کرتی ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کردیا گیا ہے، ان پر احسان کریں اور انہیں رہبر بنائیں اور انہیں زمین کا وارث بنائیں“۔

شیخ الطائفہ کتاب الغیبۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ...... کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آلِ محمدؐ پر احسان کرے گا اور ان میں سے مہدیؑ کو بھیج کر انہیں عزت وعظمت دے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔

اُصولِ کافی میں ابوالصباح الکنانی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو چلتا ہوا دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو؟

پھر آپؑ نے خود ہی فرمایا: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ...... کی آیت کے مصادیق میں سے یہ بھی ایک مصداق ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت حکیمہ خاتون سے منقول ہے کہ میں حضرت قائمؑ کی پیدائش کے ایک ہفتہ بعد میں اپنے بھتیجے حسن عسکری علیہ السلام کے گھر گئی اور میں نے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: میرے بیٹے کو یہاں لاؤ۔ میں اُٹھی اور معصوم کو ان کے پاس لے گئی۔ حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زبان نومولود کے منہ میں دی اور بچہ

زبان یوں چوسنے لگا جیسا کہ دودھ اور شہد چوس رہا ہو۔

پھر امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہا: بیٹا! کلام کرو۔ اس وقت معصوم بچے نے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھا۔ پھر درود پاک پڑھا اور ایک ایک امام کا نام لے کر ان پر صلوات پڑھی یہاں تک کہ اپنے والد کا نام لے کر صلوات پڑھی۔ آپؑ نے وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ ...... کی آیت پڑھی۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حسن و حسین علیہم السلام کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا: تم میرے بعد کمزور بنا دیئے جاؤ گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مستضعف کا کیا مقصد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ میرے بعد تم لوگ ہی امام ہو کیونکہ اللہ نے مستضعفین کے متعلق تو فرمایا ہے: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ ...... یہ آیت قیامت کے دن تک ہمارے اندر جاری رہے گی۔

امالی صدوق علیہ الرحمہ میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ ...... کی آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔

شیخ الطائفہ نے کتاب الغیبۃ میں حضرت حکیمہؒ کی زبانی امامِ زمانہؑ کی ولادت کی داستان نقل کی۔ بی بی حکیمہؒ کہتی ہیں کہ امامِ زمانہؑ کی ولادت کے بعد امام حسن عسکریؑ نے انہیں اپنی آغوش میں بٹھایا اور کہا کہ بیٹا کچھ بولو۔ اس وقت قدرتِ خدا سے امامِ زمانہؑ کی زبان کھل گئی اور انہوں نے استعاذہ پڑھا۔ پھر انہوں نے وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنا فرزند مجھے دیا اور فرمایا: اسے اس کی ماں کے سپرد کرو تاکہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔

حضرتِ موسٰیؑ کی ولادت کے حالات

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِہٖ لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِہَا لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ ۫ فَبَصُرَتۡ بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰۤی اَہۡلِ بَیۡتٍ یَّکۡفُلُوۡنَہٗ لَکُمۡ وَ ہُمۡ لَہٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدۡنٰہُ اِلٰۤی اُمِّہٖ کَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُہَا وَ لَا تَحۡزَنَ وَ لِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ اسۡتَوٰۤی اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾

''اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اسے دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں اس کے متعلق خوف محسوس ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور نہ ڈرو اور نہ پریشان ہو، ہم اسے تمہارے پاس پلٹا دیں گے اور رسول بنائیں گے۔ خاندانِ فرعون نے اسے اٹھا لیا تاکہ انجام کار ان کا دشمن ہو اور ان کے لیے رنج و غم کا ذریعہ بنے۔ یقیناً فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔ فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا ہی بنا لیں۔ وہ انجام سے بے خبر تھے۔ ادھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اُڑا جا رہا تھا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ راز فاش کر بیٹھتی تاکہ وہ ہمارے وعدہ پر ایمان لانے والوں میں سے ہو۔ اس نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے چلتی رہو۔ چنانچہ وہ کچھ فاصلہ رکھ کر اسے دیکھتی رہی لیکن آلِ فرعون کو اس کا پتہ نہ چلا۔ ہم نے اس پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ موسیٰؑ کی بہن نے کہا: کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کے متعلق نہ بتلاؤں جو اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔ پھر ہم نے موسیٰؑ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور پریشان نہ رہے اور اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ بہرحال سچا ہے۔ اگرچہ لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ جب وہ اپنے بھرپور شباب کو پہنچا اور اس کی نشو و نما مکمل ہو گئی تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور نیک عمل کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور دیگر کتب تفسیر کے بیانات کا ماحصل یہ ہے کہ موسیٰؑ کے خوف کی وجہ سے فرعون نے لاتعداد بچے ذبح کرائے لیکن جب موسیٰؑ شکمِ مادر میں آئے تو اللہ نے ان کا حمل مخفی رکھا اور جب موسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تو کسی کو اس

کا علم نہ ہوا۔ فرعون نے قبطی عورتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی عورتوں پر کڑی نظر رکھیں اور جس کے ہاں بیٹا پیدا ہو اس کی فوراً اطلاع کریں تاکہ اس بچہ کو ذبح کر دیا جائے۔

جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ایک قبطی عورت آئی اور اس نے نوزائیدہ بچہ کو دیکھا۔ اس عورت کو دیکھ کر مادرِ موسیٰؑ رونے لگیں۔ قبطی عورت نے ان سے کہا: بی بی! آپ مجھے دیکھ کر کیوں پریشان ہوگئی ہیں اور آپ کا چہرہ زرد کیوں ہوگیا ہے۔ مادرِ موسیٰؑ نے جواب دیا: ابھی تم جا کر فرعون کے دفتر میں اطلاع کرو گی۔ فرعون کے فوجی آئیں گے اور میرے بیٹے کو ذبح کر دیں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے قبطی عورت کے دل میں موسیٰؑ کی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا: بی بی آپ مت گھبرائیں میں کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کروں گی۔ قبطی دایہ گھر سے باہر گئی۔ فرعون کے جاسوسوں نے اس سے کہا کہ بتاؤ عمران کے گھر میں کیا پیدا ہوا ہے؟

اس عورت نے کہا: وہاں کچھ بھی تو نہیں ہے۔ فوجیوں نے کہا: پھر تم وہاں کیا کرنے گئی تھیں؟ عورت نے کہا کہ عمران کی بیوی سے میری دوستی ہے میں اسے ملنے گئی تھی۔ فرعون کے فوجیوں کو دایہ کی بات پر یقین نہ آیا اور انہوں نے کہا کہ ہو نہ ہو عمران کے گھر کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے ہمیں وہاں جا کر تلاشی لینی چاہیے۔

یہ سوچ کر فوجیوں کا ایک دستہ عمران کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ موسیٰؑ کی بہن نے فوجیوں کے قدموں کی آوازیں سنیں تو ماں سے کہا: اماں! معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے فوجی ہمارے گھر آرہے ہیں۔ ان کے آنے سے قبل میرے بھائی کو کہیں چھپاؤ۔ ماں بے چاری اُٹھی اور صحن میں موجود تنور میں جا کر بیٹے کو لٹا دیا۔ اتنے میں فوجی گھر میں آئے اور تلاشی کرنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ کی ایک قریبی رشتہ دار لڑکی جسے حالات کا کوئی علم نہ تھا وہ تنور پر آئی اور لکڑیاں ڈال کر آگ جلا دی۔

اب ماں بے چاری کے دل پر قیامت گزر گئی اور سوچنے لگی کہ میرا بچہ فوجیوں سے تو بچ گیا لیکن تنور کے شعلوں کی نذر ہوگیا لیکن وہ یہ بات زبان سے بھی نہ کہہ سکتی تھی کیونکہ دشمن کے فوجی تلاشی لینے میں مصروف تھے۔

فوجیوں نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن انہیں موسیٰؑ کہیں دکھائی نہ دیئے۔ وہ مطمئن ہو کر گھر سے باہر آگئے۔ ان کے جانے کے بعد مادرِ موسیٰؑ روتی ہوئی تنور پر آئیں اور عجیب منظر دیکھا کہ ان کا بیٹا انگاروں سے یوں کھیل رہا تھا جیسے پھولوں سے کھیل رہا ہو۔ بچے کو صحیح سالم دیکھ کر ماں بہت خوش ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی کہ تم اپنے بیٹے کو دودھ پلاؤ اور کسی طرح کا خوف وحزن نہ کرو۔ اور جب یہ محسوس کرو کہ اب تم بچہ کو مزید دیر تک اپنے پاس نہیں رکھ سکتیں تو ایک

تابوت لے کر بچے کو اس میں لٹا دو اور وہ تابوت دریا کی لہروں میں بہا دو۔

بعض مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ مادرِ موسیٰؑ نے انہیں چالیس دن تک دودھ پلایا تھا۔ پھر انہوں نے محسوس کیا کہ اپنے بچے کو مستقل طور پر اپنے پاس ٹھہرانا مشکل ہے تو وہ ایک بڑھئی کے پاس گئیں اور اس سے چوبی صندوق طلب کی۔

بڑھئی نے پوچھا کہ بی بی! آپ چوبی صندوق لے کر کیا کریں گی؟ بی بی نے بتایا کہ مجھے اپنے بچے کے متعلق آلِ فرعون کا اندیشہ ہے میں اسے صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں کے حوالے کروں گی۔ بڑھئی نے رقم لی اور ایک صندوق بی بی کے سپرد کیا۔ پھر اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اسے جا کر آلِ فرعون کو بتانا چاہیے؟ چنانچہ وہ اس ارادہ سے وہاں پہنچا تو خدا نے اسے گونگا بنا دیا۔ آلِ فرعون نے پوچھا کہ کیا کہنے آئے ہو؟ جواب میں اس نے گونگوں کے سے اشارے شروع کردیئے۔ فرعون کے فوجیوں نے اسے مار پیٹ کے وہاں سے بھگا دیا۔ جب بڑھئی گھر پہنچا تو اس کی زبان بالکل صحیح تھی اور لکنت تک موجود نہ تھی۔ وہ پھر آلِ فرعون کے پاس گیا اس بار بھی خدا نے اسے گونگا بہرہ بنا دیا۔ وہ نہ تو ان کی بات سن سکتا تھا اور نہ ہی ان سے کسی طرح کی کلام کرسکتا تھا۔ چنانچہ اس نے گونگوں کے اشارے شروع کیے تو انہوں نے اسے پھر زدوکوب کیا۔ مار کھانے کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ نہ تو بہرا ہے اور نہ ہی گونگا ہے۔ تیسری بار اس ارادے کے تحت وہاں گیا تو خدا نے اسے بہرہ گونگا ہونے کے ساتھ ساتھ اندھا بھی بنا دیا۔ اس وقت اس نے دل میں عہد کیا کہ خدایا! میں یہ راز کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاص کو دیکھا تو اسے پہلے کی طرح سے صحت مند بنا دیا۔

بہرنوع مادرِ موسیٰؑ نے ایک چوبی صندوق لیا، اس میں اپنے لختِ جگر کو لٹایا اور دریائے نیل کی لہروں کے حوالے کردیا۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی مریم سے کہا کہ تم کچھ فاصلہ رکھ کر دریا کے کنارے چلتی رہو اور دیکھو کہ تمہارے بھائی کا یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔

صندوق لہروں کے دوش پر روانہ ہوا۔ آگے جا کر دریا کے دو حصے ہوجاتے تھے۔ ایک حصہ فرعون کے محل میں سے گزرتا تھا۔ جب صندوق وہاں پہنچا تو وہ اس حصہ میں چلا گیا جو فرعون کے محل میں سے گزرتا تھا۔ فرعون کی ایک بیٹی تھی۔ اس کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی اور اتفاق سے وہ مبروص بھی تھی۔ فرعون نے اطباء اور جادوگروں سے اس کا بہتر علاج کرایا تھا لیکن اس کی بیماری ختم نہ ہوئی تھی۔ جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ فلاں ماہ کے فلاں دن صبح کے وقت دریا میں ایک صندوق آئے گا جس میں ایک بچہ ہوگا اگر تم نے اس صندوق کو پکڑوا لیا اور اس بچے کو صندوق سے نکالا اور اس کا لعابِ دہن بیٹی کے برص کے داغوں پر لگوا لیا تو تمہاری بیٹی تندرست ہوجائے گی اور اس کے برص کے داغ ختم ہوجائیں گے۔

چنانچہ فرعون اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھا تھا۔ اتنے میں اسے دُور سے ایک صندوق دکھائی دیا جسے لہریں اُچھال رہی تھیں۔ جب وہ صندوق محل کے قریب پہنچا تو ایک درخت سے آ کر اُٹک گیا۔ فرعون نے ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ کشتیاں لے کر جائیں اور اس صندوق کو پکڑ کر اس کے سامنے پیش کریں۔

حکم کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے کشتیوں نے صندوق کو گھیر لیا اور چند لحات بعد وہ صندوق فرعون کے سامنے لایا گیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ بھی وہاں پر موجود تھی۔ صندوق کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن تالا نہ کھلا۔ بی بی آسیہ نے بڑے پیار و محبت سے تالا کھولا۔ ڈھکنا اٹھایا گیا تو اندر حضرت موسیٰؑ موجود تھے۔

موسیٰؑ کا لعابِ دہن لے کر فرعون کی بیٹی کی جلد پر لگایا گیا تو اس کے برص کے داغ مندمل ہو گئے اور وہ تندرست ہوگئی۔ بی بی آسیہ کو بچہ کیا ملا دنیا جہان کی نعمتیں مل گئیں۔ اس نے فرعون سے کہا کہ لو تمہیں مبارک ہو یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ فرعون نے کہا: تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ضرور ہوگا لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر اس وقت فرعون بھی اپنی بیوی کی طرح سے موسیٰؑ کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہہ دیتا تو اسے بھی آسیہ کی طرح ایمان کی دولت نصیب ہو جاتی۔

بی بی آسیہ نے کہا: اسے قتل نہ کرو ممکن ہے یہ بڑا ہو کر ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ اس اثناء میں فرعون تردد کرتا رہا اور کہتا تھا کہ خیال رکھنا یہ وہی اسرائیلی بچہ نہ ہو جس کی وجہ سے ہم نے ہزاروں بچوں کو قتل کرایا ہے۔ بی بی آسیہ نے اسے تسلی دی اور کہا یہ عام بچوں جیسا بچہ ہے۔ ہمیں گھر بیٹھے یہ دولت مل گئی ہے، لہٰذا اس دولت کو ٹھکرانا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ (طٰہٰ:۳۹) ''اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی''۔ لہٰذا حضرت موسیٰؑ کو جو بھی دیکھتا اس کے دل میں ان کی محبت گھر کر جاتی تھی۔

بی بی آسیہ کی پُر زور سفارش پر فرعون انہیں اپنے گھروں میں رکھنے پر آمادہ ہوگیا۔ اس کے بعد بچے کو دودھ پلانے کا مرحلہ آیا۔ بی بی آسیہ نے کہا کہ جو عورت میرے بچے کو دودھ پلائے گی میں اس کا منہ موتیوں سے بھر دوں گی۔

اس اعلان کے بعد بہت سی عورتیں دودھ پلانے کے لیے آ گئیں لیکن حضرت موسیٰؑ نے کسی بھی عورت کی چھاتی سے منہ نہ لگایا۔ تمام عورتیں دودھ پلانے میں ناکام ہوگئیں۔ اتنے میں موسیٰؑ کی بہن جن کا نام مریم یا کلثوم تھا، آگے بڑھی اور اس نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے خاندان کی خبر دوں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کرے اور پوری خیر خواہی سے کرے۔

اجازت ملی تو بچی اپنی والدہ کے پاس آئی اور کہا: اماں! بھائی کا صندوق فرعون کے محل میں پہنچ چکا ہے اور فرعون کی بیوی اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہے۔ شہر کی عورتیں دودھ پلانے کے لیے آئی تھیں لیکن بھائی نے کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ آپ چلیں اور بھائی کو چل کر دودھ پلائیں۔ مادرِ موسیٰؑ فرعون کے محل میں گئیں اور اپنے بیٹے کو چھاتی سے لگایا۔ بچے نے جیسی ہی ماں کی خوشبو محسوس کی تو اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

ضحاک کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ماں کا دودھ پینا شروع کیا تو فرعون کے دستِ راست ہامان نے بی بی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ تیرا ہی ہے۔

بی بی نے کہا: نہیں بچہ میرا نہیں ہے۔ ہامان نے کہا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس نے کسی عورت کا دودھ پینا پسند نہیں کیا جب کہ تمہارا دودھ فوراً پینے لگ گیا؟

بی بی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے وجود سے خوشبو آتی ہے اور میرا دودھ میٹھا ہے جو بھی بچہ میرے وجود کی خوشبو سونگھتا ہے، وہ میرا دودھ پینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

آلِ فرعون میں سے ہر شخص نے مادرِ موسیٰؑ کو گراں قدر تحفے تحائف دیئے۔ (نقلاً عن کتب التفسیر والتاریخ)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت موسیٰؑ اپنی ماں سے کتنا عرصہ جدا رہے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: تین دن تک اپنی والدہ سے جدا رہے تھے۔

تفسیر مذکور میں مرقوم ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں پرورش پا رہے تھے اور گھٹنوں کے بل چلنے لگے تو ایک دن فرعون نے موسیٰؑ کو آغوش میں بٹھایا ہوا تھا۔ موسیٰؑ کو چھینک آئی تو انہوں نے الحمد للہ رب العالمین کہا۔ فرعون کو یہ الفاظ نامانوس محسوس ہوئے۔ اس نے انہیں طمانچہ مارا۔ موسیٰؑ نے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون کی داڑھی کافی لمبی تھی۔ فرعون نے بچے کا ہاتھ چھڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن بچے کی مٹھی کھلنے میں نہ آئی۔ موسیٰؑ نے زور سے جھٹکا دیا تو اس کی داڑھی کا ایک حصہ اُکھڑ گیا۔

فرعون کو سخت غصہ آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ انہیں قتل کر دے۔ بی بی آسیہ دوڑتی ہوئی آئیں اور کہا: اسے کچھ نہ کہو، یہ معصوم بچہ ہے اسے کیا پتہ کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟

فرعون نے کہا: آسیہ! تم غلطی کر رہی ہو۔ مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہی بچہ ہے جس نے ہمیں تباہ و برباد کرنا ہے۔

بی بی آسیہ نے کہا: یہ تمہارا واہمہ ہے تم اس کا امتحان کر لو۔ اس کے سامنے دو تھال رکھو، ایک تھال میں سرخ کھجوریں

رکھو اور دوسرے میں سرخ انگارے رکھو پھر دیکھو کہ بچہ کہاں ہاتھ ڈالتا ہے۔

فرعون نے دو تھال منگوائے، ایک میں سرخ کھجوریں رکھیں دوسرے میں انگارے رکھے اور موسیٰؑ کو درمیان میں بٹھا کر کہا کہ ان میں سے ایک چیز اُٹھا لو۔ موسیٰؑ نے کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خدا نے جبریلؑ کو بھیجا اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انگاروں میں ڈال دیا۔ موسیٰؑ نے ایک انگارہ اٹھایا اور اسے منہ میں ڈالا جس سے ان کا ہاتھ اور منہ دونوں جل گئے۔ موسیٰؑ رونے لگے۔ اس وقت بی بی آسیہ نے فرعون سے کہا کہ میں نہ کہتی تھی کہ یہ عام بچہ ہے۔ اب تو تمہیں بھی مان لینا چاہیے کہ یہ عام بچہ ہے۔

فرعون نے کہا: ٹھیک ہے اب میں مانتا ہوں کہ یہ عام بچہ ہے۔

موسیٰؑ شباب کی منزل پر

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

”اور جب وہ اپنے بھرپور شباب کو پہنچا اور اس کی نشو ونما مکمل ہوگئی تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور نیک عمل کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں“۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ کا مقصد ہے جب وہ اٹھارہ برس کا ہوا اور وَاسْتَوٰۤى کا مقصد ہے جب اس کے چہرے پر داڑھی آ گئی۔

اس آیت کے ضمن میں فخر رازی لکھتے ہیں کہ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى کے مفہوم کے متعلق دو اقوال منقول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ دونوں الفاظ کا ایک ہی مفہوم ہے اور اس سے کمالِ قوت، اعتدالِ مزاج و اعضاء و جوارح کا کامل ہونا مراد ہے۔ دوسرا قول جو کہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ کا مفہوم اور ہے اور وَاسْتَوٰۤى کا مفہوم اور ہے۔ متعدد مفسرین نے ان کے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں:

① وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ سے بدن کی قوت کا کمال مراد ہے اور وَاسْتَوٰۤى سے عقلی قوت کا کمال مراد ہے۔

② اَشُدَّهٗ سے کمالِ قوت اور وَاسْتَوٰۤى سے جسم کے اعضاء و جوارح کا کامل ہونا مراد ہے۔

③ اَشُدَّهٗ سے بلوغت مراد ہے اور وَاسْتَوٰۤى سے کمالِ خلقت مراد ہے۔

④ ابن عباس کا قول ہے کہ اَشُدَّهٗ سے اٹھارہ برس سے لے کر تیس برس کا عرصہ مراد ہے کیونکہ اس کے بعد تیس سے

چالیس سال کے دوران جسمانی نشوونما رک جاتی ہے۔ پھر جب انسان چالیس برس کا ہوتا ہے تو اس کے وجود میں کمی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

ابن عباس کا فرمان بالکل صحیح ہے کیونکہ انسان اپنی زندگی میں نشوونما کے اعتبار سے تین مراحل سے گزرتا ہے:

پہلا مرحلہ وہ ہے جب اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ ایسا آتا ہے جہاں اس کی نشوونما رک جاتی ہے اور اس میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرے مرحلہ میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

پہلا مرحلہ پیدائش سے شروع ہوتا ہے اور تیس برس کی عمر تک جاری رہتا ہے۔ اس مرحلہ میں بیس سے تیس برس کا عرصہ خصوصی توجہ کا حامل ہوتا ہے اس میں انسان کے پاس قوت کا خزانہ ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ تیس برس کی عمر سے شروع ہوتا ہے اور چالیس برس کی عمر تک جاری رہتا ہے۔ اس مرحلہ پر نشوونما رک جاتی ہے۔ پھر تیسرا مرحلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوتا ہے جس میں انسانی وجود میں آہستہ آہستہ کمی ہونے لگتی ہے اور ساٹھ برس کی عمر تک کمی کا یہ عمل خفیف ہوتا ہے۔ ساٹھ برس کے بعد کمی کے عمل میں تیزی آجاتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ نے جسے بھی نبوت دی تو چالیس سال کی عمر میں ہی عطا کی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چالیس برس کی عمر تک شہوت وغضب کی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ چالیس برس کے بعد قوتِ شہویہ وغضبیہ میں کمی واقع ہونے لگتی ہے اور عقلی قویٰ میں اضافہ ہونے لگ جاتا ہے اور اس عمر میں پہنچ کر انسان ایک کامل انسان بن جاتا ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا
رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ
فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ
مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ
مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۶ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ
فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ
إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَن يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ
عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا
بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا
تُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى
الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ
لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا
يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ
تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾
وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ
وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا
لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ
لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ
فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ

اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ
عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٝ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَیْرَ مَنِ
اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ
اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ
اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ
سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ
وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى
مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾

"موسیٰؑ ایک دن شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب اہلِ شہر غفلت میں تھے تو انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے پایا۔ یہ اس کے شیعوں میں سے تھا اور یہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جوان کے شیعوں میں سے تھا اس نے دشمن کے خلاف ان سے فریاد کی تو موسیٰؑ نے اسے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کردیا اور کہا کہ یہ شیطان کے عمل سے ہے بے شک وہ دشمن اور کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔

موسیٰؑ نے کہا کہ پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے لہٰذا مجھے معاف کردے تو پروردگار نے کہا اسے معاف کردیا۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ موسیٰؑ نے کہا

کہ پروردگار! یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

دوسرے روز وہ صبح سویرے ڈرتا اور ہر طرف سے خطرہ بھانپتا ہوا شہر میں جا رہا تھا تو اچانک دیکھا کہ جس نے اسے کل مدد کے لیے پکارا تھا وہ پھر فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ یقیناً تو کھلم کھلا گمراہ ہے۔ پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ دونوں کے دشمن پر حملہ کریں تو وہ پکار اُٹھا کہ موسیٰؑ! تو مجھے اس طرح سے قتل کرنا چاہتا ہے جیسا کہ کل تو نے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ تم تو زمین پر سرکش بن کر رہنے کے خواہش مند ہو۔ تم اصلاح پسند بن کر نہیں رہنا چاہتے۔

ادھر شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے موسیٰؑ! سردار تیرے قتل کے مشورے کر رہے ہیں تم یہاں سے چلے جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ موسیٰؑ ڈر کر اور سہم کر شہر سے نکلے اور کہا: پروردگار! مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔ پھر جب مصر سے نکل کر مدین کا رُخ کیا تو کہا کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کرے گا۔

جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو انہوں نے یہ پایا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے الگ دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلائیں گی جب یہ چرواہے اپنے جانور نکال کر نہ لے جائیں۔ ہمارا والد ضعیف العمر آدمی ہے۔ پھر موسیٰؑ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر سایہ میں آ کر پناہ لے لی۔ اس کے بعد کہا: پروردگار! تو جو بھی بھلائی میری طرف نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں۔

پھر ان دو میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں بدلہ دے سکیں۔ جب موسیٰ ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے واقعات سنائے تو اس نے کہا: خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

ان دو عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! آپ انہیں ملازم رکھ لیں۔ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ اس نے کہا کہ میں ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ تم میرے لیے آٹھ سال تک ملازمت کرو گے اور اگر دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔

موسیٰ نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ میں ان دو مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں اس کے بعد مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں خدا اس کا ضامن ہے"۔

نبی کا شیعہ اور نبی کا دشمن

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

"موسیٰ ایک دن شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب اہلِ شہر غفلت میں تھے تو انہوں نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا۔ یہ اس کے شیعوں میں سے تھا اور یہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو ان کے شیعوں میں سے تھا تو اس نے اپنے دشمن کے خلاف ان سے فریاد کی تو موسیٰ

نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا اور کہا کہ یہ شیطان کے عمل میں سے ہے بے شک وہ دشمن اور کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ جوان ہونے تک فرعون کے گھر میں قیام پذیر رہے لیکن جب آپ جوان ہوئے تو آپ مسئلہ توحید پر گفتگو کرتے تھے یہاں تک کہ فرعون ان کی باتوں سے تنگ آ گیا اور اس نے انہیں شہید کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کا محل چھوڑ دیا اور شہر میں چلے گئے اور آپ نے وہاں توحید کی گفتگو شروع کر دی۔ کچھ لوگ آپ کے کلام سے متاثر ہوئے چنانچہ وہ لوگ آپ کے شیعہ کہلاتے تھے اور جن لوگوں نے آپ کی تبلیغ کو اہمیت نہیں دی تھی وہ آپ کے دشمن کہلاتے تھے۔

ایک رات جب لوگ خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو آپ شہر میں داخل ہوئے وہاں دو افراد کو لڑتے ہوئے پایا۔ ایک موسیٰؑ کے بیان کردہ عقائد پر ایمان رکھتا تھا اور دوسرا فرعون کی باتوں پر یقین رکھتا تھا۔ آپ کے شیعہ نے آپ کے دشمن کے خلاف فریاد کی تو آپؑ نے اس دشمن کو گھونسا مارا جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد آپ شہر میں چھپ گئے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شیعوں سے فرمایا: تمہیں یہ نام مبارک ہو۔

آپ کے صحابی ابوبصیر نے کہا کہ مولاً! کون سا نام؟

آپؑ نے فرمایا: وہ نام ہے شیعہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ دوسرے دن حضرت موسیٰؑ جب شہر میں گئے تو وہی پہلا شخص ایک اور دشمن سے گتھم گتھا ہو رہا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ سے مدد طلب کی۔ آپؑ نے فرمایا تو تو بالکل گمراہ ہے۔ پھر آپؑ نے چاہا کہ دشمن کو سزا دیں تو پہلا شخص یہ سمجھا کہ اب کی بار موسیٰؑ مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ اس نے چیخ کر کہا کہ موسیٰؑ! کل بھی تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا اور آج تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو۔ تم اصلاح پسند بن کر رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس کی اس گفتگو کی وجہ سے پردہ فاش ہو گیا اور لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کل رات کی تاریکی میں جو شخص قتل ہوا تھا وہ موسیٰؑ کے ہاتھوں سے مرا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے چھوڑا اور مخفی ہو گئے۔

یہی باتیں دربارِ فرعون میں پہنچیں کہ موسیٰؑ نے ان کی برادری کے ایک فرد کو قتل کیا ہے۔ اہلِ دربار کہنے لگے کہ اس کے بدلے میں موسیٰؑ کو قتل کر دینا چاہیے۔ یہی بات فرعون کے خزانچی نے سنی وہ حضرت موسیٰؑ کا خیر خواہ تھا اور ایک عرصہ سے ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے آپ کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے آپؑ کو یہ پیغام دیا کہ سردار تجھے قتل کرنے

کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ آپ میری مانیں تو یہ شہر چھوڑ کر کہیں باہر چلے جائیں۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

بعد میں جب فرعون نے اپنے دربار میں کہا تھا کہ میں موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو اس وقت بھی مومنِ آلِ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا دفاع کیا تھا جس کی وجہ سے فرعون کو اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کرنا پڑی تھی۔

کتاب کمال الدین میں مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں جوانی کی منزل پر پہنچ رہے تھے۔ ان کی والدہ، ان کی بہن اور دائی نے کسی کو یہ نہ بتایا کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ اور دائی کی وفات ہوگئی۔

بنی اسرائیل گذشتہ انبیاءؑ کی زبانی یہ سن چکے تھے کہ جب ان پر ظلم وستم کی انتہا ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کے نجات دہندہ کو بھیج دے گا۔ اسی لیے انہیں اپنے نجات دہندہ کا بڑی شدت سے انتظار تھا لیکن انہیں موسیٰؑ کے متعلق کچھ معلومات نہ تھیں۔

فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل کو اپنے نجات دہندہ ہادی کی جستجو ہے تو اس نے ان پر مزید سختیاں کر دیں اور انہیں نجات دہندہ ہادی کے متعلق گفتگو کرنے سے روک دیا۔

ایک چاندنی رات میں چند اسرائیلی بزرگ جمع ہو کر اپنے ایک بزرگ عالم کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم مدت سے اپنے نجات دہندہ ہادی کے متعلق سنتے آرہے ہیں تو کیا یہ تمام خبریں طفل تسلیوں کے مترادف ہیں یا ان میں کچھ حقیقت بھی ہے۔ ہم بھلا کب تک اس ظلم و بربریت کو برداشت کرتے رہیں گے۔

بزرگ عالم دین نے جواب دیا کہ حالات وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے مُنجی (نجات دہندہ) کا ظہور ہونے کو ہے اس کا تعلق لاوی بن یعقوب کے خاندان سے ہوگا۔ اس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا وہ لمبے قد وقامت کا جوان ہوگا اور اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے۔

ابھی وہ محفل میں بیٹھ کر یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک خچر پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور وہاں جا کر رک گئے۔ اسرائیلی عالمِ دین نے اپنا سر اُٹھایا تو اسے ان میں اپنے مُنجی موعود کی علامات دکھائی دیں۔ چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ جوان! خدا تم پر رحم کرے، یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرا نام موسیٰؑ ہے۔ اسرائیلی عالم نے کہا: آپ کے والد کا کیا نام ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرے والد کا نام عمران ہے۔

یہ سنا تو وہ اسرائیلی عالم اُٹھا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور دوسرے اسرائیلیوں نے بھی اُٹھ کر آپ کے ہاتھ

پاؤں چومے اور وہ لوگ حضرتؑ کے شیعہ بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ رات کے وقت جب کہ اہلِ شہر غفلت میں پڑے ہوئے تھے، شہر میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے دو افراد کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک آپؑ کا شیعہ تھا اور دوسرا قبطی خاندان کا فرد تھا۔ آپؑ کے شیعہ نے دشمن کے خلاف آپؑ سے استغاثہ کیا۔ آپؑ نے دشمن کے گھونسا مارا اور چونکہ آپ طاقت ور انسان تھے لہٰذا آپ کا گھونسا لگتے ہی وہ مر گیا۔

شہر میں قبطی کے قتل کا چرچا ہو گیا لیکن قاتل نامعلوم تھا۔ آپ دوسرے دن ڈرتے ہوئے شہر میں گئے تو وہی اسرائیلی ایک اور قبطی سے گتھم گتھا تھا۔ اب کی بار بھی اس نے آپ کو مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم انتہائی گمراہ اور جھگڑالو انسان ہو۔ پھر آپؑ نے ارادہ کیا کہ مشترکہ دشمن سے نمٹ لیں۔ اسرائیلی یہ سمجھا کہ شاید اب کی بار آپ اسے ہی مارنا چاہتے ہیں۔ وہ چیخ کر کہنے لگا: موسٰیؑ! کل بھی تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا اور آج مجھ غریب کو مارنا چاہتے ہو، تم زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو، تم اصلاح پسند بن کر رہنے کے خواہش مند نہیں ہو۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ مامون الرشید نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ آپ عصمتِ انبیاءؑ کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن قرآن مجید اس عقیدہ کی تائید نہیں کرتا کیونکہ قرآن میں انبیاءؑ کی لغزشوں کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ حضرت موسٰیؑ کو ہی لے لیں تو قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے شیعہ کے استغاثہ پر قبطی کو گھونسا مارا تو اس کے بعد انہوں نے کہا تھا: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ "یہ شیطانی عمل ہے"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: بات یہ نہیں ہے قرآن مجید یہ کہہ رہا ہے کہ آپ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو آپؑ نے دو افراد کو لڑتے ہوئے پایا جن میں سے ایک آپ کا شیعہ تھا اور دوسرا آپؑ کا دشمن۔ شیعہ نے استغاثہ کیا تو آپؑ نے دشمن کو گھونسا مارا۔ یہاں قرآن کہہ رہا ہے: فَقَضٰى عَلَيْهِ یعنی آپ نے یہ کام خدا کی قضا و قدر کے تحت سرانجام دیا تھا۔

پھر آپؑ نے جو یہ فرمایا کہ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ تو اس سے آپؑ کا اشارہ اپنے فعل کی طرف نہ تھا۔ آپؑ نے دراصل یہ کہا کہ تمہارا آپس میں لڑنا جھگڑنا شیطانی عمل ہے اور شیطان انسانوں کا دشمن اور صریح گمراہ کرنے والا ہے۔

مامون نے کہا: اچھا آپؑ یہ فرمائیں کہ اس واقعہ کے بعد آپؑ نے یہ کیوں کہا تھا: رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ "پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے معاف کر دے"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس آیت میں لفظ غـفـر "ستر" کے معنی میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ

حضرتؑ نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا کہ خدایا! ایک شخص میرے ہاتھوں مرگیا ہے مجھے چھپا لے اور میری پردہ پوشی فرما تاکہ تیرے دشمن مجھے گرفتار کر کے قتل نہ کردیں۔

مامون نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں کہا تھا: رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ "پروردگار! چونکہ تو نے مجھ پر نعمت کی ہے اب میں مجرموں کا ہرگز پشت پناہ نہیں بنوں گا؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ پروردگار! تو نے مجھے اتنی قوت دی ہے کہ لوگ میرے ایک گھونسے کی بھی تاب نہیں رکھتے آئندہ میں اپنی اس طاقت کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے استعمال کروں گا۔

مامون نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کو جزائے خیر دے، آپؑ نے میرے بہت سے اشکالات دُور کر دیئے ہیں۔

کلیمؑ اور وارثِ کلیم میں مشابہت

جب حضرت موسیٰؑ نے مصر چھوڑا تو قرآن مجید نے ان کی ہجرت کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا: فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ "موسیٰؑ خوف زدہ ہو کر اور سہم کر شہر سے نکلے اور فرمایا کہ پروردگار! مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما"۔ اور پھر جب انہوں نے مدین کا رخ کیا تو کہا تھا: عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِیْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ "امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے گا"۔

شیخ مفید ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپؑ یہ آیت پڑھتے ہوئے مدینہ سے نکلے: فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ آپ کے اہلِ خاندان نے آپؑ سے کہا کہ آپ بھی ابن زبیر کی طرح مکہ کا غیر معروف راستہ اختیار کریں تاکہ حکومت کا کوئی فوجی دستہ آپؑ کا تعاقب نہ کر سکے تو آپؑ نے فرمایا: میں معروف راستے ہی پر سفر کروں گا یہاں تک کہ خدا نے ہمارے متعلق جو فیصلہ کرنا ہو، کر دے۔

اور جب آپ تین شعبان شبِ جمعہ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؑ یہ آیت پڑھ رہے تھے: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِیْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا جنت میں سے آیا

تھا اور اس کا تعلق درخت آس سے تھا۔ جب آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تو جبرئیلؑ نے آپ کو وہ عصا لا کر دیا تھا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام راوی ہیں کہ جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص سفر پر روانہ ہوا اور اس کے ہاتھ میں کڑوے بادام کا عصا ہوا اور گھر سے نکلتے وقت وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ ...... وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ تک کی آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام درندوں، چور، ڈاکو اور سانپ اور دیگر حشرات کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اسے خیر و عافیت سے واپس گھر پہنچائے گا۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ جب مومن آلِ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو اطلاع دی کہ سردار آپؑ کے قتل کے مشورے کر رہے ہیں لہٰذا آپ اس شہر کو چھوڑ کر کہیں دُور چلے جائیں۔ آپؑ نے مصر کو خیرباد کہا اور مدین کی طرف روانہ ہوئے۔ روایات میں مروی ہے کہ مدین مصر سے تین دنوں یا آٹھ دنوں کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اس پورے سفر میں آپؑ کو کہیں روٹی نہ ملی تھی، گھانس پھونس کھا کر آپؑ گزر اوقات کرتے رہے۔ پھر جب آپؑ مدین کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ایک کنواں تھا وہاں لوگ اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی پلا رہے تھے۔ آپؑ نے دیکھا کہ دو لڑکیاں اپنی بکریاں لیے دُور کھڑی تھیں۔ آپؑ نے ان سے فرمایا کہ تم دُور کیوں کھڑی ہو، اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟

ان لڑکیوں نے جواب دیا کہ جب یہ چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر فارغ ہوں گے تو ہم ان کے بعد اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گی۔ ہمارا والد ایک ضعیف العمر شخص ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو ان لڑکیوں پر ترس آیا۔ آپؑ کنویں کی منڈیر پر گئے اور وہاں پر موجود شخص سے فرمایا کہ ایک ڈول تم بھرو اور ایک ڈول میں بھرتا ہوں۔ اس ڈول کو دس آدمی کھینچتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے تن تنہا ڈول کھینچے اور ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر چلی گئیں۔ آپ درخت کے سائے میں آ کر بیٹھے اور عرض کیا: اے پروردگار! میں تیری طرف سے آنے والی بھلائی کی احتیاج رکھتا ہوں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام سخت بھوکے تھے، دعا کے پیرائے میں انہوں نے خدا سے روٹی کا سوال کیا تھا کیونکہ دورانِ سفر میں آپؑ کو کہیں روٹی نصیب نہ ہوئی تھی۔ آپؑ گھاس پھونس اور جڑی بوٹیوں پر گزر اوقات کرتے رہے تھے اور آپؑ کے پیٹ سے جڑی بوٹیوں کا سبز رنگ جھلک رہا تھا۔

الکافی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مرقوم ہے کہ قرآن کریم کے تین مقامات پر حضرت موسیٰؑ کے

کھانے کا تذکرہ کیا گیا ہے:

① جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تھے تو درخت کے نیچے بیٹھ کر خدا سے کھانے کا سوال کیا تھا۔

② جب وہ حضرت خضرؑ کی تلاش میں نکلے تو اپنے ساتھی سے کہا تھا: اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ (الکہف:۶۲) ”ہمارا ناشتہ لے آؤ اس سفر میں ہم بہت تھک گئے ہیں“۔

③ جب حضرت خضرؑ کے ساتھ محوِ سفر تھے اور ایک گاؤں میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاستطعما اھلھا انہوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا تھا لیکن بستی والوں نے انہیں کھانا نہ کھلایا تھا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں دنیا کی بے ثباتی بیان کرتے ہوئے یہ جملے فرمائے: ”اگر تو چاہے تو اس کے لیے میں دوسری مثال حضرت موسیٰؑ کی پیش کرسکتا ہوں۔ انہوں نے اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ کہہ کر خدا سے روٹی کی درخواست کی تھی کیونکہ سفر کے دوران میں وہ جڑی بوٹیوں پر گزر اوقات کرتے رہے تھے جس سے آپؑ کا گوشت کمزور ہوگیا تھا اور جڑی بوٹیوں کا سبز رنگ ان کے پیٹ سے جھلک رہا تھا۔

کتاب کمال الدین، تفسیر علی بن ابراہیم، جوامع الجامع، من لایحضرہ الفقیہ اور مجمع البیان کے بیانات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ڈرتے ہوئے مصر کی سرزمین کو چھوڑا اور ارضِ مدین پہنچے۔ یہاں شعیب نبی کی لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا۔ لڑکیاں خلافِ معمول جلدی والد کے پاس گھر پہنچیں تو ان کے والد نے پوچھا کہ آج تم خلافِ معمول جلدی سے کیسے آ گئیں؟

لڑکیوں نے کہا: ابا جان! ایک نیک انسان وہاں آیا، اس نے ہم پر رحم کھایا اور ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اسی لیے ہم آج جلدی واپس آ گئیں۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی ایک بیٹی سے کہا کہ بیٹی! تم جاؤ اور اس مسافر کو یہاں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اسے اس کے عمل کی اُجرت دے سکوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک لڑکی شرم و حیا سے چلتی ہوئی موسیٰؑ کے پاس آئی اور ان سے کہا: میرے والد آپؑ کو بلا رہے ہیں اور وہ آپؑ کو پانی پلانے کی اُجرت دینا چاہتے ہیں۔

آپؑ اُٹھے اور اس لڑکی کے ساتھ چل پڑے۔ آپؑ گلیوں سے ناواقف تھے اسی لیے لڑکی آپؑ کے آگے چلنے لگی۔ اتنے میں ہوا کا جھونکا آیا۔ لڑکی کی چادر ہٹی اور اس کی پشت نمایاں ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم میرے پیچھے چلتی آؤ اور مجھے پیچھے ہی سے راستہ بتاتی رہو اور جہاں کہیں مڑنا ہو تو پتھر پھینک کر مجھے اشارہ کر دینا میں خود بخود مڑ جاؤں گا کیونکہ میرا تعلق اس خاندان سے ہے جو کسی کی بہو بیٹی کی پشت پر نگاہ نہیں کیا کرتا۔

آپؑ چلتے ہوئے حضرت شعیبؑ کے پاس پہنچے اور آپؑ نے انہیں اپنے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ شعیبؑ نے آپؑ کے حالات سن کر کہا: بس اب تمہیں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اب تم ظالموں کے ملک کی سرحدوں سے باہر آ چکے ہو۔

حضرت شعیبؑ کی بیٹی نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! بہتر یہ ہے کہ آپؑ اسے اپنے پاس ملازم ٹھہرا لیں کیونکہ یہ شخص طاقتور اور امین ہے۔

حضرت شعیبؑ نے کہا: اس نے اس ڈول کو کھینچا ہے جسے دس آدمی کھینچتے ہیں۔ اس سے اس کا طاقت ور ہونا تو ثابت ہوتا ہے لیکن تمہیں اس کا امین ہونا کیسے معلوم ہوا؟

اس وقت لڑکی نے اپنا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ انہوں نے میرے پیچھے چلنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میرا تعلق اس خاندان سے ہے جو عورتوں کی پشت پر نظر نہیں کرتا۔ چنانچہ ان کے اس کردار سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ امین بھی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو گے اور اگر تم نے دس سال تک ملازمت کی تو یہ تمہاری طرف سے رضا کارانہ فعل ہوگا۔

حضرت موسیٰؑ نے کہا مجھے یہ شرط منظور ہے لیکن ان دو میں سے جونسا عرصہ بھی آپؑ کی ملازمت کروں آپؑ کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا اور ہمارے اس قول قرار کا خدا ضامن ہے۔

مجمع البیان میں سعید بن صفوان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت موسیٰؑ کا نکاح شعیبؑ کی کس لڑکی سے ہوا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جو لڑکی انہیں بلانے کے لیے آئی تھی اس سے حضرت موسیٰؑ کا نکاح ہوا تھا۔

راوی نے کہا کہ حضرت موسیٰؑ نے آٹھ سال ملازمت کی تھی یا دس سال ملازمت کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: انہوں نے دس سال تک ملازمت کی تھی۔

راوی نے کہا تو کیا دس سال بعد ان کا نکاح ہوا تھا یا پہلے ہوا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: نکاح پہلے ہوا تھا۔

راوی نے کہا: اگر کوئی شخص کسی لڑکی سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس کے باپ کی دو ماہ تک ملازمت کرے گا تو

کیا یہ جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، یہ جائز نہیں ہے کیونکہ کسی کی زندگی کا کیا اعتبار ہے کہ وہ اتنا عرصہ تک زندہ بھی رہے گا لیکن موسیٰؑ کو نورِ وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اس شرط کو پورا کریں گے اور ان کی زندگی وفا کرے گی۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ
مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا
نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ
اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ
فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى
اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ
جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا
فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ۫ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ
اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَا ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا
بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ
بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ
اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ
هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا
يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى
وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ

قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۙ﴿٤٤﴾ وَلٰكِنَّآ
اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ
مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ
بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَآ
اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ
اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ
تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ
يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ۗ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ

يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا
إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۵۳﴾ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ
بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
يُنفِقُونَ ﴿۵۴﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا
أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾
إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ
وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ
نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ
ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾
وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ
تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو
عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾
وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِندَ
اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾ أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا

فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ
شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ
تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا
شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ
اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا
يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

"جب موسیٰؑ نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر چلے تو طور کی طرف سے انہیں آگ دکھائی دی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ سے انگارہ لے آؤں جس کو تم تاپ سکو۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں طرف مبارک خطہ میں سے ایک درخت سے انہیں پکارا گیا: اے موسیٰؑ! میں سارے جہانوں کا پالنے والا اللہ ہوں اور تم اپنے عصا کو زمین پر ڈال دو۔ جیسے ہی موسیٰؑ نے اسے سانپ کی طرح سے بل کھاتے ہوئے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر

بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا) موسیٰؑ! پلٹ آؤ اور خوف نہ کرو۔ تم بالکل محفوظ و مامون رہو گے۔

اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ کسی تکلیف کے بغیر چمکتا ہوا برآمد ہوگا اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازو بھینچ لو۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے دو واضح نشانیاں ہیں۔ یقیناً وہ بدکار لوگ ہیں۔

موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار! میں ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میرا بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے۔ اسے میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دے تاکہ وہ میری تائید کرے۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ میری تکذیب نہ کریں۔

ارشاد ہوا کہ ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرے ہاتھ کو مضبوط کریں گے اور تمہیں ایسا غلبہ دیں گے کہ وہ لوگ تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے تم دونوں اور تمہارے پیرو ہی غالب رہیں گے۔

پھر جب موسیٰؑ آلِ فرعون کے پاس واضح نشانیاں لے کر گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بس بناوٹی جادو ہے۔ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کے زمانہ سے ایسی باتیں نہیں سنی ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ جو حق لے کر آیا ہے اس کے حال سے میرا رب خوب واقف ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ آخرت کا انجام کس کے لیے بہتر ہے۔ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔

فرعون نے کہا: اے زعمائے حکومت! میں تو اپنے علاوہ تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ ہامان! اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اُونچی عمارت تعمیر کرا شاید اس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے معبود کو دیکھ سکو۔ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

فرعون اور اس کے لشکر نے زمین پر ناحق گھمنڈ کیا اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ہماری

طرف نہیں پلٹائے جائیں گے۔ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنی گرفت میں لیا اور انہیں دریا میں ڈال دیا۔ اب دیکھو ظلم کرنے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ ہم نے انہیں دوزخ کی طرف دعوت دینے والا پیشوا بنایا اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ ہم نے دنیا میں ان کے تعاقب میں لعنت کو لگا دیا ہے اور قیامت کے دن وہ ان افراد میں سے ہوں گے جن کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔ پہلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو ایسی کتاب عطا کی جو لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سامان، نیز ہدایت اور رحمت ہے، شاید یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

آپؐ اس وقت طور کے مغربی حصہ پر موجود نہ تھے۔ جب ہم نے موسیٰؑ کو فرمانِ شریعت دیا۔ آپؐ اس واقعہ کے حاضرین میں سے نہ تھے۔ لیکن ہم نے بہت سی قوموں کو پیدا کیا اور ان پر ایک طویل زمانہ گزر گیا اور آپؐ اہلِ زمین میں مقیم نہ تھے کہ ان کو ہماری آیات سنا رہے ہوتے لیکن ان اقوام کی خبریں بھیجنے والے ہم ہیں۔

اور تم طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے ندا کی تھی مگر یہ تمہارے پروردگار کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جا رہی ہیں) تاکہ تم ان لوگوں کو ڈرا سکو جن کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جب ان کے کیے ہوئے غلط کاموں کی بدولت ان پر مصیبت نازل ہوتی تو یہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم بھی تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہلِ ایمان میں شامل ہو جاتے۔

پھر جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق پہنچ گیا تو وہ کہنے لگے کہ اسے وہ معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جو موسیٰؑ کو دیئے گئے تھے؟ تو کیا انہوں نے اس سے پہلے موسیٰؑ کا انکار نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں (تورات و قرآن) جادو ہیں اور ہم ان میں

سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔

آپ کہہ دیں کہ اچھا تم خدا کی کوئی ایسی کتاب پیش کرو جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو اگر تم سچے ہوئے تو میں بھی اس کی پیروی کروں گا۔ اگر وہ آپ کا مطالبہ پورا نہ کر پائیں تو پھر جان لو کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر زیادہ گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو خدائی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ہم نے مسلسل ان تک اپنے فرامین پہنچائے ہیں تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ ہم تو پہلے ہی سے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ نیکی کے ذریعہ سے برائی کو دُور کرتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل ہیں۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہتے۔

اے نبیؐ! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لی تو ہمیں ہماری زمین سے اُچک لیا جائے گا۔ تو کیا ہم نے ان کے لیے پُر امن حرم کو رہائش گاہ نہیں بنایا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں۔ ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟ لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی۔

ہم نے معیشت پر غرور کرنے والی کئی بستیوں کو ہلاک کیا ہے، ان کے مکانات ان کے بعد پھر آباد نہ ہوسکے۔ مگر بہت کم اور ہم ہی ہر چیز کے وارث ہیں۔ اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جوان کو ہماری آیات پڑھ کر سنائے۔ ہم بستیوں کو تباہ نہیں کرتے لیکن اس وقت تباہ کرتے ہیں جب ان کے رہنے والے ظالم ہوتے تھے۔

اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ تو محض دنیاوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا بھی ہو تو کیا وہ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کا سروسامان دے رکھا ہو اور قیامت کے دن وہ عذاب کے لیے پیش کیا جانے والا ہو؟ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا اور کہے گا کہ بتاؤ میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم میرا شریک خیال کیا کرتے تھے؟

یہ قول جن پر صادق آئے گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! بے شک یہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا۔ ہم نے انہیں اسی طرح گمراہ کیا تھا جیسا کہ خود گمراہ ہوئے تھے۔ اب ہم ان سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہماری بندگی نہیں کیا کرتے تھے۔

اور کہا جائے گا کہ تم اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ یہ اُنہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے کاش وہ ہدایت قبول کرنے والے ہوتے۔ اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ بتاؤ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ اس وقت انہیں کوئی جواب نہ سوجھے گا اور ایک دوسرے سے بھی سوال نہ کرسکیں گے۔ لیکن جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے تو ایسے لوگ فلاح پانے والوں میں شمار کیے جائیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کی وطن واپسی

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ ......

"جب موسیٰؑ نے مدت پوری کردی اور اہلِ وعیال کو لے کر چلے"۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ کو شعیبؑ کی ملازمت کرتے دس سال کا عرصہ گزر گیا تو انہوں نے اپنے سُسر سے کہا کہ اب میں نے آپؑ کی طلب کردہ مدت پوری کردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال کو لے کر اپنے وطن مصر روانہ ہو جاؤں، آپؑ مجھے کیا دیں گے؟

شعیبؑ نے کہا کہ اس سال میری بکریوں میں اُبلق رنگ کے جتنے بچے پیدا ہوئے وہ تمام کے تمام تمہاری ملکیت ہوں گے۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے عصا کو درمیان میں سے چھیلا اور اسے بکریوں کے باڑا کے درمیان نصب کردیا اور اس پر اُبلق رنگ کی چادر ڈال دی۔ چنانچہ اس سال جو بھی بکری حاملہ ہوئی اس نے ابلق رنگ کے بچوں کو جنم دیا۔ اس طرح ایک سال بعد حضرت موسیٰؑ کے پاس کافی بکریاں ہوگئیں۔ انہوں نے اپنے سُسر سے اجازت طلب کی اور بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور اپنے وطن مصر کی طرف روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت اپنے سُسر سے کہا کہ مجھے اپنے لیے ایک عصا چاہیے۔ شعیب کے پاس سابقہ انبیاء کے بہت سے عصا موجود تھے اور وہ ایک حجرہ میں رکھے ہوئے تھے۔

انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم حجرہ میں جاؤ اور وہاں سے کوئی بھی عصا اُٹھا لو۔ چنانچہ موسیٰؑ اندر گئے کہ ایک عصا اُٹھائیں۔ ان میں سے ایک عصا بولنے لگا اور کہا کہ میں نوحؑ و ابراہیمؑ کا عصا ہوں۔ تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس عصا کو اٹھایا اور باہر آ گئے۔ جب شعیبؑ نے ان کے ہاتھ میں وہ عصا دیکھا تو کہا کہ آپؑ یہ عصا اندر رکھ دیں اور اس کی بجائے کوئی دوسرا عصا اُٹھا لیں۔

آپؑ نے اس عصا کو حجرہ میں رکھا اور دوسرا عصا اُٹھانا چاہا تو اس عصا سے پھر آواز آئی کہ تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ آپؑ نے دوسری بار بھی وہی عصا اٹھایا۔ اس بار بھی شعیبؑ نے اعتراض کیا تو انہوں نے وہ عصا رکھ دیا اور کوئی دوسرا عصا اُٹھانا چاہا تو اس بار بھی اُس عصا نے آپؑ کو آواز دی اور کہا کہ آپؑ مجھے ہی اپنے ساتھ لے جائیں۔ الغرض جب تیسری بار آپؑ وہی عصا لے کر باہر آئے تو حضرت شعیبؑ نے کہا: میں تو چاہتا تھا کہ یہ عصا میرے یہاں رہے لیکن خدا نے اس عصا کو تمہارے لئے مخصوص کر دیا ہے لہٰذا تم یہ عصا اپنے ساتھ لے جاؤ۔

چنانچہ آپ بکریوں اور اہل وعیال کو ساتھ لے کر مصر کی جانب روانہ ہوگئے۔ سردیوں کا موسم تھا، سردی زور سے پڑ رہی تھی اور رات تاریک تھی۔ جنگل بیابان کا ماحول تھا۔ وہاں آپؑ نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی پہاڑی (کوہِ طور) پر آگ جل رہی تھی۔ آپؑ آگ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے اہل وعیال سے فرمایا کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو سامنے آگ دکھائی دے رہی ہے۔ میں وہاں جا کر راستہ معلوم کروں گا یا وہاں سے کوئی انگارہ لے آؤں گا اور اس سے ہم آگ جلائیں گے اور اس سرد رات میں آگ تاپیں گے۔

آپؑ کوہِ طور پر پہنچے تو وہاں زیتون کی ایک جھاڑی سے آگ نکل رہی تھی، اس آگ کی عجیب بات یہ تھی کہ آگ بھی نکل رہی تھی اور زیتون کی جھاڑی بدستور سرسبز بھی تھی، اور وہاں کسی طرح کی تپش موجود نہ تھی۔ جب آپؑ آگ لینے کے لیے اس کی طرف بڑھے تو وہ آپؑ کی طرف لپکی، آپؑ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر آگے بڑھے تو آگ آپؑ کی جانب لپکی۔ آپؑ کو پیچھے ہونا پڑا۔ الغرض آگ سے مایوس ہو کر آپؑ نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو زیتون کے درخت سے قدرت کی آواز بلند ہوئی کہ اے موسیٰؑ! میں تمام جہانوں کا پالنے والا اللہ ہوں۔ رُک جاؤ اور میری باتیں غور سے سنو۔ ہم نے تمہیں رسول بنایا ہے، تم جاؤ اور فرعون اور اس کے خاندان کو جا کر تبلیغ دین کرو۔

تہذیب الاحکام میں مخرمہ بن ربعی سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جس بابرکت وادی کے کنارے کا ذکر کیا ہے اس سے مراد فرات ہے اور ''بقعۂ مبارکہ'' سے کربلا مراد ہے۔

عرضِ مترجم: یہ روایت خالصتاً ساختہ پرداختہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ کہا گیا کہ بقعۂ مبارکہ میں وہ درخت تھا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی گئی تھی اور وہ درخت کوہِ طور پر تھا اور یہ علاقہ مدین اور مصر کے درمیان کہیں واقع تھا۔ جب کہ کربلا معلّٰی عراق میں واقع ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عراق کا سفر نہیں کیا تھا۔ کوہِ طور اور کربلا معلّٰی کا جغرافیہ قطعاً آپس میں نہیں ملتا۔ البتہ ہمارے عقیدہ کے مطابق کربلا بقعۂ مبارکہ ضرور ہے لیکن آیت مجیدہ میں جس بقعۂ نور کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اور ہے۔

مجمع البیان میں ابوبصیر کی زبانی منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وہ راستے میں بھٹک گئے تھے کہ اس اثناء میں انہیں آگ دکھائی دی تو انہوں نے اپنے اہل وعیال سے فرمایا کہ تم یہاں رُک جاؤ مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے۔

عرضِ مترجم: معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی سابقہ روایت کی طرح ہے۔ حضرت موسیٰؑ مدین سے مصر کی جانب روانہ

ہوئے تھے۔ یروشلم کی طرف روانہ نہیں ہوئے تھے۔ فافھم ولاتکن من الغافلین (اضافۃ من المترجم)

عصا اور یدِ بیضاء

طورِ سینا پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی تو فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہے۔ میں اس کا سہارا لیتا ہوں اور اس کے ذریعہ سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور یہ میرے کئی اور کام بھی آتا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اس عصا کو زمین پر پھینک دو۔ آپؑ نے عصا پھینکا تو وہ سانپ بن گیا۔ سانپ کو دیکھ کر آپؑ گھبرا گئے اور بھاگنے لگے۔ آوازِ قدرت آئی کہ موسیٰؑ! واپس آ جاؤ، تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ہمارے یہاں رسولؑ ڈرا نہیں کرتے۔

آپؑ واپس ہوئے تو خدا نے فرمایا: اب اسے پکڑ لو ہم اسے دوبارہ عصا بنا دیں گے۔ آپؑ نے اسے پکڑا تو وہ دوبارہ عصا بن گیا۔ پھر آوازِ قدرت آئی کہ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، جب اسے باہر نکالو گے تو وہ چمکتا ہوا برآمد ہوگا۔ ہماری طرف سے یہ دو معجزات ہیں۔ تم یہ معجزات لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دین کی تبلیغ کرو اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرو۔

طب الائمہ میں ہے کہ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (النمل:۱۲) کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر باہر آئے گا۔ یعنی اس پر کسی برص وغیرہ کے نشان نہیں ہوں گے۔

مجمع البیان میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ سینا سے واپس آئے تو بیوی نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کی طرف سے آ رہا ہوں۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنی ملکیت کے بجائے خدا کے فضل سے زیادہ اُمید رکھو (کیونکہ) حضرت موسیٰؑ آگ لینے گئے تھے نبوت لے کر واپس آئے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت و نبوت کا عہدہ عطا کیا تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! میں نے آلِ فرعون کے ایک فرد کو قتل کیا تھا۔ اب اگر میں فرعون کے پاس گیا تو وہ لوگ انتقام میں مجھے قتل کر دیں گے اور اگر مجھے رسول بنانا ہی ہے تو میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرے معاملات آسان فرما اور میری زبان کی گرہیں کھول دے۔ میرے بھائی ہارونؑ کو میرا مددگار بنا کیونکہ وہ میری بہ نسبت فصیح اللسان ہے۔

خدا نے فرمایا کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کی ہے۔ ہم نے ہارونؑ کو تمہارا مددگار بنایا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی تھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! کیا تم نے قرآن میں یہ جملے نہیں پڑھے: يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ ماں جائے! میرے سر اور داڑھی کو مت پکڑیں۔

سائل نے کہا: مولاؑ! ان دو بھائیوں میں سے بڑا کون تھا اور چھوٹا کون تھا؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت ہارونؑ عمر میں بڑے تھے اور موسیٰ علیہ السلام چھوٹے تھے۔

سائل نے کہا: کیا دونوں پر وحی نازل ہوتی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: وحی حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوتی تھی اور موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کو اس سے مطلع کرتے تھے۔

سائل نے کہا: اچھا یہ بتائیے کہ اوامر و نواہی کے احکام حضرت موسیٰؑ نافذ کرتے تھے یا حضرت ہارونؑ؟

آپؑ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے مناجات کرتے تھے اور علم کی باتیں لکھتے تھے اور بنی اسرائیل کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں ہارونؑ ان کی نیابت کرتے تھے۔

سائل نے کہا کہ حضرات موسیٰؑ و ہارونؑ میں سے پہلے کس کی وفات ہوئی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: ہارونؑ کی وفات پہلے ہوئی تھی۔ پھر موسیٰؑ کی وفات ہوئی اور دونوں بھائیوں کی وفات صحرائے تیہ میں ہوئی تھی۔ سائل نے کہا: کیا حضرت موسیٰؑ کے ہاں اولاد ہوئی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ہارونؑ کے ہاں اولاد ہوئی تھی اور انہیں اعزازی طور پر ذریت موسیٰ کہا جاتا ہے۔

جادو کے اثر اور حاکم کے ظلم سے بچنے کی عزیمت

کتاب طب الآئمہ میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ حاکم کے ظلم اور جادوگر کے جادو سے محفوظ رہنے کے لیے نمازِ شب کے بعد اور نمازِ فجر سے پہلے سات مرتبہ یہ عزیمت پڑھو۔ خدا نے چاہا تو ان کے شر سے محفوظ رہو گے۔

بسم اللّٰہ وباللّٰہ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر پہنچے، دوسرے دن اپنے بھائی ہارونؑ کو ساتھ لیا اور فرعون کو دعوتِ اسلام دینے کے

لیے اس کے دربار میں تشریف لے گئے اور اس کو دعوتِ توحید دی اور فرمایا کہ تمہارا انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ غلط ہے۔ رب وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور جو تمام مخلوقات کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے میرا خدا بلند و بالا ہے۔

اس پر فرعون نے کہا: يَاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ "اے زعمائے حکومت! میں تو اپنے علاوہ تمہارے کسی اور معبود کو نہیں جانتا۔ ہامان! اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک بلند عمارت تعمیر کرا شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود کو دیکھ سکوں میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس حکم کے بعد ہامان نے پکی اینٹیں تیار کرائیں اور ایک بلند و بالا مکان تیار کرایا وہ اسے اتنی بلندی پر لے گیا جہاں سے زیادہ ہوا تعمیر نہیں کرنے دیتی تھی۔ اس نے فرعون کو اطلاع دی کہ اب اس سے زیادہ بلند مکان بنایا ہی نہیں جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی جس نے ہامان کے تیار کردہ محل کو گرا دیا۔ پھر فرعون نے چار گدھیں پالیں اور ایک تختہ بنوایا۔ تختہ کی ہر سمت میں اس نے لوہے کی مضبوط میخیں نصب کرائیں اور ان میخوں کے ساتھ ایک ایک گدھ کو مضبوطی سے بندھوایا اور ان کے ساتھ گوشت کی کافی مقدار رکھی پھر وہ اور ہامان اس تختہ پر سوار ہوئے۔ گدھوں نے اُڑان بھری اور تختہ کو لے کر اُڑ پڑیں۔ سارا دن گدھیں بلند ہوتی رہیں۔ فرعون نے ہامان سے کہا کہ دیکھو کہ کیا اب ہم آسمان کے قریب ہوئے ہیں یا نہیں؟

ہامان نے کہا: آسمان تو مجھے اب بھی اتنا ہی دُور دکھائی دیتا ہے جتنا کہ زمین سے دکھائی دیتا تھا۔

فرعون نے کہا: اب ذرا زمین کی طرف دیکھو۔ ہامان نے کہا: مجھے زمین دکھائی نہیں دیتی، البتہ مجھے سمندر اور پانی دکھائی دیتا ہے۔ گدھیں پرواز کرتی گئیں یہاں تک کہ رات ہوگئی اور سمندر اور پانی بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اس وقت فرعون نے ہامان سے کہا کہ آسمان تو اب بھی اتنا ہی دُور دکھائی دیتا ہے جتنا کہ زمین سے دکھائی دیتا تھا اور ستارے بھی مجھے اتنا ہی دُوری پر دکھائی دیتے ہیں جتنا کہ وہ زمین سے دکھائی دیتے تھے۔ مجھے زمین پر تاریکی کے علاوہ اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

پھر خلا اور زمین کی حدود کی درمیانی ہواؤں نے ان کے تختہ کو اُوپر نہ جانے دیا اور ان کا تختہ زمین کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ زمین پر آ کر اُتر گئے۔ اس کے بعد فرعون کے انکار میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔

(عرضِ مترجم: یہ روایت بھی الف لیلوی طرز کی روایت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ چار گدھیں دو جیم و شحیم افراد کو اُٹھا کر پرواز نہیں کرسکتیں۔ علاوہ ازیں یہ کیا ضروری ہے کہ کرگسوں نے بلندی کی طرف ہی پرواز کی ہو۔ وہ چند میٹر بلند ہو کر اُفقی پرواز کیوں نہیں کرسکتی تھیں۔ روایت میں بتایا گیا ہے کہ زمین اور خلا کے درمیان میں جب وہ تختہ پہنچا تو ان ہواؤں نے اس تختہ کو زمین کی طرف دھکیل دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کچھ بلندی پر جاتا ہے تو وہاں آکسیجن کی کمی ہو جاتی ہے اور ہوائی جہازوں میں آکسیجن ماسک فراہم کی جاتی ہے تو کیا فرعون و ہامان بھی آکسیجن ماسک لے کر خلا کے سفر پر روانہ ہوئے تھے؟

پھر یہ کیا ضروری ہے کہ وہ تختہ واپس ان کے دربار ہی میں آ کر اُترا ہو۔ وہ کسی دوسرے ملک میں اُتر سکتا تھا؟!!

الغرض اسرائیلیات طرز کی اس طرح کی روایات کی علمی دنیا میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ (اضافہ من المترجم)

تکبر صرف خدا کو زیب دیتا ہے

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

"فرعون اور اس کے لشکروں نے زمین پر ناحق گھمنڈ کیا تھا اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ہماری طرف نہیں پلٹائے جائیں گے"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ خدائے متعال کے علاوہ کسی کو بھی تکبر کا حق نہیں ہے۔ ہر متکبر کا تکبر ناحق ہے۔ خدا ہی کبریائی کا مالک ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے فرمایا:

الكبرياء ردائي والعظمة ازاري فمن نازعني واحدا منهما القيته في النار

"کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری چادر ہے جو کوئی بھی میری ردا اور چادر کے لیے مجھ سے جھگڑا کرے گا تو میں اسے دوزخ میں ڈال دوں گا"۔

دوزخ کی دعوت دینے والے امام

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

"اور ہم نے انہیں دوزخ کی طرف دعوت دینے والا پیشوا بنا دیا اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ ہم نے دنیا میں ان کے تعاقب میں لعنت کو لگا دیا ہے اور قیامت کے دن وہ ان

افراد میں سے ہوں گے جن کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے"۔

قرآن مجید فرقانِ حمید یہ بتاتا ہے کہ امامت و رہنمائی دو طرح کی ہے: ایک رہنمائی وہ ہے جو اچھائی کی طرف کی جاتی ہے اور ایسا رہنما "امامِ خیر" ہوتا ہے اور دوسری رہنمائی وہ ہے جو برائی کی طرف کی جاتی ہے اور ایسا رہنما "امام الی النار" ہوتا ہے۔ دوزخ کی طرف بلانے والے امام کی ایک علامت یہ ہے کہ دنیا میں اس کے پیچھے لعنت کو لگا دیا جاتا ہے اور اس کی دعوت تکبر و غرور کی ہوا کرتی ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ آئمہ کی دو قسمیں ہیں: کچھ امام وہ ہیں جو امر خداوندی کے تحت ہدایت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے بتائے ہوئے قوانین کی پروا نہیں کرتے اور وہ ہر مسئلہ میں خدا کے فرمان کی نگہداری کرتے ہیں۔ ایسے آئمہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا "اور ہم نے انہیں ایسے رہنما بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں"۔

اور کچھ امام وہ ہیں جو اللہ کے فرمان پر اپنے احکام و قوانین کو مقدم رکھتے ہیں اور کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسے افراد کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ "ہم نے انھیں دوزخ کی دعوت دینے والا پیشوا بنایا ہے"۔

قوله تعالى: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى ......

"پہلی نسلوں کو تباہ کرنے کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو ایسی کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سامان اور ہدایت و رحمت تھی، تاکہ شاید یہ لوگ نصیحت حاصل کریں"۔

مجمع البیان میں ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے عذاب کا نازل ہونے والا سلسلہ تورات سے پہلے تک تھا۔ تورات کے بعد صرف "اصحاب السبت" پر آسمانی عذاب نازل ہوا تھا جنھیں مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا تھا۔

اُمتِ محمدیہ کا اعزاز

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ......

"اور آپؐ طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے ندا کی تھی"......

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو رسالت عطا کی، تورات جیسی کتاب عطا کی اور ان کے بدترین دشمنوں کو دریا میں غرق کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: خدایا! تو نے مجھے وہ عزت عطا کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ میں نے محمدؐ کو اپنے تمام ملائکہ اور فرشتوں پر عزت عطا کی ہے؟

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار! اگر محمدؐ مجھ سے اور تیری تمام مخلوق سے افضل ہیں تو کیا میری آل سے کسی کی آل بھی افضل ہے؟

ارشادِ قدرت ہوا کہ محمدؐ کی آلؑ کو تمام انبیاءؑ کی آل پر وہی فضیلت حاصل ہے جو محمدؐ کو انبیاءؑ پر حاصل ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: خدایا! تو کیا میری اُمت سے بھی کسی نبی کی اُمت بہتر ہے حالانکہ تو نے میری اُمت پر بڑے احسان کیے ہیں تو نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان کے کھانے کے لیے من و سلویٰ جیسی غذائیں نازل کیں اور ان کے لیے سمندر کو شگافتہ کیا؟!

ندائے قدرت بلند ہوئی جس طرح محمدؐ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں اسی طرح ان کی اُمت بھی تمام انبیاءؑ کی اُمتوں سے افضل ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے یہ سن کر کہا: کاش میں انہیں (اُمت محمدیہ کو) دیکھتا۔

اللہ نے فرمایا کہ تم اس وقت انہیں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں ہوا۔ عنقریب تم انہیں جنتِ عدن اور جنتِ فردوس میں محمدؐ کے ساتھ دیکھو گے وہ میری نعمات میں عیش و آرام کر رہے ہوں گے اور جنت کے وسط میں نعمات حاصل کر رہے ہوں گے۔ کیا تم ان کا کلام سننا پسند کرو گے؟

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: جی ہاں پروردگار!

ارشادِ قدرت ہوا کہ پھر میرے سامنے یوں کھڑے ہو جاؤ جیسا کہ ایک ذلیل غلام اپنے آقا کے رُوبرو کھڑا ہوتا ہے۔

موسیٰؑ کھڑے ہوئے۔ اس وقت خدا نے آواز دے کر فرمایا: اے اُمت محمدؐ! بس اس صدا کی دیر تھی کہ اصلابِ آباء و ارحامِ اُمہات میں موجود ارواح نے جواب دیا: لبیک اللهم البیک ، لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك۔

اللہ تعالیٰ کو اُمت محمدؐ کے یہ جملے اس قدر پسند آئے کہ انہیں حج وعمرہ کا تلبیہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُمت محمدؐ! میں نے تمہارے لیے فیصلہ کیا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور میری معافی میرے عذاب پر سبقت رکھتی ہے۔ میں تمہارے مانگنے سے پہلے عطا کروں گا۔ تم میں سے جو بھی لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کی گواہی کے ساتھ میرے حضور پیش ہوں، بشرطیکہ اپنے اقوال میں سچا ہو اور اپنے افعال میں حق پرست ہو اور علیؑ بن ابی طالبؑ اس کے بھائی اور اس کے بعد اس کا وصی اور ولی ہے اور اس کی اطاعت بھی محمدؐ کی اطاعت کی طرح ضروری ہے اور اولادِ علیؑ کے امام خدا کے چنے ہوئے ہیں اور طیب و طاہر ہیں اور آیاتِ الٰہی کے عجائب کو ظاہر کرنے والے ہیں، کا عقیدہ رکھیں تو میں ان لوگوں کو اپنی جنت میں جگہ دوں گا۔ اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ کی طرح سے کیوں نہ ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو ان سے فرمایا: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ''آپؐ طور کے دامن میں موجود نہ تھے جب ہم نے آپؐ کی اُمت کو ندا دی تھی اور انہیں یہ اعزاز بخشا تھا''۔

نبی اکرمؐ نے اپنی اُمت سے فرمایا کہ خدا نے تم کو جن فضائل سے مخصوص کیا ہے اس پر تم خدا کی حمد بجا لاؤ۔

قولہ تعالیٰ: سحران تظاھرا ''یہ دونوں جادو ہیں جو ظاہر ہوئے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ آلِ فرعون نے یہ جملہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے متعلق کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔

بڑا گمراہ

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۰

''اور اس سے بڑھ کر اور زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو خدائی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا''۔

اُصولِ کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو خدا کے مقرر کردہ امام حق کے بجائے اپنی رائے کو دین کا درجہ دے۔

سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری مسجد میں حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے اردگرد کافی لوگ جمع تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: سدیر! دیکھو یہ لوگ اللہ کے دین کی راہ میں رکاوٹ ہیں جب کہ

ان کے پاس نہ تو خدائی ہدایت ہے اور نہ ہی یہ کتابِ مبین رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ عوام میں آنے کے بجائے اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے اور لوگ دین کی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اِدھر اُدھر چکر لگاتے اور انہیں کوئی شخص نہ ملتا تو وہ آخر کار ہمارے ہی پاس آتے اور ہم انہیں خدا اور رسولؐ کی باتیں بتاتے۔

بصائر الدرجات کی دو روایات میں بھی "بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ" کے تحت مذکور ہے کہ اس سے خدا کا مقرر کردہ امام مراد ہے۔

قوله تعالٰی: وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

"ہم نے مسلسل ان تک اپنے فرامین پہنچائے ہیں کہ شاید وہ نصیحت حاصل کریں"۔

اُصولِ کافی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے یہ روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے امام کے بعد امام کا بھیجنا بھی اسباب ہدایت میں شامل ہے اور یہ عمل وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ ......کی آیت کا مصداق ہے۔

قوله تعالٰی: اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا

"ان لوگوں کو ان کا اجر ان کے صبر کرنے کی وجہ سے دو مرتبہ عطا کیا جائے گا"۔

علی بن ابراہیم نے لکھا کہ اس سے مراد آئمہ ہیں۔

(عرضِ مؤلف: تفسیر علی بن ابراہیم کی علمی حیثیت کے متعلق ہم نے اپنی ترجمہ کردہ کتاب بین التصوف والتشیع میں تفصیلی بحث کی ہے۔ طالبانِ تحقیق ہماری اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں پر جس آیت کا مصداق انہوں نے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو قرار دیا ہے۔ یہ آیت اہلِ کتاب کے دین دار طبقہ کے لیے ہے۔ اس کے باوجود خدا جانے انہوں نے اہلِ کتاب سے تعلق رکھنے والی آیت کو آئمہ ہدیٰ سے چسپاں کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی؟ کیا آئمہ ہدیٰ کے فضائل کا دامن نعوذ باللہ اتنا کوتاہ ہے کہ جب تک اہلِ کتاب کی فضیلت کو ان کے پلّے نہ باندھا جائے تو ان کی شان ظاہر نہیں ہوتی؟!

ہم طالبانِ تحقیق سے دوبارہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہماری ترجمہ کردہ کتاب میں سے تفسیر علی بن ابراہیم اور تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری کے علمی مقام کے باب کا ضرور مطالعہ کریں۔ (اضافۃ من المترجم)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم صابر ہیں اور ہمارے شیعہ ہم سے بڑے صابر ہیں کیونکہ ہم جس

بات پر صبر کرتے ہیں ہمیں اس کے انجام وعواقب کا علم ہوتا ہے جب کہ ہمارے شیعہ اس بات پر صبر کرتے ہیں جس کے انجام سے وہ لاعلم ہوتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

''وہ نیکی کے ذریعہ سے برائی کو دُور کرتے ہیں''۔

مقصد یہ ہے کہ وہ برائی کرنے والوں سے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔

اُصولِ کافی میں اس آیت کی ایک تاویل یہ بیان کی گئی ہے کہ انہیں صبر یعنی تقیہ کی وجہ سے دوگنا اجر دیا جائے گا۔ وہ نیکی کے ذریعہ سے برائی کو دُور کرتے ہیں، کی ایک ممکنہ تاویل یہ بھی ہے کہ وہ عقیدہ کے اظہار کی تلافی تقیہ سے کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس طرح کی گفتگو کو قاعدہ جری تو کہا جاسکتا ہے لیکن اسے تفسیر ظاہری نہیں کہا جاسکتا۔

قولہ تعالیٰ: وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ......

''اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ لغو سے جھوٹ اور لہو سے غنا مراد ہے اور لغو سے کنارہ کشی میں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ہر دور میں سرفہرست تھے۔

ایمانِ ابوطالب

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

''اے نبیؐ! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے خدا چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے''۔

اس آیت مجیدہ کو بہت سے مفسرین اہلِ سنت نے جناب ابوطالبؑ سے متعلق کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اس کے لیے انہوں نے ابن عباس اور ابوہریرہ کی روایت کا حوالہ دیا ہے حالانکہ اس وقت ابن عباس شیرخوار تھے اور ابوہریرہ کافر تھے اور مذکورہ روایت کی زبانی یہ نقل کیا گیا کہ رسول اکرمؐ چاہتے تھے کہ ابوطالب ایمان لے آئیں لیکن خدا نے نہیں چاہا تھا اس لیے وہ دولتِ اسلام سے محروم رہے تھے۔

حالانکہ آیت بالکل عام ہے۔ اس میں کسی فرد کی طرف اشارہ نہیں ہے اور اس اعتبار سے بھی حضرت ابوطالبؑ کی

گمراہی کی داستان بالکل مہمل ہے کہ خدا اور رسولؐ کی مرضی میں اختلاف نہیں ہوسکتا ورنہ رسولؐ رسالت سے برخواست ہوجائے گا۔ دراصل اس طرح کی روایات حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی مخالفین نے اختراع کی تھیں اور اس طرح سے انہوں نے حضرت علیؑ سے انتقام لینے کی کوشش کی تھی۔ ورنہ تاریخ اسلام کا ہر قاری جانتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے قدم قدم پر نبی اکرمؐ کی حفاظت کی تھی اور ان کے دشمنوں کے سامنے ہمیشہ سینہ سپر رہے تھے۔ اگر وہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو نبی نہیں مانتے تھے تو انہیں اتنی قربانیوں کی ضرورت ہی کیا تھی؟

انہوں نے اپنے اشعار کے پیرایہ میں جابجا اپنے ایمان کا اظہار کیا ہے۔ رسول اکرمؐ کا اُم المومنین خدیجہؑ سے خطبہ نکاح بھی انہوں نے ہی پڑھا تھا اور الم یجدك یتیما فاوی (الضحیٰ:۶) کی آیت مجیدہ میں خدا نے ان کے فعل کی نسبت بھی اپنی طرف کی ہے۔ لہٰذا ان کے اسلام پر شک کرنا روزِ روشن کے انکار کے مترادف ہے۔ مجمع البیان اور تفسیر قمی کے بیانات کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ اہلِ سنت مفسرین نے یہ جسارت کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے متعلق نازل ہوئی جب کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام سے بالتواتر منقول ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کی موت اسلام پر واقع ہوئی تھی اور آئمہ علیہم السلام کے ارشادات کے تحت علمائے امامیہ کا ایمان ابوطالبؑ پر اجماع ہے۔ ان کے اشعار قبولِ اسلام اور تصدیق نبوت سے لبریز ہیں۔

(عرضِ مترجم: علامہ امینی رضوان اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آرا کتاب "الغدیر" کی ساتویں اور آٹھویں جلدوں میں ایمان ابوطالب کے عنوان پر پورے پورے باب قائم کیے ہیں۔ شائقین اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ علمائے اہلِ سنت میں سے سعودی عرب کے ایک عالم عبداللہ خنیزی نے ابوطالبؑ مومنِ قریش نامی کتاب لکھی ہے اور پاکستان کے ایک اور سُنی عالم جناب صائم چشتی نے بھی ایمانِ ابوطالبؑ نامی ایک کتاب تالیف کی ہے۔

عبداللہ خنیزی کی عربی کتاب کا اُردو میں ترجمہ آچکا ہے جب کہ جناب صائم چشتی کی کتاب اُردو زبان میں ہی لکھی گئی ہے۔ قارئین سے مذکورہ کتابوں کے مطالعہ کی سفارش کی جاتی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے معاملہ کو خدا کے لیے خالص رکھو۔ لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جو کام خدا کے لیے کیا جائے تو وہ خدا کے لیے رہتا ہے اور جو کام مخلوق کے لیے کیا جائے تو وہ آسمان تک سفر نہیں کرتا۔ اپنے دین کے لیے لوگوں سے خواہ مخواہ کا جھگڑا نہ کرو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے یہ کہہ دیا ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ "اے نبیؐ! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (یونس:۹۹) "کیا آپ لوگوں کو مجبور کر کے مومن بنائیں گے؟" "تمہیں چاہیے کہ لوگوں کو چھوڑ دو کیونکہ ان لوگوں نے اپنے جیسے لوگوں سے ہی دین لیا ہے۔ جب کہ تم نے اپنا دین جناب رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ سے لیا ہے، لہٰذا تم اور وہ لوگ برابر نہیں ہو۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ السلام سے سنا تھا کہ جب خدا کسی کو امرِ ولایت میں داخل کرنے کا ارادہ کرتا ہے جس تیزی سے پرندہ اپنے گھونسلے کو آتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ عقیدۂ ولایت کو قبول کر لیتا ہے۔

شیخ الطائفہ نے امالی میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے معاویہ کے خط کے جواب میں اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کی آیت لکھ کر بھیجی تھی۔

کفار و مشرکین کا بہانہ

وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا

"اور وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لی تو ہمیں ہماری زمین سے اُچک لیا جائے گا"۔

کشف الحجہ میں مرقوم ہے کہ اس آیت مجیدہ میں کفارِ قریش کی گفتگو کی ترجمانی کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم نے آپؐ کے کہنے پر اسلام قبول کر لیا تو بیرونی طاقتیں ہمیں یہاں سے اُچک لے جائیں گی۔

اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ یہ ان کے صرف حیلے ہی حیلے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لیے پُر امن حرم کو رہائش گاہ بنایا ہے جس کی طرف ہر طرف کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں۔ ہماری طرف سے ان کے لیے رزق کا یہ سامان فراہم کیا گیا ہے لیکن ان لوگوں کی اکثریت کچھ نہیں جانتی۔

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ ایک بار حضرت ابوطالبؑ نے افرادِ قریش کے سامنے رسولؐ خدا سے عرض کیا تھا کہ آپؐ یہ بتائیں کہ آپ کو صرف آپ کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے یا تمام انسانوں کے لیے آپ کو رسول بنایا گیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے مجھے تمام عرب و عجم اور ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا

ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں ہر سفید پوست اور سیاہ پوست شخص کو اسلام کی دعوت دوں گا اور جو اقوام پہاڑوں کی چوٹیوں پر مقیم ہیں یا جو سمندروں میں رہتے ہیں میں ان سب کو دعوت دوں گا اور میں فارس و روم کو دعوتِ اسلام دوں گا۔

جب قریش نے یہ گفتگو سنی تو حیران و سراسیمہ ہوگئے اور حضرت ابوطالبؑ سے کہنے لگے: کچھ آپؑ نے بھی اپنے بھتیجے کی گفتگو سنی؟ اگر ایران اور روم والوں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں دھرتی سے اُچک لیں گے اور کعبہ کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نظریات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا

نکیرین کے سوال

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

”اور جس دن وہ انہیں پکار کر کہے گا کہ بتاؤ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟“

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ علمائے عامہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق روزِ آخرت سے ہے جب کہ مجھ سے میرے والد نے، انہوں نے نضر بن سوید سے، اس نے یحیٰی حلبی سے، اس نے عبدالحمید طائی سے، اس نے محمد بن مسلم سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کی قبر میں نکیرین آتے ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور وہ اس سے نبیؐ کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ تم اس نبی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو جو تمہارے درمیان آیا تھا؟ اگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے رسولؐ ہیں۔

اس وقت فرشتے اس سے کہتے ہیں اب تم آرام سے سو جاؤ۔ شیطان اس سے دُور ہو جاتا ہے اور ساٹھ ہاتھ تک قبر وسیع ہو جاتی ہے اور اسے جنت میں اپنا مقام دکھائی دیتا ہے۔ اگر مرنے والا کافر ہوتا ہے تو جواب میں کہتا ہے کہ مجھے کوئی پتہ نہیں ہے۔ فرشتہ اسے بہت زور سے گرز مارتا ہے جسے انسانوں کے علاوہ باقی تمام مخلوق سنتی ہے اور اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں تانبے کی طرح سے چمکتی ہیں اور وہ کہتا ہے: میں تیرا بھائی ہوں۔ اس پر بچھو اور سانپ مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی قبر میں تاریکی کو پھیلا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ فشارِ قبر میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کی پسلیاں ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتی ہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ
فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ
شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى
عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى
الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ
نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ
الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ
قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا
يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا
الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ
فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ
اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع تِلْكَ
الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ

وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ
مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ
اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ
لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا
رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ
عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی چنتا ہے ان کو چناؤ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اللہ اس شرک سے کہیں بلند و بالا ہے جو یہ کر رہے ہیں اور جسے یہ لوگ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جسے ظاہر کر رہے ہیں اسے آپ کا رب جانتا ہے۔

وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، دنیا میں اور آخرت میں۔ فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک کے لیے رات کو طاری کر دے تو اللہ کے علاوہ وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

آپ کہہ دیں کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر اللہ قیامت تک کے لیے تم پر دن کو

طاری کردے تو اللہ کے علاوہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لادے؟ تا کہ تم اس میں سکون محسوس کر سکو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا تا کہ رات کو سکون کر سکو اور دن کو اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو شاید کہ تم شکر گزار بنو اور جس دن وہ ان مشرکین کو پکارے گا پھر کہے گا میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کی شراکت کا تم گمان رکھتے تھے۔ ہم ہر قوم سے ایک گواہ نکال لائیں گے پھر کہیں گے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو، تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے اور جو وہ افترا کیا کرتے تھے اُن کی سب افترا پردازیاں گم ہو جائیں گی۔

بے شک قارون کا تعلق موسیٰؑ کی قوم سے تھا۔ اس نے ان کے خلاف سرکشی کی تھی اور ہم نے اسے اتنے خزانے عطا کیے تھے جن کی چابیاں طاقت ور جماعت مشکل سے اُٹھاتی تھی۔ جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ دولت پر مت اتراؤ۔ یقیناً خدا اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور جو کچھ خدا نے تجھے عطا کیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو اور لوگوں پر احسان کرو جیسا کہ خدا نے تم پر کیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی خواہش نہ کرو۔ اللہ فساد برپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ قارون نے کہا: یہ سب کچھ مجھے میرے اُس علم کی بنیاد پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ اس سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقت اور جمعیت کے مالک تھے؟ مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق نہیں پوچھا جاتا۔

پھر قارون اپنی قوم کے سامنے پوری آن بان کے ساتھ نکلا تو جن لوگوں کے دلوں میں دنیاوی زندگی کی خواہش موجزن تھی وہ کہنے لگے کہ ہائے کاش ہمیں بھی یہ سب کچھ ملا ہوتا

جو قارون کو ملا ہوا ہے۔ بے شک وہ بڑے مقدر والا ہے۔

جو لوگ علم رکھتے تھے انہوں نے کہا: تمہارے حال پر افسوس، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے۔ یہ ثواب کی دولت صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملا کرتی ہے۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس کے حامیوں کا کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو خدا کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد آپ کرنے والوں میں سے تھا۔ اب وہی افراد جو کل تک اس جیسی دولت کی تمنا کرتے تھے، کہنے لگے کہ افسوس! ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ اگر خدا ہم پر احسان کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیا ہوتا۔ افسوس ہمیں یاد نہ رہا کہ کافر فلاح نہیں پایا کرتے۔

آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کے طلب گار نہیں ہوں گے اور انجامِ کار تو اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔ جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور جو کوئی برائی کرے گا تو برائی کرنے والوں کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے وہ عمل کرتے تھے۔

بے شک جس نے آپؐ پر قرآن فرض کیا ہے۔ وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا۔ آپ کہہ دیں کہ میرا رب بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کھلم کھلا گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے۔ آپ امید نہیں کرتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی مگر یہ تو آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے۔ آپ کافروں کے ہرگز پشت پناہ نہ بنیں۔ اور آیاتِ الٰہی کے نزول کے بعد ہرگز یہ لوگ آپ کو ان کی تبلیغ سے روکنے نہ پائیں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں اور مشرکین میں سے ہرگز نہ بنیں۔ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکاریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز

ہلاک ہونے والی ہے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے"۔

چناؤ کا اختیار اللہ کے لیے مخصوص ہے

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۸

"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چُنتا ہے۔ ان کو چناؤ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، اللہ اس شرک سے کہیں بلند و بالا ہے جو وہ کر رہے ہیں"۔

مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر یہ اعتراض کیا تھا: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝۳۱ (الزخرف:۳۱) "یہ قرآن محمدؐ کے بجائے دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا"۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر خدا نے نبوت و رسالت کے لیے کسی کو عرب معاشرہ میں سے منتخب کرنا ہی تھا تو اس نے مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ یا طائف کے سردار ابو مسعود ثقفی کو رسول کیوں نہ بنایا اور اس پر قرآن نازل کیوں نہ کیا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عمومی قاعدہ بیان کیا اور کہا کہ وہ اپنی مرضی سے مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ کسی سے مشورہ نہیں لیتا اور وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ چناؤ کا حق صرف اسی کے پاس ہے۔ لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی کی نبوت و رسالت کے لیے سفارش کریں۔ اور چناؤ کا یہ قاعدہ صرف نبوت تک محدود نہیں ہے۔ امام کے انتخاب کا حق بھی خدا ہی کو حاصل ہے۔ خدا ہی خلیفہ و امام مقرر کرتا ہے۔ جس طرح سے مخلوق کسی کو نبی و رسول کے عہدہ کے لیے منتخب نہیں کر سکتی اسی طرح سے وہ کسی کو خلافت و امامت کے لیے بھی نامزد نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (سورۂ نور:۵۵) "اللہ نے تم میں سے اہلِ ایمان اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ مقرر کرے گا۔ خلیفہ بنانے کی ذمہ داری خدا نے اپنے ذمہ لی ہے اسی لیے اس نے آدمؑ و داؤدؑ کی خلافت کا خود اعلان کیا اور فرمایا: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ:۲۹) "اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے فرمایا: یٰداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض "داؤدؑ! ہم نے تجھے زمین میں

خلیفہ مقرر کیا ہے"۔

اور امامت کے متعلق بھی اللہ نے فرمایا: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہا کہ "میں تجھے تمام انسانوں کے لیے امام مقرر کرتا ہوں"۔

حضرت ابراہیمؑ نے فوراً عرض کیا: ومن ذُرِّیتی "پروردگار! میری نسل میں بھی امام مقرر کرنا"۔

اگر امامت کا انتخاب عوام الناس کی صوابدید پر ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ خدا سے امام بنانے کی درخواست کیوں کرتے؟

(اضافۃ من المترجم)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ مقصودِ آیت یہ ہے کہ امام کا انتخاب اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ لوگوں کو امام کے چناؤ کا کوئی اختیار ہرگز نہیں ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اوصافِ امام بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ لوگوں نے امام کے انتخاب کو لوگوں کی ذمہ داری بنا کر بہت بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا اور انہوں نے غلط کیا ہے اور دُور کی گمراہی میں چلے گئے۔ اور وہ حیرت کی وادی میں سرگرداں ہو کر بھٹکنے لگے۔ شیطان نے ان کے غلط اعمال کو مزین کر دیا ہے اور انہیں راہِ راست سے روک دیا ہے، جب کہ قرآن بڑی صراحت سے اعلان کر رہا ہے کہ امام کا انتخاب اُمت کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے اور اللہ اپنے چناؤ کا اعلان اپنے نبی سے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ "آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چُنتا ہے، انہیں چناؤ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اللہ اس شرک سے کہیں بلند و بالا ہے جو وہ کر رہے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (الاحزاب:۳۶) "جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنا اختیار استعمال کرے"۔

کمال الدین وتمام النعمۃ (مصنفہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ) میں مرقوم ہے کہ سعد بن عبداللہ قمی نے حضرت حجت علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو میں یہ فرمایا کہ جانتے ہو کہ لوگوں کو امام کے چناؤ کا کیوں حق نہیں ہے؟

سعد بن عبداللہ نے کہا: مولاؑ! کم از کم نیک لوگوں کو تو یہ حق ملنا چاہیے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نیک لوگوں کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات نیک افراد بھی غلط فرد کا چناؤ کر لیتے ہیں کیونکہ ان کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے، باطن پر نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اور نیک انسان بھلا کون ہوسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم میں سے ستر افراد کا انتخاب کیا تھا اور حضرتؑ یہ سمجھتے تھے کہ یہ افراد بہت اچھے مسلمان ہیں لیکن اتفاق سے حضرت ان افراد کو چن بیٹھے جو کہ منافق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (اعراف:۱۵۵) ''موسیٰؑ نے ہماری وعدہ گاہ کے لیے اپنی قوم سے ستر افراد کا انتخاب کیا''۔ لیکن انجام کیا ہوا کہ ان پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاخذتهم الصعقة بظلمهم ''ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی نے پکڑ لیا تھا''۔

جب موسیٰ علیہ السلام جیسے اولی العزم نبی کا انتخاب غلط ہوسکتا ہے تو عام انسانوں کا انتخاب کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ انتخاب کا حق صرف خدائے متعال کو حاصل ہے چونکہ وہ ظاہر و باطن دونوں کو جانتا ہے اور اس کے انتخاب میں کبھی غلطی نہیں ہوسکتی۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں: تمہیں جاننا چاہیے کہ مخلوق کی پیشانی خدا کے قبضۂ اختیار میں ہے، ان کا ہر ایک سانس خدا کی قدرت اور مشیت کا مرہون ہے اور لوگ خدا کی اجازت و ارادہ کے بغیر کچھ بھی سرانجام دینے پر قدرت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ...... ''آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چُنتا ہے، انہیں چناؤ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے''۔

قوله تعالٰی: وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ...... ''اور ہم ہر اُمت سے ایک گواہ کھینچ کر لائیں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ گواہ سے مراد امام ہے۔

قارون کا واقعہ

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾

''بے شک قارون کا تعلق موسیٰؑ کی قوم سے تھا۔ اس نے ان کے خلاف سرکشی کی تھی اور ہم نے اسے اتنے خزانے عطا کیے تھے جن کی چابیاں طاقتور جماعت مشکل سے اُٹھاتی تھی۔ جب اس کی

قوم نے اس سے کہا کہ دولت پر مت اِتراؤ یقیناً اِترانے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قارون حضرت موسیٰؑ کا خالہ زاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنے خزانے اور دولت دی تھی جس کی چابیاں ایک طاقتور گروہ مشکل سے اٹھاتا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ لفظ "عصبۃ" (گروہ) کا اطلاق دس سے لے کر انیس افراد پر ہوتا ہے۔ قارون دولت پا کر اِترانے لگا تو اس کی قوم کے صالح افراد نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تکبر وغرور کی عادت کو چھوڑ دو، اللہ کو تکبر کرنے والے افراد سخت ناپسند ہیں۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دولت کی کثرت پر ناز نہ کرنا اور کسی بھی حال میں میرا ذکر ترک نہ کرنا۔ کثرتِ مال سے انسان اپنے گناہوں کو بھول جاتا ہے اور میرا ذکر ترک کرنے سے دلوں پر نسیان طاری ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دولت پر اِترانا خدا کو سخت ناپسند ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت کریں۔

آپؑ نے فرمایا: جب خدا کی طرف سے عذاب حق ہے تو پھر اِترانا کس لیے ہے؟

اہلِ ایمان افراد نے قارون کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۝ "جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو اور جس طرح سے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی اسی طرح سے احسان کرو اور زمین میں فساد برپا کرنے کی خواہش نہ کرو کیونکہ اللہ فساد برپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

مال و دولت کی فراوانی خدا کا خصوصی احسان ہے لیکن اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس سے اپنی آخرت سنوارے اور اپنی دنیاوی جائز ضروریات اس سے پوری کرے اور معاشرے کے پسے ہوئے افراد کی مدد کرے اور دولت کو معاشرے کے بگاڑ کے لیے استعمال نہ کرے۔ اور جو شخص اپنی دولت کو ان مقاصد میں خرچ کرے تو یقیناً وہ دنیا اور آخرت میں سرخروئی اور کامیابی حاصل کرے گا۔ (اضافۃ من المترجم)

الکافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص خدا کے حضور

حاضر کیا جائے گا تو خدا اس سے کہے گا کہ تم اپنی نجات کے لیے اپنے دلائل پیش کرو۔

وہ کہے گا: خدایا! تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھے ہدایت دی اور مجھے وسیع رزق عطا کیا تھا۔ میں نے تیرے رزق سے تیرے بندوں کی مشکلات آسان کی تھیں اور میں یہ سب کچھ اسی لیے کرتا تھا کہ آج کے دن تو مجھ پر اپنی رحمت کا سایہ دراز کرے گا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا ہے اسے جنت میں لے جاؤ۔

کتاب معانی الاخبار (مصنفہ شیخ صدوقؒ) میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر خدا کی طرف سے تجھے صحت، قوت، فراغت، شباب ونشاط میسر ہو تو اس سے اپنی آخرت بنانے کی فکر کرو۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ظاہری بگاڑ دراصل اندرونی بگاڑ سے جنم لیتا ہے جو اپنے باطن کو صحیح کرے تو اللہ اس کے ظاہر کو صحیح کر دیتا ہے اور جو خلوت کے لحات میں خدا سے خیانت کرے تو اللہ ظاہر میں اس کا پردہ فاش کر دیتا ہے اور سب سے بڑا بگاڑ یہ ہے کہ انسان خدا سے غافل رہنے پر راضی ہو جائے اور آرزوؤں کے پھیلاؤ نیز حرص وتکبر سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور یہ بیماریاں قارون کا سرچشمہ، حب دنیا، جمع دنیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی ہے اور شہوات کا قائم کرنا، تعریف وتوصیف کی خواہش، شیطان کی موافقت اور اس کے نشانِ قدم کی پیروی ہے اور یہ تمام روحانی بیماریاں خدا سے غفلت اور اس کے احسان بھلانے سے پیدا ہوتی ہیں۔

جب اہلِ ایمان نے قارون کو نصیحتیں کیں تو اس نے کہا: مجھ پر خدا کا کوئی کرم اور احسان نہیں ہے یہ ساری دولت میرے علم کی پیدا کردہ ہے کیونکہ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کیمیادان تھا۔ کم قیمت دھاتوں کو سونے میں بدلا کرتا تھا۔ جب وہ زربفت کا لباس پہن کر اپنی قوم میں نکلا تو دنیا طلب افراد کہنے لگے کہ ہائے کاش ہمارے پاس بھی قارون ایسی دولت ہوتی۔

حضرت موسیٰؑ کے تربیت یافتہ خواص نے ان سے کہا کہ یہ دنیاوی دولت لائقِ التفات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو جو اجر ملے گا وہ اس کی سج دھج سے کہیں بہتر ہوگا مگر اس عظیم ثواب کو پانے کے لیے صبر واستقامت کی ضرورت ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے اس سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ یہ بہت بڑی رقم ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم ایک سو دینار میں سے ایک دینار زکوٰۃ میں دے دو تو میں تم پر راضی ہوں۔ اس نے زکوٰۃ کا حساب کیا تو اسے وہ بہت زیادہ رقم محسوس

ہوئی۔ اس نے کہا: موسیٰ یہ رقم بھی بہت زیادہ ہے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا: تمہارے لیے خصوصی رعایت ہے تم ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار دے دو۔ اس نے اس کا حساب کیا تو اسے یہ رقم بھی اچھی خاصی محسوس ہوئی۔ الغرض اس نے کہا کہ میں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے مشورہ دو موسیٰ سے کیسے نمٹا جائے؟

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ فلاں بدکار عورت کو معقول رقم دے کر اس سے یہ بیان حاصل کرو کہ (نعوذ باللہ) حضرت موسیٰ کے اس سے ناجائز جنسی تعلقات ہیں۔ اس طرح سے موسیٰ ہمیشہ کے لیے بدنام ہو جائے گا اور لوگوں کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہیں رہے گا اور وہ تمہیں زکوٰۃ کے لیے تنگ نہ کرے گا۔

اس نے کہا کہ تجویز معقول ہے۔ الغرض اس نے فاحشہ عورت کو معقول رقم دی اور اس سے کہا کہ میں تمہیں موسیٰ کے سامنے بلاؤں گا وہاں تم یہ بیان دینا۔ عورت نے رضامندی کا اظہار کیا۔ پھر عید آئی، اجتماع عام ہوا۔ اس میں حضرت موسیٰ نے خطاب کیا اور فرمایا: لوگو! ہم چور کے ہاتھ کاٹیں گے، ہم غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگائیں گے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کریں گے۔

یہ سنا تو قارون اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ زانی کوئی بھی ہو آپ اسے بلا تخصیص یہی سزا دیں گے؟

حضرت موسیٰ نے فرمایا: جی ہاں، زانی خواہ کوئی بھی ہو ہم اسے یہی سزا دیں گے۔

قارون نے کہا کہ لوگوں میں تو آپ کے متعلق بھی یہی چرچا ہے کہ آپ نے فلاں عورت سے ناجائز تعلقات استوار کر رکھے ہیں!!

یہ سنا تو حضرت کو جلال آیا اور فرمایا: اس عورت کو یہاں مجمع عام میں پیش کرو۔ عورت کو بلایا گیا۔ جب اس نے حضرت کے جلال کو دیکھا تو وہ سہم گئی اور کہنے لگی کہ آپ معصوم ہیں۔ یہ سب کچھ قارون کا کیا دھرا ہے۔ اس نے مجھے آپ پر الزام لگانے کی ترغیب دی ہے اور اس کے لیے مجھے کافی رقم بھی دی ہے۔

حضرت موسیٰ سجدہ میں گرے اور عرض کیا: خدایا! مجھے قارون پر تسلط عطا فرما۔ اگر تو نے مجھے تسلط عطا نہ کیا تو میں سمجھوں گا کہ میں تیرا نبی ہی نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا: جو قارون کے ساتھ ہونا چاہے تو وہ اس کے ساتھ ہو جائے اور جو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہو وہ اس سے علیحدہ ہو جائے۔ قارون کے تمام

ساتھی اس کے پاس سے دُور ہو گئے البتہ دو بدبخت اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپؑ نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لے۔ زمین نے قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ جب وہ گھٹنے تک دھنسا تو موسیٰؑ سے رحم کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا: آج تجھ پر کوئی رحم نہیں کیا جائے گا۔ وہ مزید دھنسا جب وہ سینہ تک زمین بُرد ہو گیا تو کہنے لگا: آپؑ مجھے دھنسا کر میری دولت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: اے زمین! اس کے خزانوں کو بھی نگل لے۔ چنانچہ اس سمیت اس کے خزانے بھی زمین میں دھنس گئے اور وہ روزانہ دس ہاتھ تک دھنسایا جاتا رہا۔ جب دنیا کے حریص لوگوں نے قارون کا یہ انجام دیکھا تو کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں قارون کی سی دولت نہیں ملی تھی ورنہ ہمارا بھی وہی انجام ہوتا جو اس کا ہوا ہے۔

روایات میں مرقوم ہے کہ قارون کو روزانہ دھنسایا جاتا رہا۔ پھر جب حضرت یونس علیہ السلام کا زمانہ آیا اور آپ شکم ماہی میں قید ہوئے تو مچھلی آپ کو لے کر دریاؤں اور سمندروں میں پھرتی رہی۔ اس دوران میں آپؑ خدا کی تسبیح کرتے رہے جب وہ مچھلی یونس علیہ السلام کو لے کر زیر زمین گئی جہاں قارون کو دھنسایا جا رہا تھا تو قارون نے تسبیح کی آواز سنی۔ اس نے عذاب کے فرشتہ سے کہا کہ کچھ دیر رُک جاؤ مجھے یہاں کسی انسان کی تسبیح کی آواز آ رہی ہے۔ فرشتہ رکا۔ قارون نے آواز دے کر کہا کہ بھئی یہاں کون ہے جو تسبیح کر رہا ہے؟

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے شکم سے جواب دیا کہ میں یونس بن متی ہوں اور اپنے ترکِ اولیٰ کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں قید ہوں۔

قارون نے کہا: اچھا یہ بتاؤ جسے خدا کی نافرمانی پر غصہ آتا تھا اُس موسیٰؑ کا کیا بنا؟

حضرت یونسؑ نے کہا: مدت ہوئی وہ دنیا سے چلے گئے۔ قارون نے کہا کہ قوم پر مہربان و شفیق ہارونؑ کا کیا بنا؟

حضرت یونسؑ نے فرمایا: ان کی بھی وفات ہو چکی ہے۔ پھر قارون نے کہا: اچھا یہ بتاؤ موسیٰؑ کی بہن کلثوم جو کہ میری منگیتر تھی اس کا کیا بنا؟

حضرت یونسؑ نے کہا: وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ قارون نے کہا کہ ہائے آلِ عمران پر افسوس! آج آلِ عمران کا کوئی بھی فرد باقی نہیں ہے۔

قارون نے حضرت موسیٰؑ کے خاندان سے ہمدردی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دھنسانے والے فرشتے سے کہا کہ اس نے میرے پیاروں پر رحم (کا اظہار) کیا ہے اب اس سے دھنسانے کا عذاب ختم کر دو۔ اب اسے آخرت میں ہی

عذاب دیا جائے گا۔

جب قارون زمین میں دھنس گیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ موسیٰؑ ! وہ تجھے پکارتا رہا اور رحم کی درخواست کرتا رہا لیکن تو نے اس پر رحم نہیں کیا تھا اگر وہ تیری بجائے مجھے پکارتا اور مجھے تیرا واسطہ دیتا تو میں اس پر ضرور رحم کرتا۔ (ملخصاً من کتب شتّی)

کتاب جعفر بن محمد الدوریستی میں ہے کہ جب رسولِ خدا مباہلہ سے واپس آئے تو جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ موسیٰؑ نے قارون کے ساتھ مباہلہ کیا تھا اور وہ مباہلہ میں ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کو لے کر گئے تھے۔ میں نے قارون کو اس کے خزانوں اور دوستوں سمیت زمین میں دھنسا دیا تھا اور اگر اہلِ کساء کو ساتھ لے کر آج پورے اہلِ زمین کے خلاف بھی مباہلہ کرتے تو میں زمین کو تباہ کر دیتا اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں قارون کی ہلاکت کے متعلق ایک اور روایت بھی مذکور ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو آپؐ نے انہیں ایک بستی میں رہائش دلائی۔ بنی اسرائیل رات کے پہلے حصہ میں خدا کی عبادت کرتے تھے اور تورات پڑھ کر خدا سے توبہ و استغفار کیا کرتے تھے۔ قارون بھی ان میں موجود تھا اور وہ بڑے خوبصورت لہجہ میں تورات پڑھا کرتا تھا۔ پورے بنی اسرائیل میں اس سے زیادہ خوش الحان اور کوئی نہیں تھا اور وہ علمِ کیمیا جانتا تھا۔ جب بنی اسرائیل کی سرگردانی نے طول کھینچا تو قارون ان کے ساتھ توبہ کرنے میں شامل نہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے پیار کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی توبہ کرنے والوں میں شامل رہے۔

چنانچہ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ تمہاری قوم توبہ کرنے میں مصروف ہے اور تو ان سے الگ تھلگ ہو کر یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ تو اپنی قوم کے ساتھ شامل ہو جا ورنہ تجھ پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ قارون نے حضرتؑ کا مذاق اڑایا اور آپؐ کی توہین کی۔ حضرت موسیٰؑ اس کے محل سے نکل کر اس کے محل کے صحن میں آئے۔ آپؐ نے بالوں سے بنا ہوا جُبہ پہن رکھا تھا اور گدھے کی کھال سے بنا ہوا جوتا پہنا ہوا تھا۔ آپؐ کے ہاتھ میں عصا تھا۔

قارون نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ وہ پانی میں راکھ کو ملا کر موسیٰؑ پر ڈالے۔ اس کے نوکر نے اس کے حکم کے مطابق راکھ ملا پانی آپؐ پر اُنڈیلا۔ حضرت موسیٰؑ کو اس کی حرکت پر سخت غصہ آیا۔ آپؐ کے بازو پر کچھ بال تھے جب آپؐ کو غصہ آتا تو بال کھڑے ہو جاتے تھے اور کپڑوں سے باہر نکل آتے تھے اور ان سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگ جاتی تھیں۔

حضرت موسیٰ نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا: خدایا! اگر آج تو میری اس توہین پر غضب ناک نہیں ہوتا تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں تیرا نبی ہی نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت گزار بنا دیا ہے تو اسے جو بھی حکم کرے گا وہ تیرے حکم کی تعمیل کرے گی۔

قارون نے اپنے محل کا صدر دروازہ بند کرا دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اُٹھے اور دروازے پر پہنچے تو آپؑ نے دروازہ کو اشارہ کیا وہ فوراً کھل گیا اور آپؑ اس کے محل کی حدود سے باہر آ گئے۔

جب قارون نے یہ منظر دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اس وقت موسیٰؑ جلال میں ہیں اور انہیں خدا کی طرف سے عذاب دینے کا اختیار مل چکا ہے۔ چنانچہ اس نے چلّا کر کہا کہ موسیٰؑ! میں تجھے اس رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان قائم ہے۔ مجھ پر ترس کھاؤ۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: فرزندِ لاوی! زیادہ باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے زمین سے فرمایا: زمین! اسے اس کے محلات اور خزانوں سمیت نگل لے۔ چنانچہ زمین نے اسے نگلنا شروع کر دیا۔ جب وہ گھٹنوں تک دھنس گیا تو اس نے فریاد کی اور کہا: موسیٰؑ میں تمہارا رشتہ دار ہوں مجھے اس عذاب سے بچا لو۔ مگر حضرت موسیٰؑ کو اس پر ترس نہ آیا اور فرمایا: فرزندِ لاوی! زیادہ باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر آپؑ نے زمین سے فرمایا کہ تو اپنے عمل کو جاری رکھ۔ الغرض قارون خزانوں سمیت زمین بُرد ہو گیا۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ موسیٰؑ! قارون تجھ سے گڑگڑاتا رہا لیکن تمہیں اس پر رحم نہیں آیا اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو میں اس پر ضرور رحم کرتا۔ فرزندِ عمران! موت ہر جاندار کے لیے مقرر کر دی گئی ہے۔ تمہاری موت بھی قریب ہے اور موت کے بعد میں تجھے اتنی نعمات دوں گا جن سے تیری آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی۔

چند دنوں بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وصی کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ پہاڑ پر چڑھے تو آپؑ نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں کدال ہے اور وہ زمین کھودنے میں مشغول ہے۔ حضرت موسیٰؑ اس کے پاس گئے اور فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ خدا کے ایک نیک بندہ کے لیے قبر بنا رہا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے قبر بنانے میں اس کی مدد کی۔ جب قبر مکمل ہو گئی تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ مرنے والے کی قد و قامت کیا تھی؟ اس نے کہا: اس کی قد و قامت آپؑ جیسی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں قبر میں داخل ہو کر سوتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا قبر پوری ہے یا چھوٹی ہے؟ جیسے ہی آپؑ قبر میں

داخل ہوئے تو آپؑ کے لیے جنت کے دریچے کھول دیئے گئے اور آپ نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی کہ خدایا! مجھے موت دے دے تاکہ ان نعمات سے میں مستفید ہوسکوں۔

چنانچہ اسی وقت خدا نے آپ کو موت دے دی اور آپؑ کی قبر پر پہاڑ پھیل گیا۔

رزق کی کمی بیشی خدا کے ہاتھ میں ہے

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ

''اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے''۔

رزق کی فراخی اور تنگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی رزق میں وسعت کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ طلب رزق کے لیے غلط وسائل اختیار نہ کرے اور دنیا کو ہی اپنا مطمح نظر نہ بنائے۔ چنانچہ تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ حفص بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے کہا: حفص! میری نظر میں دنیا کی حیثیت ایک مُردار کی سی ہے جسے سخت احتیاج ہی میں استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

حفص! خدا کو علم ہے کہ اس کے بندے کیا کر رہے ہیں اور کس انجام کی طرف جا رہے ہیں۔ اللہ ان کی بداعمالیوں کو دیکھ کر بھی ان سے بُردباری کا سلوک کر رہا ہے لہٰذا دنیا طلبی میں بھی اچھے انداز کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ پھر آپؑ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین پر بلندی اور فساد کے طلب گار نہیں ہوں گے۔ انجام کار تو اہلِ تقویٰ کے لیے ہے''۔

یہ آیت تلاوت کر کے آپؑ رونے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم! اس آیت نے تو آرزوؤں کو ختم کر دیا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ مولاؑ! یہ فرمائیں کہ زُہد کی حدود کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زُہد کی حد مقرر کرتے ہوئے فرمایا: لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ (الحدید:۲۳) ''جو کچھ تمہارے ہاتھ سے چلا جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں مل جائے اس پر خوشیاں نہ مناؤ''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں ''علو'' اور ''فساد'' کے طلب گار نہیں ہوتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''علو'' سے شرف اور بلندی اور ''فساد'' سے بلند و بالا عمارتیں مراد ہیں۔ گویا مفہوم آیت یہ ہوگا کہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو زمین میں بڑائی اور شرف کے خواہش مند نہیں ہوتے اور یہ گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو بلند و بالا عمارتیں بنانے کے خواہش مند نہیں ہوتے۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، میں تمہارے لیے نذیر مبین بن کر آیا ہوں۔ خدا کے شہروں اور اس کے بندوں کے درمیان تکبر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ ''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کے طلب گار نہ ہوں گے، انجام کار تو اہلِ تقویٰ کے لیے ہے''۔

مجمع البیان میں زاذان سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے دورِ حکومت میں بازاروں میں پھرتے تھے اور کمزور افراد کی مدد کیا کرتے تھے اور دکانداروں کے پاس جاتے تھے اور آپؑ ان کے سامنے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا...... کی آیت پڑھتے تھے اور آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت عادل اور متواضع حکمرانوں کے لیے نازل ہوئی ہے اور حکام کے علاوہ دوسری قوت رکھنے والوں کے متعلق ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی جوتی کے تسمہ کو بھی خود پسندی سے دیکھتا ہے تو وہ اس آیت کے مصداق افراد سے خارج ہو جاتا ہے۔

رجعت

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۤدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ......

''بے شک جس نے آپؑ پر قرآن نازل کیا ہے وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور واپس پلٹائے گا''۔

آیت مجیدہ کے مفہوم کے متعلق تین اقوال ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس ذات نے آپؐ پر قرآن کے ذریعہ سے حلال و حرام کے احکام نازل کیے ہیں وہ آپ کو معاد یعنی آخرت میں پلٹائے گا۔ یہاں لفظ "معاد" کو نکرہ کے طور پر لایا گیا ہے جس سے اظہارِ تعظیم مراد ہے۔ یعنی خدا آپ کو قیامت میں اس شان سے لائے گا کہ جو کسی بھی انسان کو حاصل نہ ہوگی۔

② اس سے مراد یہ ہے کہ خدا آپ کو دوبارہ مکہ میں فاتحانہ شان سے واپس لائے گا۔

مقاتل بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا نے مکہ سے ہجرت کی اور کچھ دن غار میں چھپے رہے۔ پھر غار سے نکل کر آپؐ غیر معروف راستے پر چل پڑے۔ آپؐ نے مقامِ جحفہ تک غیر معروف راستے کا سفر کیا۔ پھر جحفہ پہنچ کر آپؐ نے مکہ و مدینہ کی شاہراہ کا سفر اختیار کیا۔ جب آپ مکہ کی شاہراہ پر پہنچے تو آپؐ نے بڑی حسرت آمیز نگاہوں سے مکہ کی شاہراہ کو دیکھا۔ آپ کو وطن کی یاد نے ستایا۔ بزرگوں کی قبریں یاد آئیں اور اپنا گھر یاد آیا تو اس وقت جبریل امینؑ نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے وطن کی یاد نے بے تاب کر دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ اس وقت جبریل امینؑ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ...... اس سے مقصد یہ تھا کہ خدا آپ کو فاتحانہ شان سے مکہ میں دوبارہ لے جائے گا لہٰذا آپؐ کو وطن چھوڑنے پر اتنا غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ (اضافہ من المترجم نقلاً عن الرازی)

③ اس سے زمانہ رجعت میں آنحضرتؐ کی واپسی مراد ہے۔ جیسا کہ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جابر کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جابر پر خدا کی رحمت ہو وہ اتنے بڑے عالم تھے کہ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ...... کی آیت کی تاویل بھی جانتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اس سے رجعت مراد ہے۔

ابوخالد کابلی کا بیان ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام نے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ تمہارے نبیؐ اور امیر المومنینؑ اور آئمہ صلوات اللہ علیہم تمہاری طرف واپس آئیں گے۔

"وجہ اللہ" کیا ہے؟

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ "اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے"۔

اُصولِ کافی میں حارث بن مغیرہ نصری سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے اغیار اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ "وجہ اللہ" کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! انہوں نے بہت بڑی بات کی ہے۔ اس سے خدا تک پہنچنے کا راستہ مراد ہے۔

ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ھو الاول والاخر کے متعلق عرض کیا کہ مولاؑ! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ خدا اول ہے لیکن وہ آخر ہے تو کس لحاظ سے ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کائنات کی ہر چیز فنا ہو جاتی ہے یا اس میں تبدیلی آ جاتی ہے اور ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں منتقل ہو جاتی ہے اور ایک صفت سے دوسری صفت اور بعض اوقات زیادتی سے کمی میں منتقل ہو جاتی ہے مگر رب العالمین کی ذات میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل نہیں ہوتا۔ وہ اول ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور وہ آخر ہے یعنی اس کی صفات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ انسان مختلف مراحل طے کرتا ہے۔ پہلے وہ مٹی ہوتا ہے پھر نطفہ بنتا ہے پھر وہ علقہ بنتا ہے۔ پھر مضغہ بنتا ہے۔ پھر اس میں ہڈیاں اور خون جنم لیتے ہیں۔ پھر دنیا میں آتا ہے تو بچہ کہلاتا ہے پھر لڑکپن میں داخل ہوتا ہے۔ پھر شباب کے مرحلہ پر پہنچتا ہے، پھر بڑھاپے میں قدم رکھتا ہے۔ پھر مر جاتا ہے، پھر مٹی میں مل کے مٹی بن جاتا ہے لیکن خدا کے اسماء و صفات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کی آیت مجیدہ کے تحت جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی مگر صرف خدا کا چہرہ باقی رہے گا تو وہ شخص غلطی کر رہا ہے۔ اللہ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کے اعضاء و جوارح سے توصیف کی جاسکے۔ اس کے بجائے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے دین کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی اور ہم خدا کا وہ چہرہ ہیں جس کے ذریعہ سے اس تک رسائی ہوتی ہے۔ جب تک خدا کو مخلوق کی ضرورت رہے گی وہ ہمیں باقی رکھے گا اور جب اسے ان کی ضرورت نہیں رہے گا تو وہ ہمیں اپنی طرف اُٹھا لے گا پھر ہمارے متعلق جو چاہے گا وہ کرے گا۔

احتجاج طبرسی میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سے یہ مراد ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی لیکن اس کا دین باقی رہے گا۔ اور یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی مگر خدا کا چہرہ باقی رہے گا۔ اللہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ ہلاکت اس کے لیے ہے جس کا اس سے تعلق نہ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فرمایا:

وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ (الرحمٰن:۲۷) "زمین پر رہنے والے سب فنا ہو جائیں گے مگر تیرے پروردگار کے جلال والا کرام والا چہرہ باقی رہے گا"۔ اللہ نے اپنی مخلوق اور اپنے "وجہ" کے درمیان تفریق پیدا کی ہے۔

کتاب التوحید میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کا یہی مفہوم ہے کہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی اور صرف خدا کا چہرہ باقی رہے گا؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اس سے کہیں بلند ہے کہ لفظ ''وجہ'' سے اس کی توصیف کی جا سکے۔ اس کا مفہوم و معنی یہ ہے کہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی مگر خدا کا دین اور اس تک پہنچنے کا راستہ باقی رہے گا۔

حارث بن مغیرہ نصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ راہِ حق کو قبول کرنے والے کے علاوہ باقی سب ہلاک ہو جائیں گے۔

محاسن برقی میں بھی یہ روایت موجود ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: بس وہی باقی رہے گا جو اس راستے کو اختیار کرے گا جسے تم نے اختیار کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کے متعلق فرمایا کہ جو شخص محمد مصطفیٰ اور آئمہ ہدیٰ کی اطاعت کے لیے خدا کے فرمان پر عمل کرے تو وہ ایسا چہرہ بن جائے گا جس پر ہلاکت نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) کی آیت مجیدہ تلاوت فرمائی۔

صفوان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خدا کا وہ چہرہ ہیں جس پر ہلاکت نہیں ہے۔

صالح بن سعید کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''وجہ اللہ'' ہم ہیں۔

ابوخیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کا دین باقی رہے گا اور رسول اکرمؐ اور امیر المومنینؑ کا مجسم دین تھے اور وہ خدا کا چہرہ تھے اور بندوں میں خدا کی آنکھ تھے اور وہ خدا کی ترجمانی کرنے والی زبان تھے اور مخلوق میں وہ خدا کا ہاتھ تھے اور ہم خدا کا وہ چہرہ ہیں جس سے خدا تک رسائی ہوتی ہے۔ جب تک خدا کو مخلوق کی ضرورت رہے گی اس وقت تک ہم رہیں گے جب خدا کو مخلوق کی ضرورت نہ رہے گی تو ہمیں اپنی طرف اُٹھا لے گا اور جو چاہے گا وہ کرے گا۔

قولہ تعالیٰ: فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۶﴾ ''آپ کافروں کے ہرگز پشت پناہ نہ بنیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ یہ آیت ہو یا وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ کی آیت ہو یا وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کی آیت ہو۔ ان آیات میں بظاہر خطاب رسولِ خدا سے ہے لیکن مراد لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر مخاطب اپنے رسول کو کیا ہے اور مراد دوسرے لوگ ہیں۔

○○○

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

سورة العنكبوت مكية آياتها ٦٩ وركوعاتها ٧

"سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آیات انہتر اور اس کے رکوع سات ہیں۔

سورۂ عنکبوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ۲۳ ماہِ رمضان کی شب سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم پڑھے تو خدا کی قسم وہ شخص اہلِ جنت میں سے ہوگا اور میں اس میں کسی کا استثنا نہیں کرتا اور اس قسم کے متعلق مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ مجھ پر کوئی گناہ لکھے گا۔ ان سورتوں کا خدا کی نظر میں بڑا مقام ہے۔

مجمع البیان میں اُبی بن کعب سے منقول ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ عنکبوت پڑھے تو دنیا میں جتنے بھی مومن و منافق ہیں ان کی تعداد سے اسے دس گنا زیادہ اجر دیا جائے گا۔

سورۂ عنکبوت کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ زبانی ایمان کا دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے آزمائشات سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور آزمائش کے بعد میں سچے اور جھوٹے کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ بدکار لوگ خدا سے سبقت نہیں کر سکیں گے۔ اہلِ ایمان کی برائیاں مٹا دی جائیں گی اور انہیں بہتر بدلہ دیا جائے گا۔ والدین کی فرمانبرداری ضروری ہے لیکن اگر وہ شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

کمزور عقیدہ کے افراد آزمائش کے وقت پھسل جاتے ہیں۔ کافر کہتے ہیں کہ تم ہماری پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیں گے۔ قصہ نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغات، زمین میں چل پھر کر عبرت حاصل کرنے کا حکم، خدا کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا، کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے بچا لیا گیا۔ قصۂ لوطؑ، قومِ لوطؑ کی بے حیائی، قوم لوطؑ عذاب کی زد میں، حضرت شعیبؑ کی تبلیغ اور اس کا انجام، عاد و ثمود، قارون، فرعون اور ہامان نشانِ عبرت ہیں۔ مشرکین کے دلائل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ غیر احسن مجادلہ ممنوع ہے۔ نبی اکرمؐ اعلانِ نبوت سے قبل کتاب کیوں نہ پڑھتے تھے؟ قرآن نبوتِ مصطفیٰؐ کا عظیم معجزہ ہے۔ عذاب کے لیے جلدی مچانے

والوں کی روش، ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہر جاندار کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔ رزق کی کمی بیشی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مشرکین سے سوال، متاع دنیا لہو ولعب ہے۔ مشکل لمحات میں خدا ہی یاد آتا ہے۔ حرم مقامِ امن ہے، سب سے بڑا ظالم کون ہے؟ خدا جستجو کرنے والوں کو اپنے راستے دکھاتا ہے۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا
یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ
الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾ اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ
یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾ مَنۡ کَانَ
یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۵﴾
وَ مَنۡ جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ
الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡہُمۡ
سَیِّاٰتِہِمۡ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷﴾ وَ وَصَّیۡنَا
الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ؕ وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ لِتُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ
لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡہُمَا ؕ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ
تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّہُمۡ فِی
الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی

اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ
رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ
صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا
سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ
شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ
اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ
عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ
السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾
وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ
اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ
يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا
فِي السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ
أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ
بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ
وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۲۵﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"الف لام میم، کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہیں صرف آمنّا (ہم ایمان لائے) کہہ دینے پر چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ ہم نے ان سے پہلے والے لوگوں

کی آزمائش کی تھی۔ اللہ یہ ضرور دیکھے گا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں؟ کیا برائیاں کرنے والے یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے وہ بہت ہی بُرا فیصلہ کر رہے ہیں۔

جو بھی اللہ کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو اسے علم ہونا چاہیے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے کو ہے اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جو شخص مجاہدہ کرے گا تو وہ اپنے لیے کرے گا۔ اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے ہم ضرور ان کی برائیاں ان سے دُور کریں گے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔ اور ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرے۔ اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک بنا جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ تم سب کی بازگشت میری طرف ہے، پھر میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم ضرور جماعتِ صالحین میں شامل کریں گے اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن جب وہ اللہ کے معاملے میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی پیدا کردہ آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آ گئی تو یہی شخص کہے گا کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ تو کیا اللہ تمام جہانوں کے سینوں کی باتوں سے خوب آگاہ نہیں ہے؟ یقیناً اللہ اہلِ ایمان کو اور منافقین کو ممیّز کر کے ہی رہے گا۔

کافر اہلِ ایمان سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے راستے کی پیروی کرو تمہاری خطاؤں کو ہم اُٹھا لیں گے۔ حالانکہ وہ ان کی خطاؤں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں ہیں یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ وہ ضرور اپنے بوجھ کو اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ کو اٹھائیں گے اور جو

افترا پردازیاں کر رہے ہیں، اس کے متعلق قیامت کے دن ان سے ضرور پوچھا جائے گا۔

ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔ پھر ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا کہ وہ لوگ ظالم تھے۔ ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور اسے تمام جہانوں کے لیے ایک نشانی قرار دے دیا۔

اور ابراہیمؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو اور جھوٹ تراشتے ہو۔ تم خدا کو چھوڑ کر جن کی پوجا کرتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ رزق خدا کے پاس تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں، رسولؐ کی ذمہ داری صرف واضح پیغام پہنچانا ہے۔

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح سے خلق کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر اسی کا اعادہ کرتا ہے۔ یہ اللہ کے لیے بہت ہی آسان ہے۔

آپ کہہ دیں کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح سے خلق کی ابتداء کی ہے۔ پھر بار دیگر زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں اور اللہ کے علاوہ کوئی تمہارا سرپرست اور مددگار ہے۔ جو لوگ خدا کی نشانیوں اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس کی قوم کا جواب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اسے قتل کر دو یا اسے جلا ڈالو۔ اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں صاحبانِ ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔ ابراہیمؑ

نے کہا کہ تم نے دنیاوی زندگی میں اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا"۔

ایمان کے لیے زبانی دعویٰ ناکافی ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾

"الف لام میم، کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صرف (اٰمَنَّا) (ہم ایمان لائے ہیں) کہنے پر انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی پھر مجھ سے فرمایا: جانتے ہو آزمائش کیا ہے؟ میں نے کہا: اس سے دین کی آزمائش مراد ہے۔

آپؑ نے فرمایا: لوگوں کی اس طرح سے آزمائش کی جائے گی جیسا کہ سونے کو آگ میں ڈال کر اس کی آزمائش کی جاتی ہے اور انہیں سونے کی طرح سے پرکھا جائے گا۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ آپ ہمیں فتنہ (آزمائش) کے متعلق بتائیں اور یہ فرمائیں کہ کیا آپ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ پوچھا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ کی آیت نازل فرمائی تو میں نے یہ جان لیا کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں اس وقت تک تو ہم پر کوئی آزمائش نازل نہ ہوگی۔

میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ فتنہ کیا ہے جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: علیؑ! میرے بعد میری اُمت فتنہ میں پڑ جائے گی۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جب جنگ اُحد میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے اور میں شہید نہیں ہوا تھا تو شہادت نہ ملنے کی وجہ سے میں مغموم ہوا تھا تو کیا اس وقت آپؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو، تمہیں بھی شہادت

نصیب ہوگی؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہوگا لیکن یہ بتاؤ اس وقت تمہارے صبر کی کیا کیفیت ہوگی؟

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! شہادت مقامِ صبر تو نہیں، یہ تو خوشخبری اور شکر کا مقام ہے (یعنی میں اسے خوشی خوشی قبول کروں گا)۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! لوگ میرے بعد دولت کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور دین قبول کرنے کا خدا پر احسان جتلائیں گے اور وہ خدا کی رحمت کی تمنا کریں گے اور اس کی گرفت سے بے خوف ہو جائیں گے اور جھوٹے شبہات اور سہو میں مبتلا کرنے والی خواہشات کے ذریعہ سے حرامِ خدا کو حلال قرار دیں گے۔ نبیذ کے نام پر شراب کو حلال کریں گے اور ہدیہ کے نام پر سود کو حلال قرار دیں گے اور تجارت کے نام پر سود کو حلال قرار دیں گے۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایسے افراد کو کیا میں مرتد سمجھوں یا فتنہ میں پڑا ہوا سمجھوں؟

آپ نے فرمایا: انہیں فتنہ میں پڑا ہوا سمجھو۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ...... (الانعام:۶۵) "آپ کہہ دیں کہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ تم پر اُوپر سے عذاب نازل کرے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے......) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے، وضو کیا، نماز پڑھی اور خدا سے درخواست کی کہ خدایا میری اُمت کو ان تین قسم کے عذابوں سے محفوظ فرما۔

جبریل امینؑ نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: آخری دو عذاب آپ کی امت پر آئیں گے۔ یعنی ان کے قدموں کے نیچے سے بھی عذاب آئے گا اور یہ گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو قتل بھی کریں گے۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا: جبریلؑ! جب میری اُمت کے افراد ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں تو اس کے بعد میری اُمت کیا خاک باقی رہے گی؟

آپؐ نے دوبارہ دعا مانگی اس وقت آپ پر اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا ......کی آیت مجیدہ نازل ہوئی۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے بعد میری اُمت کی ضرور آزمائش کی جائے گی اور اس آزمائش کی وجہ سے سچے اور جھوٹے کی تمیز ہوگی۔ میرے بعد وحی منقطع ہو جائے گی البتہ افرادِ اُمت میں قیامت تک تلوار اور نااتفاقی باقی رہے گی۔

آئمہ طاہرینؑ نے بھی کئی بار بطورِ استشہاد اس آیت کو پڑھا جیسا کہ تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ رسولؐ خدا کی

وفات کے بعد عباسؓ بن عبدالمطلب نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ میرے ساتھ چلیں میں لوگوں سے آپ کی بیعت لینا چاہتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں گے؟

حضرت عباسؓ نے کہا: جی ہاں۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ کی آیت کہاں جائے گی؟

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ مؤلفہ شیخ صدوق کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام زمانہ (عجل) نے عمری کے نام پر توقیع بھیجی جس میں آپؑ نے اپنی امامت کا اثبات کیا اور اپنے منکرین کے لیے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا کی آیت تحریر فرمائی۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ میری غیبت کی وجہ سے لوگوں کی آزمائش شروع ہو چکی ہے جو اس آزمائش میں کامیاب ہوگا وہی نجات پائے گا۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو سقیفائی حکومت کے قیام کی اطلاع ملی تو آپؑ نے بھی یہی آیت تلاوت فرمائی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جس کامیابی اور کشائش کی طرف تمہاری گردنیں اُٹھ رہی ہیں وہ کامیابی تمہیں اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک تمہارا امتحان نہ ہو جائے اور تمہاری اچھی طرح سے آزمائش نہ کر لی جائے اور اس آزمائش میں سے بہت تھوڑے افراد سرخرو ہو کر نکلیں گے۔ پھر آپؑ نے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا ...... کی آیت مجیدہ تلاوت فرمائی۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کشائش کی ایک علامت دو مسجدوں میں ان ہونے واقعات کا ظاہر ہونا بھی ہے اور فلاں جو کہ فلاں کی نسل سے ہوگا وہ پندرہ عرب سرداروں کو قتل کرے گا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جسے "قاصعہ" کہا جاتا ہے اور چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ خطبہ الکافی میں بھی مرقوم ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے:

اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے انبیاءؑ کو مبعوث کیا تو اُن کے لیے سونے کے خزانوں اور خالص طلائی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کے کشت زاروں کو ان کے لیے مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو ان کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا سزا بیکار (آسمانی) خبریں اِکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لیے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے

والے نیک کرداروں کی جزا کے مستحق ہوتے اور نہ الفاظ اپنے معانی کا ساتھ دیتے لیکن اللہ سبحانہٗ اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالات میں کمزور اور ناتواں قرار دیتا ہے اور انہیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس ان کے دامن سے وابستہ کردیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاءؑ ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا مقصد و ارادہ بھی نہ ہوسکتا ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس پر تعدی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور اس کے رُخ کے مطابق سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لیے بڑی آسان اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسبابِ رغبت کی بنا پر ایمان لے آتے اور اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے۔ لیکن اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروںؑ کی پیروی اور اتباع، اس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اس کے لیے مخصوص ہوں اور ان کا کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہوگی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے آدم سے لے کر اس جہان کے آخر تک کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کے لیے (امن کے) قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا۔ کھرے کھردرے پہاڑوں، نرم ریتلے میدانوں، کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اُونٹ گھوڑا اور گائے بکری نشو و نما نہیں پاسکتے۔ پھر بھی اس نے آدمؑ اور اس کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رُخ اس کی طرف موڑیں۔ چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اُترنے کی جگہ بن گیا کہ دُور افتادہ بے آب و گیاہ بیابانوں، دُور دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے نفوسِ انسانی ادھر متوجہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوری فرماں برداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کے گرد لبیك اللھم لبیك کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے پیروں سے پویہ دوڑ لگاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں اَٹے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے

بدصورت بنا لیا ہوتا ہے۔ یہ بڑی ابتلا کڑی آزمائش کھلم کھلا امتحان اور پوری پوری جانچ ہے۔ اللہ نے اسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اگر خداوند یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ وچمن کی قطاریں اور بہتی ہوئی نہریں ہوں، زمین ہموار ہو کہ جس میں درختوں کے جھنڈ اور ان میں جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہوا اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو۔ جہاں سرخی مائل گیہوں کے پودے سرسبز مرغزار، چمن درکنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں۔ البتہ وہ جزاو ثواب کو اسی اندازہ سے کم کردیتا کہ جس اندازہ سے ابتلا وآزمائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر وہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے اور وہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اٹھائی گئی ہے زمرد سبز و یاقوتِ سرخ کے ہوتے اور ان میں نور وضیا کی تابانی ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک وشبہات کے ٹکراؤ کو کم کردیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ دھوپ کا اثر مٹا دیتی لیکن خدا اپنے بندوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝۲ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِیۡنَ ۝۳ ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہیں صرف اٰمَنَّا (ہم ایمان لائے) کہہ دینے پر چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی؟ ہم نے ان سے پہلے والے لوگوں کی آزمائش کی تھی اللہ یہ ضرور دیکھے گا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں؟''

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی اُمتوں کے افراد کو لوگ پکڑ کر ان کے سروں پر آری چلاتے تھے اور ان کے سر کو دو حصوں میں تقسیم کردیتے تھے مگر وہ اپنے دین سے انحراف نہیں کرتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت کے ٹکڑے کردیئے جاتے تھے مگر وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑتے تھے۔

لقاء اللہ کا مفہوم

مَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝۵

''جو بھی اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے علم ہونا چاہیے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے کو ہے اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے تحت ''لقاء اللہ'' کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ مفہوم آیت یہ ہے کہ جسے اپنے مبعوث ہونے کی امید ہو تو اللہ کے ثواب وعتاب کا وعدہ سچا

ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس آیت مجیدہ میں "لقاء" سے مبعوث ہونا مراد ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی "لقاء اللہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے مبعوث ہونا ہی مراد ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جسے خدا کے حضور پیش ہونے کا اشتیاق ہوتا ہے تو اس پر موت جلد آ جاتی ہے اور جو اپنے نفس کو لذات، شہوات اور خدا کی نافرمانی سے بچائے تو وہ اپنے نفس کے لیے جہاد کرتا ہے۔ اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

"لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن جب وہ اللہ کے معاملے میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی پیدا کردہ آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا"۔

سورۂ مبارکہ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے اس کے لیے آزمائشات سے گزرنا پڑتا ہے اور کامیابی اسے حاصل ہوتی ہے جو تمام امتحانات میں سرخرو ہوتا ہے۔ اس آیت مجیدہ میں ناکام ہونے والے افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ زبانی ایمان کا دعویٰ کرنے والے کو جب آزمائش سے سابقہ پڑا تو وہ گھبرا گیا اور آزمائش کسی انسان کی اذیت بھی ہو سکتی ہے اور نقصان اور فقر و فاقہ اور ظالموں کا خوف بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے ہی آزمائش کی گھڑی آئی تو اس نے ایمان و ایقان کی دولت کو خیرباد کہہ دیا اور لوگوں کے دین میں داخل ہو گیا۔ اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ لوگوں کی اذیتیں خدا کے دائمی عذاب کی مانند ہیں۔

اور جب اللہ کی طرف سے مدد و نصرت اہلِ ایمان کے ساتھ شامل ہوتی ہے تو اپنے امتحان میں ناکام شخص یہ کہتا ہے کہ ہم بھی اہلِ ایمان کے ساتھ تھے۔

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ قائم آلِ محمدؑ کا ظہور اور ان کی حکومت الٰہیہ خدا کی مدد و نصرت کی مظہر اتم ہوگی۔

کفار کی پیش کش

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ

خَطٰيٰهُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ ۝۱۲

”کافر اہلِ ایمان سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے راستے کی پیروی کرو اور ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھائیں گے حالانکہ وہ ان کی خطاؤں کا بوجھ اٹھانے والے نہیں ہیں وہ یقیناً جھوٹے ہیں“۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ کافر مسلمان بننے والے لوگوں سے کہتے تھے کہ تم اسلام کو چھوڑ دو۔ ہم قیامت کے دن اگر بالفرض وہ برپا ہوئی تو تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ ہم اٹھائیں گے۔ ایسے کافروں کو اللہ دگنا عذاب دے گا۔ ایک تو انہیں ان کے گناہوں کا عذاب دیا جائے گا اور دوسرا عذاب لوگوں کے گناہوں کا دیا جائے گا۔

قصۂ نوحؑ کے چند اشارات

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِيۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ۝۱۴ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَصۡحٰبَ السَّفِيۡنَةِ وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۵

”اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔ پھر ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔ ہم نے اس اور کشتی والوں کو نجات دی اور اسے تمام جہانوں کے لیے ایک نشانی قرار دیا“۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر اہلِ مکہ آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سے پہلے حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو برس تک قوم کو تبلیغ کی تھی لیکن بہت کم افراد ان پر ایمان لائے تھے اور منکرین پر ہم نے طوفان بھیج دیا تھا اور وہ ظالم تھے۔

آیت مجیدہ میں وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ کے الفاظ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے گناہ کی وجہ سے اس پر عذاب نہیں بھیجتا۔ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب وہ ظلم کی حدود میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو خبر دی تھی کہ میں منکرین پر طوفان بھیجوں گا۔ تم اس سے بچنے کے لیے کشتی تیار کرو۔ آپؑ نے فرمانِ خداوندی کے تحت کشتی تیار کی۔ جب طوفان آیا تو صرف وہی افراد بچے جو کشتی میں بیٹھ گئے تھے اور جو کشتی میں نہ بیٹھے تھے وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے تھے۔ حضرت نوحؑ کی بیوی اور ان کا بیٹا کشتی میں نہ بیٹھے تو وہ بھی ہلاک ہوگئے تھے۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها

نجی ومن تخلف عنها غرق ''تمہارے اندر میری اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیِ نوحؑ کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا''۔

نجات کے لیے نوحؑ کا صحابی ہونا کافی نہیں تھا، اللہ نے فرمایا: وَاَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَۃِ ''ہم نے کشتی والوں کو نجات دی'' تو اُمت محمدیہؐ میں بھی رسولِ خداؐ کا صحابی ہونا نجات کا ذریعہ نہیں بلکہ سفینۂ آلِ محمدؑ کا سوار ہونا شرط ہے۔

اگر نوحؑ کے گھر کے افراد کشتی پر نہیں بیٹھے تو وہ ہلاک ہو گئے تھے اسی طرح سے اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کے کچھ افراد سفینۂ اہلِ بیتؑ پر سوار نہ ہوئے تو وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ ''اور ہم نے اسے تمام جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا''۔

اس آیت مجیدہ میں ''ھا'' ضمیر کا مرجع دو میں سے ایک چیز ہے۔ یہ ضمیر یا تو سفینہ یعنی کشتی کی طرف اشارہ کرتی ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے کشتیِ نوحؑ کو تمام جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور اس کی نشانی بننے کی بھی چند وجوہات ہیں:

① طوفان آنے سے پہلے یہ کشتی خشکی پر بنائی گئی تھی۔ اگر خدا کی طرف سے حضرت نوحؑ کو طوفان کی پہلے سے اطلاع نہ ہوتی تو آپ کشتی نہ بناتے اور وقت سے پہلے آپ کو طوفان کی خبر ملنا اور آپ کا کشتی بنانا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

② طوفان کی آمد پر حضرت نوحؑ نے زادِ راہ کشتی پر رکھا تھا۔ طوفان سمندروں کی طرح سے تھا اور کشتی میں موجود افراد ڈر رہے تھے کہ کہیں پانی اُترنے سے پہلے ان کا زادِ راہ ختم نہ ہو جائے جب کہ طوفان اُترنے کے کہیں آثار تک دکھائی نہ دیتے تھے۔ لیکن زادِ راہ ختم ہونے سے قبل ہی خدا نے پانی کو خشک کر دیا تھا اور یوں تمام افراد بھوک کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بچ گئے تھے۔

③ اللہ نے حضرتؑ کی کشتی کو ہر طرح کے طوفانی تھپیڑوں سے محفوظ رکھا تھا۔ (اضافۃ من المترجم)

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی نے رسولِ خداؐ سے کہا کہ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو برس دین کی تبلیغ کی تھی۔ ان کی تبلیغ کا عرصہ آپؐ کی تبلیغ کے عرصہ سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا وہ آپؐ سے افضل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سچ ہے کہ ان کی تبلیغ کا عرصہ مجھ سے کہیں زیادہ ہے لیکن میری دعوت ان کی دعوت سے کہیں زیادہ مؤثر ہے۔ ان پر چند افراد ایمان لائے تھے جب کہ مجھ پر لاکھوں افراد ایمان لا چکے ہیں۔

کتاب کمال الدین میں مرقوم ہے کہ حضرت نوحؑ کی نبوت کے عرصہ میں اور کوئی نبیؑ اور رسولؑ نہیں تھا۔ اور ان کی

نبوت میں کوئی شریک نہ تھا۔ حضرت نوحؑ نے دن رات لوگوں کو تبلیغ کی لیکن لوگوں نے سرکشی اختیار کی اس وقت انہوں نے رب انی مغلوب فانتصر کہہ کر خدا سے مدد طلب کی تھی۔

حضرت نوحؑ کے اصلی نام کے متعلق مختلف روایات ہیں چنانچہ عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ مسجد کوفہ میں ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے انؑ کا اصل نام پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ان کا نام "سکن" تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کی حالت زار پر اتنا نوحہ کیا کہ ان کا لقب ہی نوحؑ بن گیا۔

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان کا نام عبدالغفار تھا۔ انہوں نے اپنی ذات پر اتنا نوحہ کیا کہ ان کا لقب ہی نوح مشہور ہو گیا۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کا اصلی نام عبدالملک تھا۔ انہیں نوح کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پانچ سو برس تک نوحہ کیا تھا۔

ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ آپ کا اصل نام عبدالاعلیٰ تھا۔

جھوٹے پیروں مریدوں کا انجام

...... ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

"پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے۔ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا"۔

قیامت کے دن جھوٹے معبود اپنے عبادت گزاروں کا انکار کریں گے اور عبادت گزار اپنے معبودوں کا انکار کریں گے اور عابد و معبود ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور یہی حال جھوٹے پیروں مریدوں کا ہوگا۔

روضۂ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک ساتھی مالک جہنی سے کہا: مالک! جو بھی شخص کسی غلط شخص کو اپنا امام اور رہبر بنائے گا تو قیامت کے دن امام اپنے مقتدی پر لعنت کرے گا اور مقتدی اپنے امام پر لعنت کریں گے البتہ ہمارے ماننے والے ہماری امامت پر مطمئن ہوں گے اور ہم اپنے ماننے والوں سے مطمئن ہوں گے۔

آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہا کہ چند آیات نے مجھے شک میں مبتلا

کردیا ہے کیونکہ مجھے ان میں تضاد دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ (النبا:۳۸)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جب کہ ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا کہ مشرکین کہیں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین "خدا کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا "پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کروگے اور ایک دوسرے پر لعنت کروگے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ (صٓ:۶۴) "اہلِ نار کا جھگڑا حق ہے"۔

اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ ...... (قٓ:۲۷) "تم میرے سامنے جھگڑا نہ کرو"۔

الغرض ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ بولیں گے۔ قرآن کریم میں آخر یہ تضاد کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے مواقع مختلف ہیں۔ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس میں مختلف موقف ہوں گے۔ ایک موقف پر زبانوں سے قوت گویائی سلب کرلی جائے گی اور دوسرے مواقف پر بولنے کی اجازت ہوگی۔ اور يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ کی آیت مجیدہ لفظ "کفر" برأت اور بیزاری کے معانی میں ہے جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں اللہ نے شیطان کے اس قول کو نقل کیا: اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ (ابراہیم:۲۲)

تم اس سے پہلے جو مجھے شریک بناتے تھے میں اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور حضرت ابراہیمؑ نے قوم سے کہا تھا: کفرنا بکم تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہم تم سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔

محاسن برقی میں مالک بن اعین سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مالک! کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کے گروہ ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہوئے آئیں مگر تم اور تمہارے جیسا عقیدہ رکھنے والے اس سے محفوظ نہ ہو؟

فَاٰمَنَ لَهُ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ

النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ
الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا
اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ
وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ
رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ
السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا
مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾
فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ
مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ
لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ
الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ
تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ
وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ
بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ
اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً
وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ
شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۵۲
وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَهُمُ
الْعَذَابُ ۚ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۵۳ يَسْتَعْجِلُونَكَ
بِالْعَذَابِ ۚ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝۵۴ يَوْمَ يَغْشَاهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۵۵ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ
فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ۝۵۶ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا
تُرْجَعُونَ ۝۵۷ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ
الْعَامِلِينَ ۝۵۸ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝۵۹ وَكَأَيِّنْ
مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۶۰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ
يُؤْفَكُونَ ۝۶۱ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ
لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۶۲ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ

الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

"لوط اس پر ایمان لائے اور کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں یقیناً وہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کی اور پھر ان کی نسل میں کتاب اور نبوت قرار دی اور ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی ان کا اجر عطا کیا اور آخرت میں بھی وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔

لوطؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم وہ برائی کر رہے ہو جو تم سے پہلے اہلِ

جہاں نے کبھی نہیں کی ہے۔ تم مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برائی بجالاتے ہو۔ اس کی قوم نے ان کو بس یہی جواب دیا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب نازل کردیں۔

لوطؑ نے کہا: پروردگار! فساد پھیلانے والی قوم کے مقابلہ پر میری مدد فرما اور جب ہمارے نمائندے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم اس بستی میں رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا مگر وہاں تو لوطؑ بھی رہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اچھی طرح سے علم ہے کہ وہاں کون کون رہتا ہے۔ ہم انہیں اور ان کے اہلِ خانہ کو نجات دیں گے مگر ان کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

اور جب ہمارے نمائندے لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ ان کی آمد پر پریشان اور تنگ دل ہوئے۔ انہوں نے لوطؑ سے کہا: آپ نہ تو ڈریں اور نہ پریشان ہوں۔ ہم آپ کو اور آپ کے اہلِ خانہ کو نجات دیں گے مگر آپ کی بیوی کو نجات نہ دیں گے۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ہم اس بستی کے رہنے والوں پر ان کی بدکاریوں کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔

ہم نے اس بستی میں عقل و شعور رکھنے والوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے اور ہم نے اہلِ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور روزِ آخرت سے اُمیدیں وابستہ رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ مدین والوں نے ان کی تکذیب کی۔ آخرکار انہیں ایک سخت زلزلے نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

اور عاد و ثمود کو ہم نے تباہ کیا ہے۔ تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے۔ شیطان

نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین کردیا تھا اور انہیں سیدھے راستے سے ہٹا دیا تھا حالانکہ وہ خوب ہوش وحواس رکھنے والے تھے۔

اور قارون، فرعون اور ہامان کو ہم نے ہلاک کیا۔ موسیٰؑ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر گئے تھے۔ انہوں نے زمین میں بڑائی کا گھمنڈ کیا تھا حالانکہ وہ ہم سے سبقت لے جانے والے نہیں تھے۔

ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا۔ ان میں کچھ وہ تھے جن پر ہم نے پتھر برسائے اور ان میں کچھ وہ تھے جو زبردست دھماکے کی لپیٹ میں آئے تھے اور ان میں کچھ وہ تھے جنہیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا تھا اور ان میں کچھ وہ تھے جنہیں ہم نے پانی میں غرق کیا۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اُوپر ظلم کر رہے تھے۔

اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لیے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور تمام گھروں سے مکڑی کا گھر ہی زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ اسے جان لیتے۔ یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جس چیز کو پکار رہے ہیں خدا اسے جانتا ہے۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، مگر انہیں وہی سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، یقیناً اس میں اہلِ ایمان کے لیے نشانی ہے۔

آپ اس کتاب کی تلاوت کریں جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کریں۔ بے شک برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

اہلِ کتاب سے عمدہ طریقے کے علاوہ اور کسی طرح کی بحث نہ کرو۔ سوائے ان لوگوں کے

جو ان میں سے ظالم ہوں، اور تم لوگ ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی اور جو تمہاری طرف بھیجی گئی۔ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

اور ہم نے اس طرح سے تمہارے پاس کتاب بھیجی ہے وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں سے بھی کچھ اس کتاب (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے علاوہ ہماری آیات کو کوئی نہیں جھٹلاتا۔ اس سے قبل آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔

دراصل یہ واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے اور بس ظالم ہی ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں کی گئیں؟ آپ کہہ دیں کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں تو واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

اور کیا یہ ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں اہلِ ایمان کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے سب معلوم ہے۔ وہ لوگ جو باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں وہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

یہ لوگ آپ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر اس کے لیے ایک مقررہ وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ گیا ہوتا۔ ان پر اچانک ہی عذاب آئے گا اور انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔ وہ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں حالانکہ دوزخ یقینی طور پر کافروں کو اپنے

گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔

(انہیں اس روز اس کا پتہ چلے گا) جب انہیں اُوپر سے عذاب ڈھانک لے گا اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور خدا کہے گا کہ اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اے میرے مومن بندو! میری زمین وسیع ہے تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس کے بعد تم سب ہماری بارگاہ میں پلٹائے جاؤ گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں جنت کے بالاخانوں میں رہائش دیں گے، جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔ جن لوگوں نے صبر کیا ہے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔

بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اُٹھا کر نہیں چلتے۔ اللہ انہیں بھی رزق دے رہا ہے اور تمہیں بھی رزق دے رہا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا ہے؟ تو وہ فوراً کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ نے کیا ہے۔ پھر یہ کدھر سے دھوکا کھا رہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ بھلا آسمان سے پانی کس نے برسایا ہے اور زمین کو مُردہ ہونے کے بعد کس نے زندہ کیا ہے؟ تو وہ فوراً کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ نے کیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں مگر ان کی اکثریت عقل نہیں رکھتی۔

اور یہ دنیاوی زندگی کھیل تماشا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے، کاش یہ لوگ جان لیتے۔

جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا

مانگتے ہیں۔ پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو پھر یکایک یہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اس کا انکار کریں اور دنیاوی زندگی کے مزے لوٹیں۔ عنقریب وہ اس کا (انجام) جان لیں گے۔

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے پُرامن حرم بنایا ہے جس کے چاروں طرف لوگ اُچک لیے جاتے ہیں کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ تراشے یا حق آ جانے کے بعد اسے جھٹلا دے؟ تو کیا دوزخ میں کفار کا ٹھکانا نہیں ہے؟ جو لوگ ہماری خاطر جدوجہد کریں گے تو ہم اپنے راستوں کی انہیں ضرور ہدایت کریں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔

حضرت لوط علیہ السلام

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۶

"لوطؑ ان پر ایمان لائے۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے"۔

کتاب کمال الدین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: کچھ انبیاءؑ کی دعوت عام تھی اور کچھ انبیاءؑ کی دعوت خاص تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے تبلیغ کا آغاز عراق کے ایک شہر "کوثا" سے کیا تھا۔ پھر آپؑ نے وہاں سے ہجرت کی تھی اور فرمایا تھا: اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۶ "میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے"۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت بغیر قتال کے تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسحاقؑ کی نبوت کا آغاز ہوا۔ ان کے بعد حضرت یعقوبؑ نبی بنے۔ ان کی نبوت کا دائرہ کنعان تک محدود تھا۔ پھر یوسفؑ کے بلانے پر مصر تشریف لے گئے تھے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کے نانا کا نام "لاحج" تھا اور وہ نبی منذر تھے، رسول نہ تھے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، ایک کا نام سارہ تھا اور دوسری کا نام ورقہ یا رقیہ تھا۔

سارہ ابراہیمؑ کی والدہ بنیں اور ورقہ یا رقیہ نامی خاتون لوطؑ کی والدہ بنیں۔

امالی شیخ الطائفہ طوسیؒ میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! تم اللہ کی رضا کے لیے کام کرو اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کام کرے گا تو اللہ اسے دنیا میں بھی اجر دے گا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ''ہم نے اس کی نیکیوں کا اجر انہیں دنیا میں بھی عطا کیا اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں شامل ہوں گے''۔

علل الشرائع میں مذکور ہے کہ لواطت کا آغاز قومِ لوط سے ہوا۔ ابلیس ان کے سامنے خوبصورت لڑکا بن کر گیا اور اس نے ان سے بدفعلی کرنے کو کہا۔ اگر وہ کسی سے کہتا کہ میں تجھ سے ''اغلام'' کرنا چاہتا ہوں تو کوئی بھی آمادہ نہ ہوتا۔ اس بدبخت نے اپنے آپ کو مفعولیت کے لیے پیش کیا تھا۔ ایک شخص نے ان سے یہ فعلِ بد کیا۔ پھر اس نے اپنی قوم کو بتایا کہ اس بدکاری میں بڑی لذت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب لوگ اغلام بازی کرنے لگے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ قومِ لوط اتنی بے حیا تھی کہ بھرے مجمع میں پادا کرتے تھے اور انہیں اس سے کوئی شرم محسوس نہ ہوتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا تھا: وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ''تم اپنی محفلوں میں برائی بجالاتے ہو''۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں کنکری تھی اور وہ دوسرے کا نشانہ لے رہا تھا اور وہ یہ عمل مسجد میں بجالا رہا تھا۔

رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کنکری گری نہیں وہ اس پر لعنت کرتی رہی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ محفل میں ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا قومِ لوط کا فعل ہے۔ پھر آپؐ نے وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ کی آیت تلاوت فرمائی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ کے متعلق مفسرین سے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی محفل میں پادا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباسؓ اور حضرت امام علی رضاؑ سے یہ روایت مروی ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حدیث میں یہ بیان کیا گیا کہ جو شخص حیاء کی چادر اُتار پھینکے اس کی غیبت جائز ہو جاتی ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ، میکائیل، اسرافیل اور کروبیلؑ چار فرشتوں کو قومِ لوط کی بربادی کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ وہ انسانی شکل اپنا کر اور دستار باندھ کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں سلام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ انہیں پہچان نہ سکے۔ جب آپؑ نے ان کی حسین صورتیں دیکھیں

تو فرمایا کہ ان کی خدمت بنفسِ نفیس میں ہی کروں گا۔ آپؑ بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ آپؑ نے ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کے کباب تیار کرائے اور مہمانوں کے سامنے رکھے۔

لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ ان کی اس روش کی وجہ سے آپؑ پریشان ہوئے، سوچنے لگے کہ کہیں یہ لوگ میرے دشمن نہ ہوں۔ جب جبریلؑ نے آپؑ کی یہ پریشانی دیکھی تو اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ حضرت ابراہیمؑ نے انہیں پہچان لیا اور فرمایا: اچھا تو یہ تم ہو؟ جبریلؑ نے کہا: جی ہاں، یہ میں ہی ہوں۔ اتنے میں حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ حضرت سارہ کا وہاں سے گزر ہوا تو فرشتوں نے انہیں اسحاقؑ کی بشارت دی اور اسحاقؑ کے بیٹے یعقوبؑ کی بشارت دی۔

بی بی سارہ نے کہا: بھلا یہ کیسے ممکن ہے میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہو چکے ہیں؟

فرشتوں نے کہا: آپ کو تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ اہلِ بیتؑ پر ہیں وہ لائقِ حمد اور قابلِ ستائش ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ملائکہ سے فرمایا کہ تم کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قومِ لوط کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اگر وہاں ایک سو مومن ہوئے تو کیا تم انہیں تباہ کرو گے؟ ملائکہ نے کہا: اگر وہاں ایک سو مومن ہوتے تو ہم اس قوم کو برباد ہی نہ کرتے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اگر وہاں پچاس مومن ہوئے تو کیا تم انہیں تباہ کرو گے؟ ملائکہ نے کہا کہ اگر وہاں پچاس مومن ہوتے تو ہم ان کی بربادی کے لیے آسمان سے نہ اُترتے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اگر وہاں تیس مومن ہوئے تو کیا تم انہیں تباہ کرو گے؟ ملائکہ نے کہا: اگر تیس مومن بھی ہوتے تو ہم کو اس علاقہ کی بربادی کا حکم نہ ملتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اگر بیس ہوئے تو کیا پھر ان پر عذاب نازل کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: اگر وہاں بیس مومن ہوتے تو خدا ان کی بربادی کا فیصلہ نہ کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہاں دس مومن ہوئے تو کیا تم انہیں برباد کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: وہاں دس مومن بھی نہیں ہیں۔ حد یہ ہے کہ پانچ مومن بھی نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اگر ان میں ایک مومن ہوا تو کیا پھر تم عذاب نازل کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ وہاں کون رہتا ہے۔ وہاں لوطؑ رہتے ہیں، ہم انہیں نجات دیں گے اور ان کے اہلِ خانہ کو بھی نجات دیں گے البتہ ان کی بیوی پر خدا کا عذاب نازل ہوگا وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بحث اس لیے کی تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ اس قوم پر خدا کا عذاب نازل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ ''وہ ہم سے قومِ لوط کے متعلق جھگڑنے لگا تھا''۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے جبریلؑ امین سے فرمایا کہ قومِ لوط کی ہلاکت کیسے ہوئی تھی؟

جبریل امینؑ نے کہا: قومِ لوط انتہائی نااہل قوم تھی۔ پیشاب پاخانہ کے بعد طہارت نہ کرتے تھے اور غسلِ جنابت بھی نہ کرتے تھے۔ وہ پرلے درجے کے کنجوس تھے۔ حضرت لوطؑ نے تیس برس تک انہیں تبلیغ کی تھی۔ آپؑ نے اس علاقہ میں اقامت اختیار کی تھی اور آپؑ کا تعلق اس قوم سے نہیں تھا۔ چنانچہ لوط علیہ السلام نے انہیں خدا پر ایمان لانے اور اپنی پیروی کی دعوت دی اور برائی، بے حیائی سے روکا۔ لیکن اس بدبخت قوم نے ان کی اطاعت نہ کی۔ پھر جب خدا نے اس قوم کی بربادی کا فیصلہ کیا تو اللہ نے ڈرانے والے رسولؑ وہاں بھیجے، لیکن لوگوں نے ان کی باتوں کو بھی ٹال دیا۔ پھر خدا نے وہاں فرشتے بھیجے تا کہ اہلِ ایمان کو اس بستی سے نکال لیں لیکن وہاں پر مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ انہیں اور کوئی گھر نہ ملا۔ چنانچہ انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ راتوں رات یہاں سے اپنے خاندان کو لے کر روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

آدھی رات کا وقت ہوا تو لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو لے کر وہاں سے چل پڑے۔ آپؑ کی بیوی نے آپؑ کا ساتھ نہ دیا۔ وہ اپنی قوم کی طرف بھاگ گئی اور انہیں جا کر بتایا کہ لوطؑ اپنی بیٹیوں کو لے کر تمہارے شہر سے چلے گئے ہیں۔ صبح ہوئی تو عرش سے خدائے متعال نے مجھے آواز دی اور فرمایا: جبریلؑ! ہم نے قومِ لوطؑ کی بربادی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تم قومِ لوطؑ کے علاقہ میں جاؤ اور اس سرزمین کو باقی زمین سے کاٹ کر علیحدہ کرو۔ اور اس دھرتی کو اپنے پَروں پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور ہمارے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔

میں زمین پر اُترا، دایاں پَر اس زمین کے مشرق پر مارا اور بایاں پَر اس زمین کے مغرب پر مارا اور میں نے اس دھرتی کو سات زمینوں سے جدا کر دیا۔ البتہ میں نے لوطؑ کے گھر کو وہاں رہنے دیا۔ پھر میں نے اس دھرتی کو اپنے پَروں پر اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ آسمان اول کے رہنے والوں نے یہاں کے مرغوں کی اذانیں سنیں اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں تک وہاں پہنچیں۔ جب صبح کا وقت ہوا تو آوازِ قدرت آئی: جبریلؑ! اس دھرتی کو اُلٹ دو۔ چنانچہ میں نے اس دھرتی کو اُلٹ دیا اور اس کے اندرونی حصہ کو بیرونی اور بیرونی حصہ کو اندرونی حصہ میں بدل ڈالا۔ اس کے باوجود اللہ کا غضب کم نہ ہوا۔ پھر خدا نے ان پر نوکیلے پتھروں کی بارش برسائی۔

(عرضِ مترجم: ہم اس سے قبل سورۂ ہود کی تفسیر میں قومِ لوطؑ کے تفصیلی واقعات نقل کر چکے ہیں۔ شائقینِ مطالعہ اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں)

مصباح الشریعہ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیطان انسان کو پھانسنے کے لیے بعض اوقات نیکیوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور ننانوے نیکیوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ جب انسان کو اس پر اعتماد آ جاتا ہے تو وہ ایک ایسی برائی کراتا ہے جو تمام نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے۔

عنکبوت

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عنکبوت (مکڑی) یہ مسخ شدہ جانور ہے۔ یہ ایک بداخلاق اور شوہر کی نافرمان عورت تھی۔ خدا نے اسے مسخ کر کے عنکبوت بنا دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسخ شدہ جانوروں کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: تیرہ قسم کے جانور مسخ شدہ ہیں، ان میں عنکبوت بھی شامل ہے۔ یہ ایک خیانت کار عورت تھی جو اپنے شوہر سے خیانت کرتی تھی، خدا نے اسے مسخ کر کے مکڑی بنا دیا۔ ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ اس نے اپنے شوہر پر جادو کیا تھا جس کی پاداش میں خدا نے اسے مکڑی بنا دیا تھا۔

عالم کون؟

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ ''ان مثالوں کو صرف عالم ہی سمجھتے ہیں''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا: عالم وہ ہے جو خدا کے حکم کو سمجھے اور اس کی اطاعت پر عمل کرے اور اس کی ناراضگی سے پرہیز کرے۔

بصائر الدرجات میں ہے کہ بل هو ايات بينات في صدور الذين اوتوا العلم کے مصداق آئمہؑ ہدیٰ ہیں اور وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں امامؑ کی اور آیات کی معرفت حاصل ہو۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ آلِ محمدؐ ہی بزمِ علماء کے صدر نشین ہیں۔

نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

''بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ خدا نے نماز کے متعلق فرمایا ہے: نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، جو شخص نماز پڑھ کر بھی برائی اور بے حیائی کا ارتکاب کرے تو وہ نماز اسے خدا سے زیادہ دُور کرتی ہے۔

کتاب التوحید میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز خدا کی طرف سے ایک رکاوٹ ہے جب تک نمازی نماز میں مصروف ہوتا ہے وہ اس کو برائی اور بے حیائی سے بچائے رکھتی ہے۔

مجمع البیان میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کی اطاعت نہ کرے تو اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ نماز کی اطاعت یہ ہے کہ انسان برائی اور بے حیائی کو چھوڑ دے۔

انس کا بیان ہے کہ ایک انصاری جوان جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتا تھا لیکن برائیاں بھی کرتا تھا۔ کسی نے رسولِ خدا سے اس کی کیفیت بیان کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز ایک نہ ایک دن اسے برائیوں سے ضرور روک دے گی۔

جابر کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص دن کے وقت نمازیں پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے!!

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کی نماز اسے برائی سے ایک نہ ایک دن روک دے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ معلوم کرے کہ اس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں تو پھر دیکھے اگر وہ برائی اور بے حیائی سے رُک چکا ہے تو اس کی نماز قبول ہے اور اگر نہیں رکا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہے اور اگر کچھ رکا ہے اور کچھ نہیں رکا تو اس کی کچھ نمازیں قبول ہوئی ہیں اور کچھ رد ہوئی ہیں۔ (پہلی اور چوتھی روایت میں تضاد ہے، کاش علامہ صاحب اس کی کچھ توضیح وتوجیہہ فرما دیتے۔ مصحح)

ذکرِ الٰہی

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ”اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے“۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ذکرِ الٰہی کے اکبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو جواب میں اللہ تعالیٰ بندے کو یاد کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: فاذکرونی اذکرکم ”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا“۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ذکرِ خدا سے صرف ”اللہ اکبر“ کہنا (ہی)

مقصود نہیں ہے، جب تمہارے سامنے کوئی حرام چیز آئے تو اس وقت خدا کو یاد کر کے اس سے رُک جاؤ (تو یہ بھی ذکرِ خدا ہے)

معاذ بن جبل راوی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کو تمام اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم مرو تو مرتے وقت تمہاری زبان ذکرِ الٰہی سے تر ہو، اللہ کو یہ عمل سب سے زیادہ پسند ہے"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: معاذ! سابقینؑ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ذکرِ الٰہی میں شب بیداری کرتے ہیں اور جو شخص جنت کے باغات کی سیر کرنے کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ذکرِ خداوندی کرے۔

مجادلۂ احسن

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ "اہلِ کتاب سے عمدہ طریقہ کے علاوہ اور کسی طرح کی بحث نہ کرو"۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم ستر انبیاء کے طریقۂ استدلال کے مطابق مباحثہ کرنے والے ہیں"۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے دینی مباحثہ کا تذکرہ ہوا اور (لوگ) کہنے لگے کہ رسولؐ خدا اور آئمہؑ ہدیٰ نے مباحثہ اور مناظرہ سے منع کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا: مباحثہ اور مجادلہ سے مطلقاً نہیں روکا گیا البتہ خدا نے غیر احسن مباحثہ سے منع کیا ہے۔ کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ "اہلِ کتاب سے عمدہ طریقہ کے علاوہ اور کسی طرح کی بحث نہ کرو"۔

حاضرین نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ بتائیں کہ احسن مباحثہ کیا ہے اور غیر احسن مباحثہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: غیر احسن مباحثہ یہ ہے کہ تمہارا کسی باطل پرست سے مباحثہ ہو تو تم اس کی سچی باتوں کا بھی انکار کرنے لگ جاؤ۔ ہمارے شیعوں کے لیے اس طرح کا غیر احسن مباحثہ حرام ہے کیونکہ اس طرح کی بحث ہمارے کمزور (ایمان کے) شیعوں کے لیے فتنہ بن جاتی ہے اور مخالفین کے لیے کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ کمزور شیعہ جب دیکھتے ہیں

کہ ایک حق پرست باطل پرست کے مقابلہ میں کمزور ہے تو ان کے دل تاریک ہو جاتے ہیں۔

اور احسن مباحثہ وہ ہے جس میں باطل کی تردید حق سے کی جائے۔ اس کے لیے قرآن کریم سے رہنمائی ضروری ہے۔ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے کہ کافروں نے کہا کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

اس کے جواب میں اللہ نے تین جواب دیئے: پہلا جواب یہ دیا: قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۙ﴿۷۹﴾ (سورۂ یٰسٓ:۷۹) ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا اور وہ ہر چیز کے جاننے والا ہے''۔

دوسرا جواب یہ دیا: الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ (سورۂ یٰسٓ:۸۰) ''وہی تو ہے جس نے سبز درخت میں آگ رکھی اور تم وہ آگ سلگاتے ہو''۔ مقصد یہ ہے کہ درخت سبز ہے لیکن خدا نے اس میں جلانے والی آگ کو چھپا دیا ہے۔ تم اس درخت کی لکڑیوں کو رگڑ کر آگ حاصل کرتے ہو۔ جو ذات سبز درخت میں آگ رکھ سکتی ہے پھر ذرا سی رگڑ سے اس سے شعلے پیدا کرا سکتی ہے تو کیا وہ ذات بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی نہیں دے سکتی؟

تیسرا جواب یہ دیا: اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ''وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے کیا وہ انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتی؟ (سورۂ یٰسٓ:۸۱)

جب کہ تمہارے اذہان کا یہ فیصلہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ایک انسان کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے، جو ذات اتنا مشکل کام سرانجام دے سکتی ہے تو کیا وہ بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی دینے جیسا آسان کام نہیں کر سکتی؟ الغرض اس طرح کے استدلال کو احسن مباحثہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس طرح کے استدلال سے کفار کے عذر ختم ہوتے ہیں اور ان کے شبہات زائل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر احسن مباحثہ یہ ہے کہ کسی باطل پرست کی دلیل کا جواب دینے کے لیے تم اس کی سچی بات کا بھی انکار کر دو۔ اور اس صورت میں تم بھی حق پرست نہیں رہو گے۔ تم بھی اس کی طرح سے باطل پرست بن جاؤ گے کیونکہ اگر اس نے ایک حق کا انکار کیا ہے تو اسی طرح سے تم نے بھی تو ایک سچی بات کا انکار کیا ہے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: فرزندِ رسولؐ! کیا رسول اکرمؐ مباحثہ بھی کیا کرتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: تم کسی چیز میں شک کرتے ہو تو کرتے رہو لیکن اس بات میں شک نہ کرنا کہ رسولؐ خدا مباحثہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں انہیں یہ حکم دیا ہے: وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲۵) ''آپ لوگوں سے احسن انداز میں مباحثہ کریں''۔ لہٰذا آنحضرتؐ مباحثہ کرتے تھے لیکن آپؐ کا مباحثہ ہمیشہ احسن انداز میں ہوتا تھا۔

آنحضرتؐ لکھائی پڑھائی کیوں نہیں کرتے تھے؟

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

''اس سے قبل آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا کرتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے''۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کی وجہ بیان کی ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ اگر حبیبِ خداؐ اعلانِ نبوت سے قبل کتابوں کا مطالعہ کرتے یا کچھ لکھتے ہوتے تو باطل پرست بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ محمدؐ کا حاصلِ مطالعہ ہے۔ اس نے اس سے پہلے بہت سی کتابیں پڑھی تھیں اس نے ان کا خلاصہ لکھ کر اسے قرآن کی شکل دے دی ہے۔ اس بات کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے یوں بیان کیا جیسا کہ عیون الاخبار میں ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم اور مفلس انسان تھے۔ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور نہ ہی آج تک آپؐ نے کسی معلم سے تعلیم حاصل کی تھی مگر اس کے باوجود آپؐ نے قرآن جیسی عظیم الشان کتاب پیش کی۔ جس میں انبیاءؑ کے واقعات ہیں اور اس میں ماضی کی خبریں ہیں اور مستقبل کے حالات ہیں چنانچہ یہ قرآن ہی ان کی نبوت کا معجزہ ہے۔

آیات کے امین سینے

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

''بلکہ یہ واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے''۔

اصولِ کافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مذکور آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے آئمہؑ (اطہار) مراد ہیں۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیات بینات قرآن کے دو گتوں کے درمیان ہیں بلکہ اس نے یہ فرمایا ہے: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ''یہ

آیات بینات ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے"۔

میں (راوی) نے عرض کیا: وہ کون ہیں جن کے سینوں میں آیات بینات کو رکھا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہمارے علاوہ اور کون اس کا مصداق ہوسکتا ہے؟

ہارون بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت سے صرف آئمہؑ (اطہار) ہی مراد ہیں۔ محمد بن فضیل سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

بصائر الدرجات میں برید بن معاویہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کے متعلق سوال کیا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ تم ہی ہو بھلا تمہارے علاوہ اور کون اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے؟

اسباط راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت سے ہم (ائمہؑ ہدیٰ) مراد ہیں۔

مذکورہ روایات کے علاوہ بصائر الدرجات میں دیگر چھ احادیث بھی مرقوم ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کے مصداق ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں۔

قرآن اہلِ ایمان کے لیے رحمت و نصیحت ہے

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱

"اور کیا ان کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں اہلِ ایمان کے لیے رحمت اور نصیحت ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ مسلمانوں نے اہلِ کتاب کی کتاب کے کچھ حصے لکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت مجیدہ کے ذریعہ سے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔

ہجرت کا حکم

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝۵۶

"اے میرے مومن بندو! میری زمین وسیع ہے تم میری ہی بندگی بجالاؤ"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ آیت پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں سے یہ کہہ رہا ہے: میرے بندو! فاسق و فاجر حکام کی اطاعت نہ کرو اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ وہ تمہارے دین کے متعلق تم پر سختی کریں گے تو میری زمین بڑی وسیع ہے، ہجرت کر جاؤ لیکن دین کو مت چھوڑو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی سرزمین پر خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو تو تم وہ زمین چھوڑ دو اور دوسری سرزمین پر چلے جاؤ۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دین کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرے اگرچہ ایک بالشت ہی کا فاصلہ کیوں نہ ہو وہ شخص جنت کا حق دار قرار پائے گا اور وہ ابراہیم اور محمد علیہما السلام کا ساتھی ہوگا۔

ہر کسی نے مرنا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

"ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (الزمر: ۳۰) (تو بھی مرنے والا ہے اور وہ مرنے والے ہیں) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ پروردگار! کیا تمام مخلوق مرجائے گی اور انبیاءؑ باقی رہیں گے؟

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ "ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے پھر تم ہماری طرف پلٹائے جاؤ گے"۔

تفسیر عیاشی میں زرارہ سے مروی ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے براہِ راست رجعت کے متعلق پوچھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ان سے اس مسئلہ کو ایسے لطیف انداز سے پوچھوں گا کہ مجھے اپنا مقصد مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک دن ان سے کہا: مولاؑ! یہ بتائیں کہ جو شخص قتل ہو جاتا ہے کیا وہ مرجاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں موت موت ہے اور قتل قتل ہے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو بھی قتل ہوتا ہے اس پر موت آجاتی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان تیری گفتگو سے کہیں زیادہ سچا ہے۔ اللہ نے موت اور قتل کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے جیسا کہ سورہ آلِ عمران کی ایک آیت کے یہ الفاظ ہیں: اَفَاۡٮِٕنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ (تو کیا اگر وہ مرجائے یا قتل ہوجائے؟) اس آیت میں موت کو علیحدہ رکھا گیا اور قتل کو علیحدہ رکھا گیا۔

میں (راوی) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: كُلُّ نَفۡسٍ ذَآٮِٕقَةُ الۡمَوۡتِ (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو قتل ہوتا ہے وہ موت کا ذائقہ نہیں چکھتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ واپس آئے یہاں تک کہ موت کا ذائقہ چکھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو مومن شہادتِ حسینؑ کو یاد کر کے اتنا روئے کہ اس کے رخسار پر آنسو بہنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں سکونت دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

سب کا رازق خدا ہے

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ ۖ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۞

''بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اُٹھا کر نہیں چلتے، اللہ انہیں بھی رزق دے رہا ہے اور تمہیں بھی رزق دے رہا ہے۔ وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اہلِ عرب بھوک کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو۔ بہت سے جاندار ہیں جو رزق اُٹھا کر نہیں چلتے ان سب کو خدا رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی خدا ہی رزق دیتا ہے۔

مجمع البیان میں ابن عمر سے منقول ہے کہ ہم پیغمبرِ خدا کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں گئے۔ ایک جگہ کچھ تازہ کھجوریں گری ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ وہ کھجوریں اٹھا کر کھانے لگے۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم چپ چاپ کیوں کھڑے ہو، ہمارے ساتھ کھجوریں کیوں نہیں کھاتے؟

میں نے کہا کہ مجھے اس وقت کچھ کھانے کی طلب نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں آج تین دن کے بعد یہ کھا رہا ہوں۔ تین دن تک میرے گھر میں مسلسل فاقہ رہا اور اگر میں اپنے رب سے دعا مانگوں تو وہ مجھے قیصر و کسریٰ کے خزانے بھی عنایت کر دے گا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ابن عمر! اس

وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تو اس قوم کے ساتھ زندگی بسر کرے گا جن کا یقین اتنا کمزور ہوگا کہ یقین کی کمزوری کی وجہ سے وہ پورے سال کا رزق روزی جمع کر کے رکھیں گے۔

خدا کی قسم! ابھی ہم وہاں سے اٹھے نہیں تھے کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ "بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اُٹھا کر نہیں چلتے۔ اللہ انہیں بھی رزق دے رہا ہے اور تمہیں بھی رزق دے رہا ہے اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

جو ڈھونڈے گا وہ پائے گا

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ صبر و استقامت سے کام لیں گے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا مقصد یہ ہے کہ ہم انہیں اپنی راہوں پر ثابت قدم رکھیں گے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ "یقیناً خدا نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ آلِ محمدؑ اور ان کے پیرو شیعانِ آلِ محمدؑ جماعت "محسنین" میں شامل ہیں۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے قرآن کریم میں میرے کچھ نام بیان کیے ہیں۔ خبردار! ان ناموں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ قرآن میں میرا ایک نام: "محسن" بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ چنانچہ اس جماعت محسنین کا میں بھی ایک فرد ہوں"۔

ooo

سُوۡرَةُ الرُّوۡمِ

سورۃ الروم مکیۃ آیاتھا ۱۷ فانھا مدینۃ ایاتھا ۶۰ ورکوعاتھا ۶

"سورۂ روم مکی ہے البتہ اس کی سترہویں اور بعض مفسرین کے بیان کے مطابق اڑتیسویں آیت مدنی ہے۔ اس کی کُل آیات ۶۰ ہیں اور اس کے چھے رکوع ہیں۔

سورۂ روم کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ۲۳ ماہِ رمضان کی شب سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم پڑھے تو خدا کی قسم! وہ شخص اہلِ جنت میں سے ہوگا اور میں اس میں کسی کا استثناء نہیں کرتا اور اس قسم کے متعلق مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ مجھ پر کوئی گناہ لکھے گا۔ ان سورتوں کا خدا کی نظر میں بڑا مقام ہے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ روم کی تلاوت کرے گا تو اسے آسمان و زمین میں جتنے بھی فرشتے خدا کی تسبیح کر رہے ہیں، ان کی تسبیح سے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا اور اس دن رات میں اس کی جو چیز ضائع ہوئی ہوگی وہ بھی اس کو مل جائے گی۔

سورۂ روم کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ کے مرکزی موضوعات حسبِ ذیل ہیں: اہلِ روم کو اہلِ فارس پر عنقریب فتح نصیب ہوگی، اللہ نے کئی طاقتور اقوام کو برباد کیا ہے، خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے، قیامت کے دن مجرم مایوس ہوں گے، اہلِ ایمان کو انعامات دیئے جائیں گے، صبح شام تسبیح کرنے کا حکم، خدا زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے۔ آیاتِ الٰہی کے ضمن میں دس نشانیاں بیان کی گئیں ہیں، زمین و آسمان کی ہر چیز خدا کی ملکیت ہے، خدا کی بڑی شان ہے، کیا غلام آقاؤں کے مساوی ہیں؟ اسلام دین فطرت ہے، مشرک نہ بنو اور فرقوں میں نہ بٹو۔ انسان کو دکھ میں خدا یاد آتا ہے اور آرام کے لمحات میں شرک کرنے لگ جاتا ہے۔ رزق کی کمی بیشی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ذی القربیٰ، مسکین اور مسافروں کو کچھ دینے کا حکم، سود بے فائدہ ہے اور زکوٰۃ مفید ہے۔ تخلیق، رزق، موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے۔ بر و بحر کا فساد خود لوگوں کا پیدا کردہ ہے۔ زمین میں پھر کر لوگوں کا انجام دیکھو، باد و باراں، مُردوں اور بہروں کو آوازِ حق نہیں سنائی جا سکتی۔ انسانی زندگی کے مختلف مراحل، اللہ جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور مہر اختیار کرنے کا حکم۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ
غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ
بَعْدُ ط وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنْ
يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ط لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ
وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾ اَوَلَمْ
يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قف مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ
رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

يَظۡلِمُوۡنَ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوا السُّوۡٓاٰۤى اَنۡ كَذَّبُوۡا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا بِهَا يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۱۰ اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ
يُعِيۡدُهٗ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝۱۱ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُبۡلِسُ
الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝۱۲ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ مِّنۡ شُرَكَآئِهِمۡ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوۡا
بِشُرَكَآئِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ۝۱۳ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ
يَّتَفَرَّقُوۡنَ ۝۱۴ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمۡ فِىۡ
رَوۡضَةٍ يُّحۡبَرُوۡنَ ۝۱۵ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا
وَلِقَآئِ الۡاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ۝۱۶ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ
حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ۝۱۷ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ۝۱۸ يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ
وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ
تُخۡرَجُوۡنَ ۝۱۹ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنۡتُمۡ
بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۝۲۰ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ
اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۲۱ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ

وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ
مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ
يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"الف لام میم، روم والے مغلوب ہوگئے۔ قریب ترین علاقہ میں لیکن وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غلبہ حاصل کریں گے۔ چند سالوں کے اندر، اللہ ہی کا اختیار ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن اہلِ ایمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد اور نصرت کے سہارے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ غالب مہربان ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ (اپنے) وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی کا صرف ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔

کیا انہوں نے خود اپنے آپ میں غور نہیں کیا؟ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے برحق اور ایک مقررہ مدت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں۔

کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے نہیں ہیں کہ انہیں ان لوگوں کا انجام دکھائی دیتا جو ان سے پہلے تھے وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے۔ انہوں نے زمین پر خوب ہل چلائے تھے اور اسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے آباد نہیں کیا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول واضح

نشانیاں لے کر گئے تھے۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر یہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر برائیاں کرنے والوں کا انجام نہایت بُرا ہوا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر وہی اس کو پلٹاتا ہے۔ پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم مایوس ہوجائیں گے۔ ان کے شریکوں میں سے کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا اور وہ اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے منکر ہوجائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو لوگ گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہوں گے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہوں گے وہ باغ جنت میں خوش حال ہوں گے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہوگا تو وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔ تم اللہ کی تسبیح کرو، جب شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی حمد ہے اور تیسرے پہر اس کی تسبیح کرو اور جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔ وہ زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اس طرح سے تمہیں بھی نکالا جائے گا اور اس کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم یکا یک بشر بن کر زمین میں پھیلتے جاتے ہو۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائی ہیں تا کہ تم ان کے پاس سکون محسوس کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت کا رشتہ پیدا کردیا۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف بھی اسی کی نشانی ہے۔ یقیناً اس میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن کے وقت تمہارا نیند کرنا بھی ہے اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا بھی نشانی ہے۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور سے سنتے ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے۔ خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی اور آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ بے شک اس میں عقل سے کام لینے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں"۔

روم و فارس کی جنگ

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

"قریب ترین سرزمین میں روم والے مغلوب ہوگئے۔ وہ مغلوب ہونے کے بعد غلبہ حاصل کریں گے۔ چند سالوں کے اندر، اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اس دن اہلِ ایمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد اور نصرت کے سہارے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ غالب مہربان ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ (اپنے) وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی"۔

"روم" ایک قوم تھی جو بحرابیض کے ساحل پر رہائش پذیر تھی۔ رومیوں نے بہت بڑی حکومت تشکیل دی تھی جس کی سرحدیں شام کے علاقے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مذہبی طور پر وہ عیسائی العقیدہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے دوران میں سلطنت روم اور سلطنت فارس میں جنگ ہوئی۔ فارسی حکومت مجوسی تھی اور آگ کی پجاری تھی۔ اس جنگ کے دوران میں فطری طور پر مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب تھے جب کہ فارسی آتش پرست تھے۔ مسلمانوں کے برعکس مشرکین مکہ کی ہمدردیاں اہلِ فارش کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ انہیں مذہبی طور پر اپنے قریب سمجھتے تھے۔ طویل جنگ کے بعد اہلِ فارس کو فتح ہوئی اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ مشرکین نے اسے اپنے لیے نیک فال تصور کیا

اور مسلمانوں سے کہا کہ رومی بھی تمہاری طرح سے ایک دین کے پیرو تھے انہیں شکست ہوچکی ہے اور ہمارے بھائی بندوں کو فتح ملی ہے۔ عنقریب تمہیں بھی رومیوں کی طرح سے شکست ہوگی اور ہمیں اہلِ فارس کی طرح سے فتح نصیب ہوگی۔

مسلمانوں کو کفارِ مکہ کی یہ شماتت پسند نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تناظر میں سورۂ روم کی پہلی چھے آیات نازل فرمائیں جن میں یہ پیشین گوئی کی گئی کہ اہلِ روم ہمیشہ اہلِ فارس سے مغلوب نہیں رہیں گے۔ چند سالوں کے اندر وہ دوبارہ غلبہ حاصل کرلیں گے اور اس وقت ان کی جیت پر اہلِ ایمان خوش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اس وقت نازل فرمائیں جب کہ تمام مادی حالات و اسباب اہلِ فارس کے حق میں تھے اور اہلِ روما کے فتح یاب ہونے کے ظاہری امکانات ہر لحاظ سے معدوم تھے۔ لیکن اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور رومی اپنی شکست کے نویں برس دوبارہ فاتح بنے اور اہلِ فارس کو بدترین شکست ہوئی اور رومی لشکر فارس کے دارالحکومت مدائن تک یلغار کرتا گیا۔

رومیوں کی فتح قرآن مجید کی ایک بین الاقوامی پیشن گوئی ہے جو کہ صداقتِ قرآن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

روضہ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت مجیدہ میں مسلمانوں کی اہلِ فارس پر فتح کی بھی باطنی طور پر نوید سنائی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جب مسلمان ایران کو فتح کریں گے تو اس دن مومن خوشیاں منائیں گے۔

قوله تعالٰی: يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۝

"یہ لوگ دنیاوی زندگی کا صرف ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں"۔

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے فال لینا اور نجوم وغیرہ مراد ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ مفہوم آیت یہ ہے کہ یہ لوگ صرف موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے غفلت اختیار کیے ہوئے ہیں۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کا مفہوم پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کا ایک باطنی مفہوم یہ ہے کہ کیا ان لوگوں نے قرآن پر نظر نہیں ڈالی۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں قائم ہوگی۔ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اس دن ہر ملک مقرب، زمین و آسمان، ہوائیں، پہاڑ اور ہر بر و بحر کو یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ اس دن قیامت برپا نہ ہوجائے۔

قولہ تعالٰی: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝١٤ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝١٥

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو لوگ (جنتی اور دوزخی) گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جو ایمان وعمل صالح رکھنے والے ہوں گے تو وہ باغِ جنت میں خوش حال ہوں گے اور انہیں وہاں احترام ملے گا''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اہلِ ایمان کو باغِ جنت میں خوبصورت آوازیں سننے کو ملیں گی۔ ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی بندہ جنت میں داخل ہوگا تو اس کے سرہانے دو خوبصورت آنکھوں والی حوریں آ کر بیٹھ جائیں گی اور اس کی پائنتی کے پاس بھی دو حوریں بیٹھ جائیں گی اور وہ اتنی خوبصورت آواز سے خدا کی تمجید و تقدیس کریں گی کہ اتنی خوبصورت آواز آج تک کسی جن و انس نے نہیں سنی ہوگی۔

ایک مرتبہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت اور نعماتِ جنت کو بیان فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بلند ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ فرمائیں کہ جنت میں سماع کا انتظام بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر حسین دوشیزائیں کھڑی ہوں گی اور وہ ایسی آواز سے گائیں گی کہ اتنی لذیذ آواز مخلوقات نے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی اور وہ جنت کی بہترین نعمت شمار ہوگی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابودرداصحابی سے پوچھا کہ وہ کیا گائیں گی؟ اس نے کہا: وہ تسبیح الٰہی کریں گی۔

قولہ: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝١٧

''تم اللہ کی تسبیح کرو جب شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو''۔

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت مجیدہ میں اوقاتِ نماز بیان کیے گئے ہیں۔

ثواب الاعمال میں امیرالمومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو شخص شام کے وقت تین بار فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ پڑھے تو اس رات کی ہر بھلائی اسے نصیب ہوگی اور اس شب کے ہر شر سے محفوظ رہے گا اور جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھے تو اس دن کی ہر بھلائی اسے حاصل ہوگی اور اس دن کے ہر شر سے محفوظ رہے گا۔

عوالی اللئالی میں ہے کہ حدیث میں مرقوم ہے: جو شخص صبح کے وقت فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ کی آیت سے لے کر تُخۡرَجُوۡنَ تک کی تین آیات کی تلاوت کرے تو اس دن کی ضائع ہونے والی چیز اسے واپس مل جائے گی۔ اگر کوئی شام کے وقت ان آیات کو پڑھے تو اس رات ضائع ہونے والی چیز اسے واپس مل جائے گی۔

جوامع الجامع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے وسیع اجر ملے تو وہ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ کی آیت سے لے کر تُخۡرَجُوۡنَ تک کی تین آیات پڑھے۔

خدا کی قدرت

يُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَيُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۹﴾

"وہ مُردہ کو زندہ سے اور زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے اسی طرح سے تمہیں بھی نکالا جائے گا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ مومن زندہ ہے اور کافر مُردہ ہے اور خدا کی قدرت یہ ہے کہ وہ مومن کو کافر کی صُلب سے برآمد کرتا ہے اور مومن کی صُلب سے کافر کو برآمد کرتا ہے۔ جس طرح سے مُردہ زمین کو خدا زندگی عطا کرتا ہے اسی طرح سے مُردہ انسانوں کو بھی زندگی عطا کر کے عرصۂ محشر میں لائے گا۔ اس آیت مجیدہ کے آخری حصہ میں مادہ پرست دہریوں کے نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔

الکافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ زمین کے زندہ کرنے کے دو مطالب ہیں: پہلا مطلب تو یہ ہے کہ بارش کی وجہ سے زمین زندہ ہوجاتی ہے اور ہر طرح کے پھل پھول دینے لگ جاتی ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ خدا ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر کر اسے حیاتِ نو عطا کرتا ہے۔

کتاب کمال الدین میں حضرت امام صاحب الزمان علیہ السلام کی ولادت کے قبل کے حالات میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی پھوپھی حکیمہ خاتون سے فرمایا تھا کہ پھوپھی جان! آج رات ہمارے یہاں ٹھہر جائیے کیونکہ آج رات نبی اکرمؐ کے اس جانشین کی ولادت ہونے والی ہے جو زمین کو مُردہ ہونے کے بعد اپنے عدل سے اسے زندگی بخشے گا۔

آیاتِ الٰہی

سورۂ روم میں وجودِ خداوندی کی حسب ذیل گیارہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ابتدائی نشانیوں کا تعلق آیاتِ انفس سے ہے اور بعد والی نشانیوں کا تعلق آیاتِ آفاق سے ہے۔ چنانچہ پہلی نشانی یہ دی گئی کہ خدا نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر تم زمین پر پھیل گئے۔ مٹی سے پیدا کرنے کے دو مفہوم ممکن ہیں:

پہلا مفہوم یہ ہے کہ تم آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ براہِ راست مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ تم نطفہ سے پیدا ہوئے اور نطفہ خون سے بنا اور خون اجزائے ارضی سے تشکیل پایا۔

دوسری نشانی یہ دی گئی کہ خدا نے انسانی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے اور بیویاں بنائی ہیں۔ مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور خدا نے میاں بیوی میں محبت و مودت پیدا کی ہے۔

تیسری نشانی یہ ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق انسان کے بس سے باہر ہے۔

چوتھی اور پانچویں نشانی کا تعلق آیاتِ انفس سے ہے۔ چنانچہ چوتھی نشانی یہ ہے کہ خدا نے تمہاری زبانیں مختلف بنائی ہیں اور چند میلوں کے بعد زبان میں فرق آ جاتا ہے۔

پانچویں نشانی یہ ہے کہ خدا نے تمہارے رنگ جدا جدا بنائے ہیں اور ایک انسان کی صورت مکمل طور پر دوسرے سے نہیں ملتی۔

چھٹی اور ساتویں نشانی کا تعلق بھی آیاتِ انفس سے ہے۔ چنانچہ اللہ نے چھٹی نشانی یہ بیان کی کہ تمہارا رات اور دن کو سونا بھی ہماری ایک نشانی ہے۔ انسان کام کاج کر کے تھک جاتا ہے۔ پھر جب نیند کرتا ہے تو اس کی ساری تھکان دُور ہو جاتی ہے اور انسان دوبارہ کام کاج کے لائق ہو جاتا ہے۔ اگر نیند کا سلسلہ نہ ہوتا تو انسان بہت جلد تھک جاتا اور اس کی تھکان اُترنے کا نام ہی نہ لیتی۔

ساتویں نشانی یہ بیان کی گئی کہ تمہارا تلاشِ رزق میں جانا بھی خدا کی ایک نشانی ہے۔ اس آیت میں نیند کو پہلے بیان کیا گیا اور کام کاج اور تلاشِ رزق کو بعد میں بیان کیا گیا تو غالباً اس میں مصلحتِ خداوندی یہ ہے کہ ہر انسان فطری طور پر آرام کا طلب گار ہوتا ہے لیکن اپنی ضروریات کی کفالت کے لیے اسے مجبور ہو کر کام کاج کرنا پڑتا ہے۔ آٹھویں نشانی یہ بیان کی گئی کہ خدا بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور اس میں امید اور خوف کے دونوں عناصر مضمر ہوتے ہیں۔ بجلی کے گرنے کا خوف ہوتا ہے اور بارش کی اُمید ہوتی ہے۔

نویں نشانی یہ ہے کہ خدا بادلوں سے بارش برساتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بعض زمینیں بلند ہوتی ہیں، بعض پست ہوتی ہیں۔ پہاڑوں پر بھی درخت اور فصلات پیدا ہوتی ہیں۔ اگر بارش اُوپر سے نہ آتی تو بلند زمینیں پانی سے محروم رہ جاتیں۔ اللہ نے بارش کے قطرات کو فصلات سے ہم آہنگ بنایا ہے۔ اگر بارش کے قطرات موجودہ حجم سے زیادہ موٹے ہوتے تو وہ فصلات کو تباہ کردیتے۔ بارش سے بنجر اور مُردہ زمین کو نئی زندگی ملتی ہے۔

دسویں نشانی یہ ہے کہ زمین و آسمان اپنی جگہ پر اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر اسی سورہ کی چھیالیسویں آیت میں گیارہویں نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا ہواؤں کو بھیجتا ہے جو کہ بارش کی بشارت لے کر آتی ہیں اور بارشیں برساتی ہیں اور ان ہواؤں کے ذریعہ سے کشتیاں چلتی ہیں اور کشتیوں کے ذریعہ سے انسان تجارت کرتے ہیں اور رزق روزی حاصل کرتے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

رنگوں کا اختلاف

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ "خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا"۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آدمؑ کا نام آدمؑ کیوں رکھا گیا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم زمین کی مٹی اور "ادیم" یعنی زمین کی کھال سے بنائے گئے تھے۔

سائل نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا تخلیق آدم میں ہر قسم کی مٹی شامل تھی؟ یا صرف ایک قسم کی مٹی شامل تھی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام قسم کی مٹی اس میں شامل تھی۔ اگر آدمؑ کی تخلیق صرف ایک مٹی سے ہوتی تو تمام لوگوں کی شکلیں ایک ہوتیں اور کوئی کسی کو نہ پہچان سکتا۔ مٹی کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کوئی سفید ہوتی ہے، کوئی سبز رنگت کی ہوتی ہے، کوئی مٹیالی ہوتی ہے، کوئی سرخ، کوئی نیلی ہوتی ہے۔ کوئی مٹی کھاری ہوتی ہے، کوئی میٹھی ہوتی ہے۔ کوئی مٹی سخت اور کوئی نرم ہوتی ہے۔ مٹی کے اثرات انسانوں پر مرتب ہوئے ہیں۔ کچھ انسان نرم خو کچھ تندخو ہوتے ہیں اور کچھ انسان سفید ہوتے ہیں۔ کچھ سرخ کچھ گندمی اور کچھ سیاہ ہوتے ہیں۔

جوڑے خدا کی نشانی ہیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان سے تسکین حاصل کرو اور خدا نے تمہارے درمیان محبت و رحمت کا رشتہ پیدا کر دیا ہے"۔

انسان کو اپنی جنسی تسکین کے لیے صنفِ مخالف کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر جاندار کو صنفِ مخالف کی ضرورت ہے۔ اور اگر دونوں اصناف آپس میں نہ ملیں تو نسل کا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا۔ البتہ انسانوں اور حیوانوں میں واضح فرق یہ ہے کہ حیوان جنتی کے بعد ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے جب کہ میاں بیوی ایک مضبوط بندھن میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے شریک ہوتے ہیں۔ اللہ نے شوہر کے دل میں بیوی کی اور بیوی کے دل میں شوہر کی محبت پیدا کی ہے جیسا کہ حسب ذیل روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ (اضافہ من المترجم)

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ کے لیے تشریف لے گئے اور اس جنگ میں کافی مسلمان شہید ہوئے تھے۔ جب آنحضرتؐ باقی لشکر کو لے کر مدینہ کی طرف آئے تو مدینہ سے باہر خواتینِ مدینہ پہنچ گئیں اور اپنے اپنے رشتہ داروں کی خیر و عافیت دریافت کرنے لگیں۔

ایک خاتون نے رسولِ خدا سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! فلاں شخص آپ کے ساتھ تھا اس کا کیا بنا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟ عورت نے کہا: وہ میرا والد ہے۔

آپؐ نے فرمایا: خدا کی حمد بجا لاؤ اور "انا للہ" پڑھو وہ جنگ میں شہید ہو گیا۔ خاتون نے اللہ کی حمد کی اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" کی آیت پڑھی۔

پھر اس خاتون نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! فلاں شخص آپ کے ساتھ گیا تھا اس کا کیا بنا؟

آپؐ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا رشتہ تھا؟ خاتون نے کہا: وہ میرا بھائی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ بھی شہید ہو گیا، تم اللہ کی حمد کرو اور انا للہ پڑھو۔

خاتون نے آپؐ کے فرمان پر عمل کیا۔ پھر اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! فلاں آدمی آپؐ کے ہمراہ تھا اس کا کیا بنا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟ خاتون نے کہا: وہ میرا شوہر ہے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ بھی شہید ہو گیا ہے تم خدا کی حمد کرو اور "انا للہ" پڑھو۔

خاتون نے جیسے ہی شوہر کی موت کی خبر سنی تو چیخ مار کر کہا کہ ہائے میری بدنصیبی! رسولِ خدا نے اس خاتون کے اس

رویہ کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ عورت کو اپنے شوہر سے اس درجہ بھی محبت ہوتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جنگ اُحد سے واپسی پر رسولِ خدا نے ''جحش'' کی دختر سے فرمایا کہ تیرا ماموں حمزہ شہید ہوگیا۔

عورت نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اس صدمہ کا صلہ مجھے خدا کی طرف سے ملے گا۔

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اس جنگ میں تیرا بھائی شہید ہوگیا۔ خاتون نے ''انا للہ'' پڑھا اور کہا کہ اس صدمہ کا صلہ مجھے خدا کی طرف سے ملے گا۔

پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تیرا شوہر مارا گیا۔ یہ سنا تو خاتون نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور چیخیں مار مار کر رونے لگی۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہے۔

ارض وسما کی تخلیق اور زبان ورنگت کا فرق خدا کی نشانی ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف بھی اسی کی نشانی ہے۔ یقیناً اس میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وجودِ خدا کے ثبوت کے لیے زمین و آسمان کی تخلیق اور رنگ وزبان کا اختلاف ہی کافی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد مفضل کو اسرارِ کائنات کی تعلیم دی تھی اور فرمایا کہ ان میں سے ہر نشانی وجودِ خدا کی دلیل ہے۔ آپؑ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دل کے خیالات اور فکر کے نتیجہ کی ترجمانی کے لیے انسان کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ چنانچہ خدا کی ودیعت کردہ اس نعمت سے انسان اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے اور اپنے احساسات سے دوسروں کو آگاہ کرتا ہے۔ اگر انسان کے پاس یہ قوت نہ ہوتی تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح گونگا ہوتا اور اپنے احساسات کو بیان کرنے سے قاصر رہتا۔

قوتِ گویائی کی طرح سے کتابت بھی خدا کی نعمت ہے۔ کتابت کے ذریعہ سے انسان اپنے تجربات کو اوراق پر لکھ کر

آئندہ نسلوں تک پہنچاتا ہے اور اپنے معاملات کو حیطۂ تحریر میں لاتا ہے اور ماضی کے واقعات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اگر دنیا میں کتابت نہ ہوتی تو انسان بزرگوں کے تجربات سے محروم رہتا۔ زبان اور کتابت دونوں ہی ازحد مفید ہیں مگر خدا کی قدرت یہ ہے کہ اس کے مختلف اقوام کی زبانیں بھی مختلف رکھیں اور مختلف زبانوں کو حیطۂ تحریر میں لانے کے لیے ہر زبان کا رسم الخط بھی علیحدہ رکھا گیا۔

شانِ امام

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام کسی شخص کو دُور سے بھی دیکھ لے تو اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے رنگ کو پہچان لیتا ہے۔ اور اگر وہ دُور سے کسی کے کلام کو سنے تو اسے بھی سمجھ لیتا ہے کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ کہ رنگ وزبان کے اختلاف میں اہلِ علم کے لیے نشانیاں ہیں۔

بصائر الدرجات کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس پانچ مختلف اقوام والسنہ کے غلام لائے گئے۔ آپؑ نے ہر ایک سے اس کی زبان میں گفتگو کی۔ علی بن مہزیار کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ایک صقالبی غلام کو امام علی نقی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اس نے واپسی پر بتایا کہ جس بزرگ کے پاس آپؑ نے مجھے بھیجا تھا انہوں نے مجھ سے میری زبان میں گفتگو کی اور میں تو یہ سمجھا کہ شاید یہ بزرگ طویل عرصہ تک ہمارے علاقہ میں رہ چکے ہیں۔

عمار ساباطی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے نبطی زبان میں گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ مولا آپ تو بہت اچھی طرح سے نبطی زبان بول لیتے ہیں!!

آپؑ نے فرمایا: صرف نبطی ہی نہیں بلکہ ہم ہر زبان میں گفتگو کرسکتے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ نے دو شہر بنائے ہیں: ایک شہر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے۔ دونوں شہروں کے گرد لوہے کی مضبوط فصیل ہے اور ان شہروں میں ۷۰، ۷۰ ہزار زبانیں رائج ہیں اور میں وہاں کی ہر زبان کو جانتا ہوں اور ان شہروں پر میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ اور کوئی حجت نہیں ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو ایک دن آپؑ کشتی میں سوئے ہوئے تھے کہ ہوا کی وجہ سے آپ کا کپڑا ہٹ گیا اور آپ ننگے ہوگئے۔ حام اور یافث ہنسنے لگے۔ سام نے باپ کی چادر درست کی۔ پھر دوبارہ ہوا کی وجہ سے آپؑ کی چادر اِدھر اُدھر ہوگئی تو حام اور یافث

ہنسنے لگے۔ اس بار بھی سام نے اپنے والد کا کپڑا درست کیا۔ حام اور یافث نے اپنے والد کا کپڑا ہٹایا اور ہنسنے لگے۔ سام نے انہیں نصیحت کی۔ ابھی وہ ہنس رہے تھے کہ نوح علیہ السلام بیدار ہوئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟

سام نے باپ کو ساری روئیداد سنائی۔ نوح علیہ السلام نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: پروردگار! حام اور یافث کی صُلب کے پانی کو متغیر فرما دے۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ تمام حبشی حام کی نسل سے پیدا ہوئے۔ تمام ترک، صقالیہ، یاجوج و ماجوج اور اہلِ چین یافث کی نسل سے پیدا ہوئے۔ سام کی نسل میں سے سفید رنگت اقوام پیدا ہوئیں۔

نیند

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ ''تمہارا رات اور دن کو نیند کرنا اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے''۔

توحید مفضل میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جاندار کاروبار کر کے تھک جاتے ہیں اور ان کے بدن کو راحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خدا نے نیند مقرر کی تا کہ جاندار آرام کر سکیں اور ان کی قوتیں دوبارہ ان میں لوٹ آئیں۔ اگر نیند نہ ہوتی تو جاندار اپنے کام نہ کر سکتے اور ہر وقت تھکان محسوس کرتے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ رگیں ہیں جن میں سے نصف متحرک رہتی ہیں اور نصف ساکن رہتی ہیں۔ اگر متحرک رک جائیں تو انسان سو نہیں سکے گا یا اگر ساکن متحرک ہو جائیں تو بھی انسان سو نہیں سکے گا۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صبح و شام کے وقت تین سو ساٹھ بار الحمد للہ رب العلمین کثیراً علی کل حال کا ورد کیا کرتے تھے۔

کتاب کمال الدین مؤلفہ شیخ صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے والد ماجد علیہ السلام کے حکم سے حضرت خضر علیہ السلام کے سوالوں کے جواب دیئے تھے ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ نیند کے وقت انسان کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ روح کا تعلق ریح سے ہے اور ریح کا تعلق ہوا سے ہے اور وہ اس وقت تک ہوا میں معلق رہتی ہے جب تک صاحب روح بیدار نہیں ہوتا۔ اگر خدا روح کو جسم میں واپس جانے کا حکم کرتا ہے تو وہ روح ریح کو

جذب کرتی ہے اور وہ ریح ہوا کو جذب کرتی ہے اور روح اپنے بدن میں واپس آ جاتی ہے۔ اور اگر خدا روح کو واپسی کی اجازت نہیں دیتا تو ہوا ریح کو جذب کرلیتی ہے اور ریح روح کو جذب کرلیتی ہے۔ پھر روح جسم میں داخل نہیں ہوتی۔ پھر جب قیامت برپا ہوگی تو روح جسم میں واپس آ جائے گی۔

عیون الاخبار میں ہے کہ ایک شامی نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ نیند کی کتنی قسمیں ہیں اور سونے کے کتنے انداز ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ نیند کی چار اقسام ہیں:

① انبیاءؑ چت لیٹا کرتے ہیں، ان کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور اپنے رب کی وحی کی منتظر ہوتی ہیں۔

② مومن دائیں پہلو روبقبلہ سویا کرتے ہیں۔

③ سلاطین اوران کی اولاد بائیں پہلو پر لیٹا کرتی ہے تاکہ وہ اپنا کھانا ہضم کرسکیں۔

④ ابلیس اوراس کے بھائی بند اور تمام احمق اُلٹا سویا کرتے ہیں۔

کتاب الخصال میں مؤلف شیخ صدوق میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمانؑ بن داوُدؑ کی والدہ نے اپنے بیٹے سلیمانؑ کو یہ نصیحت کی تھی کہ (میرے) فرزند! رات کو زیادہ سونا مناسب نہیں ہے۔ رات کو زیادہ سونے والا قیامت کے دن فقیر ہوکر مبعوث ہوگا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین افراد پر لعنت کی ہے:

① اکیلا زادِراہ کو کھانے والا ② بیابان میں تنہا سفر کرنے والا ③ گھر میں اکیلا سونے والا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ اکیلا سونے والا شخص پاگل بھی ہوسکتا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سونے کا ارادہ کرے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے داہنے رخسار کے نیچے رکھے کیونکہ معلوم نہیں ہے کہ وہ نیند سے بیدار بھی ہوگا یا نہیں؟

انسان کو ٹیڑھے عصا کا سہارا لے کر نہیں سونا چاہیے۔ منہ کے بل نہیں سونا چاہیے۔ جسے منہ کے بل سویا ہوا دیکھو تو اسے بیدار کردو اور اسے اس حالت میں سویا ہوا نہ چھوڑو اور سوتے وقت یہ دعا پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِى لِلّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيمَ وَدِيْنِ مُحَمَّدٍ وَ وِلَايَةِ مَنِ افْتَرَضَ طَاعَتَهُ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْءُ لَمْ يَكُن

ایسا شخص چور کی چوری اور مکان گرنے سے محفوظ رہے گا اور فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔ اور اگر کوئی شخص سوتے وقت سورۂ اخلاص (قل ھو اللّٰہ احد) پڑھ کر سوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے پچاس ہزار فرشتے مقرر کرے گا جو ساری رات اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

یاد رکھو زمین پر لیٹنے سے قبل یہ استعاذہ کر کے سوؤ:

أُعِيذُ نَفْسِي وَدِينِي وَأَهْلِي وَمَالِيْ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِي وَمَا رَزَقَنِي رَبِّي وَخَوَّلَنِي بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَعَظَمَةِ اللّٰهِ وَجَبرُوتِ اللّٰهِ وَسُلطَانِ اللّٰهِ وَرَحمَةِ اللّٰهِ وَرَأفَةِ اللّٰهِ وَغُفرَانِ اللّٰهِ وَقُوَّةِ اللّٰهِ وَقُدرَةِ اللّٰهِ وَجَلَالِ اللّٰهِ وَبِصنعِ اللّٰهِ وَأَركَانِ اللّٰهِ وَبِجَمعِ اللّٰهِ وبِرَسُولِ اللّٰهِ وَبِقُدرَةِ اللّٰهِ عَلٰى مَا يَشَآءُ مِن شَرِّ السَّامَّةِ وَالهَامَّةِ وَمِن شَرِّ الجِنِّ وَالاِنسِ وَمِن شَرِّ مَا يَدُبُّ فِي الاَرضِ وَمَا يَخرُجُ مِنهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعرُجُ فِيهَا وَمِن كُلِّ دَابَّةٍ اِنَّ رَبِّي اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّستَقِيمٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيمِ

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی دعا پڑھا کر حسنین کریمینؑ پر دم کیا کرتے تھے اور رسولؐ خدا نے اسی دعا کو پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو وہ یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ اَلحَيُّ القَيُّومُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ سُبحَانَ رَبِّ النَّبِيِّينَ وَاِلٰهِ المُرسَلِينَ وَسُبحَانَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبعِ وَمَا فِيهِنَّ وَرَبِّ الاَرضِينَ السَّبعِ وَمَا فِيهِنَّ وَرَبِّ العَرشِ العَظِيمِ وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِينَ

کھڑا ہونے سے قبل یہ پڑھے:

حَسبِيَ اللّٰهُ حَسبِيَ الرَّبُّ مِنَ العِبَادِ حَسبِيَ الَّذِي هُوَ حَسبِي مُذ كُنتُ حَسبِيَ اللّٰهُ وَنِعمَ الوَكِيلُ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین قسم کے کاموں پر خدا ناراض ہوتا ہے:

① جاگے بغیر سوتے رہنا یعنی ہر وقت سوتے رہنا۔ ② کسی تعجب کے بغیر ہنسنا۔ ③ بھرے پیٹ پر کھانا کھانا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا
دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝٢٥ وَلَهٗ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝٢٦ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٢٧ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ
مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٢٨ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٢٩ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ
فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙۗ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٠ۙ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٣١ۙ مِنَ الَّذِيْنَ
فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝٣٢
وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ

اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لا
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ط فَتَمَتَّعُوْا وقفة فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ
اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ
اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ط
ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ز وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا
يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ج وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ
يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ
مِّنْ شَيْءٍ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ
عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾
فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ
عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ
وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ
فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ
سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ
اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ
بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ط اِنْ
تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ
قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ج وَهُوَ الْعَلِيْمُ
الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ لا مَا لَبِثُوْا
غَيْرَ سَاعَةٍ ط كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ز
فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا
يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ
ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ
بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ
يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین اپنے مقام پر قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے پکارے گا تو تم اچانک برآمد ہو جاؤ گے۔ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے سب اسی کی ملکیت ہیں اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر اسے لوٹا دیتا ہے اور یہ اس کے لیے انتہائی آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اس کی بلند ترین مثال ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

وہ تمہارے لیے تمہاری اپنی ہی ذات کی مثال دیتا ہے کیا تمہارے ان غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ ایسے غلام بھی ہیں جو ہمارے عطا کردہ رزق میں تمہارے شریک ہوں اور کیا تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جیسا کہ اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو۔ ہم اس طرح سے عقل مند لوگوں کے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ظالموں نے کسی علم کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے۔ تو جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسے کون ہدایت کر سکتا ہے اور ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے۔ آپ یکسو ہو کر اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں۔ دین وہ الٰہی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ خلقتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے۔

تم اپنی توجہ خدا کی طرف رکھو اور اسی کا تقویٰ اختیار کیے رہو اور نماز قائم کرو اور ان مشرکین میں سے نہ بنو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر ایک گروہ اپنی اپنی باتوں پر مگن ہے۔

اور لوگوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پورے اخلاص سے پکارتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے تاکہ ہمارے کیے ہوئے احسان کی ناشکری کریں۔ اچھا

خوب مزے کرو اس کا انجام تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔
کیا ان کے اس شرک کی صداقت پر ہم نے کوئی دلیل نازل کی ہے جو ان کی شہادت دیتی ہو؟ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں ان کے سابقہ کردار کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یکا یک مایوس ہو جاتے ہیں۔
کیا انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ خدا جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً ایمان رکھنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ تم رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔
تم جو بھی سود دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو زکوۃ تم خدا کی خوشنودی کے لیے دیتے ہو تو یہی لوگ اپنے اموال میں اضافہ کرنے والے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو اس طرح کا کچھ کام کر سکے؟ وہ جو شرک کر رہے ہیں خدا اس سے کہیں منزہ اور بلند و برتر ہے۔
لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے بر و بحر میں فساد برپا ہو گیا ہے تا کہ خدا انہیں ان کے کچھ اعمال کا مزہ چکھا دے شاید کہ وہ باز آ جائیں۔ آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا ہے ان میں اکثر مشرک تھے۔
آپ اپنا رخ مستحکم دین کی طرف جما دیں اس سے قبل کہ وہ دن آ جائے جس کے ٹل جانے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اس دن لوگ پھٹ کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ جو کفر کرے گا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جو نیک عمل انجام دیں گے تو وہ اپنے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تا کہ خدا ایمان لانے والوں اور عملِ صالح کرنے

والوں کو اپنے فضل سے جزا دے سکے۔ بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے اور اس طرح سے وہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے اور اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تم اپنا رزق حاصل کر سکو تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

ہم نے آپ سے پہلے رسولوںؑ کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا ہے وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر گئے۔ پھر ہم نے جرم کرنے والوں سے انتقام لیا اور ہم پر حق تھا کہ ہم ایمان والوں کی مدد کریں۔ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر وہ بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکڑیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل سے ٹپکے چلے آتے ہیں اور جن بندوں پر وہ بارش برساتا ہے تو وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں حالانکہ وہ بارش کے نزول سے پہلے مایوس تھے۔

اللہ کی رحمت کے اثرات کو تو دیکھو کہ وہ مُردہ پڑی ہوئی زمین کو کس طرح سے زندگی بخشتا ہے۔ وہی ذات مُردوں کو بھی زندہ کرنے والی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر ہم زہریلی ہوا چلا دیں اور وہ ہر طرف خزاں جیسی زردی دیکھ لیتے تو اس کے بعد وہ کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ یقیناً آپ مُردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے اور بہروں کو بھی نہیں سنا سکتے جب وہ منہ پھیر کر چل پڑیں۔

آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہِ راست نہیں دکھا سکتے تم تو انہیں ہی آواز حق سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لائیں اور سرِ تسلیم خم کرنے والے ہوں۔

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا ہے۔ پھر کمزوری کے بعد اس نے قوت عطا کی۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنایا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ صاحبِ علم اور صاحبِ قدرت ہے۔

اور جب قیامت قائم ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح سے وہ دھوکا کھایا کرتے تھے۔ اور جو لوگ علم اور ایمان سے بہرہ مند کیے گئے ہوں گے وہ کہیں گے کہ تم لوگ خدا کے نوشتہ کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے۔ یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ اس دن ظلم کرنے والوں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی اور نہ ہی انہیں معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے تم خواہ کوئی نشانی ان کے سامنے پیش کرو تو اس کے جواب میں کافر یہی کہیں گے کہ تم لوگ تو صرف باطل پر ہو۔ اس طرح سے خدا بے علم لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ کہیں آپ کو ہلکا نہ پائیں"۔

زمین و آسمان کا اپنے محور پر قائم رہنا خدا کی نشانی ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ......

"اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے حکم سے زمین و آسمان اپنے اپنے مقام پر قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے پکارے گا تو تم اچانک برآمد ہو جاؤ گے"۔

آسمان اور زمین کا اپنے اپنے مدار اور محور پر قائم رہنا بھی خدا کی عظیم نشانی ہے۔ خدا نے اجرامِ فلکی کو ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر رکھا ہے۔ اگر اس فاصلہ میں کمی واقع ہو جائے تو وہ آپس میں ٹکرا جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنی نشانیوں کو حسب ذیل ترتیب سے بیان کیا۔ سب سے پہلے انسانی تخلیق اور اس کی صنفی تقسیم کو بیان کیا۔ پھر یہ بتایا کہ انسانی وجود کا آسمان و زمین سے گہرا ارتباط ہے۔ پھر یہ بیان کیا کہ انسانوں کی رنگت اور بولیوں کا اختلاف اس کی نشانی ہے۔ پھر یہ بتایا کہ نیند اور رزق کی جستجو بھی خدا کی نشانی ہے۔ پھر یہ فرمایا کہ برق و باراں بھی خدا کی نشانی ہے۔ پھر یہ فرمایا کہ آسمان و زمین کا ایک مقررہ وقت تک اپنی جگہ پر قائم رہنا بھی خدا کی نشانی ہے اور یہ تمام چیزیں حیاتِ انسانی کے لیے ضروری ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب تم قبروں میں پڑے ہو گے تو خدا تمہیں حساب کتاب کے لیے بلائے گا۔ تم قبروں سے نکل کر اس کے حضور پیش ہو جاؤ گے۔

انسان کی سرشت بھی عجیب ہے جب خدا اسے قبر سے باہر ایمان و عملِ صالح کے لیے پکارتا ہے تو اس وقت تو وہ لبیک نہیں کہتا اور جب وہ مر کر قبر میں پڑا ہوگا اور خدا اسے حساب کے لیے پکارے گا تو فوراً حاضر ہو جائے گا۔

آیاتِ الٰہی کا اختتام ایک حسنِ ترتیب پر قائم کیا گیا ہے۔ پہلے یتفکرون کہا پھر للعالمین کہا۔ پھر یسمعون کہا پھر یعقلون کہا۔ یہ فطری ترتیب ہے کیونکہ پہلا مرحلہ غور و فکر کا ہے اسی لیے پہلے یتفکرون کہا۔ جب انسان غور و فکر سے کام لیتا ہے تو وہ صاحبِ علم بن جاتا ہے۔ اسی لیے للعالمین کہا۔ جب عالم بن جاتا ہے تو حقائق کو سننے کا عادی بن جاتا ہے اسی لیے یسمعون کہا اور جب سن کر معلومات کو اپنے حافظہ میں جمع کر لیتا ہے تو عقل کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اسی لیے یعقلون کہا۔ (واللہ اعلم! اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

مثلِ اعلیٰ

......وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾

"......آسمانوں اور زمین میں اس کی بلند ترین مثال ہے (بڑی شان ہے) وہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

آسمانوں اور زمین کی جتنی بھی اشیاء ہیں اور ان اشیاء میں جو بھی صفت کمال پائی جاتی ہے مثلاً حیات، قدرت، علم، ملکیت، جود و سخا، عظمت و بزرگی وغیرہ یہ صفات تمام مخلوق میں ناقص ہیں اور خدا میں کامل ہیں کیونکہ یہ صفات مخلوقات کی ذاتی پیدا کردہ نہیں ہیں، خدا کی عطا کردہ ہیں۔ مثلاً اگر ایک جاندار زندہ ہے تو اس کی زندگی خدا کی مرہونِ احسان ہے۔ اگر وہ زندگی نہ دے تو وہ مُردہ ہے۔ اور اگر اس وقت کوئی جاندار کسی چیز پر قادر ہے تو اس کی قدرت بھی خدا کی عطا کردہ ہے۔ اگر خدا قدرت نہ دے تو وہ عاجز ہے۔ اگر کوئی جاندار علم رکھتا ہے تو اس کا علم بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ اگر خدا علم نہ دے تو وہ جاہل ہے۔ ہر جاندار کی زندگی موت کے ساتھ مخلوط ہے اور ہر ایک کی قدرت عاجزی کے ساتھ مخلوط ہے اور ہر کسی کا علم جہالت سے مخلوط ہے۔ مگر جس طرح سے خدا کامل ہے اسی طرح سے اس کی صفات بھی کامل ہیں۔ اس کا علم جہالت سے مخلوط نہیں ہے۔ اس کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح اعلیٰ درجہ کی ہیں اور وہ کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں بلکہ وہ اس کی ذاتی ہیں جس طرح سے وہ اپنی ذات میں بے مثال ہے اسی طرح سے وہ اپنی صفات میں بھی بے مثال ہے۔ اور وہ ہر طرح کی مشابہت و تجسیم سے پاک ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے:
کچھ لوگوں نے کہا کہ خدا کے دو ہاتھ ہیں اور انہوں نے کہا: یَدُ اللّٰہِ فَعلُولَۃٌ (خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں)
کچھ لوگوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ خدا پاؤں رکھتا ہے اور ان لوگوں نے یہ روایت اختراع کی کہ اللہ نے بیت المقدس کی ایک چٹان پر قدم رکھا پھر وہ آسمان پر چڑھ گیا۔
کچھ لوگوں نے کہا کہ خدا کی انگلیاں بھی ہیں اور انہوں نے یہ روایت اختراع کی کہ شبِ معراج اللہ نے حضرت محمد مصطفیؐ کے شانہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور رسولِ خدا نے کہا کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے دل میں محسوس کیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اس طرح کی صفات سے کہیں بلند و بالا ہے اور اس نے فرمایا ہے: سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۰﴾ (الصفات: ۱۸۰) "آپ کا رب رب العزت ان اوصاف سے کہیں منزہ ہے جو وہ بیان کر رہے ہیں"۔ خدا ان مثالوں سے بلند و بالا ہے۔ وَلَہُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی "اور اللہ کے لیے مثلِ اعلیٰ ہے"۔ کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اور نہ ہی اس کے اوصاف کو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہم اس کا احاطہ کر سکتا ہے، یہ ہے "مثلِ الاعلیٰ" کا مفہوم۔
عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

یاعلی انت حجۃ اللّٰہ وانت باب اللّٰہ وانت الطریق الی اللّٰہ وانت النبا العظیم وانت الصراط المستقیم وانت المثل الاعلٰی

"علیؑ! تو اللہ کی حجت ہے اور تو اللہ کا دروازہ ہے اور تو اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے اور تو عظیم خبر ہے اور تو صراط مستقیم ہے اور تو مثلِ اعلیٰ (بڑی شان والا) ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی بیان کردہ زیارت جامعہ کبیرہ میں مرقوم ہے، اس میں آئمہ ہدیٰ پر سلام کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے گئے ہیں: وورثۃ الانبیاء والمثل الاعلی "اے انبیاءؑ کے وارثو! تم پر سلام ہو، اے مثلِ اعلیٰ (بڑی شان رکھنے والو) تم پر سلام ہو"۔
عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے خطبہ دیا اور آپؐ نے خطبہ کے آخر میں فرمایا:

نحن کلمۃ التقوٰی وسبیل الھدیٰ والمثل الاعلٰی والحجۃ والعظمٰی والعروۃ الوثقٰی

"ہم تقویٰ کا کلمہ ہیں اور ہم ہدایت کا راستہ ہیں اور ہم "مثلِ اعلیٰ" (بڑی شان والے) ہیں اور ہم خدا کی عظیم ترین حجت ہیں اور ہم خدا کی محکم رسّی ہیں"۔

کیا غلام اور آقا یکساں ہیں؟

ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ هَلۡ لَّكُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ كَخِيۡفَتِكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾

"وہ تمہارے لیے تمہاری اپنی ہی ذات کی مثال بیان کرتا ہے کیا ان غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ ایسے غلام بھی ہیں جو ہمارے عطا کردہ رزق میں تمہارے شریک ہوں؟ اور کیا تم ان سے بھی اسی طرح سے ڈرتے ہو کہ جیسے اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو۔ ہم اس طرح سے اہلِ عقل کے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ احرامِ حج کے وقت قریش اور عرب یہ تلبیہ پڑھتے تھے:

لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

یہ تلبیہ حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاءؑ کا تھا۔ ابلیس ان کے پاس ایک بزرگ کی شکل میں آیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ جو تلبیہ کہتے ہو، یہ تمہارے اسلاف کا تلبیہ نہیں ہے۔

قریش نے کہا تو بتاؤ ہمارے بزرگوں کا تلبیہ کیا تھا؟

ابلیس نے کہا کہ وہ یہ کہا کرتے تھے: لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريك هو لك۔ جب قریش نے تلبیہ کی یہ عبارت سنی تو انہوں نے کہا کہ ایسا ناممکن ہے۔ ابلیس نے کہا: ذرا صبر کرو میری پوری بات تو سنو، تمہارے بزرگوں کا تلبیہ یہ تھا: لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريك هو لك تملكه وما ملك "اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہی تیرا شریک ہے جسے تو نے خود شریک بنایا ہے تو اس کا مالک ہے وہ مالک نہیں ہے۔

جب قریش نے یہ سنا تو کہا کہ ٹھیک ہے آئندہ ہم بھی تلبیہ میں یہی کلمات کہیں گے۔ اس کے بعد قریش میں یہ مشرکانہ تلبیہ رائج ہوگیا۔ جب حضرت محمد مصطفیٰؐ مبعوث ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تلبیہ غلط ہے یہ سراسر شرک ہے۔ اللہ نے

اس پر یہ آیت فرمائی کہ کیا تمہارے غلام تمہارے رزق میں شریک ہیں؟ جب تمہارے غلام تمہارے رزق میں شریک نہیں ہیں تو پتھر کے بت یا بندے میری عبادت اور میرے تلبیہ میں میرے شریک کیسے ہو سکتے ہیں۔

دین فطرت

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

"آپ یکسو ہو کر اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں۔ دین وہ الٰہی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ خلقت خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور الکافی میں مرقوم ہے کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا سے ولایت مراد ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے نماز میں سیدھا کھڑا ہونا مراد ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے حبیب کو حکم دیا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ رکھیں اور بتوں کی پوجا سے دور رہیں۔

الکافی میں ہشام بن سالم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے عقیدۂ توحید مراد ہے۔

عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون سی فطرت ہے جس پر خدا نے انسانوں کو پیدا کیا؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے اسلام مراد ہے۔ خدا نے عالمِ ازل میں اپنی توحید کا اقرار لیا تھا اور سب نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ ان میں مومن و کافر سب شامل تھے۔

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فطرت اللہ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے عقیدۂ توحید مراد ہے۔ خدا نے سب کو اسی عقیدہ پر پیدا کیا ہے۔

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حنفآء للّٰہ غیر مشرکین بہ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ حنیفیت کا تعلق اس فطرت سے ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا نے لوگوں کو اپنی معرفت پر پیدا کیا ہے۔

زرارہ نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ...... (سورۂ اعراف:۱۷۱۔ اللہ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل سے وعدہ لیا اور انہیں ان پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں......) کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے آدمؑ کی پشت سے اس کی قیامت تک کی نسل کو نکالا۔ وہ چیونٹیوں کی طرح سے باہر آئے۔ خدا نے انہیں اپنی معرفت کرائی اگر روزِ اول خدا لوگوں کو اپنی معرفت نہ کراتا تو کوئی بھی خدا کی معرفت حاصل نہ کرسکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونے والا فطرت یعنی معرفت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کی فطرت میں یہ چیز رکھی گئی ہے کہ اس کا خالق اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ...... (لقمان:۲۵) "اور اگر آپ سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ جواب میں کہیں گے کہ یہ سب کچھ خدا نے پیدا کیا ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "فطرۃ اللہ" سے عقیدۂ توحید مراد ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ فطرت الٰہی سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المومنین ولی اللہ کا اقرار مراد ہے۔

بصائر الدرجات میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کے تحت فرمایا کہ خدا نے لوگوں کو توحید، محمد مصطفیؐ کی رسالت اور علیؑ امیر المومنین کی گواہی کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

کتاب التوحید کی دو روایات میں مرقوم ہے کہ فطرت اللہ سے عقیدۂ توحید مراد ہے۔ کتاب التوحید کی ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ فطرۃ اللہ سے اللہ کی توحید، رسول اکرمؐ کی نبوت اور علیؑ امیر المومنینؑ کا عقیدۂ ولایت مراد ہے۔

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ خدا آپؑ کی صلاحیتوں میں اضافہ

فرمائے، اللہ فرما رہا ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ خدا نے لوگوں کو یثاق کے دن اپنی معرفت کرائی تھی اور انہیں یہ بتایا تھا کہ وہ ان کا رب ہے۔

میں (راوی) نے کہا تو کیا مخلوق نے خدا سے کلام کی تھی؟

یہ سن کر آپؑ نے سر ہلایا اور کہا: اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کو پتہ ہی نہ چلتا کہ ان کا رب کون ہے اور ان کا رازق کون ہے؟

ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے چھوٹے بچوں کو رونے پر مت مارو۔ وہ چار ماہ کی عمر تک جب روتے ہیں تو وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہیں اور جب وہ چار سے آٹھ ماہ کی عمر کے دوران میں روتے ہیں تو نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اور جب وہ آٹھ ماہ سے ایک سال کی عمر کے دوران میں روتے ہیں تو اپنے والدین کے لیے دعا کرتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فتح بن یزید جرجانی کے نام اپنے ایک خط میں یہ جملے لکھے:

الحمدللّٰه الملهم عباده الحمد وفاطرهم علی معرفة ربوبيته ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کو الہام کیا اور انہیں اپنی معرفتِ ربوبیت پر پیدا کیا“۔

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت نوحؑ کی شریعت یہ تھی کہ خدا کی وحدانیت کا عقیدہ رکھا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اخلاص سے اس کی عبادت کی جائے اور یہی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

ہبۂ فدک

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ...... ”تم رشتہ دار کو اس کا حق دو“۔

مجمع البیان میں ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ نے رسولِ خدا کو فدک کی جاگیر کا مالک بنایا تو اس وقت جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (رشتہ دار کو اس کا حق دو) اس وقت پیغمبر اکرمؐ نے اپنی دختر حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو بلایا اور انہیں فدک عطا کیا۔ یہ روایت حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی منقول ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں فدک کی جاگیر حضرت سیدہؑ کے پاس تھی۔ آپ کے ملازمین اس کی

دیکھ بھال کرتے تھے اور وہاں سے جو آمدنی ہوتی حضرت سیدہؑ کے پاس جمع ہوتی تھی اور آپ اس آمدنی سے غرباء و مساکین کی مدد فرماتی تھیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور لوگوں نے خلیفۂ اوّل کی بیعت کی اور جب ان کی حکومت مستحکم ہوگئی تو انہوں نے فدک سے حضرت سیدہؑ کے وکیل کو نکال دیا اور وہ جاگیر بحق سرکار ضبط کرلی۔ جب حضرت سیدہؑ کو معلوم ہوا کہ حکومت نے ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیا ہے تو آپؑ قبضہ واگزار کرانے کے لیے خلیفہ کے پاس تشریف لے گئیں اور آپؑ نے خلیفہ سے فرمایا:

ابوبکر! تم نے مجھے رسول اکرمؐ کی میراث سے روک دیا ہے اور تو نے میرے وکیل کو فدک سے نکال دیا ہے جب کہ یہ جائیداد خدا کے حکم کے تحت رسولؐ خدا نے مجھے عطا کی تھی۔

خلیفہ نے کہا کہ بی بی! اگر آپؑ کے پاس ہبۂ فدک کے گواہ ہیں تو پیش کریں۔

حضرت سیدہؑ نے گواہی میں اُم ایمن کو پیش کیا۔ حضرت ابوبکر نے اُم ایمن سے گواہی طلب کی تو اُم ایمن نے کہا: میں گواہی سے پہلے تم سے ایک حدیث کی تائید کرانے آئی ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ اُم ایمن جنتی خاتون ہے؟

خلیفہ نے جواب دیا کہ جی ہاں، رسولؐ خدا نے یہ فرمایا تھا۔

اس کے بعد اُم ایمن نے کہا تو سنو جب اللہ نے اپنے رسول پر فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ کی آیت نازل فرمائی تو رسولؐ خدا نے اللہ کے حکم کے تحت حضرت فاطمہؑ کو فدک ہبہ کردیا تھا۔ حضرت علیؑ آئے، انہوں نے بھی یہی گواہی دی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے فدک واپسی کی تحریر لکھ دی اور حضرت سیدہؑ کے حوالہ کی۔ ابھی سیدہ وہ تحریر لے کر روانہ ہونے کو تھیں کہ خلیفۂ دوم آئے اور کہا یہ کیسی تحریر ہے؟

خلیفۂ اول نے کہا کہ بنت رسولؐ نے فدک کا دعویٰ کیا اور اُم ایمن اور علیؑ نے اس کے حق میں گواہی دی ہے، میں نے فدک واپسی کی تحریر لکھ دی ہے۔ خلیفۂ دوم نے حضرت سیدہؑ کے ہاتھ سے وہ تحریر لے لی اور اسے پھاڑ دیا اور کہا یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ اوس بن حدثان اور عائشہ وحفصہ یہ گواہی دیتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''ہم گروہِ انبیاءؑ کی کوئی میراث نہیں ہوتی ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے''۔

علیؑ تو بی بی کا شوہر ہے وہ اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اُم ایمن ایک نیک عورت ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور گواہ

ہوتا تو ہم غور وفکر کرتے۔ حضرت فاطمہؑ روتی ہوئی واپس آئیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ دربار خلافت میں گئے اور فرمایا: ابوبکر! یہ کیا بات ہے تم نے ہمارے متعلق وہ فیصلہ کیا ہے جو دوسرے مسلمانوں کے لیے نہیں کرو گے؟ تم نے فاطمہ زہراءؑ کو اس کی میراث سے کیوں محروم کیا ہے، جب کہ رسولِ خداؐ اپنی زندگی میں انہیں مالک بنا کر گئے تھے۔

خلیفہ نے کہا: یہ مسلمانوں کا مال ہے اگر فاطمہؑ گواہ پیش کرے کہ رسولِ خداؐ نے اسے فدک کا مالک بنایا تھا تو بہتر ورنہ فدک پر اس کا کوئی حق نہیں ہے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: تم عام مسلمانوں کے فیصلہ سے ہٹ کر ہمارے متعلق فیصلہ کر رہے ہو۔ اگر ایک چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس میں متصرف بھی ہوں اور میں یہ دعویٰ کروں کہ یہ چیز میری ہے تو بتاؤ گواہ مسلمانوں سے طلب کرو گے یا مجھ سے طلب کرو گے؟ خلیفہ نے کہا: میں آپؑ سے گواہ طلب کروں گا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ جب فدک ہمارے دستِ تصرف میں تھا اور تم کہتے ہو کہ یہ ہمارا نہیں عامۃ المسلمین کا مال ہے تو گواہ مسلمانوں سے طلب کرو ہم سے کیوں طلب کرتے ہو؟

حضرت ابوبکر خاموش رہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ علی ہم تم سے جھگڑنا نہیں چاہتے اگر تم عادل گواہ پیش کر سکتے ہو تو بہتر ورنہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اس میں تمہارا اور فاطمہؑ کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ابوبکر! تمہارا یہ فیصلہ قرآن کریم کے مطابق نہیں ہے یہ بتاؤ کہ آیت تطہیر ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے یا کسی اور کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا کہ آیت تطہیر آپؑ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: قرآن کی یہ آیت فاطمہؑ کی طہارت کی گواہی دے رہی ہے مگر تم نے اس کے مقابلہ پر اوس بن حدثان جیسی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والی کی بات کو اہمیت دی ہے اور یہ کہہ دیا کہ یہ مالِ مسلمین ہے۔ جب کہ رسولِ خداؐ کی مشہور حدیث ہے کہ بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور قسم مدعا علیہ پر ہوتی ہے۔

اس ناانصافی اور بے عدالتی کو دیکھ کر لوگ پریشان ہوئے اور کچھ افراد رونے لگے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! علیؑ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ اپنے گھر واپس آئے۔ حضرت سیدہؑ مسجد میں آئیں اور اپنے والد ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کا طواف کیا اور رو رو کر اپنی مظلومیت کے اشعار پڑھے۔ بعدازاں حضرت علیؑ کے قتل کی تدبیر کی گئی جسے خدا نے ناکام بنا دیا۔

دو طرح کے سُود

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

''تم جو بھی سُود دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم خدا کی خوشنودی کے لیے دیتے ہو تو یہی لوگ اضافہ کرنے والے ہیں''۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سود کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم حلال اور دوسری حرام ہے۔ جو قسم حلال ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو اس نیت پر کچھ ہدیہ دیتے ہو کہ وہ تمہیں اس سے بڑھا کر واپس کرے گا۔ اگر وہ بڑھا کر تمہارے پاس ہدیہ بھیج دے تو یہ اضافہ حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔

دوسرا سود وہ ہے جس میں شرح مقرر ہوتی ہے۔ خدا نے اس سے منع کیا ہے اور دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ تہذیب الاحکام اور تفسیر علی بن ابراہیم میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ آیت مجیدہ میں مذکور ''ربوا'' کے متعلق مفسرین سے دو اقوال منقول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ انسان کسی کو کچھ عطیہ اور ہدیہ دے اور نیت یہ ہو کہ یہ اس سے بڑھا کر مجھے ہدیہ واپس کرے گا تو اس طرح کے ہدیہ کا نہ تو کوئی اجر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ دگنا کرنے والے لوگ ہیں۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں ان کا مال دگنا ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان کا ثواب دگنا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مال کے اضافہ کا ذریعہ بتایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ صدقہ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے نماز فرض کی تا کہ تم تکبر سے بچ جاؤ اور زکوٰۃ واجب فرمائی تا کہ لوگوں کو رزق ملے اور تمہارے رزق میں اضافہ ہو اور روزے واجب کیے تا کہ مخلوق کے اِخلاص کی آزمائش ہو اور صلہ رحم کو ضروری قرار دیا تا کہ نسل میں اضافہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت فاطمہ زہراءؑ نے مسجد میں جو خطبہ دیا تھا اس میں آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے تھے: ''اللہ نے ایمان فرض کیا تا کہ شرک سے بچ جاؤ اور نماز فرض فرمائی تا کہ تکبر سے محفوظ رہو اور زکوٰۃ واجب کی تا کہ رزق میں اضافہ ہو''۔

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

"اور تم جو زکوٰۃ خدا کی خوشنودی کے لیے دیتے ہو تو یہی لوگ اضافہ کرنے والے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ مقصدِ آیت یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں سے جو بھلائی کرتے ہو اور اضافہ کی لالچ کے بغیر جو انہیں قرض دیتے ہو تو تم اپنے اموال کو دراصل دگنا کر رہے ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔

مصباح الشریعہ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حرص کرنے والا محروم رہتا ہے اور اپنی محرومیت کے ساتھ ساتھ لائقِ مذمت بھی ہوتا ہے۔ ایسا شخص محروم کیوں نہ ہو کہ وہ خدا کے وعدہ سے بھاگنا چاہتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ

"اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر تمہیں رزق دیا ہے پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا"۔

بر و بحر کا فساد انسانوں کا پیدا کردہ ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

"لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے بر و بحر میں فساد برپا ہو گیا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ خشکی کے فساد سے مراد خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کی ہلاکت ہے اور تری کے فساد سے مراد سمندری جانوروں کا دھڑا دھڑ ہلاک ہونا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب لوگوں کے گناہ اور نافرمانیاں بڑھ جاتی ہیں تو اللہ بارش کو روک دیتا ہے جس سے خشکی اور تری میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب انصار نے منا امیر ومنکم امیر (ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے ہوگا) کہا تھا تو وہ بھی بحر و بر میں فساد پھیلانے کے مترادف تھا۔

روضۂ کافی میں بھی یہ روایت مرقوم ہے:

قولہ تعالٰی: سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ

"زمین پر چلو اور دیکھو تم سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی ایک تاویل منقول ہے کہ اللہ کہہ رہا ہے کہ قرآن پڑھ کر دیکھو کہ تم سے پہلی اُمتوں کا کیا حال ہوا تھا۔ وہ تمہیں ان کے انجام کی خبر دے گا۔

نیکی کرنے والے

......وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

"اور جو نیک عمل انجام دیں گے وہ اپنے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مقصدِ آیت یہ ہے کہ نیکی انجام دینے والے افراد اپنے لیے اپنی منازلِ جنت کو ہموار کر رہے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نیک عمل انسان سے پہلے جنت میں چلا جاتا ہے اور وہاں جا کر اپنے مالک کے لیے مقامِ جنت کو یوں ہموار کرتا ہے جیسے کوئی نوکر اپنے آقا کے لیے بستر بچھاتا ہے۔

قولہ تعالٰی: وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

"ہم پر حق تھا کہ ہم ایمان والوں کی مدد کریں"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت اُم الدرداء بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرے گا تو اللہ پر اس کا حق ہوگا کہ اس سے نارِ دوزخ کو دُور کرے۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی: وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: مومن کے لیے یہی خدائی مدد کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

صاحبانِ علم و ایمان

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ

"علم و ایمان سے جنہیں بہرہ مند کیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ تم خدا کے نوشتہ کے مطابق قیامت تک ٹھہرے رہے ہو"۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جس میں آپؑ نے مقامِ امامت کو بیان کیا اور اس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے۔ پھر خدا نے اسے یوں عزت عطا کی کہ اسے ذُریت ابراہیم میں رکھا اور صاحبانِ طہارت کو اس کا وارث مقرر کیا، اور ارشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ (انبیاء:۷۲-۷۳)

"اور ہم نے اسے اسحاقؑ عطا کیا اور یعقوبؑ مزید عطا کیا اور ہم نے ہر ایک کو نیک بنایا۔ ہم نے انہیں ایسے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی۔ وہ ہمارے ہی عبادت گزار تھے"۔

پھر رہبری و امامت کا سلسلہ نسل در نسل ان کی اولاد میں جاری رہا اور یہ سلسلہ رسولِؐ خدا تک پہنچا تو اللہ نے فرمایا:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران:۶۸)

"ابراہیمؑ سے زیادہ نسبت رکھنے والے وہ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اللہ اہلِ ایمان کا سرپرست ہے"۔

رسولِؐ خدا میراثِ ابراہیمؑ کے وارث بنے پھر آپؐ نے خدا کے حکم سے یہ وراثت حضرت علیؑ کو منتقل فرمائی۔ اس نسل میں خدا نے جنہیں علم و ایمان عطا کیا انہیں اس امانت کا وارث بنایا، جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ

"علم و ایمان سے بہرہ مند کیے جانے والے کہیں گے کہ تم خدا کے نوشتہ کے مطابق روزِ قیامت تک ٹھہرے رہے ہو"۔

رسولِؐ خدا کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور امامت قیامت تک اولادِ علیؑ میں رہے گی۔

صبر کا حکم

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾

"آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے کہیں آپ کو ہلکا نہ پائیں"۔

مقصد آیت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کی اذیتوں پر صبر کریں۔ اللہ نے آپ سے وکان حقا علینا نصر المومنین کی آیت سے آپ سے جس مدد اور نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ مدد یقیناً آپ کو مل کر ہی رہے گی اور جو لوگ خدا کے وعدہ پر یقین نہیں رکھتے کہیں آپ کو ہلکا اور بے صبر نہ پائیں۔

سورۂ روم کی ابتداء اور انتہا میں گہری مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس سورہ کا آغاز اہلِ روم کی کامیابی کے وعدہ سے ہوا اور سورہ کا اختتام رسولِ خدا کی مدد و نصرت کے وعدہ پر ہوا۔ بالفاظ دیگر سورہ کا آغاز بھی وعدۂ الٰہی سے ہوا ہے اور سورہ کا اختتام بھی وعدۂ الٰہی پر ہوا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نماز میں تھے کہ ابن کوّا خارجی نے آپ پر اعتراض کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۶۵﴾ (الزمر:۶۵)

"آپ پر اور آپ سے پہلے انبیاءؑ پر یہ وحی کی جا چکی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے بن جائیں گے"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خاموش رہے۔ اس نے اس دوران میں تین بار یہ آیت دہرائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے یہ آیت پڑھی:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾

"آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے کہیں وہ آپ کو ہلکا نہ پائیں"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت زید شہید اہلِ کوفہ کے خطوط کا انبار لے کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان خطوط میں حضرت زید کو خروج کی دعوت دی گئی تھی اور اپنی مدد کا یقین دلایا گیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بھائی! یہ بتائیں کیا یہ آپ کے خطوط کے جواب میں خطوط لکھے گئے ہیں یا ان کی ابتدا خود اہلِ کوفہ کی طرف سے ہوئی ہے؟

حضرت زید نے کہا کہ یہ خطوط انہوں نے ازخود لکھے ہیں کیونکہ وہ ہمارے حق کی معرفت رکھتے ہیں اور رسولؐ خدا سے ہماری رشتہ داری کو جانتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری مودت اجرِ رسالتؐ ہے اور ہماری اطاعت فرض ہے اور وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت ہم کتنے تنگ ہیں اور حکومت ہم پر کتنا ظلم کر رہی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ سچ ہے لیکن ہم میں سے اطاعت ایک کی واجب ہے اور محبت کرنا سب سے ضروری ہے۔ خدا کے اپنے فیصلے ہیں اور اس نے اپنے فیصلوں کے لیے خاص وقت مقرر کر رکھا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ ۝۶۰

بعدازاں آپؑ نے فرمایا: بھائی جان! جلدبازی نہ کریں بندوں کی جلدبازی کو دیکھ کر خدا جلد بازی نہیں کرتا۔ آپ جلدی نہ کریں ورنہ آپ پر آزمائش آجائے گی۔

○○○

سُورَۃ لُقْمٰن

سورۃ لقمان مکیۃ آیاتھا ۳۴ ورکوعاتھا ۴

''سورۂ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی آیات چونتیس اور اس کے رکوع چار ہیں۔

سورۂ لقمان کے فضائل

ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رات کے وقت سورۂ لقمان پڑھ کر سوئے تو اللہ اسے ابلیس اور اس کے لشکر سے بچانے کے لیے فرشتے بھیج دے گا جو صبح ہونے تک اس کی حفاظت کرتے رہیں گے اور جو دن کے وقت سورۂ لقمان پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے فرشتے بھیج دے گا جو شام تک اسے ابلیس اور اس کے لشکر کے حملوں سے محفوظ رکھیں گے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ لقمان کی تلاوت کرے، وہ قیامت کے دن حضرت لقمان کا رفیق ہوگا اور دنیا میں جتنے افراد نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اسے ان کی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر دیا جائے گا۔

سورۂ لقمان کے مرکزی موضوعات

اس سورہ میں آیات کتاب کی اہمیت، اہلِ احسان کی علامات، گمراہی کا کاروبار کرنے والوں، آسمان، پہاڑوں اور بارش، حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت، ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا حکم، ظاہری اور باطنی نعمات، زمین و آسمان کو خدا نے پیدا کیا ہے، دن رات خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ کشتیاں خدا کے فضل کی وجہ سے چل رہی ہیں، آخرت کے دن کی سختی۔ وہ پانچ چیزیں جن کا علم خدا کے پاس ہے جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً
لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ
لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ
يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ
عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ
عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا
اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ ۚ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ ۚ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''الف لام میم، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکوکاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں جو کہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور انسانوں میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جو دل فریب کلام خرید کر لاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم بغیر بھٹکا دے اور خدا کے راستے کا مذاق اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔

اور جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ غرور و تکبر سے یوں منہ موڑ لیتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہ ہو اور گویا اس کے کان بہرے ہوں، آپ اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نعمتوں والے باغات ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اس نے بغیر ایسے ستونوں کے جو تمہیں دکھائی دیتے ہوں آسمانوں کو پیدا کیا اور اس نے زمین میں پہاڑ جما دیئے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے اور اس نے زمین میں ہر طرح کے جاندار پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اُگا دیں۔ یہ ہے اللہ کی تخلیق اب مجھے دکھاؤ کہ دوسروں نے کیا پیدا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر ادا کر اور جو کوئی شکر کرے تو وہ اپنے فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو یقیناً خدا بے نیاز اور لائقِ حمد ہے۔ اس وقت کو یاد کریں جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے بیٹا! خدا کے ساتھ

شرک نہ کرنا، بے شک شرک عظیم ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے حسنِ سلوک کی وصیت کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ پینے کی مدت ہے تا کہ میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکریہ بجا لاؤ اور میری طرف ہی تجھے پلٹنا ہے۔ اگر والدین تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک مان لے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو اس صورت میں والدین کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا اور اس شخص کے راستے کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تمہیں میری طرف پلٹ کر آنا ہے۔ پھر میں تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دوں گا۔

اے میرے بیٹے! کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو اور وہ کہیں چٹان یا آسمانوں یا زمین میں چھپی ہوئی ہو تو بھی خدا اسے نکال لائے گا۔ یقیناً خدا باریک بین اور صاحبِ خبر ہے۔

اے میرے فرزند! نماز باقاعدگی سے ادا کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یقیناً یہ بڑے پختہ امور میں سے ہے۔ اور لوگوں کے لیے اپنا چہرہ مت پھلاؤ اور زمین پر اکڑ اکڑ کر مت چلو۔ یقیناً اللہ کسی خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں اعتدال قائم رکھ اور اپنی آواز دھیمی رکھ تمام آوازوں سے زیادہ بُری گدھوں کی آواز ہے"۔

آیاتِ کتاب اور محسنین

الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾

''الف لام میم، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ یہ نیکوکاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں جو کہ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔

سورہ کا آغاز اس بات سے کیا گیا کہ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔ یہ کسی لہوولعب اور عام قصے کہانیوں کی کتاب کی آیات نہیں ہیں۔ اس میں باطل کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور حکمتِ کتاب کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیات نیکوکار افراد کے لیے ہدایت ورحمت ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ آیات باعث رحمت ہیں، باعثِ عذاب نہیں ہیں اور یہ آیات ہدایت ہیں گمراہی کنندہ نہیں ہیں۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں نضر بن حارث جو قصے کہانیوں کی کتابیں خرید کر لایا ہے وہ سراسر گمراہی پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ احسان کی تین خصوصی علامات یہ بیان کی ہیں کہ وہ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں اور وہ زکوٰۃ کے پابند ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ تین اوصاف ایسے ہیں جو تمام بھلائیوں کا منبع ہیں۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن المیزان)

جھوٹی داستانیں خریدنے والا

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۞

''اور انسانوں میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جو دل فریب کلام خرید کر لاتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم بغیر بھٹکا دے اور اس کا مذاق اڑائے، ان لوگوں کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حارث بن نضر رستم و اسفندیار کی ایرانی داستانیں لے آیا اور لوگوں سے کہا کہ محمد جو تم سے قصے بیان کرتے ہیں تم ان قصوں کی بجائے میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں عاد وثمود کی بجائے رستم و اسفندیار کی دلچسپ کہانیاں سناؤں گا۔

اس حرکت سے اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ لوگوں کو خرافاتی کہانیوں میں مبتلا کر کے قرآن اور اس کے معارف سے دُور رکھے اور قرآن کے مضامین کا مذاق اڑائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جیسے تمام افراد کے لیے رُسوا کن عذاب کی خبر دی ہے۔

"لھوالحدیث" سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جو انسان کو راہِ حق سے روکنے کا سبب ثابت ہوسکتی ہیں۔ "لھوالحدیث" میں غنا اور موسیقی بھی سرفہرست ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور الکافی کی پانچ روایات میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقول ہے کہ غِنا اور موسیقی کا تعلق "لھوالحدیث" سے ہے اور یہ ممنوع ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ محفلِ موسیقی کی طرف خدا نگاہِ رحمت سے نہیں دیکھتا اور موسیقی کا کاروبار کرنے والے وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ...... کی آیت کے ضمن میں شامل ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوامامہ راوی ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گانے بجانے والی کنیزوں کی تعلیم حلال نہیں ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے اور ان کے گانے بجانے سے حاصل ہونے والی رقم بھی حرام ہے اور اس کی تصدیق اللہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ......

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی حقائقِ قرآن کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ابوجہل نے ایک بار اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ میرے پاس آؤ میں تمہیں وہ زقوم کھلاؤں گا جس کے متعلق محمدؐ لوگوں کو ڈرا رہا ہے۔

ابوجہل کے ساتھی اس کے پاس گئے، اس نے مکھن اور کھجوروں سے ساتھیوں کی تواضع کی اور کہا کہ یہ وہی زقوم ہے جس سے محمدؐ لوگوں کو ڈرا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

آسمان غیر مرئی ستونوں پر قائم ہیں

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا "اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ایسے ستونوں کے جو تمہیں دکھائی دیتے ہوں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حسین بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُكِ ۝ (الذاریات:۷) کا کیا مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس آیت میں خدا یہ فرما رہا ہے کہ اس آسمان کی قسم جو کہ ستونوں کے ذریعہ سے زمین سے پیوست ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیا۔

میں (راوی) نے کہا: مولاؑ! یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تو قرآن میں فرما رہا ہے: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر کسی ایسے ستونوں کو جو نہیں دکھائی دیتے ہوں)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آیت میں "عمد" یعنی ستون کی نفی نہیں کی گئی بلکہ تَرَوْنَهَا کہہ کر ان کے دکھائی دیئے جانے کی نفی کی گئی ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں۔ اس کی تخلیق کے شواہد میں سے تہ در تہ آسمانوں کی تخلیق ہے جو کسی ستون کے بغیر کھڑے ہیں اور کسی سہارے کے بغیر قائم ہیں۔

نہج البلاغہ میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں: اس نے ساتوں آسمان پیدا کیے، نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح سے بنایا اور اُوپر والے آسمان کو محفوظ چھت کی طرح سے اس طرح قائم کیا کہ اس میں کسی ستون کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

کتاب اہلیلجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: نگاہ نے مختلف مخلوق کی طرف دیکھا جن میں سے بعض بعض سے متصل ہیں اور دل نے یہ رہنمائی کی کہ ان کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ جب آنکھ نے آسمان کی عظمت کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ کسی ستون کے بغیر ہوا میں بلند ہے اور وہ اپنے مقام سے پیچھے نہیں ہوتا کہ نگاہوں سے ہٹ جائے اور نہ قریب ہوتا ہے کہ اور زیادہ واضح طریقہ سے دیکھا جاسکے۔ جب دل نے آنکھوں کے مشاہدہ پر غور کیا تو دل اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کا کوئی نہ کوئی خالق ہے۔

لقمان حکیم

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ...... "اور ہم نے لقمانؑ کو حکمت دی تھی"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حکمت سے فہم و عقل مراد ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں علی بن نضر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ...... کا مفہوم دریافت کیا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا کہ لقمان کو اس کے زمانہ کے امام کی معرفت عطا ہوئی تھی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت لقمانؑ کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور مفسرین کی اکثریت کا قول ہے کہ وہ صاحبِ حکمت انسان تھے لیکن نبی نہ تھے۔ جب کہ عکرمہ، سدی اور شعبی کا قول ہے کہ وہ

نبی تھے۔

نافع نے ابن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا: لوگو! میں تم سے سچ کہتا ہوں۔لقمان نبی نہ تھے۔ وہ عمدہ یقین رکھنے والے اور زیادہ غور وفکر کرنے والے بندے تھے۔ انہوں نے اللہ سے محبت کی تھی، اللہ نے ان سے محبت کی تھی اور اللہ نے ان پر حکمت کا فیضان کیا تھا۔ایک مرتبہ وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے کہ انہیں یہ ندا آئی:

لقمان! کیا تم زمین پر خلیفۃ اللہ بننا پسند کرو گے کہ لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلے کرو؟

لقمان نے جواب دیا: اگر میرا رب مجھ سے میری ذاتی پسند اور ناپسند پوچھنا چاہتا ہے تو میں عافیت کو پسند کروں گا اور آزمائش میں مبتلا ہونا پسند نہیں کروں گا، اور اگر میرے پسند اور ناپسند کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے اور میرے رب نے یہ فیصلہ کرلیا ہے تو اس کا فرمان سرآنکھوں پر۔ میں یہ جانتا ہوں کہ اگر میرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے تو وہ میری ضرور مدد کرے گا اور غلطیوں سے محفوظ رکھے گا۔

ملائکہ نے کہا کہ آخر تم اس عہدہ کو پسند کیوں نہیں کرتے؟

لقمان نے جواب دیا کہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل امر ہے جہاں ہر طرف سے تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ اگر انسان صحیح فیصلے کرے تو بصد مشکل نجات پائے گا اور اگر فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو انسان راہِ جنت سے بھٹک جاتا ہے۔ اور دنیاوی ذلت اُخروی ذلت سے کہیں کم ہے اور اُخروی عزت دنیاوی عزت سے کہیں زیادہ ہے۔ اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گا تو اس کے ہاتھ سے دنیا بھی نکل جائے گی اور اسے آخرت بھی نصیب نہ ہوگی۔

فرشتوں نے ان کی عاقلانہ گفتگو سے تعجب کیا۔ اس کے بعد جب وہ سوئے تو انہیں نیند کی حالت میں حکمت عطا کر دی گئی۔ نیند سے اُٹھے تو حکمت کی باتیں کرنے لگے اور وہ اپنے حکیمانہ مشوروں سے داؤد کو نوازا کرتے تھے۔ داؤد نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں مبارک ہو تمہیں حکمت ملی ہے اور تم سے آزمائش کو دُور رکھا گیا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حماد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لقمان اور ان کی حکمت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! لقمان کو کسی حسب، دولت، مال، اہل، جسمانی قوت اور جمال کی وجہ سے حکمت نہ ملی تھی۔ بات یہ ہے کہ لقمان امر الٰہی میں بڑے قوت والے تھے۔ خدا کا خوف رکھتے تھے اور زیادہ تر خاموش رہتے تھے اور گہری سوچ بچار کرنے والے تھے، نگاہ عبرت میں رکھتے تھے۔ وہ دن کے وقت کبھی نہیں سوئے تھے اور وہ اتنے صاحب

حیا تھے کہ کسی نے انہیں پیشاب، پاخانہ یا غسل کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ گناہ کے خوف سے کبھی کھلکھلا کر نہیں ہنسے تھے اور کبھی کسی پر غضب ناک نہ ہوئے تھے اور انہوں نے کسی شخص سے کبھی مذاق نہیں کیا تھا۔ دنیا حاصل ہونے پر وہ کبھی خوش نہیں ہوتے تھے اور دنیا کے چلے جانے پر کبھی غمگین نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے کئی عورتوں سے نکاح کیا تھا اور کثیر الاولاد تھے۔ ان کے بہت سے بچے بچپن میں وفات پا گئے تھے لیکن وہ کسی بھی بچہ کی موت پر نہیں روئے تھے۔

اور جب کبھی دو جھگڑتے ہوئے اشخاص کے پاس سے ان کا گزر ہوتا تو وہ ان میں صلح کرا دیتے تھے اور ان کے پاس سے اس وقت روانہ ہوتے جب وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست بن چکے ہوتے تھے اور جب بھی وہ کسی سے اچھی بات سنتے تو اسے حفظ کر لیتے تھے اور اس سے اس کی بات کا مطلب ومفہوم دریافت کرتے تھے اور اس سے یہ پوچھتے تھے کہ تم نے دانائی کی یہ بات کہاں سے حاصل کی ہے۔

وہ فقہاء وحکماء کی محافل میں بیٹھتے تھے اور قاضیوں اور سلاطین کی محافل میں بھی جاتے تھے۔ قاضیوں کی آزمائش پر انہیں بڑا ترس آتا تھا۔ اور جب وہ سلاطین کو دیکھتے کہ دنیا پا کر مغرور ہو چکے ہیں تو انہیں ان کے ذہنی افلاس پر افسوس ہوتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ عبرتوں کے طلب گار رہتے تھے اور آپ ایسی چیزوں کے جویا رہتے تھے جس سے اپنے نفس پر غلبہ پا سکیں اور خواہشات سے جہاد کر سکیں اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ وہ اپنے دل کا علاج فکر سے کرتے تھے اور اپنے نفس کی دوا عبرتوں سے کیا کرتے تھے۔ وہ کسی مقصد کے بغیر کہیں نہ جاتے تھے اسی لیے خدا نے انہیں حکمت و دانائی اور عصمت عطا کی تھی۔

حضرت لقمان کی چند نصیحتیں

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو بڑی سودمند نصیحتیں کی تھیں۔ آپ نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اے فرزند! تو جب سے دنیا میں آیا ہے تو دنیا کی طرف پشت کر چکا ہے اور آخرت کی طرف منہ کیے ہوئے ہے، لہٰذا جس گھر کی طرف تیرا منہ ہے اس کی آبادی کی کوشش کر اور جس گھر کی طرف تو پشت کر چکا ہے اس کی طرف اپنی توجہ کو زیادہ مبذول نہ کر۔

اے فرزند! علماء کی مجالس میں شرکت کرو اور ان کے بالکل قریب جا کر بیٹھو ان سے خواہ مخواہ کا مجادلہ نہ کرنا ورنہ وہ تجھے علم سے روک دیں گے۔ اپنی ضرورت کے مطابق دنیا حاصل کرو اور طلبِ دنیا سے مت رُکو ورنہ لوگوں پر بوجھ بن جاؤ

گے۔ لیکن دنیا میں اس طرح سے داخل نہ ہونا کہ تمہاری آخرت برباد ہوجائے اور روزے رکھو اس سے تمہاری شہوت میں کمی واقع ہوگی۔ لیکن بہت زیادہ روزے بھی نہ رکھو کہ نماز کے لائق ہی نہ رہو۔ کیونکہ خدا کو نماز، روزہ سے زیادہ عزیز ہے۔

اے فرزند! دنیا ایک گہرا سمندر ہے اس میں کئی جہان ڈوب چکے ہیں اگر اس سمندر کو عبور کرنا ہے تو ایمان کو کشتی بناؤ اور توکل کو اس کا چپو بناؤ اور تقویٰ کو اپنا زادِ راہ بناؤ۔ پھر اگر تم نجات پالو تو سمجھو کہ اللہ کی رحمت ہوئی ہے اور اگر اس گہرے سمندر میں ڈوب جاؤ تو سمجھو کہ تم اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈوبے ہو۔

اے فرزند! اگر تم نے بچپن میں ادب حاصل کرلیا تو بڑھاپے میں اس کا فائدہ حاصل کرو گے جسے ادب کی ضرورت ہو وہ اس کے لیے کوشش کرتا ہے اور جو کوشش کرتا ہے وہ علم حاصل کرتا ہے اور جسے علم کی ضرورت ہو اسے اس کی تلاش کرنا پڑتی ہے اور جس کی طلب میں شدت ہو تو وہ اپنی منفعت کو حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا طالب علم کو اپنی عادت بنالو اپنے بزرگوں کے صحیح جانشین بن جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تم سے مستفید ہوں گی اور رغبت کرنے والے تجھ سے امید رکھیں گے اور تیری ہیبت سے لوگ خوف زدہ ہوں گے۔

خبردار! علم کو چھوڑ کر کسی اور طرف متوجہ نہ ہونا اگر تمہارے ہاتھ سے دنیا چلی جائے تو فکر نہ کرو لیکن آخرت کو کسی قیمت پر اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو اور یاد رکھو جب تم علم کی جستجو چھوڑ دو گے تو تم سے تمہاری آخرت چلی جائے گی، لہٰذا دن رات طلبِ علم میں مصروف رہو۔ سب سے بدترین ضیاع علم کا ضیاع ہے۔ کسی جھگڑالو سے مت جھگڑنا اور کسی فقیہہ سے بحث نہ کرنا اور حاکم سے دشمنی نہ رکھنا، کسی ظالم کی حمایت نہ کرنا اور کسی ظالم کو دوست نہ بنانا اور کسی فاسق سے تعلقات قائم نہ کرنا، کسی بدنام کو دوست نہ بنانا اور اپنی دولت کی طرح سے اپنے علم کی سخاوت کرتے رہنا۔

فرزند! خوفِ خدا اتنا کرو کہ اگر تم جنّ وانس کی عبادت لے کر بھی جاؤ تو تمہیں یہ ڈر رہے کہ وہ تمہیں عذاب دے گا اور خدا سے امید اتنا رکھو کہ اگر جنّ وانس کے گناہ بھی لے کر جاؤ تو تمہیں بخشش کی امید ہو۔

بیٹے نے کہا: ابا جان! میں یہ کیسے کرسکتا ہوں میرے پاس تو ایک ہی دل ہے؟!

لقمان نے فرمایا: فرزند! اگر مومن کے دل کو چیر کر دیکھا جائے تو اس میں دو نور دکھائی دیں گے: ایک نور خوف کا ہوگا اور دوسرا نور امید کا ہوگا اور اگر ان دونوں کا وزن کیا جائے تو ان کا وزن یکساں ہوگا۔ جو خدا پر ایمان رکھتا ہو تو وہ خدا کے فرمان کی تصدیق کرے گا اور جو خدا کے فرمان کی تصدیق کرے گا تو وہ اس پر عمل کرے گا اور جو خدا کے فرمان پر عمل نہ کرے تو اس نے دراصل خدا کے فرمان کی تصدیق ہی نہیں کی۔ یہ عادات ایک دوسرے کی گواہی دیتی ہیں۔ جس کا ایمان صادق

ہوگا تو وہ اللہ کے لیے خالص عمل کرے گا اور جو خدا کا اطاعت گزار ہوگا وہ اس کا خوف رکھتا ہوگا اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہو تو خدا اس سے محبت کرے گا اور جو خدا سے محبت کرے گا وہ اس کی فرمانبرداری کرے گا اور جو اس کی فرمانبرداری کرے وہ جنت اور خدا کی رضا کا حق دار بن جائے گا۔ اور جو اللہ کی رضا کی پیروی نہ کرے تو اس کی نظر میں خدا کی ناراضگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ہم خدا کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں۔

اے فرزند! دنیا کی طرف مائل نہ ہونا اور اپنے دل کو اس میں نہ لگانا اور دنیا سے بڑھ کر خدا کی نظر میں کوئی چیز حقیر نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا کی نعمات اطاعت گزاروں کی جزا نہیں ہیں اور دنیا کی آزمائش نافرمانوں کے لیے عذاب نہیں ہے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ کے رسالہ حقوق میں امام زین العابدین علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں کہ تجھ پر خدا کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ تو اس کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا۔ جب تو اِخلاص سے ایسا کرے گا تو خدا دنیا و آخرت کے معاملات میں تیری مدد کرے گا۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: والدین کی نافرمانی، خدا کی رحمت سے مایوسی اور خدا کی گرفت سے مطمئن ہونا گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے، اور شرک بدترین گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں: ① ایسا ظلم جسے خدا معاف نہیں کرے گا ② ایسا ظلم جسے خدا معاف کر دے گا ③ ایسا ظلم جسے خدا نہیں چھوڑے گا۔

شرک ایسا ظلم ہے جسے خدا معاف نہیں کرے گا اور انسان کا اپنے نفس پر ظلم ایسا ظلم ہے جسے خدا معاف کر دے گا اور انسان کا انسان پر ظلم ایسا ظلم ہے جب تک بندہ معاف نہ کرے اس وقت تک خدا اسے معاف نہیں کرے گا۔

والدین کی اطاعت

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ "اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے حسنِ سلوک کی وصیت کی ہے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ کے رسالہ حقوق میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

تجھ پر تیری ماں کا حق ہے۔ تیری ماں نے تجھے وہاں اُٹھایا جہاں کوئی کسی کو نہیں اٹھاتا اور اس نے تجھ سے وہ سلوک کیا

جو کوئی کسی سے نہیں کرتا اور اس نے اپنے تمام اعضاء و جوارح سے تیری خدمت کی تھی۔ وہ خود بھوکی رہ کر تجھے کھلاتی رہی اور خود پیاسی رہ کر تجھے پلاتی رہی۔ خود کم لباس رہ کر تجھے لباس فراہم کرتی رہی وہ خود دھوپ میں بیٹھ کر تجھے چھاؤں میں بٹھاتی رہی۔ وہ خود جاگ کر تجھے سلاتی رہی اور اس نے سردی گرمی سے تجھے بچائے رکھا تھا۔ جب تک خدا کی مدد تمہارے شاملِ حال نہ ہو تم اس وقت تک اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے اور تیرے والد کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیرے وجود کی بنیاد تیرا باپ ہی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو بھی نہ ہوتا۔ تمہیں اپنے اندر جو بھی اچھائی دکھائی دے تو جان لو کہ اس نعمت کی بنیاد تمہارا والد ہی ہے، لہٰذا تم خدا کی حمد کرو اور والدین کا شکریہ ادا کرو۔

اُصولِ کافی میں معمر بن خلاد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! اگر میرے والدین حق سے ناواقف ہوں تو کیا میں ان کے حق میں دعا کروں؟

آپؑ نے فرمایا جی ہاں ان کے لیے دعا کرو اور ان کی طرف سے صدقہ دو۔ اور اگر وہ حق سے ناواقف ہوں اور زندہ ہوں تو ان کی خاطر مدارات کرتے رہو کیونکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے رحمت دے کر مبعوث کیا ہے نافرمانی دے کر نہیں بھیجا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے اور میں کس سے بھلائی کروں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں۔

اس نے پھر کہا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں۔

اس نے سہ بارہ کہا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو کیا چیز مانع ہے کہ اپنے والدین سے ان کی زندگی اور ان کی موت کے بعد بھلائی کرے اور ان کی طرف سے نماز پڑھے اور ان کی طرف سے صدقہ دے اور ان کی طرف سے حج کرے اور ان کی طرف سے روزے رکھے۔ بیٹا اپنے والدین کے لیے جتنے بھی نیک عمل کرے گا تو اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اور خود اسے بھی اتنا ہی ثواب حاصل ہوگا اور خداوند عالم اسے بہت زیادہ بھلائی عطا کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اگرچہ تجھے آگ میں کیوں نہ جلایا جائے اور تجھے عذاب دیا۔ البتہ جب تمہارا دل ایمان پر مطمئن ہوتو یہ حالت مستثنیٰ ہے۔ خبردار! اپنے والدین کا خیال رکھو، انھیں کھانا کھلاؤ، وہ زندہ ہوں یا مُردہ ہوں دونوں حالت میں ان سے بھلائی کرو اور اگر وہ تجھے تیرے اہل و مال سے نکل جانے کا حکم دیں تو ان کے حکم پر عمل کرو۔ ان چیزوں کا تعلق ایمان سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے والدین سے بھلائی کرنے کے متعلق سوال کیا تو نبی اکرمؐ نے جواب میں فرمایا: اپنی ماں سے بھلائی کر، اپنی ماں سے بھلائی کر، اپنی ماں سے بھلائی کر۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اپنے باپ سے بھلائی کر، اپنے باپ سے بھلائی کر، اپنے باپ سے بھلائی کر۔ رسولِؐ خدا نے پہلے ماں کا ذکر کیا پھر باپ کا ذکر کیا۔

شکرِ خدا

اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ "میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کر"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: نعمت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس کا شکر یہ ہے کہ انسان اللہ کی حمد کرے۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا شکر کی کوئی حد بھی ہے جس پر پہنچ کر انسان شاکر کہلاتا ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ اہل و مال میں جو نعمت کرتا جائے اس پر انسان خدا کی حمد کرے اور اگر مال میں کوئی حق واجب ہو تو اسے ادا کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا جس پر نعمت کرے اور وہ دل سے اس کی قدردانی کرے تو اس نے نعمت کا شکر ادا کر دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرا ایسا

شکر کرو کہ حقِ شکر ادا ہو جائے۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار! میں تیرے شکر کا حق ادا کروں تو کیسے کروں کیونکہ جب میں شکر کروں گا تو وہ بھی تو تیری بخشی ہوئی نعمت کی وجہ سے کروں گا، لہٰذا مجھ سے حقِ شکر ادا ہونا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ جب تم نے اپنی عاجزی کو محسوس کر لیا تو یوں سمجھو کہ تم نے میرے شکر کا حق ادا کر دیا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اور والدین کے شکر کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے والدین کا شکریہ ادا نہیں کرتا تو اس نے خدا کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مُنعم انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا تو وہ مُنعمِ حقیقی خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

اُصولِ کافی کی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ والدین دو طرح کے ہیں: ایک جسمانی والدین ہیں اور دوسرے روحانی والدین ہیں اور حضرت رسول مقبول اور حضرت علی علیہما السلام اہلِ ایمان کے روحانی والدین ہیں۔ جس طرح سے جسمانی والدین کا احترام ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ روحانی والدین کا احترام ضروری ہے۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی معرفت کا تقاضا ہے کہ والدین سے حسنِ سلوک کیا جائے اور والدین کا احترام خدا کی رضا کا تیز ترین وسیلہ ہے۔ جب والدین دین وسنت کے پابند ہوں تو ان کا حق اللہ کے حق کا ہی ایک حصہ ہے۔ البتہ والدین ایسے ہوں جو اپنی اولاد کو اطاعتِ خدا سے روکنے والے نہ ہوں اور معصیت کا حکم دینے والے نہ ہوں اور یقین سے شک کی طرف لوٹانے والے اور زُہد سے دنیا طلبی کا حکم دینے والے نہ ہوں اور دین کی مخالفت کی دعوت دینے والے نہ ہوں۔ اگر والدین ایسے ہوں تو ان کی معصیت اطاعت ہے اور ان کی اطاعت معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا (اگر والدین تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک مان لے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو اس صورت میں والدین کی اطاعت نہ کرنا) اور جہاں تک معاشرت کا تعلق ہے تو ان کی خاطر مدارات کرتے رہو اور ان کی اذیتوں کو برداشت کرو جیسا کہ انہوں نے بچپنے میں تجھے برداشت کیا تھا اور مال اور لباس کے لیے ان پر تنگی نہ کرو اور اپنا چہرہ ان سے نہ موڑو اور ان کی آواز پر اپنی آنکھ کو بلند نہ کرو۔ ان کی تعظیم خدا کا حصہ ہے ان کے ساتھ اچھی گفتگو کرو اور ان سے ملاطفت سے پیش آؤ۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا گزر عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس سے ہوا تو عبداللہ نے آپ کو دیکھ کر ابوسعید خدریؓ سے کہا جو شخص یہ دیکھنا چاہے کہ اہلِ آسمان کو اہلِ زمین سے کون شخص محبوب ترین ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس گزرنے والے شخص (امام حسینؑ) کو دیکھے لیکن جنگِ صفین کے بعد سے لے کر آج تک میں نے ان سے کلام نہیں کیا۔

ابوسعید خدریؓ اسے لے کر جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب تو جانتا ہے کہ میں اہلِ آسمان کو بہت پیارا ہوں تو اس کے باوجود تو نے صفین میں مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی تھی؟ جب کہ میرے والد مجھ سے افضل تھے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ میں معذرت چاہتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرتے رہنا۔ میرا باپ چونکہ آپ کے مقابلہ پر آیا تھا اسی لیے میں نے بھی باپ کی اطاعت کی تھی اور (میں بھی) آپؑ کے مقابلہ پر آیا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا (اگر تیرے والدین تجھ پر زور دیں کہ تو کسی ایسے کو میرا شریک مان لے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا) علاوہ ازیں رسول اکرمؐ نے فرمایا: انما طاعة بالمعروف (اطاعت کا تعلق اچھے کاموں سے ہے) رسول اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے)

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اسلام کے بنیادی مسائل پر مامون کے لیے ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے تھے: والدین سے بھلائی کرنا واجب ہے اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں اور معصیت کے لیے ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت ناجائز ہے۔

سلیم بن قیس الہلالی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات سنے تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی نافرمانی کے لیے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے اور مخلوق کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ خدا کی نافرمانی کے لیے ڈھال بنے۔ معصیت کے لیے اطاعت نہیں ہے اور جو خدا کی نافرمانی کرے اس کے لیے کوئی اطاعت نہیں ہے۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین کے احکام کی اطاعت

کرو لیکن خدا کی نافرمانی کے لیے ان کی اطاعت نہ کرو۔

قولہ تعالیٰ: وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (اس شخص کے راستے کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے)

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کی پیروی کرتے رہو۔

رائی رائی کا حساب ہوگا

اُصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہوں کو کبھی حقیر نہ سمجھو خدا کے حضور ان کا حساب دینا پڑے گا اور یہ بات کتنی عجیب ہے کہ لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم گناہ کر کے استغفار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ...... (یٰسٓ:۱۲) ''جو کچھ انہوں نے آگے روانہ کیا ہے ہم اسے لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار کو بھی لکھ رہے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں فرمایا: يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ (لقمان:۱۶) ''فرزند! کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی کیوں نہ ہو اور وہ کہیں چٹان، آسمانوں یا زمین میں چھپی ہوئی ہو تو بھی خدا اسے نکال لائے گا۔ یقیناً خدا باریک بین اور صاحبِ خبر ہے''۔

یہ روایت مجمع البیان میں بھی مرقوم ہے۔

نماز اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

''اے میرے فرزند! نماز باقاعدگی سے ادا کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو بھی تجھ پر مصیبت آئے اس پر صبر کر یقیناً یہ بہت پختہ امور میں سے ہے''۔

الکافی میں معاویہ بن وہب سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو خدا کو بہت محبوب ہے اور جو بندوں کے لیے ذریعۂ تقرب ہے؟ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: معرفت کے

بعد نماز سے بڑھ کر اور کوئی عمل نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ عبدِ صالح عیسیٰ بن مریم نے گھوارے میں یہ کہا تھا: واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا "خدا نے مجھے نماز اور زکوۃ کی وصیت کی ہے جب تک میں زندہ رہوں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ کو تمام اعمال میں سے نماز زیادہ پیاری ہے اور یہ انبیاءؑ کی آخری وصیتوں میں سے ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز ہر متقی کے لیے قربت کا ذریعہ ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہؒ سے فرمایا: فرزند! دانش مندوں کی نصیحتوں کو قبول کرو اور ان کے احکام پر خوب غور کرو اور جس چیز کا لوگوں کو حکم دو اس پر خود سب سے پہلے عمل کرو، اور جس چیز سے لوگوں کو روکو تو سب سے پہلے اس سے خود باز آجاؤ اور بھلائی کا حکم دو۔ اس سے تم نیکوکاروں میں شامل ہوجاؤ گے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے معاملات کی تکمیل ہوتی ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگو! نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو ورنہ خبیث لوگ تمہارے حاکم بن جائیں گے اور تمہارے نیک افراد خدا سے دعائیں مانگیں گے لیکن خدا ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وہ لوگ بہت بُرے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

کتاب الخصال میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم بھلائی کا حکم دو، برائی سے منع کرو اور تکالیف پر صبر کرو۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حفص بن غیاث نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: حفص! جو صبر کرے تو اسے بھی تھوڑے عرصہ کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے اور جو جزع فزع کرے تو وہ بھی تھوڑے عرصہ تک ہی جزع فزع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صبر اور نرمی کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ (المزمل: ۱۰-۱۱)

"اور جو باتیں وہ کر رہے ہیں ان پر صبر کرو اور آبرومندانہ طریقہ سے ان سے الگ ہوجاؤ۔ اور ان

جھٹلانے والے خوشحال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انھیں کچھ وقت کے لیے مہلت دے دو"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے یہ بھی فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ (حم السجدہ: ۳۴-۳۵)

"اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہے تم بدی کو اس طریقہ سے دُور کرو جو بہتر ہو اس طرح سے تم دیکھو گے کہ تمہارے اور جس کے درمیان عداوت تھی وہ تمہارا جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ چیز صرف صبر کرنے والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے اور یہ چیز بڑے نصیب والوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملتی"۔

چنانچہ رسولؐ خدا نے لوگوں کی اذیتوں پر کمالِ صبر کا مظاہرہ کیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ اذیت دینے والوں کا نام مٹ گیا اور آنحضرتؐ کا نام قیامت تک باقی رہے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جنت ناپسندیدہ چیزوں اور صبر سے ڈھکی ہوئی ہے۔ جس نے دنیا میں رہ کر ناپسندیدہ امور پر صبر کیا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ جب کہ دوزخ لذات اور شہوات سے گھری ہوئی ہے اور جس نے لذتوں کی پیروی کی تو وہ دوزخ میں داخل ہوگیا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں: مصیبت کے وقت صبر کرنا انتہائی اچھا ہے اور حرام سے صبر کرنا اس سے بھی کہیں اچھا ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں حکومت قتل و جبر کے بغیر حاصل نہ ہو سکے گی اور دولت غصہ اور بخل کے بغیر ہاتھ نہ آئے گی اور محبت دین سے لاتعلقی اور خواہشات کی پیروی کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ جو اس زمانہ کو پائے اور وہ دولت حاصل کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اِفلاس پر صبر کرے اور لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی صلاحیت کے باوجود نفرت پر صبر کرے اور عزت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوئے ذلت پر صبر کرے تو خدا اسے ایسے پچاس صدیقوں کا اجر دے گا جنھوں نے میری تصدیق کی ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو مومن کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار شہید کا ثواب عطا کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اللہ نے کسی قوم پر نعمت نازل کی لیکن انہوں نے شکر ادا نہ کیا تو وہ نعمت ان کے لیے وبال بن گئی اور اگر کسی قوم کو مصائب میں مبتلا کیا اور انہوں نے اس پر صبر کیا تو وہ مصیبت ان کے لیے نعمت بن گئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو بدن میں سر کو حاصل ہے۔ جب سر جدا ہو جائے تو جسم ختم ہو جاتا ہے اور جب صبر چلا جائے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ ''جو مصیبت آپ کو پہنچے آپ اس پر صبر کریں''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے آپ کو جو تکلیف پہنچے آپ اس پر صبر کریں۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ ''یقیناً یہ پختہ کاموں میں سے ہے''۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ ''عزم الامور'' سے وہ چیزیں مراد ہیں جنہیں خدا نے ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں:

ان اللہ یحب ان یؤخذ برخصہ کما یحب ان یؤخذ بعزائمہ ''اللہ چاہتا ہے کہ اس کی رخصتوں سے استفادہ کیا جائے اور اسی طرح سے چاہتا ہے کہ اس کے مقرر کردہ فرائض پر عمل کیا جائے''۔

قولہ تعالیٰ: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ''اور لوگوں کے لیے اپنے چہرے کو مت پھلاؤ''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مقصد یہ ہے کہ جب کوئی شخص تجھ سے کلام کر رہا ہو تو اسے حقیر سمجھتے ہوئے اپنا چہرہ دوسری طرف نہ پھیرو۔ یا پھر مقصد یہ ہے کہ متکبرین کی طرح سے ہر طرف اپنا منہ پھلائے نہ رہو۔ چنانچہ ابن عباسؓ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ لوگوں سے کچھ حاصل کرنے کی غرض سے ان کی خوشامد نہ کرو اور وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا کا مفہوم یہ ہے کہ نازاں ہو کر اور اکڑ اکڑ کر زمین پر مت چلو۔ کیونکہ اللہ کسی خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اکڑ اکڑ کر چلنے والے

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ''اور زمین پر اکڑ اکڑ کر مت چلو''۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی تمیم کے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: خبردار! تہبند گھسیٹ کر مت چلو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور خدا کو تکبر پسند نہیں ہے۔

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تکبر سے اکڑ اکڑ کر زمین پر چلتا ہے تو زمین اور زمین پر رہنے والے اور زمین کے نیچے رہنے والے سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہلاکت ہے اس کے لیے جو زمین پر اکڑ کر چلتا ہے وہ آسمانوں اور زمین کے مالک کے سامنے تکبر کرتا ہے۔

امالی شیخ صدوق میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکڑ اکڑ کر چلنے سے منع کیا ہے اور آپؐ نے فرمایا: جو کپڑا پہن کر اکڑ اکڑ کر چلے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے کنارے اسی طرح سے دھنسا دے گا جیسا کہ اس نے قارون کو دھنسا دیا تھا کیونکہ متکبرانہ چال کی ابتدا قارون ہی سے ہوئی تھی۔ نتیجے میں خدا نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔ اکڑ اکڑ کر چلنے والا خدا کی کبریائی میں اس سے جھگڑا کرتا ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ پاؤں کے لیے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں خدا کی نافرمانی کے لیے استعمال میں نہ لایا جائے اور پاؤں ادھر اُٹھیں جدھر خدا کی رضا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا ﴿۳۷﴾
(بنی اسرائیل:۳۷)

''اور تم زمین میں اکڑ اکڑ کر مت چلو، تم نہ تو زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿۱۹﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال قائم رکھ اور اپنی آواز دھیمی رکھ تمام آوازوں سے زیادہ بُری گدھوں کی آواز ہے''۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تیز تیز چلنے سے مومن کا وقار تباہ ہوتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ کا مقصد ہے کہ جلدی جلدی نہ چل۔ اور وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ کا مقصد ہے آواز زیادہ بلند نہ کر۔ کیونکہ گدھوں کی آواز تمام آوازوں سے بُری ہوتی ہے۔

اُصولِ کافی اور مجمع البیان میں ہے کہ گدھے کے ہینگنے کی آواز دنیا کی قبیح ترین آواز ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ بھی چیخ چیخ کر اور گلا پھاڑ کر باتیں نہ کرے ہاں اگر وہ تقریر کر رہا ہو یا قرآن پڑھ رہا ہو تو پھر اور بات ہے۔

وضاحت: یہاں مؤلف اعلی اللہ مقامہ نے رسول اکرمؐ کے جوامع الکلم اور امیر المومنینؑ کے کچھ حکیمانہ فرامین کو بھی نقل کیا ہے۔ چونکہ ان کا اصل تفسیر سے کوئی واسطہ نہیں ہے اسی لیے ہم اس سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ من المترجم عفی عنہ

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ
كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ
غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا
فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا
خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى
وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع اَلَمْ
تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ
وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۟ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ
الْغَرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴

"کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پھیلا دی ہیں۔ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کے متعلق کسی علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو۔ اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے خواہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف بلا رہا ہو۔ جو شخص اپنا چہرہ خدا کے حضور جھکا دے اور وہ نیک عمل کرنے والا ہو تو اس نے مضبوط رسی کو تھاما ہے اور معاملات کا آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو کوئی انکارِ کفر کرے تو اس کے کفر سے آپؐ غم میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کی بازگشت ہماری طرف ہے۔ انھوں نے جو کچھ کیا ہوگا ہم انھیں اس کی خبر دیں گے۔ بے شک اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے آگاہ ہے۔

ہم انھیں تھوڑے عرصے کے لیے مزہ کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ پھر انھیں لاچار کر کے سخت عذاب کی طرف کھینچ لیں گے۔ اگر آپؐ ان سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت کچھ نہیں جانتی۔

آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خدا کی ملکیت ہے، بے شک اللہ بے نیاز اور لائق حمد ہے۔ اور اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کو سات سمندر سیاہی فراہم کریں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

تم سب کا پیدا کرنا اور تمہارا قبروں سے اٹھانا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جاندار کا پیدا کرنا اور اٹھانا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے۔ سب ایک مقررہ وقت تک چل رہے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسے چھوڑ کر جسے یہ پکار رہے ہیں وہ باطل ہے۔ بے شک اللہ بزرگ و برتر ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی سمندر میں اللہ کی نعمت کی وجہ سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

جب ان پر موج سائبانوں کی طرح سے چھا جاتی ہے تو یہ لوگ اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ انہیں خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کوئی میانہ رو ہوتا ہے اور کسی غدار اور ناشکرے کے علاوہ ہماری نشانیوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔

اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے دنیاوی زندگی کے دھوکے میں نہ آنا اور نہ کوئی دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے۔

یقیناً اللہ کے پاس ہی قیامت کی گھڑی کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے

کہ ماؤں کے شکم میں کیا ہے کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے"۔

آسمان وزمین کی تسخیر اور ظاہری و باطنی نعمات کا پھیلاؤ

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰

"کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پھیلا دی ہیں۔ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کے متعلق کسی علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آسمان و زمین کی تسخیر ہی اہلِ عقل کے لیے بہت بڑی دلیل ہے۔ پھر انبیاءؑ کی بعثت اور بندوں پر خدا کی نعمات کا نزول بھی توحید کی مضبوط دلیل ہے۔

کمال الدین وتمام النعمۃ مؤلف شیخ صدوق میں ابوزیاد اسدی سے منقول ہے کہ میں نے اپنے آقا و مولا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ ظاہری و باطنی نعمات کون سی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ امامِ ظاہر ظاہری نعمت ہے اور امامِ غائب باطنی نعمت ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً کی تفسیر دریافت کرتے ہوئے کہا کہ ظاہری نعمات کون سی ہیں اور باطنی نعمات کون سی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ظاہری نعمت رسول اکرمؐ ہیں اور انہوں نے جو توحید کا پیغام پیش کیا ہے وہ ظاہری نعمت ہے۔ باطنی نعمت ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت و مودت ہے۔ کچھ افراد نے ظاہری اور باطنی دونوں نعمات کی قدردانی کی اور دونوں پر ایمان لائے۔ کچھ افراد نے صرف ظاہری نعمات پر تو ایمان لائے لیکن انہوں نے باطنی نعمات کی قدرشناسی نہیں کی۔ رسولِ خدا نے جب یہ دیکھا کہ لوگ باطنی نعمت کی ناقدری کر رہے ہیں تو آپؐ غمگین ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی

کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ (المائدہ:۴۱)

"اے پیغمبرؐ! تمہارے لیے باعثِ رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ پر چلنے کی جلدی کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے"۔

آیت مجیدہ کے نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم خوش ہوئے اور آپ کو یقین ہوگیا کہ مودت فی القربیٰ اور ہماری ولایت کے عقیدہ کے بغیر خدا کسی کے عمل کو قبول نہیں کرے گا۔

مجمع البیان میں ضحاک سے منقول ہے۔ اس نے ابن عباس سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولِ خداؐ سے پوچھا کہ ظاہری اور باطنی نعمات کون سی ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ظاہری نعمات میں سرفہرست اسلام ہے اور تمہارے وجود کا بے عیب بنانا ہے اور خدا نے جو تجھے رزق دیا ہے وہ بھی ظاہری نعمات میں شامل ہے، اور باطنی نعمت یہ ہے کہ خدا نے تمہارے بُرے اعمال کی پردہ پوشی کی ہے اور تجھے دنیا میں رسوا ہونے سے بچایا ہے۔

ابن عباس! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مومن کو ایسی تین باتیں عطا کی ہیں جو کہ اس کا استحقاق نہیں بنتی تھیں۔

① اس کے عمل کے ختم ہونے کے بعد بھی تمام مومنین اس کی مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

② میں نے اسے وقت وفات تک تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے جس سے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

③ میں نے اس کے بُرے اعمال کی پردہ پوشی کی ہے اور میں نے اسے لوگوں میں رُسوا نہیں کیا۔ اگر میں اس کی بداعمالیاں ظاہر کردیتا تو اس کے گھر کے افراد بھی اسے چھوڑ دیتے اور دوسرے بھی اس سے سخت نفرت کرتے۔

شیخ الطائفہ علامہ طوسی امالی میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد نبویؐ میں گئے جہاں رسولِ خدا اور آپؐ کے صحابہ تشریف فرما تھے۔ ان میں حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن اور دیگر دو قاری صحابی موجود تھے۔

آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خدا کی نعمات کی طرف متوجہ کروں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (اللہ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمات پھیلا دی ہیں) تم لوگ سوچ سمجھ کر جواب دو کہ خدا نے تم پر کون سی نعمات کی ہیں؟

صحابہ نے خوب غور کرنے کے بعد کہا کہ اللہ نے ہمیں بڑی نعمات سے سرفراز کیا ہے۔ اس نے ہمیں رزق روزی دیا، لباس دیا، بیویاں دیں اور اولاد عطا کی وغیرہ وغیرہ۔ جب صحابہ جواب دے چکے تو رسولِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ابوالحسنؑ! تم بھی کچھ کہو۔ تمہارے ساتھیوں نے تو اپنا جواب سنا دیا ہے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں کیا کہوں اللہ نے ہمیں آپ کے ذریعہ سے ہدایت کی ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: نہیں تمہیں بتانا چاہیے کہ اللہ نے تم پر پہلی نعمت کون سی کی ہے اور ترتیب وار خدا کی نعمات کا ذکر کرو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ سب سے پہلی نعمت تو یہ فرمائی کہ میں کچھ نہ تھا اور اس نے مجھے پیدا کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، اب دوسری نعمت بیان کرو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اس کا دوسرا احسان یہ ہے کہ اس نے مجھے زندہ پیدا کیا۔ مُردہ حالت میں مجھے دنیا میں نہیں بھیجا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے، تیسری نعمت بیان کرو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اس نے مجھے اچھی شکل وصورت دے کر دنیا میں بھیجا۔ چوتھی نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے صاحبِ عقل وشعور بنایا۔ پانچویں نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے علم حاصل کرنے کے لیے حواس عطا کیے اور میرے لیے روشن چراغ بنایا۔ چھٹی نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنے دین کی ہدایت دی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا کی۔ ساتویں نعمت یہ ہے کہ وہ اس ظاہری زندگی کے بعد مجھے لافانی زندگی عطا کرے گا۔ آٹھویں نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے آزاد اور خود مختار بنایا، کسی کا غلام نہیں بنایا۔ نویں نعمت یہ ہے کہ اس نے میرے لیے آسمان وزمین کو مسخر کیا۔ دسویں نعمت یہ ہے اس نے مجھے مرد بنایا، عورت نہیں بنایا۔ مجھے گھر کا نگہبان بنایا محکوم نہیں بنایا۔

ہر جواب پر رسولِ خدا فرماتے گئے کہ تم نے صحیح کہا۔ جب حضرت علیؑ دس نعمات بیان کر چکے تو رسولِ خدا نے فرمایا کہ اس کے بعد خدا نے تم پر کون سی نعمت کی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! خدا نے مجھ پر اتنی عنایات کی ہیں جنہیں میں شمار کرنا چاہوں تو بھی شمار نہیں کرسکوں گا۔

یہ جواب سنا تو آنحضرتؐ مسکرانے لگے اور فرمایا: ابوالحسنؑ! تمہیں یہ علم و حکمت مبارک ہو۔ تم ہی میرے علم کے وارث ہو اور میرے بعد میری اُمت جن امور میں اختلاف کرے گی تم ہی اس اختلاف کا ان کے سامنے حل پیش کرو گے جو تجھے دین کا ہادی تسلیم کرتے ہوئے مجھ سے محبت کرے اور تیرے راستے پر چلے تو وہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہے گا اور جو تجھ سے جدا ہوجائے اور تجھ سے بُغض رکھے اور تجھے چھوڑ دے تو وہ خدا کے سامنے جب پیش ہوگا تو اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱

"اور کچھ انسان ایسے بھی ہیں جو خدا کے متعلق کسی علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے تم اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو بس اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے خواہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہی بلا رہا ہو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ خدا کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو۔ اس نے کہا کہ میں تو اپنے آبا و اجداد کے راستے پر چلوں گا۔

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

"جو شخص اپنا چہرہ خدا کے سامنے جھکا دے اور وہ نیکوکار ہو تو اس نے مضبوط رسی کو تھاما ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ مضبوط رسی سے ولایت کا عقیدہ مراد ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے"۔

کتاب التوحید میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے یعنی ہر انسان فطری طور پر یہ شعور لے کر پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خالق اللہ ہی ہے یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین سے پوچھا گیا کہ ارض وسما کا خالق کون ہے تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ خدا ارض وسما کا خالق ہے۔

ابوہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا کہ "واحد" کا اطلاق کس پر صحیح ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ ہی ہے جو من کل الوجوہ واحد ہے اور تمام کائنات اسے واحد مانتی ہے۔ حد یہ ہے کہ مشرکین سے پوچھا گیا کہ ارض وسما کا خالق کون ہے تو انہوں نے بھی کہا کہ اللہ ہے۔

سات سمندروں کی سیاہی بھی کلماتِ الٰہی کے لیے ناکافی ہے

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾

"اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کو سات سمندر سیاہی فراہم کریں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم شب قدر میں اپنے ولیٔ امر کی طرف پورے سال کے واقعات وحوادث نازل کرتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ اس سال تم نے کیا کچھ کرنا ہے اور لوگوں کے معاملات کو اس طرح سے نمٹاؤ۔ اس کے علاوہ ہر روز ولیٔ امر پر خدا کا مخصوص ومکنون علم نازل ہوتا ہے جتنا کہ شب قدر میں نازل ہوتا ہے۔ پھر آپؑ نے وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہودیوں نے رسولِؐ خدا سے روح کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: وَیَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۵﴾ (بنی اسرائیل:۸۵) "وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ روح کا تعلق میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں انتہائی قلیل علم دیا گیا"۔ کیا یہ قلیل علم کی بات صرف ہم تک محدود ہے یا اور لوگ بھی اس میں شامل ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ آیت تمام لوگوں کے لیے ہے۔

یہودیوں نے کہا: یہ عجیب تضاد ہے آپ اپنے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے آپؐ پر قرآن نازل کیا ہے اور خدا

نے ہم پر تورات نازل کی ہے۔ قرآن اور تورات دونوں حکمت سے لبریز کتابیں ہیں اور حکمت کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:
ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا "جسے حکمت ملی تو اسے خیر کثیر نصیب ہوا"۔

لہٰذا ان کتابوں کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ نے وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ...... کی آیت نازل فرمائی کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے علم کے بیان کے لیے تو سات سمندروں کی سیاہی ناکافی ہے۔ لہٰذا تمہیں جو بھی علم و حکمت دی گئی ہے وہ خدا کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ یحییٰ بن اکثم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت میں مذکور سات سمندر سے کون سے سمندر مراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس سے عینِ کبریت، عینِ یمن، عینِ برہوت، عینِ طبریہ اور بحیرہ ماسیدانؑ اور بحرِ افریقہ اور عینِ بلعوران مراد ہیں اور ہم خدا کے وہ کلمات ہیں جن کے فضائل کے لیے ساتوں سمندروں کی سیاہی ناکافی ہے۔

قولہ تعالیٰ: مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۸﴾

"تم سب کا پیدا کرنا اور تمہیں قبروں سے اٹھانا تو ایسا ہی ہے جیسے ایک جاندار کا پیدا کرنا اور اٹھانا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مشرکینِ مکہ نے رسولِ خدا سے کہا کہ جب ہم پیدا ہوئے تو ہم پیدائش کے لیے تدریجی مراحل سے گزرے تھے۔ پہلے نطفہ تھے، پھر علقہ بنے، پھر مضغہ بنے، پھر ہڈیاں آئیں، پھر کھال چڑھی اور یوں ہم مراحلِ تخلیق سے گزر کر دنیا میں آئے تھے لیکن آپ کہتے تھے کہ تم سب قیامت کے دن اکٹھے اٹھائے جاؤ گے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟

ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور کہا کہ تمہارا پیدا کرنا اور تمہیں مبعوث کرنا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تم سب کا محشور کرنا تو ہمارے لیے نفسِ واحدہ کی طرح سے ہے۔ جب ہم ارادہ کریں گے تو کُن کہہ کر حکم دیں گے تم سب مبعوث ہو جاؤ گے۔

قولہ تعالیٰ: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور

اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے۔ سب ایک مقررہ وقت تک چل رہے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے"۔

اللہ تعالیٰ گرمیوں کے دن کو لمبا اور راتوں کو چھوٹا بنا دیتا ہے اور سردیوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہو جاتی ہیں۔ گرمیوں میں رات کے حصے دن میں اور سردیوں میں دن کے حصے رات میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ھکذا فی تفسیر علی بن ابراہیم۔

قولہ تعالیٰ: الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

مقصد یہ ہے کہ شمس وقمر کی حرکت کی خدا نے ایک مدت مقرر کی ہے اور وہ اس عرصہ تک اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ مقررہ وقت سے قبل ان کا سفر تمام نہیں ہوگا اور جیسے ہی ان کا وقت مقرر ہوگا تو ان کی حرکت روک دی جائے گی۔

قولہ تعالیٰ: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں اللہ کی نعمت سے سمندر میں چل رہی ہیں"۔

مقصد یہ ہے کہ کشتیاں اللہ کی قدرت سے سمندروں میں رواں دواں ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۳۱﴾

"یقیناً اس میں ہر صبر شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ "صبار" وہ ہے جو فقر و فاقہ پر صبر کرے اور "شکور" وہ ہے جو ہر حالت میں خدا کا شکر بجالائے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں: ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر ہے۔

دنیا کے دھوکے میں مت آؤ

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۳۳﴾

"دنیاوی زندگی کے دھوکے میں مت آنا اور نہ کوئی دھوکا باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مضبوط رائے رکھنے والا شخص کون ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ مضبوط رائے رکھنے والا وہ ہے جو لوگوں کے دھوکے میں نہ آئے اور دنیا کی کسی تشویق وترغیب سے متاثر نہ ہوتا ہو۔

مجمع البیان میں ہے کہ حدیث پیغمبر میں بیان کیا گیا ہے کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے واقعات کے لیے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور خدا سے جنت کی امید رکھے۔

ارشاد مفید اور نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے سنا تو فرمایا: ''اے دنیا کی برائی کرنے والے! اور اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اور اس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اسی پر گرویدہ ہوتے ہو اور پھر اس کی مذمت بھی کرتے ہو۔ کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے!

دنیا نے کب تمہارے ہوش وحواس سلب کیے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے، تمہارے باپ دادا کے بے جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خواب گاہوں سے؟ کتنی مرتبہ تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی، اور کتنی دفعہ خود تیمارداری کی۔ اس صبح کو جب دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کے لیے کچھ مفید تھا، تم ان کے لیے شفا کے خواہش مند تھے اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہوسکا اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اس بیمار سے نہ ہٹا سکے، تو دنیا نے اس پردہ میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا دیا۔ بلاشبہ دنیا اس شخص کے لیے جو باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور جو اس کی باتوں کو سمجھے اس کے لیے امن و عافیت کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کے لیے وعظ ونصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کے لیے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کے لیے نماز پڑھنے کا مقام، وحیٔ الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔ انہوں نے دنیا میں رہ کر فضل و رحمت کا سودا کیا ہے اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا ہے۔ تو اب کون ہے جو دنیا کی بُرائی کرے جب کہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کی خبر دی ہے اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے اور ڈرانے، خوف زدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی تو وہ اس کی برائی کرنے لگے اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے انہیں آخرت کی

یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

وضاحت: یہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا کمالِ فصاحت ہے کہ آپؑ نے اپنے خطبات میں جہاں دنیا کی مذمت کی وہاں دنیا کے مثبت پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا لیکن دونوں طرح کے خطبات میں آپ کی نظر ایک ہی مقصد پر رہی اور آپ کے خطبات کے مفاہیم میں کوئی تضاد پیدا نہ ہوا۔ (من المترجم عفی عنہ)

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خدا کے نزدیک کون سا عمل سب سے افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ معرفت خدا و رسولؐ کے بعد بُغضِ دنیا خدا کے نزدیک افضل عمل ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں اور گناہوں کی بھی کئی شاخیں ہیں، خدا کی سب سے جو پہلی نافرمانی ہوئی ہے اس کا سرچشمہ تکبر تھا، جب ابلیس کو سجدہ آدم کا حکم ملا تو اس نے تکبر کیا تھا اور تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا اور کافر بن گیا تھا۔

آدم و حوا کو خدا نے حکم دیا تھا کہ ایک درخت کے قریب نہ جائیں ورنہ ظالم بن جائیں گے۔ آدمؑ و حوا نے خدا کی نافرمانی کی اور درخت کے پاس گئے۔ اس نافرمانی کا سرچشمہ حرص تھا اور یہ حرص ان کی اولاد میں بطورِ میراث منتقل ہوا۔

آدم کے ایک فرزند نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا تھا اور اس جرم کا سرچشمہ حسد تھا۔ پھر اس سے عورتوں کی محبت، دنیا کی محبت، حکومت و اقتدار کی محبت، آرام و آسائش کی محبت، گفتگو اور بلندی اور مالداری کی محبتوں نے جنم لیا۔ چنانچہ یہ سات خصلتیں ایسی ہیں جن کا سرچشمہ حب دنیا ہے۔

اسی حقیقت کو سمجھنے کی وجہ سے انبیاءؑ و علماء نے یہ کہا تھا کہ دنیا کی محبت ہر غلطی کی بنیاد ہے اور دنیا کی دو قسمیں ہیں: دنیائے بلاغ اور دنیائے ملعونہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کی مثال سمندر کے پانی کی سی ہے ایک پیاسا اس پانی کو جتنا بھی پیے گا اس کی پیاس میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

وہ پانچ باتیں جن کا علم صرف خدا کے پاس ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

''یقیناً قیامت کی گھڑی کا علم اللہ کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ماؤں کے شکموں میں کیا ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کل وہ کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ صاحب علم اور باخبر ہے''۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کا ایک علمِ عام ہے اور ایک علمِ خاص ہے۔ علمِ خاص وہ ہے جس کی اطلاع اس نے کسی مقرب فرشتے اور انبیاءؑ و مرسلین کو نہیں دی اور علمِ عام ہے جس کی اطلاع اس نے اپنے ملائکہ اور انبیاء و مرسلین کو دی ہے اور وہ سارا علم (عام) ہمارے پاس موجود ہے کیا تم نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...... کی آیت نہیں پڑھی؟

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی پانچ باتیں نہ بتاؤں جن کے متعلق خدا نے اپنی مخلوق کو مطلع نہیں کیا؟

ہم نے کہا: ہاں، مولاؑ! ضرور بتائیں۔

اس کے جواب میں آپؑ نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...... کی آیت پڑھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم خدا کے علاوہ کسی کے پاس موجود نہیں ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کی طرف اشارہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...... کی آیت مجیدہ میں کیا گیا ہے۔ ان پانچ امور کی اطلاع خدا نے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دی ہے اور نہ ہی کسی نبی مُرسل کو اس کی اطلاع ہے ان کا علم خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ''صاحب زنج'' اور ترکوں کی یلغار کی پیشین گوئی کی تو حاضرین میں سے ایک شخص جس کا تعلق بنی کلب سے تھا، اُٹھا اور اس نے آپؑ سے کہا: امیر المومنینؑ! آپ کو تو علمِ غیب حاصل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: برادر کلبی! یہ علمِ غیب نہیں بلکہ ایک صاحبِ علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علمِ غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے جنہیں اللہ نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...... والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علمِ غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں

جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا اور نبی نے مجھے بتایا اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں اسے سمیٹے رہیں۔

شیخ صدوق امالی میں لکھتے ہیں کہ جب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے لشکر کو لے کر نہروان کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت ایک نجومی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیرالمومنینؑ! آپ اس گھڑی حرکت نہ کریں۔ دن کی تین گھڑیاں گزرنے کے بعد یہاں سے کوچ کریں۔ اگر آپؑ اس گھڑی میں روانہ ہوئے تو آپؑ کو اور آپؑ کے ساتھیوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپؑ نے میری بتائی ہوئی گھڑی پر کوچ کیا تو آپؑ کامیاب رہیں گے اور اپنا مقصد حاصل کر سکیں گے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے نجومی سے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ میری اس گھوڑی کے شکم میں نر ہے یا مادہ؟

نجومی نے کہا: اگر میں حساب کروں تو پھر جان جاؤں گا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو تیری اس بات کی تصدیق کرے تو اس نے گویا قرآن کی تکذیب کی ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کی گھڑی کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل اسے کیا حالات درپیش آئیں گے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

بندۂ خدا! تو جو دعویٰ کر رہا ہے اس کا دعویٰ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں کیا تھا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ احادیث میں بیان کیا گیا کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں اور انہیں خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (آئمہ اہلِ بیتؑ سے مروی ہے کہ ان پانچ امور کی تفصیل کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا)

کتاب الخصال کی ایک اور کمال الدین کی دو روایات میں حضرت علی اور حضرت امام علی رضا علیہما السلام سے بالترتیب منقول ہے کہ ہماری وجہ سے خدا بارش برساتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے دفن ہونے کی زمین سے چٹکی بھر خاک اُٹھاتا ہے۔ پھر اسے نطفہ کے ساتھ شامل کر دیتا ہے۔ اسی لیے انسان کا دل اپنے مدفن کی طرف مائل رہتا ہے یہاں تک وہ اس جگہ دفن ہو جاتا ہے۔

اُصولِ کافی میں حسن بن جہم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: امیرالمومنین علی علیہ السلام کو اپنی شہادت کی شب کا علم تھا اور آپؑ یہ بھی جانتے تھے کہ آپؑ کو کہاں شہید ہونا ہے اور جب بطخیں چیخی تھیں تو

آپؑ نے یہ فرمایا تھا کہ اس وقت تو بطخیں چیخ رہی ہیں اس کے بعد عورتوں کے نوحے بلند ہوں گے۔

اور حضرتؑ اس رات مسلسل بے چین رہے تھے اور کئی بار گھر سے نکل کر سحر کو دیکھا تھا اور آپؑ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؑ نے کہا تھا کہ آپؑ یہ نماز گھر میں ہی پڑھ لیں کسی اور کو مسجد میں امامت کے لیے بھیج دیں۔ اس کے باوجود آپؑ غیر مسلح ہو کر مسجد میں چلے گئے تھے جب کہ آپؑ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے قاتل ابن ملجم لعین کے پاس تلوار موجود ہے۔ آخر ان سب واقعات کی کیا توجیہہ ہو سکتی ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب صحیح ہے۔ اس رات آپ کو زندگی اور شہادت میں سے ایک چیز کے چناؤ کا حکم دیا گیا تھا۔ آپؑ نے شہادت کا چناؤ کیا تھا تا کہ اللہ کی تقدیر جاری ہو سکے۔

مقتل ابو مخنف میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا پہنچے اور لوگوں سے کربلا کا نام سنا تو آپؑ بہت روئے اور فرمایا: یہ کرب و بلا کی سرزمین ہے، پھر آپؑ نے اپنے جوانوں سے فرمایا کہ اب رُک جاؤ اور یہیں سامان اُتارو اور سفر بند کر دو۔ خدا کی قسم! یہاں ہمارے خیمے لگیں گے اور یہیں ہمارے خون بہائے جائیں گے اور یہیں ہمارے اہلِ حرم قید کیے جائیں گے اور یہیں ہماری قبریں بنیں گی اور یہیں سے ہم محشور ہوں گے۔ میرے نانا جان نے تو مجھ سے یہی وعدہ کیا تھا اور ان کے وعدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

○○○

سُوۡرَۃُ السَّجۡدَۃِ

سورۃ السجدۃ نزلت بمکۃ وھی ثلاثون ایۃ وثلاث رکوعات

"سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی آیات تیس اور اس کے رکوع تین ہیں۔

سورۂ الم سجدہ کے فضائل

ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:
جو شخص ہر شبِ جمعہ سورۃ السجدہ کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس کے اعمال کا اس سے حساب نہیں لے گا اور وہ شخص جنت میں محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے رفقاء میں سے ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جسے جنت اور اس کی خصوصیات جاننے کا شوق ہو اسے چاہیے کہ سورۃ الواقعہ کی تلاوت کرے اور جو دوزخ کی سختیوں کو جاننے کا خواہش مند ہو اسے چاہیے کہ سورۂ السجدہ اور سورۂ لقمان کی تلاوت کرے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص الم تنزیل اور سورۂ مُلک کی تلاوت کرے گا تو گویا اس نے شبِ قدر عبادت میں بسر کی۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ رات کو سونے سے پہلے سورۂ الم تنزیل اور سورۂ مُلک پڑھا کرتے تھے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: چار سورتیں عزائم ہیں (یعنی ان میں سجدہ فرض ہے) اور وہ یہ ہیں: ① الم سجدہ ② حم السجدہ ③ النجم ④ العلق (اقراء)

سورۂ السجدہ کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مجیدہ میں خدائے متعال نے قرآن کریم کی حقیقت، زمین و آسمان کی چھ دنوں میں خلقت، انسان کی پیدائش، قیامت کا ذکر، کفار کی مذمت، اہلِ ایمان کی صفات، ایماندار اور بدکار برابر نہیں ہیں، بنی اسرائیل کی طرح اس اُمت کے بھی امام ہیں اور خدا کی قدرت جیسے مسائل بیان فرمائے ہیں۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ
اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۗ
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ
يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾
ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ
كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ
نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا
تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ

جَدِيۡدٍ ؕ بَلۡ هُمۡ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝۱۰ قُلۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ مَّلَكُ
الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ وُكِّلَ بِكُمۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ۝۱۱ ع وَلَوۡ تَرٰٓى اِذِ
الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا
وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ۝۱۲ وَلَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَيۡنَا
كُلَّ نَفۡسٍ هُدٰٮهَا وَلٰـكِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّىۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۱۳ فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ
هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيۡنٰكُمۡ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۴
اِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوۡا
بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝۱۵ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ
الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ
يُنۡفِقُوۡنَ ۝۱۶ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِىَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۷ اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ
فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ۝۱۸ اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۹ وَاَمَّا
الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا

مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ
الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۱ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝۲۲ ع
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۳ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۛؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۵ اَوَلَمْ
يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ
الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ
وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۸ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۲۹ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ
مُّنْتَظِرُوْنَ ۝۳۰ ع

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''الف لام میم، اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب کا نازل کرنا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ کیا منکر یہ بات کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طرف سے کتاب گھڑ لی ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کتابِ حق ہے تا کہ تم اس قوم کو عذابِ خدا سے ڈرائیں جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں تا کہ یہ لوگ ہدایت پاسکیں۔

اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اسے چھے دنوں میں پیدا کیا، پھر عرشِ اقتدار سنبھالا۔ اس کے علاوہ نہ تو کوئی تمہارا سرپرست ہے اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا ہے۔ کیا تم پھر بھی نصیحت حاصل نہ کرو گے؟

آسمان سے زمین تک ہر امر کی وہی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ نظام اس دن، جس کی مقدار تمہارے شمار سے ہزار برس ہے، اسی کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والا غالب اور مہربان ہے۔ جس نے ہر چیز کو خوبصورت انداز میں پیدا کیا اور انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی کے خلاصہ (مادۂ منویہ) سے پیدا کیا۔ پھر اس کی شکل وصورت کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

انہوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں مل کر بے نام ونشان ہو جائیں گے تو کیا ہم نیا جنم لیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ جس موت کے فرشتہ کو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہی تمہیں موت دے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

اور اگر آپ مجرموں کو ان کے رب کے پاس سر جھکائے ہوئے دیکھ لیں (تو آپ کو افسوس ہوگا) وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اچھی طرح سے دیکھ لیا اور سن لیا، ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں گے۔ اب ہم یقین رکھنے والے ہیں۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر جاندار کو جبراً ہدایت کر دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا۔ تم نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا تو اب اس کا مزہ لو اور ہمیشہ کے عذاب کا ذائقہ چکھو یہ تمہارے اعمال ہی کا بدلہ ہے۔

ہماری آیات پر تو بس وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ جنہیں آیات کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ رات کے وقت ان کے پہلو بستر سے آشنا نہیں ہوتے اور وہ عذاب کے خوف اور رحمت کی اُمید پر اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔

کوئی نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلہ میں ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کیا وہ جو مومن ہو کسی فاسق کی مانند ہوسکتا ہے؟ یہ آپس میں برابر نہیں ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے ان کی سکونت کے لیے باغات ہیں۔ یہ ضیافت ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے فسق و فجور کیا تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ جب بھی وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں تو پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ دوزخ کے اس عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے دنیا کے معمولی عذاب کا ذائقہ ضرور چکھائیں گے تاکہ یہ لوگ ہماری طرف رجوع کریں۔

اس سے بڑھ کر زیادہ ظالم اور کون ہوسکتا ہے جسے اس کے رب کی آیات کی یاددہانی کرائی جائے (تو) پھر (بھی) وہ ان سے منہ پھیر لے۔ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لیں گے اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تھی تم بھی اس کی ملاقات سے شک میں نہ پڑو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے سامانِ ہدایت بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے ایسے امام مقرر کیے جو ہمارے فرمان کے مطابق ہدایت کرتے تھے۔ جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔ جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں یقیناً تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کرے گا۔

کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کیا ہے اور یہ لوگ ہلاک شدگان کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں۔ بے شک اس میں بہت سی آیات ہیں تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں؟

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم چٹیل میدان کی طرف پانی کو جاری کرتے ہیں اور اس سے گھاس پات اُگاتے ہیں جسے ان کے جانور کھاتے ہیں اور یہ خود بھی کھاتے ہیں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں کہ فیصلہ کے دن کفار کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انتظار کریں یقیناً وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

خدا ہی تمام امور کا مدبر ہے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵

"آسمان سے زمین تک ہر امر کی وہی تدبیر کرتا ہے پھر یہ نظام اس دن، جس کی مقدار تمہارے شمار سے ہزار برس ہے، اس کی بارگاہ میں پیش ہوگا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے خدا تکوین امر کی تدبیر کرتا ہے اس کے علاوہ وہ احکام وشرائع جو اس نے آسمان سے زمین پر نازل کیے ہیں ان کی بھی تدبیر کرتا ہے اور پھر انسان نے خدائی احکام پر جو عمل کیا ہوگا وہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا جس کی مقدار دنیا کے سَن وسال کے حساب سے ہزار گنا کے برابر ہوگی۔

امالی شیخ الطائفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن پچاس مقامات پر انسان کو حساب دینا ہوگا اور ہر حساب گاہ پر ایک ہزار سال ٹھہرنا ہوگا اور یوں قیامت کے دن کا مجموعی دورانیہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ (المعارج:۴) "اس دن کہ جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی"۔

مؤلف کتاب ہذا عرض ہے کہ ہم نے سورۂ حج کی آیت کالف سنة مما تعدون کے ضمن میں روزِ قیامت کے دورانیہ کے متعلق احادیث نقل کی ہیں جن میں اس مسئلہ کی تسلی بخش وضاحت کی گئی ہے۔

انسانی تخلیق

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

"وہی ہے جس نے ہر چیز کو خوبصورت انداز میں پیدا کیا اور انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی کے خلاصہ (مادۂ منویہ) سے پیدا کیا۔ پھر اس کی شکل وصورت کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل بنائے۔ تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو"۔

خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہر چیز کو اس کی حالت کے مطابق بہتر شکل وصورت عطا کی۔ اگر کوئی شخص گہری نظر سے اشیاء کا جائزہ لے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اللہ نے ہر چیز کو اس کی ضرورت کے مطابق صحیح انداز میں پیدا کیا۔ اللہ نے زمین پیدا کی تو اسے اتنا سخت نہ بنایا کہ نباتات (ہی) نہ اُگ سکیں اور اتنا نرم (بھی) نہ بنایا کہ انسانوں کے پاؤں اس میں دھنسنے لگیں۔ پھر اس نے زمین میں پانی کی گزرگاہیں بنائیں تاکہ پانی وہاں سے گزر سکے اور خدا نے آگ کو پیدا کیا تو اس

کے شعلے کو بلندی کی طرف مائل کیا۔ اگر آگ کے شعلے بلندی کی بجائے دائیں بائیں سفر کرتے تو پھر زمین پر موجود ہر چیز جل جاتی۔ آگ کے شعلے بلندی کی طرف لپکتے ہیں جہاں جلنے والی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسان کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس نے انسان کو مٹی سے بنایا۔ غالباً یہ اشارہ خلقتِ آدم کی طرف سے ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ اس نے انسانی نسل کو مادۂ منویہ سے جاری کیا۔ پھر اللہ نے انسانِ اوّل کے متعلق فرمایا کہ میں نے اس کا تسویہ کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور نسلِ آدم سے فرمایا کہ ہم نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے لیکن اتنی نعمات پا کر بھی تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

آیتِ مجیدہ میں کان کو پہلے نمبر پر، آنکھ کو دوسرے نمبر پر اور دل کو تیسرے نمبر پر بیان کیا گیا ہے اور اس ترتیب میں حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان ابتدا میں اپنے والدین ہی سے سنتا ہے اور ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اس میں بصیرت پیدا ہوتی ہے تو معاملات کو بصیرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ پھر اس میں فہم و ادراک کی تکمیل ہوتی ہے۔ تو وہ خود اپنی طرف سے کئی چیزیں بنانے لگ جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک طالب علم ابتداء میں اپنے استاد کی گفتگو سنتا ہے۔ پھر اسے کتابوں کے مطالعہ کی لگن پیدا ہوتی ہے اور جب اس لگن کی تکمیل ہوتی ہے تو وہ خود کتابیں لکھنے لگ جاتا ہے۔ (اضافہ من المترجم نقلاً عن الرازی)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ تسویہ سے یہ مراد ہے کہ انسان پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر علقہ بنتا ہے پھر مضغہ بنتا ہے یہاں تک کہ اس میں روح آجاتی ہے۔

جوامع الجامع میں ہے کہ ءَ اِذَا ضَلَلْنَا کی ایک قرأت صللنا یعنی ضاد کی بجائے صاد سے بھی ہے اور یہ قرأت حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے اور یہ لفظ صل اللّھم سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت بدبودار ہوگیا۔ تو اس لحاظ سے آیت مجیدہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ کیا جب ہمارے وجود کا گوشت بدبودار ہو جائے گا تو پھر ہمیں نیا جنم ملے گا؟

ملک الموت اور اُس کے معاون فرشتے

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ

''آپ کہہ دیں کہ جس موت کے فرشتہ کو تم پر مقرر کیا گیا وہی تمہیں موت دے گا''۔

کتاب التوحید کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ بنیادی طور پر موت و حیات کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسی

لیے خدا نے فرمایا: اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا...... "اللہ ہی موت کے وقت نفوس کو موت دیتا ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے محکمہ کا عزرائیل کو سربراہ مقرر کیا ہے اسی لیے فرمایا کہ تمہیں ملک الموت موت دیتا ہے۔

ملک الموت کے ماتحت بہت سے فرشتے ہیں جو جانداروں کی اَرواح قبض کرتے ہیں اس لیے اللہ نے فرمایا: الذین تتوفھم الملائکۃ "وہ لوگ جنہیں ملائکہ موت دیں گے"۔ اس لیے موت کے فعل کی مذکورہ تین اضافتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت میں بھی کم وبیش یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

الکافی میں اسباط بن سالم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا ملک الموت کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آج کس کس جاندار کی روح کو قبض کرنا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، آسمان سے اس پر پرچیاں گرتی ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں کی روح کو قبض کرو، فلاں کی روح کو قبض کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملک الموت کے متعلق پوچھا گیا اور کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ساری زمین اس کے سامنے ایک پیالے کی مانند ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں یہ صحیح ہے۔

جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ ملک الموت کے دیکھنے کا انداز کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ لوگ محفل بنا کر ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر اچانک پوری محفل پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ اس وقت ملک الموت انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مر گیا تو کیا اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ خدا نے اس پر کرم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ مکروہ ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص مر رہا ہو اور کہنے والا یہ کہے کہ وہ اپنی جان کی سخاوت کر رہا ہے۔ تو کیا یہ الفاظ درست ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ان الفاظ میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والا مرتے وقت دو یا تین بار اپنا منہ کھولتا ہے۔ اس وقت وہ خدا کے ثواب کو دیکھ کر اپنی جان کی سخاوت کر رہا ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے وہ اپنی جان کے لیے کنجوس تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے آسمانوں پر

لے جایا گیا تو میں نے ایک فرشتہ دیکھا جس کے سامنے نور کی ایک تختی رکھی تھی۔ وہ دائیں بائیں متوجہ نہیں ہوتا تھا صرف تختی پر ہی جھکا ہوا تھا۔ میں نے جبرئیل امینؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ یہ ملک الموت ہے اور اَرواح قبض کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔ جبریلؑ مجھے ان کے پاس لے گئے۔ میں نے کہا: ملک الموت! کیا ہر مرنے والے کی روح تم ہی قبض کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا ہر مرنے والے کے پاس تم خود جاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ساری دنیا میرے لیے مسخر کر دی ہے اور پوری دنیا مجھے یوں محسوس ہوتی ہے جیسا کہ کسی کے ہاتھ میں ایک درہم ہو۔ وہ جیسے چاہے اسے حرکت دے۔ میں روزانہ ہر گھر میں پانچ بار جاتا ہوں اور جب کوئی کسی مُردہ پر روتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں: اس پر مت روؤ۔ مجھے بار بار یہاں آنا ہے یہاں تک کہ تم میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔

یہ سن کر میں نے جبریلؑ سے کہا کہ موت سب سے بڑی مصیبت ہے۔

جبریلؑ نے کہا: موت کے بعد جو کچھ ہونا ہے وہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ کے ضمن میں یہ کلمات ارشاد فرمائے: "کیا آج تک کسی نے ملک الموت کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے محسوس کیا اور کیا آج تک کسی نے اسے روح قبض کرتے ہوئے دیکھا؟ سوچو وہ شکمِ مادر میں موجود بچہ کو کس طرح سے موت دیتا ہے۔ کیا وہ اس کے بعض اعضاء کے راستہ سے اندر داخل ہوتا ہے یا رب کے حکم سے مرنے والے کی روح اسے لبیک کہتی ہے یا وہ جنین کے ساتھ رہائش پذیر ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے جیسی مخلوق کے وصف بیان نہیں کر سکتے تو وہ اپنے معبود کے وصف کیسے بیان کر سکتے ہیں؟

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درد اور بیماریاں موت کے قاصد ہیں۔ جب زندگی تمام ہوتی ہے تو ملک الموت بذاتِ خود پہنچ جاتا ہے اور مرنے والے سے کہتا ہے کہ اے بندے! ایک خبر کے بعد کئی خبریں تو نے سنی ہوں گی اور ایک قاصد کے بعد کئی قاصد تیرے پاس آئے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھ میں وہ خبر ہوں کہ میرے بعد کوئی خبر نہیں ہے، اور میں وہ پیغام پہنچانے والا ہوں جس کے بعد کوئی پیغام رساں نہیں ہے۔ اپنے رب کے فرمان پر لبیک کہو خواہ خوشی سے کہو خواہ مجبور ہو کر کہو۔

پھر جب ملک الموت روح قبض کرتا ہے اور اس کے رشتہ دار اس پر روتے ہیں تو اس وقت وہ ان لوگوں سے کہتا ہے: تم کس پر چیخیں مار رہے ہو اور تم کس پر رو رہے ہو؟ خدا کی قسم! میں نے نہ تو اس کے لمحاتِ زندگی کو کم کیا ہے اور نہ ہی میں نے

اس کے حصہ کا رزق کھایا ہے۔ اسے اس کے رب نے بلایا ہے۔ اب اگر رونا ہے تو اپنے آپ پر روؤ۔ مجھے تمہارے درمیان بار بار آنا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مومن کی موت کی نشانی یہ ہے کہ جب اسے موت آتی ہے تو اس کا چہرہ پہلے سے زیادہ سفید ہو جاتا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے اور آنسو جیسی ایک چیز اس کی آنکھوں سے نکلتی ہے۔ یہ اس کی موت کی علامت ہوتی ہے اور جب کافر مرتا ہے تو اس کے منہ سے اُونٹ کی طرح سے جھاگ نکلتی ہے اور وہ گدھے کی طرح سے مرتا ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ملک الموت مومن کی روح کیسے قبض کرتا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ملک الموت مومن کے پاس پہنچ کر بڑے ادب و احترام سے کھڑا ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی غلام اپنے آقا کے حضور ادب سے کھڑا ہوتا ہے۔ پھر وہ روح قبض کرنے سے پہلے سلام کرتا ہے اور اسے جنت کی بشارت دیتا ہے۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ ایک حدیث میں کہا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی ایک فرشتہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے کہا: تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں تم مومن کی روح قبض کرتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں! آپ دوسری طرف رُخ کریں۔ حضرتؑ نے دوسری طرف رُخ کیا۔ ملک الموت نے کہا: لیجیے اب دیکھ لیں۔ اب جو حضرتؑ نے دیکھا تو ایک خوبصورت نوجوان دکھائی دیا جس نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور اس سے خوشبو کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر مومن کے لیے تیری اس صورت کے علاوہ اور کوئی انعام نہ ہوتا تو یہی دیدار ہی کافی تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنی وہ صورت دکھا جس میں تم کافر کی روح قبض کرتے ہو۔

ملک الموت نے کہا کہ آپ برداشت نہ کرسکیں گے۔ حضرتؑ نے اصرار کیا تو ملک الموت نے کہا کہ آپ دوسری طرف رُخ کریں۔ حضرتؑ نے دوسری طرف رُخ کیا۔ پھر جو آپؑ نے مڑ کر دیکھا تو آپؑ کو ایک سیاہ فام شخص دکھائی دیا جس کے بال اُوپر کی طرف اُٹھے ہوئے تھے اور اس کے وجود سے بدبو کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے اور دھواں اُٹھ رہا تھا۔

یہ منظر دیکھا تو خلیل خدا بے ہوش ہوگئے۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی حالت میں پایا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر بدکار شخص کے لیے تیری ہیبت ناک صورت کے علاوہ اور کوئی عذاب نہ بھی ہوتا تو بھی یہی عذاب اس کے لیے کافی ہوتا۔

قوله تعالٰی: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ ......

اگر آپ مجرمین کو ان کے رب کے ہاں سر جھکائے ہوئے دیکھتے اور وہ اس وقت کہیں گے کہ خدایا! ہم نے دنیا میں دیکھا بھی تھا اور حق کی آواز سنی بھی تھی (لیکن ہم نے عمل نہیں کیا تھا) اب ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے، اب ہمیں ثواب و عتاب کا یقین آ چکا ہے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر جاندار کو ہدایت کر دیتے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو معصوم بھی بنا سکتے تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ (ہم نے تمہیں فراموش کر دیا ہے) کی آیت مجیدہ میں لفظ نسیان ''ترک'' کے معنی میں ہے کیونکہ اللہ پر تو نسیان طاری ہی نہیں ہو سکتا اسی لیے یہاں لفظ نسیان ترک کے معانی میں ہے۔

نمازِ شب کی فضیلت

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾

''ان کے پہلو رات کے وقت بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور وہ عذاب کے خوف اور رحمت کی اُمید پر اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو بھی رزق دیا ہے اس میں سے وہ کچھ حصہ خرچ کرتے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر نیک عمل کے ثواب کی مقدار قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن نمازِ شب کے ثواب کی مقدار اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے نمازِ شب پڑھنے والوں کے لیے فرمایا: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ ''ان کے پہلو رات کے وقت بستروں سے نا آشنا ہوتے ہیں اور وہ عذاب کے خوف اور رحمت کی اُمید پر اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور ہم نے جو بھی رزق دیا ہے وہ اس میں سے کچھ حصہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے نیک اعمال کے بدلے میں ان کے لیے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے''۔

پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن اہلِ ایمان پر خصوصی کرم کرتا ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ

تعالیٰ مومن کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جس کے پاس جنت کی پوشاکیں ہوتی ہیں وہ اسے جنت کے دروازے پر لے جاتا ہے اور وہاں پر موجود نگہبانوں سے کہتا ہے کہ تم فلاں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ چنانچہ مومن جنت میں داخل ہوتا ہے، اس کی بیویاں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ وہ اپنی جنتی بیویوں سے کہتا ہے کہ تمہیں میرے وجود پر کون سی چیز خوبصورت دکھائی دیتی ہے؟

وہ کہتی ہیں کہ اے ہمارے آقا! اس ذات کی قسم جس نے آپ کے لیے جنت کو مباح کیا ہے ہم نے اس پوشاک سے زیادہ کوئی حسین چیز اور نہیں دیکھی ہے۔ اس وقت وہ پوشاک زیب تن کرے گا۔ وہ جہاں سے بھی گزرے گا وہاں روشنی پھیلتی جائے گی۔ یہاں تک کہ وعدہ گاہ تک پہنچ جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر تجلی فرمائے گا۔ جب وہ خدا کی رحمت کو دیکھیں گے تو وہ سجدہ میں گر پڑیں گے۔

اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دے گی: میرے بندو! سر اُٹھاؤ، آج کا دن سجدہ اور عبادتوں کا دن نہیں ہے میں نے تم سے عبادت کا بوجھ اٹھا لیا ہے۔

اہلِ ایمان کہیں گے: خدایا! جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس سے بھلا افضل انعام اور کیا ہوسکتا ہے؟ تو نے تو ہمیں جنت جیسی نعمت دی ہے۔ خدا فرمائے گا تمہیں جو کچھ ملا تھا اب اس سے ستر گنا زیادہ انعام تمہیں دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مومن جمعہ کے دن ستر گنا زیادہ انعام حاصل کریں گے اور یہی ولدینا مزید کا مفہوم ہے۔

لوگو! جمعہ کا احترام کرو۔ اس کی رات روشن اور دن چمکدار ہے۔ اس میں خدائے متعال کی تسبیح و تہلیل اور تکبیر و ثنا کرو اور رسولؐ خدا پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو۔ مومن جمعہ کے دن جس بھی چیز سے جنت میں گزرے گا تو روشنی پھیلتی جائے گی۔ مومن کی جنتی بیویاں اس سے کہیں گے کہ آج تو آپ بہت زیادہ حسین لگ رہے ہیں۔ مومن کہے گا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے رب کے نور کا نظارہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جنتی بیویاں حیض و نفاس اور ہر طرح کی غلاظت سے پاک ہوں گی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مولاؑ! ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں لیکن پوچھتے ہوئے حیا آتی ہے۔ آپؑ یہ فرمائیں کہ جنت میں موسیقی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہوگا، اللہ ہواؤں کو چلائے گا تو اس کی شاخوں سے ایسی خوبصورت آوازیں نکلیں گی کہ ایسی آوازیں آج تک کسی نے نہیں سنی ہوں گی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: یہ خوبصورت آوازیں اسے نصیب ہوں گی جو دنیا میں خدا کے خوف سے غنا و موسیقی سے بچتا رہا ہوگا۔

میں (راوی) نے کہا کہ مولاؑ! کچھ اور ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے جنت کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور وہ اتنی اچھی اور حسین ہے کہ آج تک کسی آنکھ نے ایسی حسین چیز نہ تو دیکھی ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ اللہ ہر صبح اسے کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ خوشبو میں اضافہ کر۔

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کتاب الخصال میں مؤلف شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ تین قسم کے مقاصد میں سے کسی ایک مقصد کے لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں: ایک طبقہ اس کے ثواب کے حصول کی نیت سے عبادت کرتا ہے۔ یہ اہلِ حرص و طمع کی عبادت ہے۔ ایک طبقہ دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہ غلاموں کی عبادت ہے جب کہ میں صرف محبتِ خدا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوعبیدہ کفش دوز سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ......(ان کے پہلو رات کے وقت بستر سے ناآشنا ہوتے ہیں اور عذاب کے خوف اور رحمت کی اُمید پر اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اہلِ ایمان رات کو سوتے ہی نہ تھے؟

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: سنو! مرتے دم تک جسم کو آرام کی ضرورت ہے۔ مرنے کے بعد جسم کو آرام مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت امیرالمومنینؑ اور ان کے پیرو ہمارے شیعوں کے متعلق نازل فرمائی۔ وہ رات کے اول حصہ میں آرام کرتے تھے اور جب رات کا دو تہائی حصہ بیت جاتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے پروردگار کی نعمات طلب کرتے تھے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ اللہ نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور تمہیں بتایا ہے کہ انہیں کیا کیا نعمات دی ہیں اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دی ہے اور انہیں جنت میں داخل کیا ہے اور ان سے ان کا خوف دُور کیا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ مولاؑ! جب رات کے آخری حصہ میں اُٹھوں تو کیا پڑھوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو:

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والٰہ المرسلین والحمد للّٰہ الذی یحیی الموتٰی ویبعث من فی القبور

"جب تم یہ دعا پڑھو گے تو تم سے شیطانی وسوسے اور ابلیسی نجاست دُور ہو جائے گی"۔

اُصولِ کافی میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں اسلام کی اصل، فرع اور بلندی کے متعلق نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اسلام کی اصل نماز ہے اور اس کی فرع زکوٰۃ ہے اور اس کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں بھلائی کے دروازوں کی خبر دوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: روزہ دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے اور صدقہ دینے نیز رات کے وقت کھڑا ہو کر اللہ کا ذکر کرنے سے غلطیاں اور خطائیں دُور ہو جاتی ہیں۔ پھر آپؑ نے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ......کی آیت تلاوت فرمائی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ ہم سفر تبوک میں رسولِؐ خدا کے ساتھ تھے۔ راستے میں ہمیں شدید گرمی محسوس ہوئی۔ صحابہ درختوں کے سائے میں ٹولیاں بنا کر جا بیٹھے۔ اتفاق سے میں رسولِؐ خدا کے زیادہ قریب تھا۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور آنحضرتؐ کے اور زیادہ قریب ہوا اور ان سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کی وجہ سے میں جنت کا حق دار بن جاؤں اور دوزخ کی آگ سے بچ جاؤں؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے بڑا سوال کیا ہے اور خدا جس کے لیے آسان کرنا چاہے تو یہ عمل اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور نماز کا فریضہ پابندی سے ادا کرو اور واجب زکوٰۃ ادا کرو اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں بھلائی کے دروازے بتا دوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: روزہ دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور رات کے وقت کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پھر آپؐ نے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ......کی آیت تلاوت فرمائی۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ

اَلْمَضَاجِعِ کی آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو نمازِ عشا کی ادائیگی سے پہلے نہیں سوتے تھے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمات آمادہ کی ہیں جنھیں آج تک نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی انسانی دل نے ان کا تصور کیا ہے۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں نے جنت کی ایک نہر کو دیکھا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور خود وہ نہر تیر سے بھی زیادہ سیدھی تھی۔ اس کے کناروں پر ستاروں کی تعداد کے برابر پیالے رکھے ہوئے تھے۔ نہر کے کنارے پر سرخ یاقوت اور دُرِ سفید کے قبّے تھے۔ جبرئیلؑ نے اس کی مٹی اُٹھا کر مجھے دکھائی تو وہ مٹی مُشک جیسی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے جنت کے اندر ایک درخت ہے جو تسبیح کے نغمے گاتا ہے اور اس کی آواز اتنی سُریلی ہے کہ اس جیسی سُریلی آواز اولین و آخرین میں سے کسی نے نہیں سنی۔ اس پر انار کے برابر پھل آتا ہے۔ جب اس کا ثمر کسی جنتی مرد کے ہاتھ آئے گا اور وہ اسے کھول کر دیکھے گا تو اس میں ستر پوشاکیں ہوں گی اور اہلِ ایمان کرسیوں پر رونق افروز ہوں گے انہیں پوری جنت میں آنے جانے کی مکمل اجازت ہوگی۔

اہلِ ایمان جنت میں بیٹھے ہوں گے کہ اُوپر سے ایک حور جھانک کر انہیں دیکھے گی۔

اہلِ ایمان پوچھیں گے کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گی کہ میں خدا کا وہ انعام ہوں جس کے متعلق خدا نے فرمایا تھا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ ...... کوئی نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلہ میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا چیز چھپا کر رکھی گئی ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ جو کسی مومن کو خاموشی سے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اتنا اجر دے گا جس کے متعلق کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسلؑ کو بھی علم نہیں ہوگا۔

مومن و فاسق برابر نہیں ہیں

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ

اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰

"کیا وہ جو مومن ہو کسی فاسق کی طرح ہوسکتا ہے؟ یہ آپس میں برابر نہیں ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لیے سکونت کے لیے باغات ہیں۔ یہ ان کے لیے ضیافت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے فسق و فجور کیا تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ جب بھی وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے"۔

مومن اور فاسق برابر نہیں ہیں کیونکہ مومن احکامِ الٰہیہ کا پابند ہوتا ہے اور فاسق حدودِ الٰہی کو توڑنے والا ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں کئی افراد اور طبقات کو فاسق کہا گیا ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں:

① شیطان فاسق ہے...... فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (الکہف:۵۰) "اس نے اپنے رب کے حکم سے تجاوز کیا"۔

② جن لوگوں کو حطة کو تبدیل کر کے حنطة کہا تھا، وہ فاسق تھے۔ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹ (البقرہ:۵۹) "جو لوگ ظلم کرتے تھے ہم نے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ فسق کرتے تھے"۔

③ منکرین آیات فاسق ہیں۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۴۹ (الانعام:۴۹) "جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا تو ان کے فسق کے عوض میں ان پر عذاب نازل ہوگا"۔

④ اصحاب السبت کو فاسق کہا گیا۔

⑤ قومِ لوط کو فاسق کہا گیا۔

⑥ مشرکین کے تھانوں پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا اور جوئے کے تیروں سے گوشت تقسیم کرنا فسق ہے۔

⑦ منکرین آیات فاسق ہیں۔

⑧ نبی کی نصرت کا وعدہ کر کے نصرت نہ کرنے والے فاسق ہیں۔

⑨ خدا کے مقرر کردہ خلفاء کے منکر فاسق ہیں۔

⑩ احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے فاسق ہیں۔

۱۱- منافق فاسق ہیں۔

۱۲- پاک دامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانے والے فاسق ہیں۔

۱۳- اللہ کا عہد توڑنے والے اور قطع رحم کرنے والے اور فساد کرنے والے فاسق ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

ولید بن عتبہ کو بھی قرآن مجید میں فاسق کہا گیا ہے اور موصوف خلیفہ ثالث کا قریبی عزیز تھا اور حضرت علیؑ کا بدترین مخالف تھا۔ ایک بار جب امیر شام کے دربار میں اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سامنے امیر المومنین علی علیہ السلام کو برا بھلا کہا تو امام حسنؑ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے تو اس میں تیرا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ انہوں نے تجھ پر شراب نوشی کی حدِ شرعی نافذ کی تھی اور روزِ بدر تیرے باپ کو قتل کیا تھا۔ اللہ نے قرآن کی دس آیات میں انہیں مومن کہا ہے اور تجھے فاسق کہا ہے۔ (ھکذا فی الاحتجاج)

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے والوں کو اللہ نے فاسق کہا ہے اور جب تک کوئی اپنے الزام پر قائم رہے تو وہ اس وقت تک فاسق ہی رہے گا جب کہ مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اور ولید میں جھگڑا ہوا۔ ولید کہنے لگا کہ میں تم سے زیادہ فصیح اللسان ہوں اور میں تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خاموش ہو جا تو فاسق ہے۔

اللہ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ "کیا وہ جو مومن ہو کسی فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ یہ آپس میں برابر نہیں ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لیے سکونت کے لیے باغات ہیں۔ یہ ان کے لیے ضیافت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے فِسق و فجور کیا تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے"۔

فاسق سے ولید مراد ہے اور مومن سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اہلِ دوزخ ستر سال تک سفر کر کے دوزخ کی پاتال میں اُتریں گے۔ پھر دوزخ کی آگ کا ایک ایسا طوفان چڑھے گا کہ یہ اُوپر آ جائیں گے اور چاہیں گے کہ یہاں سے نکل جائیں۔ وہاں پر موجود عذاب کے فرشتے اُوپر آ جائیں گے اور چاہیں گے کہ یہاں سے نکل جائیں۔ وہاں پر موجود عذاب کے فرشتے لوہے کے گرزوں

سے انہیں مار کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔

آخرت کے عذاب سے قبل انہیں اس دنیا میں بھی عذاب دیا جائے گا۔ بعض روایات کے مطابق انہیں یہ عذاب دورِ رجعت میں دیا جائے گا۔

مجمع البیان میں ہے کہ "عذابِ الٰہی" قریب ترین عذاب کے مفہوم کے متعلق بہت سے اقوال منقول ہیں۔ حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے دابۃ الارض اور دجال کا خروج مراد ہے۔

قولہ تعالٰی: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

"ہم نے موسٰیؑ کو کتاب دی، آپ اس کی ملاقات میں شک نہ کریں"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ لِّقَآئِهٖ کی ضمیر حضرت موسٰیؑ کی طرف راجع ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شبِ معراج آپؐ نے جو موسٰیؑ سے ملاقات کی تھی اس ملاقات میں شک نہ کرنا۔ روایات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج موسٰیؑ کو دیکھا وہ خوبصورت اور طویل قد و قامت والے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کا تعلق قبیلۂ شنوءہ سے ہو۔

صبر کی اہمیت

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

"اور ہم نے ان میں ایسے امام مقرر کیے جو ہمارے فرمان کے مطابق ہدایت کرتے تھے۔ جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حفص بن غیاث سے فرمایا: اے حفص! صبر کا عرصہ بھی تھوڑا ہوتا ہے اور جزع فزع کا عرصہ بھی تھوڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا تمہیں اپنے تمام امور میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ تعالٰی نے حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو انہیں صبر اور نرم خوئی کا حکم دیا۔ لوگوں نے آپ کو اتنی اذیتیں دیں کہ صبر کے باوجود آپ کو سینہ میں تنگی سی محسوس ہوئی۔ اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ

السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ (الحجر:۹۷-۹۹)

''ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپؐ کے سینہ میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ آپؐ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو یقین آ جائے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی باتیں سن کر تنگ دل ہوتے تھے۔ اللہ نے آپ کو یوں تسلی دی:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا (الانعام:۳۳-۳۴)

''ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتوں سے آپؐ کو دُکھ ہوتا ہے۔ یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلا رہے اصل بات یہ ہے کہ ظالم اللہ کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں۔ آپؐ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔ انھوں نے جھٹلائے جانے پر صبر کیا اور انھیں ایذائیں دی گئی تھیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس جا پہنچی۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام حالات میں صبر کیا اور اس کے نتیجے میں خدا نے انہیں کامیابی عطا کی اور صبر کی صفت اتنی اہم ہے کہ امامت کا تعلق بھی صبر سے ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ''جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے''۔

صبر کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الصبر من الایمان کالراس من الجسد ''ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو بدن میں سر کو حاصل ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اللہ جانتا تھا کہ وہ صبر کریں گے اسی لیے اس نے انہیں امامت کا عہدہ عطا کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: امام دو طرح کے ہیں: ایک وہ ہیں جو حکم الٰہی کے تحت ہدایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے فرمان سے قبل خدا کے فرمان پر نظر رکھتے ہیں اور اپنے فیصلہ سے قبل خدا کے فیصلہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و بتول علیہما السلام کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: پروردگار! ان کا شیرازہ جمع رکھنا اور ان کے دلوں میں محبت قائم رکھنا اور ان کی نسل کو نعمتوں والی جنت کا وارث مقرر

کرنا اور انہیں پاکیزہ نسل عطا کرنا اور ان کی نسل میں برکت عطا کرنا اور انہیں ایسا امام بنانا جو تیرے حکم کے مطابق ہدایت کریں اور ایسی باتوں کا حکم دیں جن سے تو راضی ہو۔

قولہ تعالیٰ: وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

"وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ فیصلے کا دن کب آئے گا؟ آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن کفار کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انتظار کریں۔ وہ بھی انتظار کر رہے ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے زمانہ رجعت مراد ہے۔

○○○

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ

سورة الاحزاب نزلت بالمدينة وهی ثلاث وسبعون اية وفيها تسع ركوعات

”سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اس کی آیات تہتر اور اس کے رکوع نو ہیں۔

سورۂ احزاب کے فضائل

ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۂ احزاب کی زیادہ تلاوت کرے گا قیامت کے دن وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی ازواج کے جوار میں ہوگا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ احزاب پڑھے پھر اپنے اہلِ خانہ اور اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اس کی تعلیم دے تو خدا اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔

مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں حسب ذیل موضوعات پر بحث کی گئی ہے:

ابتدا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہمائش سے کی گئی۔ کسی کے اندر دو دل نہیں ہیں۔ ظہار سے بیوی ماں نہیں بن جاتی اور لے پالک بیٹا نہیں ہوتا۔ نبی مومنین پر حق تصرف رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔ ترکہ کے حقدار قرابت دار ہیں۔ میثاقِ انبیاءؑ، جنگِ خندق کے واقعات اور منافقین کا کردار اور اہلِ ایمان کی استقامت، بنی قریظہ کی تباہی، ازواجِ نبی سے خطاب، اہلِ بیتؑ کی تعریف، اجرِ عظیم حاصل کرنے والوں کی صفات، فرمانِ پیغمبرؐ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔ زید بن حارثہ کی مطلقہ سے آنحضرتؐ کی شادی، منافقین کے اعتراضات اور خدا کی طرف سے جواب، اوصافِ نبی، حلال عورتیں، ازدواج کے معاملہ میں نبیؐ کی خصوصیت، بن بلائے نبیؐ کے گھر نہ جاؤ اور وہاں زیادہ دیر بیٹھ کر باتیں نہ کرو۔ نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی بیوگان سے نکاح حرام ہے۔ وہ افراد جن سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ درود و سلام کا حکم، پردہ کا حکم، منافقین کو دھمکی، موسیٰؑ کو اذیت دینے والوں کی طرح سے نہ بناؤ، پکی اور درست بات کرنے کے فوائد، انسان کے علاوہ امانتِ الٰہی کو کسی نے نہیں اٹھایا تھا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ
اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ
اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ
يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ
وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ
قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى
بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

إِلَّآ أَنْ تَفْعَلُوٓا إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِكُمْ مَّعْرُوفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ
مَسْطُورًا ۝۶ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ
نُّوحٍ وَّإِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ
مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝۷ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ
لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۸ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا
لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝۹ إِذْ جَآءُوكُمْ مِّنْ
فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝۱۱ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ إِلَّا غُرُورًا ۝۱۲ وَإِذْ
قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا
هِيَ بِعَوْرَةٍ ؕ إِنْ يُّرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝۱۳ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ
أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَآ إِلَّا

يَسِيْرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ
الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ
اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾
قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ
بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا
نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ
هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ۙ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ
فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ
كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ
بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ
الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ
بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا
قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾ۧ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ۭ وَلَمَّا

رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ﴿۲۲﴾ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ
اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"اے پیغمبرؐ! اللہ سے ڈرتے رہو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔ بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ آپؐ اس وحی کی پیروی کریں جو آپؐ کے رب کی جانب سے آپ پر کی جاتی ہے۔ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اللہ کو اس کی پوری خبر ہے۔ اور آپؐ خدا پر بھروسہ رکھیں اور اللہ بطورِ کارساز کافی ہے۔

اللہ نے کسی کے اندر دو دل نہیں بنائے اور نہ ہی تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو، تمہاری مائیں بنایا ہے اور اس نے تمہارے لئے پالکوں کو بھی تمہارے بیٹے نہیں بنایا۔ یہ سب تمہاری منہ بولی باتیں ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور وہ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام پر پکارا کرو۔ یہی بات خدا کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے اصلی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔ نادانستہ طور پر جو بات تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ البتہ تم جس بات کا دل سے ارادہ کرو تو اس پر گرفت ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نبی اہلِ ایمان کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین اور مہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں البتہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا چاہو تو اور بات ہے اور یہ حکم کتابِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمام انبیاء سے اور تم سے عہد و پیمان لیا تھا۔ اور نوحؑ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ سے بھی۔ ہم نے سب سے پختہ عہد لیا تھا۔ تاکہ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کا سوال کیا جاسکے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے، جب تم پر لشکر چڑھ آئے تھے تو ہم نے ان پر سخت آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا۔ تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

جب دشمن اُوپر نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے۔ جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ اس وقت اہلِ ایمان کا

امتحان لیا گیا تھا اور انہیں سختی سے جھنجھوڑا گیا تھا۔ وہ ایسا وقت تھا جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب ہی فریب تھے۔

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا: اے یثرب کے باسیو! اب تمہارے لیے کوئی ٹھیرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اب پلٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے گھر جانے کی اجازت مانگنے لگے تھے اور کہتے تھے ہمارے گھر مردوں سے بالکل خالی ہیں حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں ہیں۔ دراصل وہ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔ اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آتے اور انہیں فتنہ کی دعوت دی جاتی تو یہ اس میں جا پڑتے اور انہیں شریکِ فتنہ ہونے سے مشکل ہی سے کوئی تامل ہوتا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ اللہ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

آپ کہہ دیں کہ تمہیں بھاگنا ہرگز فائدہ نہ دے گا اگر تم نے موت یا قتل سے بھاگنے کی کوشش کی تو اس کے بعد تمہیں زندگی کا لطف حاصل کرنے کا تھوڑا ہی موقع ملے گا۔ آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے۔ اور اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے تو اس کی رحمت کو کون روک سکتا ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی سرپرست اور مددگار کو نہیں پائیں گے۔

تم میں سے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اللہ انہیں خوب جانتا ہے اور انہیں بھی جانتا ہے جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ لوگ اگر لڑائی میں حصہ لیتے ہیں تو بہت ہی کم۔

تمہاری مدد کرنے میں یہ لوگ سخت بخیل ہیں اور جب کبھی خوف کا موقع آتا ہے تو آپ

انہیں دیکھیں گے وہ اس طرح سے دیدے پھیر کر آپ کی طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو۔ اور جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہ لوگ فوائد کے حصول کے لیے تیز زبانیں لیے تمہارا استقبال کرتے ہیں۔ یہ لوگ اصل میں ایمان لائے ہی نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے سارے اعمال برباد کردیئے اور یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی تک نہیں گئے ہیں اور اگر لشکر بالفرض واپس آجائیں تو یہ لوگ چاہیں گے کہ کاش وہ لوگ جنگل میں رہائش پذیر ہوتے اور وہیں بیٹھ کر تمہارے حالات دریافت کرتے رہتے۔ اگر یہ لوگ تمہارے درمیان رہے تو وہ لڑائی میں بہت کم حصہ لیں گے۔

تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت سے امید وابستہ ہو اور کثرت سے خدا کو یاد کرتا ہو۔ اور جب اہلِ ایمان نے کفار کے لشکروں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو وہی چیز ہے جس کا خدا اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا تھا اس سے ان کے ایمان اور جذبۂ تسلیم میں اضافہ ہوگیا۔

اہلِ ایمان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

یہ امتحان اس لیا تھا کہ اللہ سچ بولنے والوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافق کو چاہے تو سزا دے چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے کافروں کو بے نیل ومرام لوٹا دیا۔ وہ کوئی فائدہ اٹھائے بغیر دل کی جلن لیے لوٹ گئے اور اللہ نے مومنین کے لیے لڑنے میں کفایت کی اور اللہ صاحبِ قوت اور غالب ہے۔

اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کفار کی مدد کی تھی انہیں خدا ان کے قلعوں سے اُتار لایا اور ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے۔

خدا نے تمہیں ان کی زمین، گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور تمہیں اس زمین کا وارث بنایا جسے تم نے کبھی روندا نہ تھا۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

خدا سے ڈریں اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کریں

يَآيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿١﴾

"اے نبیؐ! اللہ سے ڈرتے رہو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرو۔ بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے تقویٰ کا حکم دیا۔ پھر کفار و منافقین کی اطاعت سے منع کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و منافقین آپؐ سے کوئی ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا ماننا آپؐ کے لیے ناممکن تھا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ آپ وحیُ الٰہی کی پیروی کریں اور خدا پر بھروسہ کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی بھی شخص کے اندر ہم نے دو دل نہیں بنائے۔ اس کا ایک ممکنہ مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان بیک وقت دو متضاد اشیاء سے محبت کرے۔ ایک طرف سے اللہ کی وحی کی اتباع کرے اور دوسری طرف سے کفار و مشرکین کی اتباع کرے اور ایک طرف سے کسی عورت کو بیوی بنائے۔ پھر ظہار کے ذریعہ سے اسے ماں بنائے اور ایک طرف سے کسی غلام کو خرید کر اپنا غلام بنائے پھر اسے بیٹا بھی بنا لے۔ (اضافہ من المترجم نقلا عن المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ يَآيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١﴾ کی آیت مجیدہ میں اگرچہ خطاب تو رسولؐ خدا سے ہے لیکن اس سے مراد افرادِ اُمت ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور السلمی اور مدینہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے متعلق نازل ہوئی۔ مذکورۃ الصدر تینوں کافر مدینہ میں عبداللہ بن ابی کے پاس آئے اور انہوں نے

مدینہ آنے سے قبل رسولؐ خدا سے امان حاصل کی تھی اور یہ جنگ اُحد کے بعد کا واقعہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ مدینہ سے عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن سعید بن ابی سرح اور طعمہ بن ابیرق کو لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا کہ ہم آپؐ سے مصالحت چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے بتوں کا آئندہ شکوہ نہ کریں گے کیونکہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جانیں اور آپ کا کام جانے۔

رسولِ اکرمؐ کو ان کی یہ شرط ناگوار گزری۔ حضرت عمر نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ اجازت دیں، میں انہیں قتل کرتا ہوں۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ انہیں مدینہ سے نکال دیا جائے۔ اس پر یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی: يَآيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سميعا بصيرا ''اے نبیؐ! اللہ سے ڈرتے رہو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

مقصد آیت یہ تھا کہ آپؐ ابوسفیان، ابوالاعور اور عکرمہ جیسے کافروں کی بات نہ مانیں اور عبداللہ بن ابی، ابن سعید اور طعمہ جیسے منافقین کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

دل دو نہیں ہیں

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ......

''اللہ نے کسی بھی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے''......

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص نماز میں کسی اور چیز کے خیال میں لپٹا ہوا ہو تو وہ شخص اس چیز کے قریب ہوتا ہے اور خدا سے دُور ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ...... ''اللہ نے کسی بھی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے''۔

شیخ الطائفہ طوسیؒ امالی میں لکھتے ہیں کہ میثم تمار کے فرزند صالح نے بیان کیا کہ میرے والد کی کتاب میں مرقوم ہے کہ ہم نے ایک رات امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس بسر کی اور آپؑ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں خدا نے بھلائی رکھی ہو وہ ہماری محبت میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کرے گا اور وہ شخص ہم سے ہرگز محبت نہیں کرے گا جو ہمارے دشمن سے محبت رکھتا ہوگا کیونکہ ہماری اور ہمارے دشمن کی محبت ایک دل میں قرار نہیں پکڑ سکتی۔ اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے کہ ایک دل

کے ساتھ ہم سے محبت رکھے اور دوسرے دل کے ساتھ ہمارے دشمنوں سے محبت رکھے، ہمارے محبّ کو چاہیے کہ وہ اپنی محبت کو ہمارے لیے ایسے ہی خالص رکھے جیسے سونے کو ملاوٹ سے خالص رکھا جاتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہماری محبت اور ہمارے دشمنوں کی محبت بیک وقت جمع نہیں ہوسکتی۔ خدا نے کسی کے اندر دو دل پیدا نہیں کیے کہ ایک دل کے ذریعہ سے ہم سے محبت رکھے اور دوسرے دل سے ہمارے دشمنوں کو چاہے۔ ہماری محبت کو ایسے صاف رکھو جیسا کہ آگ کے ذریعہ سے سونے کو ملاوٹ سے صاف کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری محبت کو جانچنا چاہے تو وہ اپنے دل کی طرف نظر کرے۔ اگر اس کے دل میں ہمارے دشمن کی محبت موجود ہو تو اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہمارا بھی اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے دشمنوں سے اللہ بھی دشمنی رکھتا ہے اور جبریلؑ و میکائیلؑ بھی اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے اسی لیے یہ بات ناممکن ہے کہ انسان کسی شخص سے محبت رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دشمنوں سے بھی محبت رکھے۔

ابو معمر حبیب بن معمر بن حبیب فہدی مکہ کا ایک کافر تھا اور وہ اپنے تئیں انتہائی ذہین اور عقیل سمجھتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ خدا نے میرے اندر دو دل پیدا کیے ہیں۔ میرے دل میں محمدؐ کی عقل سے زیادہ عقل موجود ہے۔ قریش اسے ''ذوقلبین'' (دو دلوں والا) کہا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں یہ شخص بھی شامل تھا۔ جب مشرکین کو شکست ہوئی تو یہ بھی دم دبا کر بھاگا، ایک جوتا اس کے پاؤں میں تھا اور دوسرا اس کے ہاتھ میں۔ دوڑتے دوڑتے جب مکہ کے قریب پہنچا تو وہاں ابوسفیان کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ جنگ کا کیا بنا؟

ذوقلبین نے جواب دیا کہ ہمیں شکست ہوگئی۔ ابوسفیان نے کہا: شکست تو ہوگئی لیکن تو نے ایک جوتا ہاتھ میں کیوں پکڑا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا ہوا تم نے یاد دلایا ورنہ میں تو یہی سمجھے ہوئے تھا کہ میں نے دونوں جوتے پہنے ہوئے ہیں۔ اس دن مکہ والوں کو پتہ چلا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے اندر بھی ایک ہی دل ہے۔

زید بن حارثہ کا واقعہ

عرب قبائل میں لڑائی ہوئی۔ ایک قبیلہ غالب آیا۔ اس نے مغلوب قبیلہ کے بچوں کو گرفتار کر کے بازار میں فروخت

کیا۔ چنانچہ ان بچوں میں ایک بچہ بازار عکاظ مکہ میں فروخت ہونے کے لیے بلایا گیا۔ رسولِ خدا کو حضرت خدیجہؑ کی خدمت کے لیے ایک غلام کی ضرورت تھی۔ آپؐ بازارِ عکاظ میں گئے وہاں آپؐ نے اس بچہ کو دیکھا۔ وہ بچہ آپؐ کو ذہین وفطین دکھائی دیا۔ آپؐ نے اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ اس بچہ کا نام زید بن حارثہ بن شراحبیل تھا۔

زید کا والد زید کی جدائی میں المناک اشعار پڑھتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص مکہ آیا اور اس نے اس حادثہ کے المناک اشعار پڑھے جس میں زید کی جدائی کا واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ اتفاق سے وہ اشعار زید نے بھی سن لیے اور اس شخص سے کہا کہ یہ اشعار میرے والد نے میری جدائی میں کہے ہیں۔ تم میرے والد سے ملنا اور اس سے کہنا کہ میں ہر لحاظ سے ٹھیک ہوں اور میں سردارِ عرب محمد مصطفٰیؐ کا غلام ہوں اور وہ مجھ سے بیٹوں ایسا سلوک روا رکھتے ہیں۔ چنانچہ زید کے والد کو اطلاع ملی تو وہ اپنے بیٹے کو آزاد کرانے کے لیے (اپنے بھائی کے ہمراہ) مکہ آیا اور مکہ پہنچ کر اس نے حضرت ابوطالبؑ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ میرا بیٹا آپ کے بھتیجے محمد مصطفٰیؐ کا غلام ہے۔ آپؑ سفارش کریں کہ وہ اسے آزاد کر کے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔

حضرت ابوطالبؑ اسے لے کر رسولِ خدا کے پاس آئے۔ زید کے والد نے آپؐ سے عرض کیا: محمدؐ! آپ کریم ابن کریم ہیں اور آپؐ ایک محترم اور سخی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپؐ نے میرے بیٹے کو خرید کیا ہے۔ میں اپنے بیٹے کی آزادی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ لہٰذا اگر آپؐ چاہیں تو ہم سے وہ رقم لے لیں (جس پر اسے خریدا تھا) اور ہمارے بیٹے کو آزاد کر دیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: میں تم سے اس کی کوئی رقم نہیں لوں گا۔ البتہ میری ایک شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ ہم زید کو یہاں بلاتے ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر آمادہ ہو تو تم لوگ اسے لے جانا، میں کوئی قیمت نہیں لوں گا۔ اور اگر وہ تمہاری بجائے ہمارا انتخاب کرے تو پھر تم اس کی واپسی کے لیے اصرار نہیں کرو گے۔

زید کے والد نے کہا: یہ شرط ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ زید کو بلایا گیا اور رسولِ خدا نے اس سے فرمایا کہ یہ تمہارا والد اور یہ تمہارا چچا ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہو تو تمہیں اس کی مکمل اجازت ہے اور اگر تم میرے یہاں رہنا چاہو تو بھی تمہیں اس کی مکمل اجازت ہے۔

زید کے والد نے اس سے کہا کہ بیٹا تم ہمارے ساتھ چلو، یہاں تم قریش کے غلام ہو اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں کے پاس چلو۔

زید نے کہا: ابا جان! میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا میں حضرت محمد مصطفیؐ کے پاس رہوں گا۔

زید کے والد نے کہا: بیٹا یہ تو سوچو اپنے وطن میں جا کر تم آزاد ہو گے اور یہاں غلام ہو، کیا کوئی عقل مند آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟

زید نے کہا: ابا جان! یہ گھر ہی ایسا ہے کہ یہاں کی غلامی پر آزادی کو قربان کیا جا سکتا ہے۔

زید کے والد نے اعلان کیا کہ لوگو! سنو، میں اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، آج سے یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔

اس وقت رسولِ خدا نے صحنِ کعبہ میں اعلان کیا کہ لوگو سنو! آج سے زید میرا بیٹا اور میں اس کا باپ ہوں۔ یہ میری میراث پائے گا اور میں اس کی میراث پاؤں گا۔ اس دن سے زید کو زید بن محمدؐ کہا جانے لگا۔ آنحضرتؐ نے اعلانِ نبوت کیا تو زید اسلام قبول کرنے میں پیش پیش تھا۔ مکہ کے اندر رسولِ خدا نے اُمِ ایمن سے ان کا عقد کیا اور اس بی بی کے بطن سے زید کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اسامہ بن زید رکھا گیا۔

مدینہ پہنچ کر رسولِ خدا نے زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد خاتون زینب بنت جحش سے کر دیا۔ نکاح تو ہو گیا لیکن زینب اس نکاح پر خوش نہیں تھیں کیونکہ وہ قریشی ہاشمی تھیں اور زید ایک زرخرید غلام تھا۔ (بی بی بہت خوبصورت تھیں اور وہ ایک حبشی کو پسند نہ کرتی تھیں۔ مصحح)

میاں بیوی کی آپس میں بن نہ آئی۔ زید روزانہ اس کی بدخلقی کی شکایت کرتا تھا اور آنحضرتؐ اسے سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیتے تھے لیکن آخرکار زید اپنی بیوی سے تنگ آ گئے۔ انہوں نے بیوی کو طلاق دے دی۔ جب عدت گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا کو حکم دیا کہ آپؐ زید کی مطلقہ سے نکاح کریں۔ غالباً اس میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ رسولِ خدا اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ان کے بعد نہ تو کوئی رسول آئے گا اور نہ ہی قانون کی کوئی کتاب نازل ہوگی۔ اب اگر آنحضرتؐ کی زندگی میں بھی متبنّی گیری کا قانون جاری رہا تو یہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اسی لیے اللہ نے اس قانون کو توڑنے کے لیے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ وہ زید کی مطلقہ سے نکاح کریں۔ ادھر نبی اکرمؐ کو یہ اندیشہ تھا کہ جب میں نے زینب سے نکاح کیا تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیسا نبیؐ ہے جو اپنی بہو سے نکاح رچاتا ہے۔ مگر اللہ نے ایک اسلامی حکم کو وجود میں لانا تھا۔ اسی لیے نبی اکرمؐ کو مکرراً یہ حکم دیا گیا کہ آپؐ زید کی مطلقہ سے نکاح کریں۔ چنانچہ آپؐ نے زینب کو نکاح کا پیغام بھیجا جسے انہوں نے خوشی خوشی قبول کیا۔ جب آنحضرتؐ کا نکاح ہو گیا تو منافقینِ مدینہ کی زبانیں کھل گئیں اور کہنے لگے کہ لو دیکھو، ہمیں تو کہتے ہیں کہ بہو سے نکاح حرام ہے لیکن خود انہوں نے بہو سے نکاح

کرلیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ متبنّی بیٹا نہیں ہوتا۔ متبنّی کو اس کے باپ کے نام کے ساتھ پکارنا چاہیے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کے ناموں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دوست اور ساتھی تو ہیں ہی۔

عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا ایک خط مرقوم ہے جس میں آپؑ نے چند شرعی احکام کے علل و اسباب کو بیان فرمایا۔ اس خط میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

بیٹے کا مال باپ کے لیے حلال ہے جب کہ بیٹا باپ کے مال کو بلا اجازت نہیں لے سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا خدا کا عطیہ ہوتا ہے جو اس کے والد کو عطا ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾ (الشوریٰ:۴۹) ''وہ جسے چاہے بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرے''۔

بیٹا باپ کی کفالت و تربیت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور بیٹا ہمیشہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ''انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو یہ خدا کے نزدیک زیادہ صحیح ہے''۔

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: انت ومالك لابيك ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے''۔ جب کہ ماں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ماں بیٹے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتی جب کہ باپ کو تصرف کا حق حاصل ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ والد اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار ہے جب کہ ماں پر اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

نبیؐ کو اہلِ ایمان پر حق تصرف حاصل ہے

اَلنَّبِيُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ......

''نبی مومنین پر ان کے نفوس سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہے اور نبیؐ کی بیویاں اہلِ ایمان کی مائیں ہیں''۔

کتاب الخصال کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ ایمان کے روحانی باپ ہیں اور حضرت خدیجہؑ ان کی اعزازی ماں ہیں لیکن لوگوں نے اعزازی ماں باپ کی اولاد سے بہتر سلوک نہیں کیا۔

سید ابن طاؤس سعد السعود میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور علیؑ دونوں اس اُمت کے روحانی باپ ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم کے ایک بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''اولیٰ'' بنایا اور نبی

اکرمؐ نے غدیرِ خم میں کہا تھا: الست اولی بکم من انفسکم ''کیا میں تمہاری جان پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟''
سب نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علیؑ مولا ہے''۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کو اُمت کا روحانی باپ بنایا تھا اسی لیے اولاد کی کفالت بھی آپؐ پر فرض تھی اور اہلِ ایمان پر آپؐ کی اطاعت ایسے فرض تھی جیسا کہ اولاد پر باپ کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور جو حقوق و فرائض رسولِ خداؐ کو حاصل تھے، وہ سب کے سب امیرالمومنینؑ کو بھی حاصل تھے اور آپؑ کے بعد تمام آئمہؑ کو یکے بعد دیگرے حاصل ہیں۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سعد بن عبداللہ قمی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت حجت القائمؑ سے عرض کیا کہ اس بات کا کیا مطلب ہے کہ رسولِ خداؐ کی بیویوں کے طلاق کا حق حضرت علیؑ کو حاصل تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح سے نکاح کے صیغہ کو ایک وکیل ادا کرتا ہے اسی طرح سے شوہر کی اجازت سے وکیل طلاق کا صیغہ بھی جاری کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ رسولؐ کو اُمہات المومنین کا درجہ دیا تھا اور یہ بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد میری کوئی بیوی نافرمانی کرے تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اس کو ماں کے شرف واعزاز سے محروم کرسکتے ہو۔

علل الشرائع میں حسن بن فضال سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ رسولِ خداؐ کی کُنیت ابوالقاسم کیوں تھی؟

آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کا ایک بیٹا قاسم تھا اسی کے نام سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی تھی۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ مولاؑ! اگر آپؑ مجھے اہل سمجھیں تو اس کی کچھ مزید تشریح فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں تم اس کے اہل ہو، سنو! رسولِ خداؐ اُمت کے لیے باپ کی مانند تھے اور آپؐ کی امت کے افضل ترین فرد حضرت علیؑ تھے اور حضرت علیؑ جنت و دوزخ کے قاسم (تقسیم کنندہ) ہیں۔ اسی وجہ سے رسولِ خداؐ کو ''ابوالقاسم'' کہا جاتا ہے یعنی قاسم جنت و نار کے والد۔

قولہ تعالٰی: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

''کتاب اللہ کی رُو سے عام مومنین ومہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

جب رسولِ مقبول مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے مہاجرین و انصار میں عقدِ مواخات قائم کیا تھا اور یہ عقدِ مواخات اتنا مؤثر تھا کہ مہاجر انصار کی میراث حاصل کرتے تھے اور انصار و مہاجرین کی میراث حاصل کرتے تھے۔ جب مدینہ کے حالات پُرسکون ہوگئے اور مہاجرین کو کسی کی مدد کی ضرورت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ قانون تبدیل کردیا اور فرمایا کہ آج کے بعد میراث رشتہ داروں ہی کو ملے گی، دوسروں کو نہیں ملے گی۔ (اضافہ من المترجم)

آئمہ ہدیٰ نے اس آیت سے اپنی امامت کا استحقاق ثابت کیا جیسا کہ علل الشرائع میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن قیصر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے متعلق سوال کیا کہ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ آیت اولادِ حسینؑ میں اجرائے امامت کے لیے نازل ہوئی کیونکہ ہم دوسرے مومنین و مہاجرین کی بہ نسبت میراثِ پیغمبرؐ کے زیادہ حق دار ہیں۔

میں (راوی) نے عرض کیا: کیا امامت میں جعفر طیار کی اولاد کا بھی کوئی حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں، ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے عبدالمطلب کی اولاد کا فرداً فرداً تذکرہ کرکے پوچھا کہ کیا ان کا امامت میں کوئی حصہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ان کا امامت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس وقت مجھے اولادِ حسنؑ کے متعلق پوچھنا بھول گیا۔ دوسرے دن میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا اولادِ حسنؑ کا اس میں کوئی حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں ان کا بھی امامت میں کوئی حق نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن! امامت میں ہمارے علاوہ کسی بھی محمدی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اُصولِ کافی میں یہی روایت عبدالرحیم بن روح القصیر سے بھی مروی ہے۔

سلیم بن قیس بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں، امامِ حسنؑ، امام حسینؑ، عبداللہ بن عباسؓ، عمر بن اُم سلمہؓ اور اسامہ بن زید دربارِ معاویہ میں گئے۔ معاویہ اور میرے درمیان گفتگو ہوئی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا تھا، اس وقت حضرت علیؑ بھی آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے، رسولِ خدا نے فرمایا کہ میں اہلِ ایمان کی جانوں پر ان سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ میرے بعد میرا بھائی علی بن ابی طالبؑ حق تصرف رکھتا ہے۔ جب وہ شہید ہوجائے تو یہ حق حسنؑ بن علیؑ کے پاس ہوگا اور جب وہ شہید ہوجائے تو یہ حق میرے فرزند حسینؑ بن علیؑ کو منتقل ہوگا۔ اس کی شہادت کے بعد علیؑ زین العابدینؑ مومنین کے اولیٰ بالتصرف ہوں گے۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اسے دیکھو گے۔ اس کے بعد اس کا فرزند محمدؑ بن علیؑ اہلِ ایمان کا اولیٰ بالتصرف ہوگا۔ پھر

آنحضرتؐ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم اسے دیکھو گے۔ اس کے بعد رسولِ خدا نے باقی آئمہؑ کے ناموں کی تکمیل کی۔

عبداللہ بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام، عبداللہ بن عباسؓ اور عمر بن ام سلمہؓ اور اسامہ بن زید سے گواہی طلب کی تو ان سب نے معاویہ کے دربار میں میرے حق میں گواہی دی۔

سلیم بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ سے بھی سنی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن کی جان پر اس سے بھی زیادہ حقِ تصرف رکھتا ہوں اور میرے بعد علیؑ اولیٰ بالتصرف ہے۔ کسی نے کہا کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اس نے کسی کا قرض ادا کرنا ہو تو میں اس کا قرض ادا کروں گا اور جو کوئی کچھ مال چھوڑ کر مرے تو مال اس کے وارثوں کا ہوگا۔ جب انسان کے پاس مال نہ ہو تو اسے اپنے اُوپر بھی حق حکومت حاصل نہیں ہوتا اور جب تک وہ اولاد کا نان نفقہ برداشت نہ کرے تو اسے اہل و عیال پر امر و نہی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور نبیؐ، امیر المومنینؑ اور دوسرے آئمہؑ کو سب پر حق ولایت حاصل ہے اسی لیے انہیں مومنینؑ کا اولیٰ بالتصرف کہا گیا ہے۔

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں: حضرت علیؑ رسولِ خدا کے بعد تمام لوگوں سے افضل تھے اور سب پر حق تصرف رکھتے تھے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں سے اولیٰ ہوں۔

قولہ تعالیٰ: اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا

''البتہ تم اپنے دوستوں سے بھلائی کرنا چاہو تو یہ اور بات ہے''۔

الکافی میں حنان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آزاد کردہ غلاموں کا بھی میراث میں کوئی حق ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ خاک بھی نہیں ہے۔

میثاقِ انبیاءؑ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ

''اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمام انبیاءؑ سے اور تم سے عہد و پیان لیا تھا اور ہم نے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے بھی میثاق لیا تھا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا''۔

آیت بالا میں اللہ نے میثاقِ انبیاءؑ کا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے: ہم نے یہ میثاق آپ سے، نوحؑ سے، ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے لیا تھا۔

ترتیب انبیاء یہ ہے کہ پہلے نوحؑ آئے، پھر ابراہیمؑ آئے، پھر موسیٰؑ آئے، پھر عیسیٰؑ آئے۔ اس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ لیکن آیت مجیدہ میں حبیب خدا کا ذکر پہلے کیا گیا اور باقی صاحبانِ شریعت چار رسولوں کا ذکر بعد میں کیا گیا جب کہ ترتیب کا تقاضا تھا کہ حبیبؐ خدا کا ذکر حضرت عیسیٰؑ کے بعد کیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ رسولِؐ خدا کی عظمت و شرف کی وجہ سے اللہ نے آپؐ کا ذکر پہلے کیا، پھر اولوا العزم رسولوں کا ترتیب وار ذکر کیا۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ کی شریعت کے احکام یہ تھے کہ اخلاص و توحید سے اللہ کی عبادت کی جائے اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور یہ وہ فطرتِ الٰہی ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ نے حضرت نوحؑ اور دوسرے انبیاءؑ سے وعدہ لیا تھا کہ وہ خدا کی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور نماز کا حکم دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور لوگوں کو حلال و حرام کے متعلق آگاہ کریں گے۔ شریعت نوحؑ میں حدود و تعزیرات میراث کے قوانین نہیں تھے۔

جنگِ خندق

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

''ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہے جب تم پر لشکر چڑھ آئے تھے تو

ہم نے ان پر سخت آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ دیکھو اللہ نے ہودؑ کی مدد کے لیے آندھی بھیجی جس نے اس کے منکرین کو برباد کیا تھا تو کیا خدا نے تمہارے نبیؐ کے لیے بھی اس طرح کا معجزہ دکھایا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیوں نہیں، اللہ نے جنگِ خندق میں آندھی بھیجی تھی جس کی وجہ سے کفار و مشرکین نے محاصرہ ترک کر دیا تھا اور اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ ہودؑ کے زمانہ کی آندھی عذاب کی آندھی تھی اور یہ آندھی رحمت کی آندھی تھی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوسعید خدریؓ نے رسولِ خدا سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! دشمنوں کا اجتماع دیکھ کر ہمارے کلیجے منہ کو آ چکے ہیں، کوئی دعا تعلیم کریں کہ جس سے ہمیں دلی تسکین حاصل ہو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم یہ پڑھو: اللهم استر عوراتنا وافن روعاتنا۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دعا پڑھی تو اللہ نے ہمیں تسکین عطا فرمائی اور دشمنانِ دین پر آندھی بھیج کر انہیں تتر بتر کر دیا۔

کتاب التوحید (شیخ صدوقؒ) کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ لفظ "ظن" (گمان) کے دو معانی و مفاہیم ہیں۔ ظن بمعنی شک و گمان، مثلاً وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (تم خدا کے مخلف بہت سے گمان کر رہے تھے) اور ایک "ظن" یقین کے معنی میں آتا ہے: الذین یظنون انهم ملقوا ربهم "وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں"۔

احتجاج طبرسی میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب حق چھپ جائے گا اور ہر طرف باطل ہی باطل دکھائی دے گا اور قرابت دار دشمن بن جائیں گے اور شریف لوگوں کو بُرے ناموں سے یاد کیا جائے گا۔ اس وقت مومن یہی کوشش کرے گا کہ وہ اپنے قریبی لوگوں سے اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ وہ سخت آزمائش و ابتلاء کا دور ہوگا۔ اس کے بعد اللہ اپنے دوستوں کی مشکلات کو آسان کرے گا اور صاحب الامر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔

قوله تعالٰی: اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

"ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں اور خطرہ کی زد میں ہیں جب کہ ان کے گھر خالی پڑے ہوئے نہیں، وہ صرف فرار کرنا چاہتے ہیں"۔

بعض اہلِ مدینہ جن کے گھر مدینہ کے اطراف میں تھے وہ رسولِ خدا سے اجازت طلب کرنے لگے کہ آپ ہمیں گھر

جانے دیں کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ یہود بنی قریظہ ان پر حملہ کردیں گے۔

خدا نے فرمایا کہ ان کے گھر ہرگز غیر محفوظ نہیں ہیں۔ اصل میں یہ لوگ اپنی بزدلی کی وجہ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں غزوۂ اسباب کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو وہ مدینہ سے نکل کر خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان کے سردار کا نام حی ابن اخطب تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ محمدؐ نے تمہیں بھی برباد کیا اور ہمیں بھی تباہ کر دیا ہے۔ اس نے ہمیں اور ہمارے دوسرے قبیلہ بنی قینقاع کو مدینہ سے نکال دیا ہے اور ہماری زمینوں اور جائیداد پر قبضہ کرلیا ہے۔ تم لوگ اس کے خلاف جنگ کرو اور اس وقت ہمارے رشتہ داروں کا ایک قبیلہ بنی قریظہ وہاں پر موجود ہیں۔ ان کے پاس سات سو جنگجو جوان موجود ہیں۔ اس وقت ان کے اور محمدؐ کے درمیان امن معاہدہ ہے۔ میں ان لوگوں کو عہد شکنی کی ترغیب دوں گا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرا کہا ضرور مانیں گے۔ تم قبائل عرب کا دورہ کرو اور پورے عرب قبائل پر مشتمل ایک متحدہ فوج تشکیل دو اور مدینہ پر حملہ کر کے محمدؐ کا کام تمام کردو۔ تم لوگ اُوپر سے حملہ کرنا اور نیچے سے بنی قریظہ حملہ کریں گے اور اس طرح سے ہم اپنا مقصد حاصل کرسکیں گے۔ الغرض ابوسفیان اور حی بن اخطب نے مل کر قبائلِ عرب کے دورے کیے اور یوں دس ہزار کی فوج جمع کی۔ اس فوج میں اقرع بن حابس اور بنی سلیم کا سردار عباس بن مرداس بھی شامل تھے۔

رسولِؐ خدا کو کفار کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو آپؐ نے اپنے سات سو ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے مسئلے کی نوعیت کو پیش کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ بزمِ صحابہ میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اہلِ فارس کا رواج ہے کہ اگر حملہ آوروں کی تعداد زیادہ ہو اور دفاع کرنے والوں کی تعداد کم ہو تو وہ اپنے شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں، لہٰذا جب دشمن وہاں آتا ہے تو وہ شہر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح چند دن محاصرہ کرنے کے بعد دشمن واپس چلے جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

آنحضرتؐ کو حضرت سلمانؓ کا مشورہ پسند آیا اور وحی الٰہی نے بھی اس کی تائید کی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ حملہ آوروں کے آنے سے پہلے پہلے اُحد سے راتج تک ایک وسیع و عریض خندق کھودی جائے اور فرمایا کہ خندق ۲۰ فٹ گہری اور ۳۰ فٹ چوڑی ہونی چاہیے۔

آپؐ کے فرمان پر صحابہ نے کسیاں اور کدال اٹھائے اور خندق کھودنے کے لیے چل پڑے۔ رسولِؐ خدا نے بھی ایک کدال اٹھایا اور آپؐ نے خندق کھودنا شروع کی۔ سارا دن آپ خندق کھودتے رہے اور حضرت علیؑ مٹی اٹھاتے رہے۔ اس

دوران میں آپؐ یہ شعر پڑھتے تھے:

لاعیش الا عیش الاخرۃ

فارحم الانصار والمهاجرۃ

"آرام وآسائش ہے تو فقط آخرت کی زندگی میں ہے۔ خدایا! انصار ومہاجرین پر رحم فرما"۔

جب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنفس نفیس خندق کھودتے ہوئے دیکھا تو وہ اور بھی زور شور سے خندق کھودنے لگے۔ دوسرے دن صحابہ نے خندق کھودی۔ آنحضرتؐ مسجد فتح میں بیٹھ گئے۔ کھدائی کے دوران ایک پتھر نمودار ہوا۔ صحابہ نے اسے توڑنے کی ازحد کوشش کی لیکن وہ پتھر ٹوٹنے میں نہ آیا۔

جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کو بتانے کے لیے مسجد میں گیا اور میں وہاں آنحضرتؐ کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! خندق میں ایک پتھر نمودار ہوا ہے جو کسی طرح سے بھی ٹوٹنے میں نہیں آتا۔

یہ سن کر آپؐ اُٹھے، پانی طلب کیا اور وضو کیا اور کچھ پانی پیا اور اس پانی کی ایک کلی اس پتھر پر ڈالی۔ پھر آپؐ نے کدال اٹھایا اور پتھر پر مارا۔ اس وقت ایک روشنی نمودار ہوئی اور شام کے محلات دکھائی دیئے۔ پھر آپؐ نے کدال چلایا تو مدائن کے محالات دکھائی دیئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم نے جو جو علاقے دیکھے ہیں عنقریب خدا ان شہروں پر تمہیں تسلط عطا کرے گا۔ اس کے بعد پتھر ریت کی طرح سے نرم ہوگیا۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسولِؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ کھانا کھائیں گے؟

آپؐ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ تمھارے گھر میں کیا کچھ ہے؟

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایک بکری ہے جو ایک سال سے کم عمر کی ہے اور ایک صاع جَو موجود ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: جاؤ بکری ذبح کر کے پکاؤ اور روٹیاں تیار کراؤ۔ جب کھانا پک جائے تو مجھے آ کر اطلاع کرنا۔ میں گھر آیا، بکری ذبح کی۔ میری بیوی نے روٹیاں بنائیں۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو میں آنحضرتؐ کی خدمت میں گیا اور آہستہ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کھانا تیار ہے۔ اگر آپ کسی کو اپنے ساتھ لانا چاہیں تو ضرور لے آئیں۔

رسولِؐ خدا نے خندق کے کنارے کھڑے ہو کر آواز دی: لوگو! جابر کی دعوت پر چلو۔ سات سو افراد خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے کدال وہاں رکھے اور آنحضرتؐ کے ساتھ چل پڑے۔ میں تیزی سے دوڑ کر اپنے گھر آیا اور بیوی

سے کہا کہ رسولِ خدا سات سو افراد کو ساتھ لے کر ہمارے گھر آ رہے ہیں۔

میری بیوی نے کہا: کیا تم نے رسولِ خدا کو گھر کی حالت سے آگاہ کیا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں نے آپؐ سے عرض کیا تھا کہ میرے گھر میں ایک بکری اور ایک صاع جَو موجود ہیں۔

میری بیوی نے کہا: پھر تم ہرگز فکر نہ کرو۔ اللہ تعالی اس میں ہی برکت ڈالے گا۔ الغرض رسولؐ خدا تشریف لائے اور ہانڈی کو دیکھ کر فرمایا کہ خدا تجھ میں برکت دے۔ پھر آپؐ نے تنور کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا تجھ میں برکت دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دس دس افراد کی ٹولیوں کو اندر بلاؤ۔ دس دس افراد آتے، سیر ہو کر چلا جاتے اور برتن میں کھانا جوں کا توں موجود رہتا تھا اور کھانے پر ان کی انگلیوں کے نشان دکھائی دیتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جابر بکری کی ران لاؤ۔ میں ران لایا، آپؐ نے بھی گوشت کھایا اور آپؐ کے ساتھیوں نے بھی جی بھر کر گوشت کھایا۔

آنحضرتؐ مسلسل ران مانگتے رہے، میں لاتا رہا۔ آخرکار میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایک بکری کی اتنی رانیں تو نہیں ہوتیں؟

آپؐ نے فرمایا: اگر تم خاموش رہتے اور رانیں لاتے رہتے تو نجانے کتنی رانیں لے آتے۔ الغرض سات سو افراد نے جی بھر کر کھانا کھایا مگر کھانا ویسے کا ویسا ہی بچا رہا۔ کچھ دنوں میں خندق مکمل ہوئی۔ خندق پر آٹھ چوکیاں قائم کی گئیں اور ہر چوکی پر کچھ مہاجرین و انصار کو متعین کیا گیا۔

خندق کی تکمیل کے تین دن بعد کفار کا لشکر مدینہ آیا اور جب انہوں نے خندق دیکھی تو سر پیٹ کر رہ گئے اور کہنے لگے کہ عرب اس طرح سے جنگ نہیں کرتے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے فارسی ساتھی کا مشورہ ہے۔

دس ہزار کے لشکر نے خندق کے پار خیمے لگائے اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ آدھی رات کے وقت حی بن اخطب بنی قریظہ کے قلعہ کے دروازہ پر پہنچا، قلعہ کا دروازہ اندر سے بند تھا اور کعب بن اسد نگرانی پر مامور تھا۔ حی بن اخطب نے دروازے پر دستک دی۔ دروازے کے نگران کعب بن اسد نے وہاں پر موجود افراد سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ حی بن اخطب ہے۔ اپنی قوم کی جلاوطنی کے بعد اب یہ تمہیں تباہ کرنے کے لیے یہاں آیا ہے۔ مجھے اس کی آمد کا مقصد پہلے سے معلوم ہے۔ یہ ہماری قوم کو عہد شکنی کی ترغیب دے گا۔ جب کہ ہم محمدؐ سے معاہدۂ امن کر چکے ہیں اور انہوں نے آج تک معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اس کے بعد وہ دروازے کے قریب آیا اور کہا: کون ہے؟

حیّ بن اخطب نے کہا: میں حیّ بن اخطب ہوں اور میں دنیا بھر کی عزت کا تمہارے لیے پیغام لایا ہوں۔

کعب بن اسد نے کہا: مجھے تیرے پیغام کی حقیقت کا پہلے ہی سے اندازہ ہے تو دنیا جہان کی رسوائی لے کر یہاں آیا ہے۔

حیّ بن اخطب نے کہا کہ قریش اپنا لشکر لے کر مقامِ عقیق پر آ چکے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے حلیف بنی کنانہ بھی ہیں۔ قبیلہ فزارہ کے سردار اپنے لشکر کو لے آئے ہیں اور ان کی فوجیں مقامِ زغابہ پر قیام پذیر ہیں۔ بنی سلیم اپنے ساتھی قبائل کے ساتھ حصن بن ذبیان پر قیام پذیر ہو چکے ہیں۔ اس بار پورا عرب جمع ہو کر محمدؐ کے مقابلے پر آیا ہے۔ اب محمدؐ ان کے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔ اب تم میرے لیے دروازہ کھولو اور تم نے محمدؐ سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو ختم کر دو۔

کعب نے کہا کہ میں تیرے لیے نہ تو دروازہ کھولتا ہوں اور نہ ہی معاہدہ کو ختم کرتا ہوں تو جہاں سے آیا ہے اُدھر واپس چلا جا۔

حیّ بن اخطب نے اسے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ میں جانتا ہوں تو دروازہ کیوں نہیں کھولنا چاہتا۔ رات تو نے ہانڈی میں ساگ ڈال کر اسے تنور میں رکھا تھا۔ اب تجھے خطرہ یہ ہے کہ اگر دروازہ کھول دیا گیا اور میں اندر آ گیا تو وہ ساگ تو اکیلا نہیں کھا سکے گا اور چار و ناچار مجھے شریک کرنا پڑے گا۔ لیکن سن! میں یہاں ساگ کھانے نہیں آیا۔ تجھے اس سے مطمئن ہونا چاہیے۔

کعب بن اسد کنجوسی کا یہ طعنہ برداشت نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے ایک اور راستہ سے مجھ پر حملہ کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھلا۔ حیّ بن اخطب اندر آیا اور اس نے کہا کہ تم اس معاہدہ کو ختم کر دو اور تم بھی متحدہ افواج کا ساتھ دو۔ اب محمدؐ کے دن گنے جا چکے ہیں۔ اس لشکر سے وہ کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر آج تو نے یہ موقع کھو دیا تو پھر ایسا موقع تجھے کبھی نہیں ملے گا۔ اس کے بعد بنی قریظہ کے سربرآوردہ افراد جن میں غزال بن شمول، یاسر بن قیس، رفاعہ بن زید اور زبیر بن باطا بھی شامل تھے، نے باہمی مشاورت کی۔

کعب نے کہا کہ آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟

حاضرین نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو۔ اگر تم عہد شکنی کرو گے تو ہم بھی عہد شکنی کریں گے اور اگر معاہدہ پر کاربند رہنے کا اعلان کرتے ہو تو ہم بھی معاہدہ پر قائم ہیں۔

زبیر بن باطا ایک تجربہ کار اور دانشور بوڑھا تھا۔ اس کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے ایامِ جوانی میں تورات کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا۔ اس نے کہا: بھائیو! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ ایک نبی مبعوث کرے گا جو مکہ میں اعلانِ نبوت کرے گا اور ہجرت کر کے مدینہ آئے گا وہ بے پالان گدھے کی سواری کرے گا اور شملہ پہنے گا اور وہ روٹی کے

ٹکڑے اور کھجوریں کھائے گا۔ وہ مسکرانے والا بھی ہوگا اور جنگ کرنے والا بھی ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے اور اس کے کندھوں کے درمیان مُہر نبوت ہوگی۔ وہ اپنے کندھے پر تلوار لٹکائے ہوئے ہوگا اور کسی بھی مدمقابل کی پرواہ نہ کرے گا۔ اس کی حکومت مشرق و مغرب تک ہوگی"۔

اب اگر محمدؐ وہی نبی ہے جس کا تورات میں ذکر ہے تو قبائلِ عرب کے لشکر اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اگر یہ مضبوط پہاڑ بھی اس سے ٹکرانا چاہیں تو وہ ان پر غلبہ حاصل کرلے گا۔

حیّ بن اخطب نے کہا: یہ وہ نبی نہیں ہے، آخری زمانہ میں جو نبی مبعوث ہوگا اس کا تعلق ہماری قوم بنی اسرائیل سے ہوگا۔ جب کہ اس کا تعلق بنی اسماعیلؑ سے ہے۔ بنی اسرائیل کو خدا نے باقی اقوام پر فضیلت دی ہے، لہٰذا یہ بات ناممکن ہے کہ بنی اسرائیل کسی دوسرے خاندان کی پیروی کریں۔ اللہ نے ہماری قوم کو نبوت و حکومت سے سرفراز کیا ہے۔ اس سے قبل حضرت موسٰیؑ نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ جب تک کوئی شخص ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آسمانی آگ آکر جلا دے تو اس وقت تک ہم کسی کو رسولؐ نہیں مانیں گے۔ جب کہ محمدؐ نے آج تک وہ نشانی پیش نہیں کی ہے۔ اس نے چند لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور اب وہ پورے عرب پر حکومت کرنے کا خواہش مند ہے۔

الغرض حیّ بن اخطب نے اس طرح کی گفتگو کرکے انہیں ان کی رائے سے پھیر دیا اور انہیں عہد شکنی کے لیے قائل کرلیا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ معاہدہ لاؤ جو تم نے محمدؐ سے کیا تھا۔ انہوں نے وہ لکھا ہوا معاہدہ حیّ ابن اخطب کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اس عہدنامہ کو اپنے ہاتھوں سے پھاڑ ڈالا اور کہا: بس اب تم جنگ کی تیاری کرو۔

بنی قریظہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ جب رسول اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہ نے یہ سنا تو انہیں اس کا سخت افسوس ہوا۔ آنحضرتؐ نے سعد بن معاذ اور اسید بن حصین سے فرمایا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور صورت حال کا جا کر جائزہ لو۔ آنحضرتؐ نے ان دو صحابیوں کو اس لیے منتخب کیا تھا کہ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا اور اوس اور بنی قریظہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

آنحضرتؐ نے مذکورہ صحابیوں سے فرمایا کہ اگر وہ عہد شکنی کرچکے ہوں تو یہاں آکر سرعام اس کا اعلان نہ کرنا اس کے بجائے عضل والقارہ کے الفاظ کہنا۔ چنانچہ سعد بن معاذ اور اسید بن حصین بنی قریظہ کے قلعہ کے قریب آئے۔ کعب بن اسد نے قلعہ سے ان کو جھانکا اور اس نے رسولِ خداؐ اور سعد کو برا بھلا کہا۔ سعد نے اس سے کہا کہ تو بل میں پھنسی ہوئی لومڑی کی مانند ہے۔ قریش تو یہاں سے چلے جائیں گے اور سارا عتاب تجھ پر اور تیری قوم پر آئے گا۔ قریش کے جانے کے بعد

رسولِ خدا تیرے قلعہ کا محاصرہ کریں گے۔ پھر تجھے رُسوا ہو کر قلعہ سے اُترنا (نکلنا) پڑے گا۔ نبی کریمؐ تجھے قتل کر دیں گے۔

یہ کہہ کر آنحضرتؐ کے نمائندے واپس آئے اور رسولِ خدا اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے آ کر عضل والقارہ کے مخصوص الفاظ دہرائے۔

رسولِ خدا نے توریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہمارے ہی کہنے پر ایسا کر رہے ہیں۔

وضاحت: علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے یہ الفاظ بطور توریہ کہے تھے۔ آپ نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں قریش کے مخبر چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اور اگر ہم نے پریشانی کا مظاہرہ کیا تو مخبر قریش کو اس کی اطلاع دیں گے تو قریش کی ہمت میں مزید اضافہ ہوگا اور مسلمان مزید پریشان ہوں گے۔

حی بن اخطب ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ بنی قریظہ نے رسول اکرمؐ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالا ہے۔ یہ سنا تو قریش بہت خوش ہوئے اور انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہوگیا۔

نعیم بن مسعود اشجعی کا کردار

نعیم بن مسعود اشجعی لشکرِ قریش کی آمد سے صرف تین دن پیش تر مسلمان ہوئے تھے اور عوام الناس کو ان کے اسلام کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں ایمان لاچکا ہوں اور آپ کی تصدیق کر چکا ہوں لیکن ابھی تک کسی کافر کو میرے ایمان کے متعلق کچھ پتہ نہیں ہے۔ اب اگر آپ کہیں تو میں آپ کے ساتھ رہ کر دفاع کروں اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں قریش اور بنی قریظہ میں جا کر پھوٹ ڈال دوں تاکہ یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: تم قریش اور بنی قریظہ میں جا کر پھوٹ ڈالو، میرے نزدیک اس کی زیادہ اہمیت ہے۔

نعیم نے کہا: پھر آپؐ اجازت دیں۔ آپؐ کے متعلق کچھ اول فول بکنا پڑے تو اس کا خدا مجھ سے محاسبہ نہ کرے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو مصلحت سمجھو جا کر کہو۔ آنحضرتؐ سے اجازت پانے کے بعد وہ سیدھا ابوسفیان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم دشمنوں پر کامیابی حاصل کرو۔ میں تمہیں ایک بات بتانے آیا ہوں۔ تم سے اس وقت سخت دھوکا ہونے والا ہے۔ مجھے میرے اپنے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محمدؐ نے بنی قریظہ سے کہا ہے کہ وہ فی الحال تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں اور پھر کسی بھی رات کو اُٹھ کر تمہارے لشکر پر شب خون ماریں۔

محمدؐ ان کے ساتھ وعدہ کر چکا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ بنی نضیر اور بنی قینقاع کے قبائل کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دے گا۔ لہٰذا تم سے سخت دھوکا ہونے والا ہے۔ تم ان یہودیوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا۔ ہاں اگر وہ تمہاری مدد کو آنا چاہیں تو ان سے کہنا کہ پہلے وہ اپنے دس آدمی تمہارے پاس گروی رکھیں اور تم ان لوگوں کو مکہ بھیج دو۔ اگر یہودی تم سے غداری نہ کریں تو ان کے آدمی واپس کرنا ورنہ انہیں مکہ میں قتل کر دینا۔

ابوسفیان نے کہا: تمہاری بڑی مہربانی تم نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اس کے بعد نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس گئے اور وہاں جا کر کعب سے کہا کہ تم لوگوں کو میری خیر خواہی کا پورا علم ہے۔ ابوسفیان لشکر لے کر اس شہر میں آ چکا ہے اور اس کا منصوبہ یہ ہے کہ بنی قریظہ کو لشکر کے فرنٹ پر رکھا جائے۔ اگر محمدؐ کو شکست ہوئی تو لوگ کہیں گے کہ ابوسفیان نے جنگ جیت لی تھی۔ اور اگر قریش کو شکست ہوئی تو ہمارا کیا ہے ہم اپنے گھروں کو چلے جائیں گے، پھر محمدؐ جانے اور بنی قریظہ جانیں۔

لہٰذا تمہارے لیے میرا مشورہ یہی ہے کہ اگر ابوسفیان تم کو جنگ میں شمولیت کی دعوت دے تو اس سے کہو کہ پہلے وہ اپنے دس معزز افراد کو تمہارے پاس بطور رہن رکھے اور تم اُنہیں اپنے پاس قلعہ میں محصور رکھو۔ اگر بالفرض جنگ میں تمہیں شکست ہو تو تم قریش سے یہ مطالبہ ضرور کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے اور محمدؐ کے درمیان معاہدہ کو بحال کرائیں۔ اور اگر محمدؐ نے معاہدہ کی تجدید نہ کی اور تم پر حملہ آور ہوئے تو اپنے افراد کو بچانے کے لیے وہ قریش تمہارا ساتھ دینے پر مجبور ہوں گے۔ اگر تم نے ان کے دس معزز افراد کو اپنے پاس رہن نہ رکھا تو محمدؐ تم پر حملہ کر دیں گے اور قریش تمہاری طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

یہ سنا تو کعب بن الاسد نے کہا کہ تم نے بہت اچھی رائے دی ہے جب تک ہم دس قریش کے افراد کو بطور رہن نہ لیں گے اس وقت تک ہم اپنے قلعہ سے اُتر کر قریش کا ساتھ نہ دیں گے۔ ابوسفیان نے مدینہ کا محاصرہ کیا۔ اس نے حیّ بن اخطب سے کہا کہ تیری قوم کے جنگ آزما کہاں ہیں؟

حیّ بن اخطب نے کہا وہ ہمارے ساتھ ہیں، میں ان کے پاس جاتا ہوں اور انہیں قلعہ سے باہر نکال لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ یہ کہہ کر بنی قریظہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم لوگ ابھی تک خاموش ہو۔ تم نہ تو محمدؐ کے ساتھ ہو اور نہ ہی قریش کے ساتھ ہو۔

کعب بن اسد نے کہا: ہم اس وقت تک قریش کا ساتھ نہ دیں جب تک قریش کے دس معزز افراد کو اپنے پاس بطور رہن نہ بٹھائیں گے کیونکہ ہمیں یہ خدشہ ہے کہ قریش تو چلے جائیں گے اور ہم محمدؐ کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔ وہ ہمارے مَردوں کو قتل کرے گا اور ہماری عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لے گا اور اگر ہم نے قریش کا ساتھ نہ دیا تو ممکن ہے کہ محمدؐ ہم سے

تجدید عہد کرے۔

بنی قریظہ کا یہ جواب سن کر حیّ بن اخطب ابوسفیان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ وہ تم سے دس معزز افراد کے رہن کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے یہ سنا تو کہا کہ یہ تمہاری طرف سے پہلی دغابازی ہے۔ نعیم بن مسعود نے بالکل سچ کہا تھا۔ مجھے بندروں اور خنازیر کے رشتہ داروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسولِ خدا کے صحابہ پر خوف چھایا ہوا تھا کہ اب کیا ہوگا کیونکہ قریش اُوپر سے اور یہودی اندر سے حملہ کرنے والے ہیں۔ بعض لوگوں نے آنحضرت سے کہا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہیں اور ہمیں خدشہ ہے کہ یہودی ان پر حملہ کر کے انہیں تاراج کر دیں گے۔ کچھ یہ کہنے لگے کہ ہمیں یہ شہر چھوڑ کر صحراؤں اور جنگلوں میں چلے جانا چاہیے۔ محمدؐ نے ہم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔

اس محاصرہ کے دوران میں عمرو بن عبدود، ہبیرہ بن وہب اور ضرار بن خطاب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خندق کا جائزہ لینے لگے۔ ایک جگہ سے خندق کچھ تنگ دکھائی دی تو انہوں نے گھوڑوں کو جولان دیا اور خندق کو عبور کیا۔ جب عمرو بن عبدود کو ایک شخص نے آتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا لو وہ دیکھو یہ شیطان عمرو آ گیا ہے۔ آج تک اس کے ہاتھ سے کوئی بچ کر نہیں گیا۔ ہمیں چاہیے کہ محمدؐ کو پکڑ کر اس کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اسے قتل کر ڈالے، اس کے بعد ہم اپنی قوم میں چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اشخاص کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ ...... الی آخرہ! ''اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو جنگ میں شریک ہونے سے روک رہے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور وہ جنگ میں حصہ نہیں لیتے مگر بہت کم''

عمرو بن عبدود رسولِ خدا کے خیمہ کے سامنے آیا اور اس نے اپنا نیزہ زمین میں نصب کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چکر لگانے لگا اور اس نے یہ رجز پڑھا:

ولقد بححت من النداء لجمعکم هل من مبارز
ووقفت اذجبن اشجاع مواقف القرن المناجز
انی کذلك لم ازل متسرعا نحو الهزاهز
ان الشجاعة فی الفتی والجود من خیر الفرائز

"میں تمہارے سامنے ھل من مبارز (کوئی ہے جو مقابلہ میں آئے؟) کی صدا لگا رہا ہوں اور جب دلیر افراد مقابلہ میں آکر کانپ جاتے ہیں تو میں وہاں بھی ثابت قدم رہتا ہوں۔ میں ہمیشہ سے جنگوں کی طرف، بے خوف ہوکر بڑھنے والا ہوں، کیونکہ کسی بھی جوان کے لیے دلیری اور سخاوت بہترین عادت ہے"۔

جب رسولِ خدا نے اس کی یہ لاف گزاف سنی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: من لھذا الکلب "اس کتے کے مقابلہ پر کون جائے گا؟"

حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ آپؑ اُٹھے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں اس کے مقابلہ پر جاؤں گا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: علیؑ! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ یہ مشہور شہسوار ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا ہوا اگر یہ عمرو بن عبدود ہے تو میں بھی علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

رسولِ خدا نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ آپؑ قریب گئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو دستار بندھائی اور اپنی تلوار ذوالفقار حضرتؑ کے حوالے کی اور فرمایا کہ جاؤ اور اس سے جنگ کرو۔

حضرت علیؑ چلے تو رسولِ خدا نے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن عیینه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته

"خدایا! سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، اُوپر سے اور نیچے سے علیؑ کی حفاظت فرما"۔

امیر المومنین علی علیہ السلام رسولِ خدا کی دعاؤں کے سائے میں عمرو بن عبدود کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ نازوانداز سے چلتے ہوئے عمرو کی طرف گئے اور اس کے رجز کا یوں جواب دیا:

لا تعجلن فقد اتاك مجیب صوتك غیر عاجز
ذونیة وبصیرة والصدق منجی كل فائز
انی لارجو ان اقیم علیك نائحة الجنائز
من ضربة نجلاء یبقی صیتها بعد الھزاھز

"جلد بازی نہ کر کبھی عاجز نہ ہونے والا انسان تیری آواز کا جواب دینے آ رہا تھا جو اخلاص نیت،

بصیرت کا مجسمہ ہے اور سچائی پر کامیاب ہونے والے شخص کو نجات دلاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں
تجھ پر ایسی صاف ستھری ضرب چلاؤں گا جو نوحوں کو بلند کردے گی اور جنگ کے بعد اس کی شہرت
قائم رہے گی"۔

عمرو بن عبدود نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تو کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں ابوطالبؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ رسولِ خدا کا چچازاد ہوں اور میں ان کا داماد ہوں۔

عمرو بن عبدود نے کہا کہ میں تم سے جنگ نہیں کروں گا کیونکہ تیرے والد ابوطالبؑ میرے دوست تھے اور میں اپنے دوست کے بیٹے کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ایک بات یاد رکھ تیرے چچا زاد بھائی نے تجھ پر رحم نہیں کیا۔ اس نے تجھے میرے مقابلہ پر بھیج دیا ہے۔ اب اگر میں چاہوں تو تجھے اپنے نیزے کی انی پر پرو کر زمین و آسمان میں معلق کرسکتا ہوں کہ نہ تو زندہ ہو اور نہ ہی مُردہ ہو۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے ابن عم نے مجھے تیرے مقابلہ پر بھیج کر بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے کیونکہ انہیں علم ہے کہ اگر تو میرے ہاتھوں مارا گیا تو تو دوزخ میں جائے گا اور اگر میں تیرے ہاتھوں مارا گیا تو میں جنت میں چلا جاؤں گا۔

عمرو نے کہا: اس کا مقصد یہ ہے کہ تجھے ہر طرح سے فائدہ ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے ایک بار تجھے دیکھا تو تو غلافِ کعبہ تھام کر یہ کہہ رہا تھا کہ جو بھی جنگ کے دوران مجھ سے تین سوال کرے گا تو میں اس کا ایک سوال ضرور تسلیم کروں گا۔ اور اب میں بھی تیرے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں ان میں سے ایک بات کو قبول کر۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی دے کر مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا: یہ شرط رہنے دو۔ پھر آپؑ نے فرمایا: میرا دوسرا مطالبہ ہے کہ واپس چلا جا اور اس لشکر کو چھوڑ دے اگر محمدؐ سچے ہوئے تو تیری قدردانی کریں گے اور اگر بالفرض جھوٹے ہوئے تو عرب کے سورما انہیں مار ڈالیں گے۔

عمرو بن عبدود نے کہا کہ قریش کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی اور شعراء نظموں میں بیان کریں گے کہ عمرو بن عبدود میدانِ جنگ سے بھاگ گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اس سے کہا: پھر میری تیسری بات یہ ہے کہ گھوڑے سے اُتر کر میرے مقابلہ پر آ کیونکہ میں پیدل ہوں اور تو سوار ہے۔ یہ سنا تو وہ گھوڑے سے اُترا اور گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے اور کہا کہ میں نہ سمجھتا تھا کہ کوئی شخص مجھے لڑنے کی دعوت دے گا۔

پھر اس نے حضرت علیؑ کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ امیرالمومنینؑ نے ڈھال سے اسے روکا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ

ڈھال کٹ گئی اور امیرالمومنین کے سر پر زخم لگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: عمرو! کیا یہ بات کافی نہیں تھی کہ تو مجھ سے اکیلا ہی مقابلہ کرتا دوسرے ساتھی کو یہاں کیوں لے آیا؟ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ امیرالمومنین نے اس کی ٹانگوں پر حملہ کیا اور اس کی ٹانگوں کو کاٹ ڈالا۔ وہ زمین پر گرا۔ دھول اُٹھی۔ منافقین کہنے لگے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ مارے گئے پھر جب غبار ہٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ علیؑ اس کے سینے پر سوار تھے اور آپؑ نے اس کی داڑھی پکڑی ہوئی تھی اور اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ پھر لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپؑ نے اس کا سر کاٹ دیا اور اس کے سر کو لے کر رسولِؐ خدا کی طرف چل پڑے۔ آپؑ کے سر سے لہو کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپؑ کی تلوار سے عمرو بن عبدود کا لہو ٹپک رہا تھا۔ نیز آپؑ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

انا علی و ابن عبد المطلب

الموت خیر للفتی من العرب

"میں علیؑ ہوں اور عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ بھاگ جانے کی بہ نسبت جوانمرد کے لیے موت بہتر ہے"۔

رسولِؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم نے اسے دھوکا دیا تھا؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جنگ دھوکا ہی تو ہوتی ہے۔ رسولِؐ خدا نے زبیر کو ہبیرہ بن وہب کے مقابلہ پر بھیجا۔ زبیر نے اس کے سر پر ایسی تلوار چلائی کہ اس کی کھوپڑی اُڑ گئی۔ رسول اکرمؐ نے ضرار بن خطاب کے مقابلہ میں عمر بن خطاب کو بھیجا۔ جب حضرت عمر اس کے مقابلہ پر گئے تو انہوں نے کمان میں تیر چڑھایا اور ارادہ کیا کہ اسے تیر کا نشانہ بنائیں۔ ضرار بن خطاب نے کہا کہ دوبدو مقابلہ میں تیر چلاتے ہو؟ اگر تو نے مجھ پر آج تیر چلایا تو مکہ میں جتنے بھی تیری قوم کے افراد ہوں گے میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔

پھر ضرار آگے بڑھا اس نے حضرت عمر کے سر پر نیزے کا ہلکا سا وار کیا اور کہا: اے عمر! اس وار کو یاد رکھنا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی قرشی کو قتل نہیں کروں گا اگر یہ قسم مائل نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ حضرت عمر ساری زندگی اس کا احسان مانتے رہے۔

رسولِؐ خدا نے صحابہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ رات کے وقت مدینہ کا پہرہ دیا کریں۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام ساری رات تن تنہا پہرہ دیتے تھے اور آپؑ رات کے وقت خندق عبور کر کے مشرکین کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے تھے اور جیسے ہی صبح کا وقت ہوتا آپؑ اپنے مرکز پر واپس آجاتے تھے اور آپؑ کا مرکز اس جگہ پر تھا جہاں آج مسجد علی بنی ہوئی ہے اور مسجد علی، مسجدِ فتح سے عقیق کی طرف ہے اور یہ مسجد فتح سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ الغرض پندرہ دن تک مدینہ کا محاصرہ جاری رہا۔ مدینہ میں خورد و نوش کی اشیاء کی قلت واقع ہونے لگی۔ آپؑ نے اس وقت مسجدِ فتح میں بیٹھ کر یہ دعا مانگی:

• یاصریخ المکروبین ویامجیب دعوۃ المضطرین ویاکاشف الکرب العظیم انت مؤلای و ولی وولی ابائی الاولین اکشف عنا غمنا وھمنا وکربنا واکشف عنا شر ھؤلاء القوم بقوتک وحولک وقدرتک

"اے درد رسیدہ لوگوں کے مددگار اور اے پریشان حال افراد کی دعاؤں کے قبول کرنے والے، اے بڑے دکھوں کے دُور کرنے والے! تو ہی میرا آقا اور سرپرست ہے اور میرے آبائے اوّلین کا بھی تو ہی سرپرست ہے۔ ہم سے دکھ تکلیف اور پریشانیاں دُور فرما اور اپنی قوت و طاقت و قدرت کے صدقہ میں ہم سے اس قوم کے شر کو دُور فرما"۔

اس وقت جبریلؑ امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کی دعا سنی اور اسے قبول کیا۔ اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ساتھ "دبور" نامی ہوا کو لے جائیں اور قریش اور دوسرے گروہوں کو اس سے شکست دیں۔ اب قریش کو شکست ہو رہی ہے اور وہ واپس جا رہے ہیں۔ ہوا کی وجہ سے ان کے خیمے اکھڑ چکے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے حذیفہ بن الیمان کو بلایا۔ حذیفہ نے قریب ہونے کے باوجود کوئی جواب نہ دیا۔ آپؐ نے دوبارہ بلایا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپؐ نے تیسری بار اسے بلایا تو اس نے لبیک کہا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا بات ہے میں تمہیں پکار رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے؟

حذیفہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایک تو بھوک کی شدت ہے، پھر اس کے ساتھ سخت ٹھنڈی ہوا چل پڑی ہے۔ اس لیے میں جواب دینے سے قاصر تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم دشمنوں کی طرف جاؤ اور وہاں کی خبر ہمارے پاس لاؤ۔ اس کے علاوہ کسی طرح کی کوئی حرکت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ان پر ہوا بھیج دی گئی ہے اور انہیں شکست ہو چکی ہے۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں سردی سے کانپتا ہوا گیا اور جیسے ہی میں نے خندق عبور کی تو مجھے یوں لگا جیسے میں کسی حمام میں پہنچ چکا ہوں۔ میں نے ایک بڑے خیمے کا رُخ کیا۔ وہاں آگ جل اور بجھ رہی تھی اور خیمہ میں ابوسفیان کھڑا آگ تاپ رہا تھا اور سردی کی شدت سے کانپ رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: گروہ قریش! ہم اہلِ زمین سے تو جنگ کر سکتے ہیں لیکن آسمان والوں سے جنگ نہیں کر سکتے۔ اچھی طرح سے دیکھو یہاں محمدؐ کا کوئی جاسوس نہ ہو۔

میں نے جلدی کی اور اپنے دائیں جانب والے سے کہا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا کہ میں عمرو بن العاص ہوں۔ پھر میں نے بائیں جانب والے سے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں معاویہ ہوں۔

میں نے سوال میں اس لیے جلدی کی تھی کہ کہیں مجھ سے کوئی یہ نہ پوچھ لے کہ تو کون ہے۔ پھر ابوسفیان اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اگر رسولِ خدا نے مجھے کسی طرح کی کارروائی سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ابوسفیان کو قتل کرسکتا تھا۔ پھر ابوسفیان نے خالد بن ولید سے کہا کہ میرے اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی فوج کے کمزور لوگوں کی حفاظت کریں۔ پھر ابوسفیان نے پورے لشکر سے کہا: واپس چلو۔ اس کے بعد تمام لوگ اپنی سواریوں پر بیٹھے اور واپسی شروع کر دی۔

صبح تک مدینہ کی فضا لشکرِ کفار سے صاف ہو چکی تھی۔ جنگِ خندق کے دوران میں ابوعرقہ کنانی یہودی نے سعد بن معاذ کو ایک تیر مارا جس سے اس کی ایک رگ کٹ گئی اور اس سے بہت زیادہ خون بہنے لگا۔ سعد نے پٹی باندھی اور کہا: خدایا! اگر قریش کے ساتھ جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں دشمنانِ خدا و رسولؐ سے لڑنے کی سعادت حاصل کروں اور اگر قریش سے جنگ ختم ہوگئی ہے تو پھر مجھے شہادت کی موت عطا فرما لیکن شہادت سے پہلے مجھے اتنی زندگی عطا کر کہ میں بنی قریظہ کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ سعد کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس کا بہتا ہوا خون رُک گیا اور اس کے ہاتھ پر ورم آ گیا۔ رسولِ خدا نے مسجد نبویؐ میں سعد کے لیے ایک خیمہ نصب کرایا جہاں آپ خود جا کر اس کی تیمارداری کرتے تھے۔ بہرنوع جنگ ختم ہوگئی۔ آنحضرتؐ خندق کا علاقہ چھوڑ کر مدینہ میں تشریف لائے۔ آپؐ نے غبار دُور کرنے کے لیے نہانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبریلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: آپؐ تو لباسِ جنگ اُتار رہے ہیں لیکن فرشتوں نے ابھی تک جنگی لباس نہیں اُتارا۔ ہم لشکرِ قریش کو حمراء الاسد کے مقام تک چھوڑ آئے ہیں۔ اب اللہ فرما رہا ہے کہ آپؐ نے عصر کی نماز بنی قریظہ کے علاقہ میں ادا کرنی ہے۔ میں آپؐ کے آگے آگے چلوں گا اور ان کے قلعہ کو زیروزبر کروں گا۔ اتنے میں حارثہ بن نعمان آیا اور اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں نے دحیہ کلبی کو دیکھا کہ وہ اعلان کر رہا تھا: لوگو! تیاری کرو اور عصر کی نماز بنی قریظہ کی سرزمین پر پڑھو۔

رسولِ خدا نے فرمایا: وہ دحیہ نہیں جبریل امینؑ تھا۔ پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ کو بلاؤ۔ علیؑ آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ! لوگوں میں اعلان کرو کہ آج عصر کی نماز بنی قریظہ کی سرزمین پر پڑھو۔ پھر رسولِ خدا مدینہ سے بنی قریظہ کی طرف نکلے۔ حضرت علیؑ بڑا پرچم لے کر آپؐ سے آگے آگے تھے۔ جنگِ خندق کے اختتام پر حی بن اخطب بنی قریظہ کے قلعہ میں آ گیا تھا۔ حضرت علیؑ نے وہاں پہنچ کر ان کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ کعب بن اسد نے قلعہ کے اُوپر سے جھانک کر مسلمانوں

کے لشکر کو دیکھا تو اس نے رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کو سبّ وشتم کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد رسولؐ خدا ایک گدھے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر آپؐ کا استقبال کیا اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ قلعہ کے قریب مت جائیں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: علیؑ! مجھے ان کے قریب جانے دو وہ جیسے ہی مجھے دیکھیں گے تو خدا انہیں ذلیل کرے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ ان کے قلعہ کے قریب گئے اور ان سے خطاب کر کے فرمایا: اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو، اور اے طاغوت کے عبادت گزارو! تم لوگ مجھے گالیاں دیتے ہو لیکن یاد رکھو ہم جہاں مقابلہ کے لیے چلے جائیں تو وہاں تباہی و بربادی آ جاتی ہے۔

کعب بن اسد نے قلعہ سے جھانک کر کہا: ابوالقاسم! آپؐ جاہل تو نہیں ہیں۔ اس کے جملہ سے آنحضرتؐ کو اتنی شرم سی محسوس ہوئی کہ آپؐ کی رداء تک گر گئی۔ قلعہ کے گرداگرد کھجوریں ہی کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے اشارہ کیا تو کچھ کھجوروں کو کاٹ دیا گیا۔ تین دن تک مسلمانوں نے ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ ان دنوں میں کسی یہودی نے آپؐ سے رابطہ نہ کیا۔ تین دن گزرنے کے بعد قلعہ سے غزال بن شمول نیچے اُترا اور رسول اکرمؐ کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپؐ ہم سے بنی نضیر کا سا سلوک کریں۔ ہم یہاں سے جلاوطن ہونے پر تیار ہیں۔ ہماری یہاں کی جائیدادیں اور باغات آپؐ کی ملکیت ہوں گے، آپ ہمیں بس سلامتی سے نکلنے کا راستہ دے دیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں تمہیں میری شرائط پر پورا اُترنا ہوگا۔ آنحضرتؐ کا جواب سن کر وہ واپس چلا گیا اور پھر کئی دنوں تک انہوں نے آنحضرتؐ سے کوئی رابطہ نہ کیا۔ جب قلعہ میں کھانے پینے کی اشیاء باقی نہ رہیں اور عورتیں اور بچے بھوک کی وجہ سے بلبلانے لگے تو وہ آنحضرتؐ کی شرائط مان کر قلعہ سے اُترے۔ ان کے تمام مردوں کو گرفتار کر لیا گیا، جن کی تعداد سات سو تھی۔ انصار میں سے اوس قبیلہ بنی قریظہ کا حلیف تھا۔ قبیلہ اوس کے افراد رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں اور اسلام سے قبل اوس وخزرج کی جتنی لڑائیاں ہوئی تھیں ان تمام لڑائیوں میں ان لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا اور تھوڑا عرصہ قبل آپؐ نے عبداللہ بن ابی کی سفارش پر سات سو مسلح اور تین سو غیر مسلح یہودیوں کو معافی دی تھی اور انہیں یہاں سے جلاوطن کیا تھا۔ کم از کم ہمیں بھی اتنا مقام تو ملنا چاہیے جو آپؐ نے عبداللہ بن ابی کو دیا تھا۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ میں خود نہیں کرنا چاہتا ان کا فیصلہ تمہارے ہی قبیلہ کے ایک معزز فرد سے کرانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کون ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اس کا فیصلہ تمہارے سردار سعد بن معاذ سے کرانا چاہتا ہوں۔

قبیلہ اوس کے افراد نے کہا: اب ہم راضی ہیں۔ سعد بن معاذ چلنے کے قابل نہ تھے۔ انہیں چارپائی پر اُٹھا کر لایا گیا۔

قبیلہ اوس کے تمام لوگ اُن کے گرد جمع ہو گئے اور اُن سے کہا: ابو عمر! خدا سے ڈرنا، یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں۔ اپنے حلیفوں سے بھلائی کرنا۔ ان لوگوں نے آج تک ہر مشکل وقت میں ہماری مدد کی ہے۔

جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو سعد نے کہا: بھائیو! اب میری زندگی کا چراغ گل ہونے کو ہے، لہٰذا مجھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس وقت قبیلہ اوس رو رو کر کہنے لگا کہ ہائے بنی قریظہ مارے گئے۔ عورتیں اور بچے روتے ہوئے سعد کے پاس آئے۔ جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو سعد نے کہا: اے گروہِ یہود! کیا تم میرے فیصلہ کو قبول کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں، ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں اور آپ سے شفقت اور حسنِ نظر کے امیدوار ہیں۔ سعد بن معاذ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ یہودیوں نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ اس کے بعد سعد رسولؐ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپؐ کی کیا رائے ہے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: سعد! فیصلہ کرو، میں تمہارے فیصلہ کو منظور کروں گا۔

سعد بن معاذ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ان کے متعلق میں یہی فیصلہ کر رہا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو کنیزیں اور غلام بنا لیا جائے اور ان کی تمام دولت مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی جائے۔ یہ فیصلہ سنا تو رسولِ خدا اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: تو نے وہ فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اُوپر خدا نے کیا تھا۔

اس کے بعد سعد کا زخم کھل گیا اور زیادہ خون بہنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔ قیدیوں کو مدینہ لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جنت البقیع میں خندق کھودی گئی۔ شام کا وقت ہوا تو ایک ایک قیدی کو باہر نکال کر ٹھکانے لگایا جانے لگا۔ حی بن اخطب نے کعب بن اسد سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے، ہم سے کیا سلوک کیا جائے گا؟

کعب نے کہا: اندھے ہو گئے ہو، جن بھی قیدیوں کو یہاں سے لے جایا گیا ہے، ان میں سے کوئی بھی تو واپس نہیں آیا۔ اب تم صبر کرو اور اپنے دین پر قائم رہو۔

کچھ دیر بعد کعب بن اسد کو رسولِ خدا کے سامنے لایا گیا۔ آپؐ نے کعب سے فرمایا: افسوس! شام سے آنے والے نیک طینت عالم ابن حواس کی نصیحت نے تجھے کوئی فائدہ نہ دیا۔ اس نے تجھ سے کہا تھا کہ تمہارے بزرگوں نے عیش و آرام کی زندگی چھوڑ کر یہاں اقامت اختیار کی تھی اور انہوں نے یہاں اس لیے اقامت اختیار کی تھی کہ ایک نبی ہجرت کر کے اس شہر میں آئے گا۔ وہ روٹی کے ٹکڑوں اور کھجوروں پر گزر اوقات کرنے والا ہوگا اور وہ بے پالان گدھے پر سواری کرے گا۔ اس

کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے اور اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ اپنے کندھے پر تلوار رکھے گا اور وہ ہر مخالف سے جنگ کرے گا اور اس کی حکومت مشرق و مغرب تک ہوگی۔

کعب بن اسد نے کہا: محمدؐ! یہ سچ ہے اگر مجھے یہودیوں کے اس طعنہ کا خوف نہ ہوتا کہ کعب موت سے ڈر کر مسلمان ہوا تھا، تو میں آپؐ پر ضرور ایمان لے آتا اور آپؐ کی تصدیق کرتا۔ اب میں دین یہود پر مر رہا ہوں۔ اسی پر زندہ رہوں گا اور اسی پر مروں گا۔

رسولِ خدا نے اشارہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ صحابہ نے اس کی گردن کاٹ ڈالی۔ پھر حی بن اخطب کو رسولِ خدا کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا: فاسق! تو نے دیکھا کہ خدا نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟

اس نے جواب دیا کہ میں آپؐ کی دشمنی پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا۔ میں نے اپنی طرف سے پوری جدوجہد کی ہے لیکن میرے مقدر میں کامیابی نہ تھی جسے خدا ذلیل کرنا چاہے وہ ذلیل ہو کر ہی رہتا ہے۔ پھر جب اسے قتل کے لیے لایا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

لعمری ما لام ابن اخطب نفسه

ولكنه من يخذل الله يخذل

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! ابن اخطب اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا لیکن جسے خدا بے یار و مددگار رکھنا چاہے تو وہ بے یار و مددگار ہو جاتا ہے"۔

اس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ بنی قریظہ کے سات سو مردوں کو صبح شام کے اوقات میں تین دن تک قتل کیا جاتا رہا۔

سورۂ احزاب میں انہی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں: وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ ......

رسولؐ اللہ اُسوہ حسنہ کا مقام رکھتے ہیں

کتاب احتجاج میں مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ حکام پر صبر کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ "آپ اولوالعزم انبیاءؑ کی طرح سے صبر کریں"۔ صبر کرنا سنتِ رسول ہے اور اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "رسولِ خدا کی ذات تمہارے لیے

بہترین نمونۂ عمل ہے"۔

احتجاج میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خوارج سے فرمایا: تم مجھ پر اعتراض کر رہے ہو کہ میں نے انسانوں کو حَکم بنایا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اکرمؐ نے بھی سعد بن معاذ کو حَکم بنایا تھا۔ میں نے حَکم مقرر کر کے رسولؐ خدا کی پیروی کی ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب ثعلبہ بن حاطب نے دولت کے حصول کے لیے آنحضرتؐ سے اصرار کیا تھا کہ آپ اس کے دولت مند بننے کے لیے دعا فرمائیں تو آپؐ نے اس سے کہا تھا: ثعلبہ! وہ قلیل رزق جس کا تم شکر ادا کر سکو اس زیادہ رزق سے بہتر ہے جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو۔ تمہارے لیے رسولؐ اللہ کی ذات نمونۂ عمل ہونی چاہیے۔ خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے گرد چکر لگا سکتے ہیں۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؑ کو دفن کیا اور نشانِ قبر مٹا دیا تو آپ کا چہرہ قبرِ رسولؐ کی طرف پھر گیا اور آپؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میری طرف سے آپؐ پر سلام ہو اور آپؐ کی اس بیٹی کی طرف سے آپ کو سلام پہنچے جس نے آپؐ کے بعد جلدی سے رختِ سفر باندھا اور دنیا کو خیر باد کہا ہے اور جو آپؐ کے نزدیک دفن ہو چکی ہے۔ یارسولؐ اللہ! میرا صبر جواب دے رہا ہے اور سیدہ نساء العالمین کی وفات پر میری دلیری کم ہو رہی ہے لیکن آپؐ کے غم کی وجہ سے مجھے تسلی ہوتی ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب رسولِ خدا نماز عشاء پڑھ لیتے تو آپ سو جاتے تھے۔ آپ کا مسواک اور آپؐ کے وضو کا پانی آپؐ کے سرہانے رکھ دیا جاتا تھا۔ آپؐ کے وضو کے پانی کو ڈھانپ کر رکھا جاتا تھا۔ پھر جتنا خدا کو منظور ہوتا آپؐ سوتے تھے پھر آپ کھڑے ہو جاتے اور مسواک کرتے تھے اور وضو کرتے تھے اور چار رکعات نماز پڑھتے تھے پھر آپؐ سو جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد کھڑے ہوتے تھے اور مسواک کر کے وضو کرتے تھے اور چار رکعات نماز پڑھتے تھے، پھر سو جاتے تھے۔ پھر جب صبح طلوع ہونے کا وقت قریب ہوتا تو آپؐ پھر کھڑے ہوتے تھے اور وتر نماز پڑھتے پھر دو رکعات نماز پڑھتے تھے۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "رسولؐ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے"۔

قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

"جب اہلِ ایمان نے کافروں کے لشکروں کو دیکھا تو کہا: یہ تو وہی کچھ ہے جس کا وعدہ ہم سے خدا اور اس کے رسولؐ نے کیا ہے اور خدا اور اس کے رسولؐ نے بالکل سچ کہا ہے اور اس سے ان کے ایمان اور جذبۂ تسلیم میں اضافہ ہو گیا"۔

کتاب الخصال میں مؤلفہ شیخ صدوق میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا نے کفار کے لشکر آنے سے قبل ہی اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ اہلِ عرب بہت بڑی فوج بنا کر یہاں آئیں گے اور مسلمانوں کو ان کی وجہ سے کافی تنگی اٹھانا ہوگی لیکن آخری فتح ہماری ہی ہوگی۔ چنانچہ جب لشکر اُمڈ آئے تو اہلِ ایمان کے ایمان اور جذبۂ تسلیم میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے ہمیں اس سے آگاہ کیا تھا۔

الکافی میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص جنازہ دیکھے تو وہ یہ دعا پڑھے:

اللّٰہ اکبر ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ اللّٰھم زدنا ایمانا وتسلیما الحمدللّٰہ الذی تعزز بالقدرۃ وقھر العباد بالموت

آسمان کے تمام فرشتے اس کی یہ آواز سن کر رو پڑتے ہیں:

نذر پوری کرنے والے اور انتظار کرنے والے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

"اہلِ ایمان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی"۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا: ابو محمد! اللہ نے تمہیں اپنی کتاب میں یاد کیا ہے اور تمہارے متعلق فرمایا ہے: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ تم لوگوں

نے ہماری ولایت کے میثاق کو پورا کیا ہے اور ہمارے اغیار کو ہم پر ترجیح نہیں دی۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ! جس نے تجھ سے محبت کی اور محبت پر مر گیا تو اس نے اپنی نذر پوری کردی اور جس نے تجھ سے محبت کی اور زندہ رہا تو وہ انتظار کرنے والوں میں سے ہے۔ جب بھی سورج طلوع وغروب کرے گا تو وہ اس کے لیے رزق اور ایمان کا تحفہ لے کر آئے گا۔

کتاب الخصال مؤلفہ شیخ الصدوق علیہ الرحمہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا: میں نے اور حمزہ، جعفر بن ابی طالب اور میرے ابن عم عبیدہ نے خدا اور اس کے رسولؐ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں گے۔ میرے ساتھیوں نے اپنا وعدہ پورا کردیا جب کہ میں پیچھے رہ کر شہادت کا انتظار کر رہا ہوں۔

اللہ نے ہمارے متعلق یہ آیت بھیجی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ ”اہل ایمان میں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جنھوں نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی“۔ چنانچہ حمزہ، عبیدہ اور جعفر نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے اور میں انتظار کر رہا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے عہدِ ولایت پر قائم رہنے والے لوگ مراد ہیں مثلاً سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن اسود کندیؓ، عمار بن یاسرؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابوالہیثم بن تیہانؓ، سہل بن حنیفؓ، ابوایوب انصاریؓ، عبداللہ بن صامتؓ، عبادہ بن صامتؓ، خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتینؓ اور ابوسعید خدری اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور ان کی ہدایت سے رہنمائی پانے والے لوگ اس آیت کے مصداق ہیں۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وہ رسالہ مرقوم ہے جو آپؑ نے مامون کی درخواست پر لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے دین اسلام کے لازمی مسائل رکھے تھے۔ اس رسالہ میں آپؑ نے یہ بھی لکھا کہ امیر المومنینؑ کی ولایت پر ایمان لانا ضروری ہے اور سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ جیسے صحابہ جنھوں نے رسالت مآبؐ کے بعد کوئی تبدیلی اپنے اندر نہیں لائی تھی، ان کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں انتظار کرنے والوں میں شامل ہوں اور میں وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا کا مصداق ہوں۔

سید ابن طاؤوس اپنی کتاب سعد السعود میں لکھتے ہیں کہ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ سے حضرت حمزہ اور وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ سے حضرت علیؑ مراد ہیں اور وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ میں جن صادقین سے الحاق کا حکم دیا گیا ہے اس سے آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں کہ جب مسلم بن عوسجہ میدانِ کربلا میں گھوڑے سے گرے تو امام حسین علیہ السلام ان کے لاشہ پر گئے۔ اس وقت ان میں رمقِ جان موجود تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: مسلم! خدا تم پر رحم کرے۔ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا کچھ مومن وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے قاصد عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور چہرے پر بہنے لگے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۳﴾

ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے جو بھی میدان میں جاتا تو وہ امام حسینؑ کو الوداع کہتا اور آپؑ کو سلام کرتا تھا۔ امام حسینؑ اسے اسلام کا جواب دیتے تھے اور فرماتے ہیں: ہم بھی تیرے پیچھے آ رہے ہیں، پھر آپؑ یہ آیت پڑھتے تھے: فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۳﴾

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن دو طرح کے ہیں: ایک وہ ہیں جو خدا سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ آخرت کی تمام تکالیف سے آزاد ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو شفاعت کریں گے۔ انھیں کسی طرح کی شفاعت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

دوسری قسم کے مومن وہ ہیں جو خام انگوری کی طرح سے ہیں۔ ہواؤں کے ساتھ اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ آخرت کے مصائب کو جھیلیں گے اور ان کے لیے شفاعت کی جائے گی وہ خود کسی کی شفاعت کرنے کے اہل نہ ہوں گے۔

قولہ تعالٰی: وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ "اللہ جنگ کے لیے مومنین کی طرف سے کافی ہو گیا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے علی بن ابی طالبؑ کے ذریعہ سے مومنین کی مدد کی تھی کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے ان کے سب سے بڑے پہلوان عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا تھا اور اس کا قتل کفار کی شکست کا باعث بنا تھا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ
تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا
مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ
الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

"اے پیغمبرؐ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کی خواہش مند ہو تو پھر آؤ میں تمہیں کچھ ساز و سامان دے کر شائستہ طریقہ سے رُخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکوکار عورتوں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اے پیغمبرؐ کی بیویو! تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ اور تم میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل بجا لائے گی۔ ہم اسے دگنا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح سے نہیں ہو۔ اگر تم خدا کا خوف رکھتی ہو تو پھر کسی سے نرم لہجے میں بات نہ کرو کہ کہیں دل کی خرابی میں مبتلا شخص کوئی لالچ نہ کرے بلکہ سیدھی بات کیا کرو۔

اور تم اپنے گھروں میں ٹِک کر بیٹھی رہو اور پہلے زمانہ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو اور پابندی سے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت رسولؐ! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے"۔

آیت تخییر، ازواجِ رسولؐ سے خطاب

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾

"پیغمبرؐ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کی خواہش مند ہو تو پھر آؤ میں تمہیں کچھ ساز و سامان دے کر شائستہ طریقہ سے رخصت کر دوں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک اور الکافی کی سات روایات کا ماحصل یہ ہے کہ جنگِ خیبر میں مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ملا تھا اور مسلمانوں کو اتنی زیادہ دولت ملی تھی کہ نادار افراد دولت مند بن گئے تھے۔ ازواجِ رسولؐ نے جب یہ سنا کہ خیبر میں رسولِؐ خدا کو بہت سا مالِ غنیمت ملا ہے تو وہ بھی خوش ہو گئیں کہ اچھا ہوا اب ہمارے گھروں میں فاقوں کی نوبت نہیں آئے گی لیکن جب رسولِؐ خدا خالی ہاتھ گھر میں آئے تو بیویوں نے آپؐ سے دولت کا مطالبہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنا حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا ہے۔ جب آپؐ کی بیویوں نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ شاید آپؐ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپؐ نے ہمیں طلاق دے دی تو ہماری قوم کا کوئی فرد ہم سے نکاح نہیں کرے گا؟

اللہ تعالیٰ کو یہ جسارت پسند نہ آئی اور خدا نے آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ فی الحال تمام بیویوں سے قطع تعلق کرلیں۔ رسول اکرمؐ نے ۲۹ دن تک بیویوں سے قطع تعلق کرلیا۔ یہاں تک کہ وہ ماہواری سے پاک ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر آیت تخییر نازل فرمائی کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کی خواہش مند ہو تو پھر آؤ میں تمھیں کچھ نہ کچھ متاعِ دنیا دے کر شائستہ طریقہ سے رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور روزِ آخرت کی فلاح کی خواہش مند ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکوکار عورتوں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

جب ازواج کو متاعِ دنیا اور رسولِ خدا میں سے کسی ایک کے انتخاب کا موقع دیا گیا تو سب سے پہلے حضرت اُمِ سلمہؓ اُٹھیں اور انھوں نے کہا: میں خدا اور اس کے رسولؐ اور روزِ آخرت کا انتخاب کرتی ہوں۔ حضرت اُمِ سلمہؓ کے بعد تمام بیویوں نے یہی کلمات کہے اور رسولِ مقبول کا انتخاب کیا۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ عیص بن ابوالقاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: مولاؑ! یہ فرمائیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے اور جدا ہونے کا اختیار دے اور بیوی جدا ہونے کو پسند کرے تو کیا عورت کو طلاق ہو جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، یہ چیز صرف رسول اکرمؐ کے لیے مخصوص تھی۔ اگر آنحضرتؐ کی بیویاں متاعِ دنیا کا انتخاب کرتیں تو آنحضرتؐ انھیں طلاق جاری کر دیتے۔

مجمع البیان میں واحدی کے حوالہ سے منقول ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ ایک دن رسولِ خدا اپنی زوجہ حفصہ بنت عمر کے پاس بیٹھے تھے۔ میاں بیوی میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ رسولِ خدا نے فرمایا: چاہو تو میں اپنے اور تمہارے درمیان کسی فیصلہ کرنے والے کو مقرر کروں؟

زوجہ نے کہا: ٹھیک ہے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت عمر کو بلایا اور جب وہ آ گئے تو رسولِ خدا نے بیوی سے کہا کہ اب تم بات کرو۔

بیوی نے کہا: نہیں، آپ بات کریں لیکن سچ کے علاوہ اور کچھ نہ کہنا۔

حضرت عمر نے جیسے ہی بیٹی کی یہ جسارت دیکھی تو اسے طمانچہ رسید کیا اور اس سے کہا: دشمنِ خدا! نبی جب بھی بولتا ہے

حق ہی بولتا ہے۔ اگر نبی اکرمؐ کے گھر کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تجھے اتنا مارتا کہ تو مرجاتی۔ اس کے بعد رسولِ خدا بالاخانہ پر چلے گئے اور وہاں پورا مہینہ بسر کیا اور تمام بیویوں سے تعلقات منقطع کر لیے۔ ایک ماہ کے بعد خدا نے آیت تخییر نازل فرمائی۔

① تخییر کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عمر، عبداللہ بن مسعود، اور ابوحنیفہ اور اس کے ساتھیوں کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو چناؤ کا حق دے دے اور کہے کہ چاہو تو مجھے چنو اور چاہو تو آزادی کا انتخاب کرو۔ اگر کوئی عورت حقِ انتخاب کے بعد آزادی کو چُن لے تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔

② زید بن ثابت اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر بیوی آزادی کا انتخاب کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر وہ شوہر کا انتخاب کرے تو پھر ایک طلاق واقع ہوگی۔

③ امام شافعی کا فتویٰ ہے کہ اگر ان الفاظ سے شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

④ اس انتخاب سے ہرگز طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ اختیار صرف رسولِ اکرمؐ کو دیا گیا تھا۔ اگر آپؐ کی بیویاں آزادی کا انتخاب کرتیں تو انہیں طلاق ہو جاتی۔ دوسروں کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے اور یہ فتویٰ ہمارے آئمہ کرام علیہم السلام سے منقول ہے۔

ازواجِ پیغمبرؐ کے نام

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ازواجِ پیغمبرؐ کے نام یہ تھے:

① حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد ② سودہ بنت زمعہ ③ عائشہ بنت ابوبکر ④ حفصہ بنت عمر بن الخطاب ⑤ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب ⑥ زینب بنت جحش ⑦ میمونہ بنت حارث ⑧ صفیہ بنت حیّ بن اخطب ⑨ اُم سلمہ بنت ابی امیہ ⑩ جویریہ بنت حارث ⑪ زینب اُم المساکین ⑫ وہ عورت جس نے اپنا نفس آپؐ کو ہبہ کیا تھا۔ ⑬ زینب بنت ابی الجون جس سے دھوکا ہوا تھا۔ ⑭ قبیلہ کندہ کی ایک خاتون

حضرت خدیجہؓ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ بی بی عائشہ کا تعلق تیم قبیلہ سے تھا۔ حفصہ کا تعلق بنی عدی سے تھا۔ اُم سلمہؓ کا تعلق بنی مخزوم سے تھا۔ سودہ بنت زمعہ کا تعلق بنی اسد سے تھا۔ اُم حبیبہ دختر ابوسفیان کا تعلق بنی اُمیہ سے تھا۔ میمونہ بنت حارث کا تعلق بنی ہلال سے تھا اور صفیہ بنت حیّ بن اخطب کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

رسولِ اکرمؐ کی وفات کے وقت نو بیویاں زندہ تھیں۔ الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا نے پندرہ عورتوں سے شادی کی تھی، تیرہ عورتوں سے زفاف کیا تھا اور وفات کے وقت نو بیویاں موجود تھیں جن دو عورتوں سے آپؐ نے مباشرت نہیں کی تھی ان کا نام 'عمرہ' اور 'سیفا' تھا۔

وضاحت: لفظ 'سیفا' کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے اسے 'شلیا' لکھا، بعض نے اسے 'شبا' لکھا، بعض نے اسے 'سیناء' لکھا ہے۔ جب کہ ابن ہشام نے سیرت کی دوسری جلد، ص ۶۴۸ میں اس کا نام سبا بنت اسماء الصلت لکھا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن بعض حواشی الکتاب)۔ اور جن تیرہ خواتین سے آپؐ نے زفاف کیا تھا ان کے نام یہ ہیں:

① حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد ② سودہ بنت زمعہ ③ اُم سلمہ، ان کا اصلی نام ہند بنت ابی اُمیہ تھا۔ ④ اُم عبد اللہ عائشہ بنت ابوبکر ⑤ حفصہ بنت عمر ⑥ زینب بنت خزیمہ بن حارث اُم المساکین ⑦ زینب بنت جحش ⑧ اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان ⑨ میمونہ بنت حارث ⑩ زینب بنت عمیس ⑪ جوریہ بنت حارث ⑫ صفیہ بنت حی بن اخطب ⑬ خولہ بنت حکیم سلمی، اس خاتون نے اپنا نفس آنحضرتؐ کو ہبہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ آپؐ کی دو کنیزیں بھی تھیں، آپؐ انھیں بھی وقت دیا کرتے تھے ان میں سے ایک کا نام ماریہ قبطیہ تھا اور دوسری کا نام ریحانہ خندنیہ تھا۔ وفات کے وقت آپؐ کی نو بیویاں بقید حیات تھیں اور ان کے نام یہ ہیں: ① بی بی عائشہ ② حفصہ ③ اُم سلمہ ④ زینب بنت جحش ⑤ میمونہ بنت حارث ⑥ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان ⑦ جوریہ ⑧ سودہ بنت زمعہ ⑨ صفیہ بنت حی بن اخطب

تمام ازواجِ رسولؐ میں سے حضرت خدیجہؑ سب سے افضل تھیں ان کے بعد حضرت اُم سلمہؓ پھر حضرت میمونہ تھیں۔

ازواج کی غلط کاری پر تنبیہ

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

"اے پیغمبرؐ کی بیویو! تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فاحشہ سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے تلوار لے کے خروج کرنا مراد ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ازواجِ پیغمبرؐ عام عورتوں جیسی نہیں تھیں اسی لیے خدا نے ان کے اجر کو بھی دگنا بنایا ہے اور ان کے لیے عذاب بھی دگنا رکھا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کا تو سارا خاندان ہی خدا کی طرف سے بخشا ہوا ہے۔ یہ الفاظ سنتے تو آپؑ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہماری جزا و سزا کا معاملہ بھی ازواجِ رسولؐ کی

طرح سے ہے۔ ہم میں سے جو نیکی کرے گا اسے دگنا اجر دیا جائے گا اور جو برائی کرے گا اسے دگنا عذاب دیا جائے گا۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے وصی یوشع بن نون تیس سال تک زندہ رہے۔ ان کے خلاف حضرت موسیٰؑ کی زوجہ صفراء (صفوراء) بنت شعیب نے خروج کیا تھا اور اس نے دعویٰ کیا تھا کہ یوشع کی بہ نسبت میں حکومت کی زیادہ حقدار ہوں۔ یوشع نے اس سے جنگ کی تھی اور اس کے مددگاروں کو قتل کیا تھا اور جب اسے شکست ہوئی تو یوشع نے اس سے بہتر سلوک کیا تھا۔ میرے بعد میری ایک بیوی کئی ہزار کا لشکر لے کر علیؑ کے خلاف خروج کرے گی۔ علیؑ اس کے ساتھ جنگ کرے گا اور اس کے مددگاروں کو قتل کرے گا اور جب اسے شکست ہوگی تو علیؑ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔ اسی کے متعلق خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ایک مقصد آیت یہ بھی ہے کہ صفوراء بنت شعیب کے نقشِ قدم پر مت چلنا۔

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

"اور پہلے زمانۂ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ دوسرا زمانۂ جاہلیت بھی آنے والا ہے۔

عیونِ الاخبار میں حدیث معراج لکھی ہوئی ہے اس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جسے دوزخ کے تنور میں اُلٹا لٹکایا گیا تھا اور اس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور یہ وہ عورت تھی جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا نے اپنی ایک وصیت میں حضرت علیؑ سے کہا: علیؑ! عورتوں پر جمعہ نہیں ہے...... عورت کو چاہیے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلتی ہے تو اس پر اللہ اور جبریلؑ و میکائیلؑ لعنت کرتے ہیں۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ جب جنگِ جمل شروع ہونے کو تھی تو بی بی عائشہ نے کہا کہ میرے لیے کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو اس شخص (حضرت علیؑ) سے سخت دشمنی رکھتا ہو تاکہ میں اسے قاصد بنا کر اس کے پاس بھیجوں۔ ایک شخص لایا گیا۔ بی بی نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور کہا کہ تجھے اس شخص (حضرت علیؑ) سے کتنی عداوت ہے؟

اس نے کہا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں اس کے دوستوں کے مجمع میں اس کے سر پر ایسی تلوار چلاؤں کہ تلوار آ گے نکل جائے اور خون بعد میں جاری ہو۔

بی بی نے کہا: پھر تو میرے کام کا آدمی ہے۔ میرا یہ خط اس کے پاس لے جا اور جا کر میرا خط اس کے حوالے کر۔ خواہ وہ سفر میں ہو یا قیام پذیر ہو۔ اور جب تو اس سے ملاقات کرے گا تو تو دیکھے گا کہ وہ رسولؐ خدا کے خچر پر سوار ہوگا۔ کمان اس نے حمائل کی ہوئی ہوگی اور زین کی کاٹھی سے اس کی ترکش لٹکی ہوئی ہوگی۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے ہوں گے اور وہ یوں دکھائی دیں گے جیسے پرندے صف بنائے ہوئے ہوں۔

اس شخص نے بی بی کا خط لیا اور حضرت علیؑ کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے خط لیا۔ اس کی مہر توڑی اور پڑھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: تم ہمارے ڈیرے پر چلو اور چل کر کھانا کھاؤ اور پانی پیو اس کے بعد میں اس کا جواب لکھ کر تیرے حوالے کروں گا۔

اس نے کہا: ایسا نہیں ہوگا۔ آپؑ کے ساتھی گھور گھور کر اسے دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا: میں تجھ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں ان کا صحیح صحیح جواب دینا۔

اس نے کہا: جی ہاں میں بالکل صحیح جواب دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ بی بی عائشہ نے کہا کہ میرے لیے ایک ایسا شخص تلاش کرو جو علیؑ سے شدید عداوت رکھتا ہو۔ اس کے جواب میں تجھے بی بی کے پاس لایا گیا۔ اس شخص نے کہا: جی ہاں! یہ سچ ہے۔ پھر بی بی نے تجھ سے پوچھا کہ تجھے علیؑ سے کتنی عداوت ہے؟ تو نے جواب دیا کہ میری خواہش ہے کہ میں اس کے دوستوں کے مجمع میں اس کے سر پر ایسی تلوار چلاؤں کہ خون بعد میں گرے اور سر پہلے گرے۔ کیا یہ سچ ہے؟

اس شخص نے کہا: جی ہاں، یہ بھی سچ ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ بی بی نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ جب تو اسے دیکھے گا تو اسے رسولِ خدا کے خچر پر بیٹھا ہوا پائے گا، اس نے کمان حمائل کی ہوئی ہوگی اور ترکش زین کی کاٹھی سی لٹکی ہوئی ہوگی۔ کیا یہ بھی سچ ہے؟ اس شخص نے کہا: ہاں یہ بھی بالکل سچ ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ چلتے وقت بی بی نے تجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے پاس کھانا نہ کھانا اور نہ ہی پانی پینا اس میں جادو ہوتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ اس شخص نے کہا: ہاں یہ بھی سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اب میرا پیغام وہاں جا کر پہنچاؤ گے؟

اس شخص نے کہا: جب میں وہاں سے روانہ ہوا تھا تو آپؑ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض نہ تھا اور اس وقت آپؑ سے

زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔ آپؑ حکم دیں میں آپؑ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تم میرا یہ خط اس کے پاس لے جاؤ اور جا کر اس سے کہو کہ خدا اور خدا کے رسولؐ نے تمہیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ تم نے رسولِ خدا کا گھر چھوڑ دیا ہے اب لشکروں میں پھر رہی ہو۔ ایسا کر کے تم نے خدا و رسولؐ کے فرمان کی مخالفت کی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ طلحہ و زبیر سے کہنا کہ تم نے خدا اور اس کے رسولؐ سے انصاف نہیں کیا۔ تم نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں بٹھا رکھا ہے اور رسولِ خدا کی بیوی کو میدان میں لے آئے ہو۔

وہ شخص گیا اور حضرتؑ کا خط بی بی کے حوالے کیا اور حضرتؑ کا فرمان زور سے بی بی کو سنایا اور طلحہ و زبیر کو بھی آپؑ کا پیغام بلند آواز سے سنایا۔ پھر اس نے انہیں چھوڑ دیا اور حضرتؑ کے لشکر میں آ کر شامل ہو گیا اور جنگِ صفین میں اس کی شہادت ہوئی۔ طلحہ و زبیر نے کہا کہ عجیب بات ہے ہم جسے اس کے پاس بھیجتے ہیں وہ اسے اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔

علل الشرائع میں زرارہ بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا عورت پر بھی اذان و اقامت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر قبیلہ کی اذان وہ سن سکتی ہے تو اس پر شہادتین سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں سے فرمایا ہے: اقیموا الصلوٰۃ۔ تم نماز قائم کرو اور عورتوں سے بھی فرمایا ہے: وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ "تم نماز قائم کرو"

آیتِ تطہیر

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

"اے اہلِ بیت رسولؐ! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور جیسا پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے تمہیں ویسا پاک و پاکیزہ رکھے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت رسولِ خدا، علیؑ بن ابی طالب، فاطمہ زہراؑ، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اکرمؐ حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کو بلایا اور ان پر خیبری چادر ڈالی اور خود بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ پھر آپؐ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں تو نے ان کے متعلق مجھ سے وہ وعدہ کیا جو مجھ سے کیا۔ خدایا! ان سے ہر طرح کی ناپاکی دُور فرما اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے انہیں ویسا ہی پاک و پاکیزہ رکھ۔

حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟

آپؐ نے فرمایا کہ تجھے بشارت ہوتو بھلائی پر ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دربارِ مامون میں اُمت اور اہلِ بیتؑ کے بارہ فرق بیان فرمائے۔ مامون نے پوچھا کہ عترتِ طاہرہ کون ہیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: عترتِ طاہرہ وہ ہیں جن کے متعلق خدا نے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ کی آیت نازل فرمائی اور یہ وہ افراد ہیں جن کے متعلق رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا تھا:

انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی الا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما — ایھا الناس لا تعلموھم فانھم اعلم منکم

''میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلِ بیتؑ۔ آگاہ رہو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں گے۔ دیکھنا تم میرے بعد ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ لوگو! انہیں تعلیم نہ دینا وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں''۔

اللہ نے اہلِ بیتؑ کو چنا تو ان کے حق میں آیت تطہیر نازل فرمائی اور یہ وہ فضیلت ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک خط میں یہ کلمات تحریر فرمائے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اہلِ بیتؑ کو نبوت کی وراثتوں کا وارث بنایا اور انہیں علم و حکمت ودیعت فرمایا اور انہیں امامت و خلافت کا معدن قرار دیا اور ان کی ولایت اور شرفِ منزلت کو واجب قرار دیا اور اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اُمت سے اپنی نبوت کے اجر میں ان کی مودت کا سوال کریں اور فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ''آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مودت رکھو''۔

اللہ نے خاندانِ مصطفیٰؐ سے ہر رجس کو دُور رکھا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ ''اے اہلِ بیتؑ! اللہ نے تمہیں لغزشوں سے معصوم بنایا اور آزمائشوں سے محفوظ رکھا اور ہر

کثافت سے طاہر بنایا اور تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھا اور تمہیں اس طرح سے پاک و پاکیزہ رکھا جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر پر حجت تمام کرتے ہوئے کہا تھا: "میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آیت تطہیر میرے اور میرے خاندان کے متعلق نازل ہوئی تھی یا تیرے اور تیرے خاندان کے متعلق"۔

حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ آیت آپؑ کے اور آپؑ کے اہلِ خانہ کے لیے نازل ہوئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ رسولِ خداؐ نے چادر میں جس خاندان کو جمع کر کے یہ کہا تھا: اللھم ھؤلاء اھلی الیك لا الی النار (خدایا! یہ میرے اہل ہیں، تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف) تو وہ تیرا خاندان تھا یا میرا خاندان تھا؟

حضرت ابوبکر نے کہا: وہ آپؑ کا ہی خاندان تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اہلِ شوریٰ کے سامنے اپنے حق کے دلائل پیش کیے تھے اور ان میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا بھی ہے جس کے متعلق خدا نے آیت تطہیر نازل کی ہو؟

حاضرین نے جواب دیا: یہ آیت آپؑ کے لیے ہی نازل ہوئی تھی۔

علل الشرائع میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت تطہیر کن لوگوں کے لیے نازل ہوئی؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت رسولِ خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہراءؑ اور حسنین کریمین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ رسولِ خدا کی وفات کے بعد یہ آیت امیر المومنینؑ اور حسنین کریمینؑ اور حضرت سیدہؑ سے مخصوص ہوئی۔ پھر وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی تاویل جاری ہوئی اور یوں آیت تطہیر حضرت امام زین العابدینؑ اور باقی آئمہؑ سے متعلق ہوئی۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔

معانی الاخبار مؤلفہ شیخ صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیت تطہیر میں خدا نے جس "رجس" کو دُور کرنے کا اعلان کیا ہے اس سے شک مراد ہے۔

اُصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیت تطہیر کے مصداق آئمہؑ ہیں اور وہ اس عظمت کے مالک ہیں کہ جو ان کی ولایت میں داخل ہوا تو گویا وہ نبیؐ کے گھر میں داخل ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا نے اپنی اُمت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اپنے اہلِ بیتؑ سے تمسک کی وصیت کرتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ جب تک وہ دونوں میرے پاس حوض (کوثر) پر پہنچ نہ جائیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! اہلِ بیتؑ تمہیں ہدایت کے دروازے سے باہر نہ کریں گے اور تمہیں گمراہی کے دروازے میں ہرگز داخل نہ کریں گے۔

اب اگر رسولِ خدا اپنے اہلِ بیتؑ کی وضاحت نہ کرتے تو کئی خاندان اہلِ بیت ہونے کا دعویٰ کرتے لیکن جب خدا نے آیت تطہیر نازل فرمائی تو رسولِ خدا نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو اُم سلمہؓ کے گھر اپنی چادر میں داخل فرمایا اور پھر آپؐ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! ہر نبی کا کوئی نہ کوئی خاندان ہوتا ہے اور نبی کوئی نہ کوئی گرانقدر چیز چھوڑ کر جاتا ہے۔ خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور یہی میرا گرانقدر سرمایہ ہیں۔

اُم سلمہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا میں آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے نہیں ہوں؟

رسولِ خدا نے فرمایا: تم اچھائی پر ہو لیکن یہ میرے اہلِ بیتؑ اور میرا گراں قدر سرمایہ ہیں۔

حدیث کے آخر میں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "رجس" سے شک مراد ہے اور ہم اپنے رب کے متعلق کبھی شک نہیں کرتے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگ ہماری توصیف سے عاجز ہیں، بھلا ان کی توصیف کوئی کیا کرسکتا ہے جن سے خدا نے رجس کو دُور رکھا ہو۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے دعوتِ دین دینے کی شرائط و اوصاف کو بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ نے دعوت خیر کے لیے ایک جماعت کی ضرورت کو بیان کیا اور فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ (آل عمران:۱۰۴)

"تمہارے اندر ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

اس جماعت کا تعلق ذُریت ابراہیمؑ اور نسلِ اسماعیلؑ سے ہے اور یہ وہی ہیں جن کے لیے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے دعا

مانگی تھی اور یہ وہی جماعت ہے جن کے لیے خدا نے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ کی آیت نازل فرمائی۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بازارِ شام میں ایک شامی سے کہا کہ کیا تجھے سورۂ احزاب میں ہماری شان کی کوئی آیت دکھائی دیتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ کی آیت نہیں پڑھی؟

شامی نے کہا: جی ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ خاندان تطہیر ہم ہیں۔

امالی شیخ صدوق میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آلِ محمدؐ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے رسولِ خداؐ کی ذُرّیت مراد ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اہلِ بیت رسولؐ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: آئمہ و اوصیاء اہلِ بیتؑ ہیں۔

میں نے عرض کیا: عترتِ رسولؐ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جن پر رسولِ خدا نے چادر ڈالی تھی۔

میں نے عرض کیا: اُمت رسولؐ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اُمت وہ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے خدائی پیغام کی تصدیق کی اور جنھوں نے قرآن و عترت سے تمسک کیا اور اس خاندان کی عظمت کو تسلیم کیا جن کے حق میں اللہ نے آیتِ تطہیر نازل کی ہے۔ قرآن و اہلِ بیت آنحضرتؐ کے دو جانشین ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوسعید خدریؓ، انس بن مالک، وائل بن اسقع، حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہؓ کا بیان ہے کہ آیت تطہیر رسولِ خدا، علی مرتضیٰؑ، حضرت فاطمہ زہراءؑ اور حسنین کریمینؑ کے لیے مخصوص ہے۔

ابوحمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے شہر بن حوشب نے حضرت اُم سلمہؓ کی زبانی نقل کیا کہ رسولِ خدا میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں حضرت زہراء حلوہ لے کر نبی اکرمؐ کے پاس آئیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اپنے

شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو یہاں لے آؤ۔ بی بی ان سب کو لے کر آئیں۔ سب نے مل کر حلوہ کھایا۔ پھر آپؐ نے ان پر خیبری چادر ڈالی اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ اور عترت ہیں ان سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھ اور جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے انھیں ویسا ہی پاکیزہ رکھ۔

میں (اُم سلمہؓ) نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: تو بھلائی پر ہے۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے: حضرت فاطمہ زہراءؑ ایک پتھر کا برتن اُٹھا کر لائیں جس میں حلوہ پکا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ۔ حضرت فاطمہؑ انہیں بلا لائیں۔ نبی اکرمؐ نے ان پر چادر ڈالی اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں ان سے ہر ناپاکی کو دُور رکھ اور انہیں ایسی طہارت عطا کر جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا کی آیت نازل فرمائی۔

نبی اکرمؐ نے چادر کا کونا اُٹھایا اور ان پر ڈالا۔ میں نے چادر میں اپنا سر داخل کیا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: تو بھلائی پر ہے۔

مجمع بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ بی بی عائشہ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ آپ نے جنگِ جمل کیوں لڑی تھی؟

بی بی عائشہ نے کہا: یہ خدا کی تقدیر تھی۔ میری ماں نے کہا کہ آپ علیؑ کے متعلق کیا کہتی ہیں؟ بی بی عائشہ نے کہا تو مجھ سے اس کے متعلق پوچھنا چاہتی ہے جو رسولِؐ خدا کو تمام لوگوں میں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کی زوجہ تمام عورتوں میں سے رسولِؐ خدا کو پیاری تھیں۔ میں نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو دیکھا۔ رسولِؐ خدا نے ان پر کپڑا ڈالا اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہلِ بیت ہیں اور میرے خواص ہیں ان سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھ اور انہیں ایسا پاک رکھ جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

اس وقت میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں بھی آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے ہوں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: دُور ہو جا تو بھلائی پر ہے۔

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: آیت تطہیر پانچ افراد کے متعلق نازل ہوئی۔ یہ آیت میرے، علی، فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو اس وقت گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔

امام حسن علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو رسولِ خداؐ نے ہمیں اُم سلمہؓ کی خیبری چادر میں جمع کیا اور فرمایا: پروردگار! یہ میرے اہلِ بیتؑ اور عترت ہیں۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگوں کی عقل سے قرآن کی تفسیر جتنی دُور ہے اتنی دُور کوئی اور چیز نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کے پہلے حصہ کا مخاطب کوئی ہوتا ہے اور درمیانے حصہ کا مخاطب کوئی اور ہوتا ہے اور آخری حصہ کا خطاب کسی اور سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت تطہیر کا ابتدائی حصہ ازواج کے لیے ہے لیکن آیت تطہیر اہلِ بیتؑ کے لیے ہے۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''رجس'' سے شک مراد ہے اور ہم خدا کے دین میں کبھی شک نہیں کرتے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّاۗىِٕمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى

اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ ؕ وَمَنۡ
یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذۡ تَقُوۡلُ
لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ
وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ
وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا
زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ
اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۳۷﴾
مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنۡ حَرَجٍ فِیۡمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ ؕ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی
الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۙ ﴿۳۸﴾
الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخۡشَوۡنَہٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا
اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا ﴿۳۹﴾ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ
رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ
شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۴۰﴾ ع یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا
کَثِیۡرًا ۙ ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ﴿۴۲﴾ ہُوَ الَّذِیۡ یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ
وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَکَانَ

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ
اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا
وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ
الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ
وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ
طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ
تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۴۹﴾

"اور اے نبیؐ کی بیویو! تمہارے گھروں میں خدا کی جن آیات وحکمت کی تلاوت کی جاتی ہے، اسے یاد کرتی رہو۔ بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔ بے شک مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں انکساری اختیار کرنے والے مرد اور انکساری اختیار کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عفت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی بھی مومن مرد اور مومن عورت تو اس

کے معاملہ کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا۔

اور اس وقت کو یاد کریں جب آپ اس سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا تھا اور آپ نے بھی احسان کیا تھا کہ تم اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور تم اپنے دل میں اس بات کو چھپاتے تھے جسے خدا ظاہر کرنے والا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈرتے تھے جب خدا اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ جب زید اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا عقد آپ سے کر دیا تاکہ اہلِ ایمان کے لیے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے۔ جب وہ اپنی ضرورت ان سے پوری کر لیں۔ اللہ کا حکم تو بہر صورت نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔

خدا نے نبی پر جو حکم فرض کیا ہے اس کی ادائیگی میں نبیؐ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ گذشتہ لوگوں سے خدا کی سنت چلی آتی ہے اللہ کا حکم صحیح اندازے کے مطابق مقرر کردہ ہوتا ہے۔

وہ لوگ جو خدا کے پیغام پہنچاتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہ وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ خدا اہلِ ایمان پر بڑا مہربان ہے۔

جس دن وہ پروردگار کی ملاقات کریں گے تو ان کی مدارات سلامتی سے ہوگی اور اس نے ان کے لیے بہت اچھا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اے نبیؐ! ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر روانہ کیا ہے۔
آپ اہلِ ایمان کو بشارت دے دیں کہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے بڑا فضل ہے۔
آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور ان کی ایذا رسانی کا خیال چھوڑ دیں اور خدا پر بھروسا کریں اور بطور کارساز اللہ ہی کافی ہے۔
اے ایمان والو! جب تم اہلِ ایمان عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہیں عدت رکھوانے کا کوئی حق نہیں ہے انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا کر شائستہ طریقہ سے رخصت کردو"۔

فرمانبردار خواہ مرد ہو یا عورت، سب کے لیے اجرِ عظیم ہے

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ؏ ﴿۳۴﴾

"اے ازواجِ پیغمبرؐ! تمہارے گھر میں اللہ کی آیات وحکمت کی جو تلاوت کی جاتی ہے تم انہی تعلیمات کو یاد کرتی رہو بے شک خدا باریک بین اور باخبر ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاذْكُرْنَ کا عطف وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ پر ہے۔ اور یوں آیت کا مفہوم یہ بن جائے گا "اور تم نماز قائم کرتی رہو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتی رہو اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات وحکمت کی جو تلاوت کی جاتی ہے اسے یاد کرتی رہو، بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے"۔

اور آیت تطہیر کی مزید توضیح اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ کی آیت میں کی گئی ہے۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

"بے شک مسلمان مرد، مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں انکساری اختیار کرنے والے مرد اور انکساری اختیار کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عفت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

اسلام دین کے لحاظ سے مردوں اور عورتوں میں کسی طرح کی تفریق پیدا نہیں کرتا۔ صنفی تقسیم نسلِ انسانی کے بقا کا ذریعہ ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۳)

"اے انسانو! ہم نے تمہیں نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہارے لیے قوم قبیلے بنائے تا کہ تمہاری پہچان ہو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اس مسئلہ کی مزید وضاحت یوں کی گئی ہے: اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ...... (آل عمران:۱۹۵) "میں تم میں سے کسی مرد و عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا"۔

پھر اس کی مزید تفصیل اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ...... کی آیت میں بیان فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قابلِ مغفرت اور اجرِ عظیم کے حقدار افراد کی حسب ذیل علامات بیان کی ہیں: ① مسلمان ہونا ② مومن ہونا ③ فرمانبردار ہونا ④ صادق ہونا ⑤ صابر ہونا ⑥ عجز و انکسار کرنا ⑦ صدقہ دینا ⑧ روزہ رکھنا ⑨ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا۔

اور مذکورہ بالا صفات میں مرد اور عورتیں برابر ہیں۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن المیزان)

مجمع البیان میں مقاتل بن حیان سے منقول ہے کہ جب اسماء بنت عمیس اپنے شوہر جعفر بن ابی طالبؑ کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو وہ ازواجِ رسولؐ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ کیا میری عدم موجودگی میں ہم عورتوں کے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟

ازواجِ پیغمبرؐ نے کہا: نہیں۔ یہ سنا تو اسماء بنت عمیس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور

انہوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خسارہ ہی خسارہ میں ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: وہ بھلا کیسے؟

اسماء نے کہا کہ جس طرح سے اللہ نے مردوں کی تعریف کی ہے اس طرح اس نے عورتوں کی تعریف نہیں کی ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ...... کی آیت نازل فرمائی۔

بلخی کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے مسلم و مومن کی تفسیر خود کر دی تھی کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامتی پائیں اور مومن وہ ہے کہ جس کا ہمسایہ اس کی لغزشوں سے محفوظ رہے۔ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

ایمان و اسلام

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ......

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایمان کے دائرہ میں اسلام شامل ہے لیکن اسلام کے دائرہ میں ایمان شامل نہیں ہے۔ اسلام سے نکاح و میراث کا اجرا ہوتا ہے اور خون محفوظ رہتا ہے۔ ایمان وہ مستحکم عقیدہ ہے جو دل میں راسخ ہو جائے۔

ابو الصباح الکنانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ یہ فرمائیں کہ اسلام افضل ہے یا ایمان افضل ہے؟

تو آپؑ نے فرمایا: ایمان افضل ہے۔ میں نے یہ جواب سنا تو مجھے اپنے دل میں کچھ تنگی سی محسوس ہوئی کیونکہ بہت سے لوگ کہتے تھے کہ اسلام افضل ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص مسجد الحرام میں جان بوجھ کر کوئی جرم کرے تو اس سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟

میں (راوی) نے کہا کہ اسے سخت سزا دی جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا کہ تم نے بالکل صحیح کہا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص کعبہ میں جان بوجھ کر کوئی جرم کرے تو اس سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟

میں (راوی) نے کہا: اسے قتل کیا جائے گا۔ آپؑ نے فرمایا: تم نے بالکل صحیح جواب دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ کعبہ مسجد الحرام میں شامل نہیں ہے۔ اسی طرح سے ایمان میں اسلام شامل ہے لیکن اسلام میں ایمان شامل نہیں ہے۔

منطقی لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام و ایمان میں عام خاص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے، لہٰذا ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہ اس اسلام کی بات ہے جو ایمان کے مقابلہ میں استعمال ہو ورنہ ایک اسلام وہ بھی ہوتا ہے جس کا درجہ نبوت سے بھی بلند ہے جس کے معنی تسلیم کامل کے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب ابراہیم و اسماعیل بیت اللہ کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے تو انہوں نے ایک دعا یہ بھی مانگی تھی: ربنا واجعلنا مسلمين لك "پروردگار! ہم کو اپنا "مسلم" بنانا۔

جب دیوارِ کعبہ بن رہی تھی تو باپ بیٹا دونوں مسلم بھی تھے، مومن بھی تھے اور نبی بھی تھے اب منصب نبوت کے بعد وہ کون سا اسلام تھا جس کے حصول کی وہ دعا کر رہے تھے؟ یہ اسلام تسلیمِ کامل کے معنی میں تھا اور جس کی مظہر بیت قربانی کے وقت ظاہر ہوئی تھی کہ جب باپ بیٹا قربانی پر آمادہ ہوئے فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۝۱۰۳ (الصفات:۱۰۳) جب باپ بیٹا منزلِ تسلیم پر پہنچے تو ابراہیم نے بیٹے کو جبین کے بل لٹا دیا۔

معلوم ہوا کہ اطاعتِ الٰہی کا وہ آخری جذبہ جہاں بوڑھا باپ جوان بیٹے کو قربانی کے لیے لٹا دے اس آخری جذبہ کو بھی "اسلام" کہا جاتا ہے اور باپ بیٹے نے تعمیر کعبہ کے وقت اس اسلام کی دعا مانگی تھی (اضافۃ من المترجم)

عبدالرحمٰن بن قصیر بیان کرتے ہیں کہ میں عبدالملک بن عین کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا، جس میں مَیں نے لکھا کہ ایمان کیا ہے؟

آپؑ نے جواب میں لکھا: خدا تجھ پر رحم کرے تو نے ایمان کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو ایمان زبان سے اقرار، دل کے یقین اور اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔ ایمان کے تینوں حصے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ ایمان ایک گھر کی مانند ہے۔ اسی طرح سے اسلام بھی ایک گھر کی مانند ہے اور کفر بھی ایک گھر کی مانند ہے۔ بعض اوقات انسان مسلم ہوتا ہے لیکن مومن نہیں ہوتا اور جب کوئی مومن ہوتا ہے تو وہ مسلم ضرور ہوتا ہے۔ اسلام ابتدا ہے اور ایمان اس کی جوانی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ اسلام و ایمان کے علیحدہ علیحدہ چیز ہونے کے متعلق آئمہ ہدیٰ سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

○○○